کلیاتِ سودا

(جلد اول)

بترتیب جدید

مصنفہ

سرآمد شعرائے ہندوستان بلبل شیوا زبان فخر المتقدمین و المتاخرین

مرزا رفیع سودا مرحوم باضافہ سوانح عمری تصویر مصنف

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہو کر شایع ہوئی

۱۹۳۲ء

فہرست کُلیّات سودا جلد اول

مقدمہ

میرے خیال مین تو شاید ہندوستان مین ایک شخص بھی ایسا نہوگا جس کو شاعری سے ذرا بھی لگاؤ ہو اور وہ میر و مرزا کے نام اور اُنکے مرتبۂ شاعری سے پورے طور پر واقف نہو۔ کوئی مکمل اُردو کا تذکرہ ایسا نہوگا جہان اِن دونون باکمالون کے اوصاف حمیدہ کا بیان نہو۔ اور کوئی علم ادب کا ماہر نہوگا جو اِنکی تعریف و تحسین مین رطب اللسان نہو۔ اِس لئے اِن بزرگون کے مراتب شاعری اور مدارج سخندانی پر کوئی رائے زنی کرنا تضیع اوقات نہ بھی ہو تو بھی کوئی نئی بات نہین ہے مگر زمانہ کا دستور اور رسم و رواج کبھی کبھی کسی امر زاید کے کرنے پر بھی مجبور کرتا ہے۔ اس لئے مجھے بھی کہنا پڑتا ہے کہ ؎

	میں کلمۂ سعی کو مکرر باشد	

کلیات سودا جو نئی ترتیب و تدوین سے مرتب ہوا ہے میرے سامنے ہے اسلئے۔ مجھے اسوقت جو کچھ لکھنا ہے وہ مرزا رفیع سودا ہی کے متعلق لکھنا ہے۔ اور جو کچھ ضرورت ہے وہ اِسی آفتاب اوج کمال کے سوانح حیات کے بیان کرنے کی ہے۔

آپ کا نام مرزا محمد رفیع تھا۔ اور سودا تخلص فرماتے تھے۔ اگرچہ خود اِن کا مولد و موطن سواد جنت نشان ہندوستان ہی تھا۔ مگر آپکے آبا و اجداد خطۂ کابل کے رہنے والے تھے چنانچہ اِنکے والد ماجد مرزا محمد شفیع ایک تجارت پیشہ بزرگ تھے۔ جو تجارت ہی کے سلسلہ مین کابل سے سفر کر کے ہندوستان پہونچے۔ اور مختلف بلاد کی سیر کرتے ہوئے خطۂ پاک دلّی مین وارد ہوئے۔ اُسوقت کی دِلّی آج کی دِلّی نہ تھی۔ رونق۔ خوشحالی۔ فراغبالی۔ دولت ثروت۔ مکنت در و دیوار سے برس رہی تھی عیش و عشرت اور رنگین مزاجیون کی بہتات فضائے عالم پر دُہوان دہار گھٹا بنکر چھائی ہوئی تھی۔ ذرہ ذرہ لو وا اردان بساط قرب کے لئے خاک دامنگیر بنجاتا۔ اور ہمیشہ کے لئے اپنے سایۂ عاطفت مین رہنے کے واسطے

مجبور کرتا تھا - اور بڑے بڑے مضبوط ارادہ رکھنے والے یہ کہہ کہہ کر ہمیشہ کے لئے یہین رہجاتے تھے کہ ؂

بہند گشتہ زمین گیر ناتوانی ما ۔ بہ شب رسید مگر روز زندگانی ما

مرزا محمد شفیع خواہ والیسی کا کتنا ہی زبردست ارادہ کرکے آئے ہون - مگر دلی کی آب و ہوا کچھ ایسی راس آئی کہ مقیم ہوگئے اور ہمیشہ کیلئے یہین مقیم ہوگئے اور بالآخر دلی ہی کو یہ شرف نصیب ہوا کہ مرزا رفیع سودا عالم وجود مین آئے - اور فلک فضل و کمال علم و ادب کے تارون مین اور ایک درخشان تارے کا اضافہ ہوا جسکے طلوع نے اپنے حد کمال پر پہونچکر دوسرے ستارون کو ایسا ماند کردیا کہ آفتاب و ذرہ کی نسبت بھی دشوار ہوگئی -

یہ افسوس ہے اور سخت افسوس ہے کہ کسی تذکرہ نویس نے تصریح کے ساتھ اس مولود مسعود کا سال ولادت قلمبند نہین کیا - مگر پھر بھی اپنی کسی تحقیقات کی بنا پر مولانا آزاد نے آبحیات مین مرزا کا سنہ ولادت گیارہ سو چھبیس[۱۱۲۶] لکھا ہے - دوسری شہادتون کے فقدان کیوجہ سے اسپر اعتماد و وثوق کرتے ہوئے بھی ایک قسم کی خلش تجسس و تلاش باقی رہجاتی ہے پھر بھی یہ واقعہ ہے کہ مرزا رفیع نے دلی ہی مین جنم لیا - یہین آنکھ کھولی - یہین تعلیم و تربیت پائی - یہین کی آب و ہوا مین اونکی نشو و نما ہوئی یہین کے رسم و رواج - یہین کے عادات - یہین کی تہذیب و روش کے خوگر ہوئے اور یہین کے طور و طریق اور یہین کی وضع قطع - یہین کی زبان انکی طبیعت ثانیہ بنی -

اردو کی شاعری کی زاد بوم کوئی جگہ سہی - اس سے بحث نہین - مگر یہ ضرور ہے کہ جب ولی دکھنی دلی مین آئے اور اُن کے دیوان ریختہ کا شہرہ عالمگیر ہوا - تو دلی کے ایک ایک بچہ کے دلمین اردو کی شاعری کے ذوق و شوق کی آگ بھڑک اٹھی تھی - اور نہ معلوم کتنے بزرگ اسکی طرف متوجہ ہوگئے تھے ظاہر ا جنکے دم سے ہنگامۂ شعر و سخن گرم تھا ہمارے سامنے چند ہین جنمین شاہ مبارک آبرو - شرف الدین مضمون مرزا جان جانان مظہر - شیخ احسن اللہ بیان - شاکر ناجی - غلام مصطفےٰ یکرنگ کا نام قابل ذکر ہے مگر کون کہہ سکتا ہے کہ دلی سے غدار شہر مین یہی پانچ سات بزرگ ہونگے جو ایک وقت مین سرگرم کار تھے - ہرگز نہین بلکہ زمانہ کی دستبرد نے جن نامون کو محفوظ چھوڑ دیا ہے وہ یہ ہین - اور خدا جانے کیسے کیسے اور کہان کہان کے لوگ ہونگے - اور کتنے ہونگے جنکا آج کوئی نام بھی نہین جانتا خاک مین ملے اور خاک ہوکر رہ گئے ہائے ؂

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم تو نے وہ گنج ہائے گرانمایہ کیا کئے

مولانا حالی نے یہ شعر نہیں کہا بلکہ دلی کی حقیقت بیان کر دی ہے کہ ؎

چپے چپے میں ہیں یاں گوہر یکتا تہ خاک دفن ہوگا نہ کہیں اتنا خزانا ہرگز

سودا نے بھی ایسے ہنگامہ میں آنکھ کھولی - اور نہ معلوم از خود یا اثر صحبت سے شعر و سخن کی طرف متوجہ ہوئے - اسوقت کے مشہور و معروف استاد یہی لوگ تھے جن کا ہم نے ابھی ذکر کیا گو ہمارا مقدور یہ نہیں کہ ہم انمیں سے کسی ایک کو ترجیح دیں - مگر سودا کے انتخاب نے پہلے سلیمان قلی خان وداد کو بہتر سمجھا اور پھر شاہ حاتم کو ترجیح دی جو پہلے رمز اور پھر حاتم تخلص کرنے لگے تھے -

نہ معلوم سودا نے اپنے استاد کی ہدایت سے سودا تخلص اختیار کیا - یا خود ہی اس لفظ پر مائل ہوئے مگر مولانا آزاد دہلوی نے یہ سبب بیان کیا ہے کہ یا تو سودا اس لئے تخلص رکھا کہ سودا یا جنون تمنائے عشق ہے جس پر ایشیائی شاعری کا دارو مدار ہے - اور یا پھر باپ کی سوداگری کی رعایت سے رکھا گیا - کہ اُس کے جزو اول میں لفظ سودا داخل ہے آخر میں یہ بھی کہا ہے کہ صنعت ایہام کھاتے میں ہاتھ آئی میرے نزدیک یہ بات کچھ زیادہ اعتنا کے قابل نہیں ہے - مولانا نے جہان اور بہت سے لطیفے لکھے ہیں ایک لطیفہ یہ بھی لکھدیا -

مرزا کی مشق و ترقی کا یہ عالم تھا کہ دن دونی رات چوگنی ہوتی جارہی تھی اور چند ہی روز میں اسدرجہ پر پہونچگئی تھی کہ جب شاہ حاتم نے اپنے دیوان کی تدوین کی اور شاگردوں کے نام لکھے تو سب سے پہلے نہایت فخر و مباہات کے ساتھ مرزا ہی کا نام لکھا ہے - حالانکہ اُنکے مشہور و معروف شاگرد اور بھی تھے -

مرزا کی اس روز افزون عروج اور ترقی کی کئی وجہیں ہوئیں - ایک تو خود مرزا کی رسا طبیعت اور ذکاوت خداداد - دوسرے اُستاد کی سعی بلیغ اور انتہائی توجہ - تیسرے اُستاد زمانہ سراج الدین علی خان آرزو کی صحبت شبانہ روز - چوتھے دلی جو خود اسوقت مخزن علم و ہنر بنی ہوئی تھی - اور جس کا ذرہ ذرہ شاعر کیا - شاعر گر تھا -

زمانہ کی روش اور وقتی رسم و رواج کو سیلاب سمجھئے کہ جدھر جاتا ہے تنکوں کو بےاختیارانہ اپنے ساتھ بہالیجاتا ہے - یہی حال سوقت کے شاعروں کا تھا - کیونکہ پہلے کو تو اردو رائج ہو گئی تھی اور لوگ مرزا عبدالقادر بیدل - قزلباش خان امید - وغیرہ کے

وقت سے اس زبان مین مضمون آزمائیان کر رہے تھے مگر ابتک رجحان طبیعت فارسی ہی کی طرف زیادہ تھا۔ دس غزلین فارسی کی کہتے تھے تو برائے نام ایک آدھ اُردو کی بھی کہہ لیا کرتے تھے۔ اور گو اُردو گوئی کی ترقی ہوتے ہوتے سودا کے عہد تک بہت کچھ ہو چکی تھی مگر پھر بھی اوّل اوّل مین اونکی توجہ فارسی گوئی ہی کی طرف زیادہ تھی۔ فارسی کہتے تھے اور بہت کچھ کہتے تھے۔ مگر خان آرزو نے خدا معلوم کیا سمجھ کر انھین سمجھایا کہ فارسی کہنے سے اپنی زبان مین شعر کہنا اچھا۔ آدمی دوسری زبانون مین برسون بھی مشق کرے تو بھی درجۂ اُستادی پر پہونچنا محال ہے اُنکی سعادتمندانہ ارادت نے بھی بگوش ہوش اس نصیحت کو سُنا اور اسیوقت سے زیادہ تر اپنی توجہ اردو کی طرف منعطف کر دی۔ پھر بھی چونکہ فارسی کا اُنپر بہت کچھ اثر پڑ چکا تھا اس لئے فارسی مین بھی کچھ نہ کچھ کہتے رہے۔

اُنکے اُردو کے کلام کا چند ہی روز مین زبردست شہرہ ہو گیا۔ اُنکے دل سے نکلکر لوگون کی زبانون پر پہونچا اور رفتہ رفتہ بیاضون۔ اور حافظہ کی یادداشتون مین جگہ پانے لگا۔

این سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

رفتہ رفتہ سریرآرائے سلطنت یعنی شاہ عالم بادشاہ کے کانون تک بھی انکے کمال کا شہرہ پہونچا وہ خود بھی شاعر تھے۔ فارسی کے شعر نہایت عمدہ کہتے تھے۔ کلام سنکر بیحد مشتاق ہوئے اور یہ اشتیاق یہانتک بڑھا کہ ایکدن مرزا کو بلایا اور شاگرد ہو گئے۔ کچھ دنون تک اصلاح و مشورہ کا سلسلہ رہا۔ مگر یہ رشتہ اُستادی و شاگردی کچھ ایسے بُرے اور منحوس وقت مین قایم ہوا تھا کہ زیادہ دنون تک قایم نرہ سکا۔ بادشاہ تو بادشاہ نازک مزاج۔ نازک طبیعت۔ دیر آشنا۔ زود رنج۔ کسی بات پر بگڑ بیٹھے۔ یہ بھی بانکے تھے جب سے یہ رنجش ہوئی اُنھون نے بھی دربار کی آمد و رفت یک قلم بند کر دی۔ ظاہر ہے کہ بادشاہ کا اُستاد ہونا ہی کیا کچھ کم فخر کی بات ہے اسپر جو اور فواید پہونچتے رہے ہونگے وہ مزید برآن۔ اس لئے انکو بھی اسکا احساس ہونا چاہئے تھا۔ اور یقینی طور پر ہوا ہوگا۔ مگر پھر کہنا پڑتا ہے کہ اُسوقت کی دلّی ایسی نہ تھی۔ جہان کوئی اہل کمال خستہ حال اور پریشان پھرتا رہے۔ اور کوئی اُسکی بات نہ پوچھے۔ خوشحالی کا دور دورہ تھا۔ عیش و عشرت کی ہوائین چل رہی تھین سیکڑون رئیس تھے۔ قدردان تھے۔ اہل فن کی خدمت کو اپنے لئے فخر سمجھنے والے تھے۔ اسی لئے اُن کو احساس بھی نہوا۔ سوجون قدرشناسون کی دریادلی نے مالامال کر دیا۔ اور کیا ہوا کیا نہ ہوا اسکی اُنکو کبھی پروا بھی نہ ہوئی۔

اب وہ وقت آگیا تھا کہ اُنکے کمال کی شہرت دلّی سے نکلکر فیض آباد پہونچی - جہان اودھ کا حکمران صوبہ دار نواب شجاع الدولہ نائب سلطنت بنا بیٹھا تھا - اور جسکے دامن دولت سے ہزارون امیر و غریب - ہنرمند اور بے ہنر وابستہ تھے - چنانچہ اُنھون نے سودا کی تعریف سُنی تو از راہ قدردانی و شفقت فیض آباد قدم رنجہ کرنے کے لئے لکھا - مگر مرزا کو دلّی مین کیا کمی تھی کہ اسکو چھوڑکر غربت کی خاک پھانکتے ہوئے اودھ کا رخ کرتے - اور گوشہ صبر و توکل کو حرص و ہوس کی نذر کرتے - فرمان طلب کو سُنکر خوش تو ہوے مگر پھر بھی از راہ استغنا بات کو ٹال گئے اور کہتے ہین کہ جواب مین یہ رُباعی لکھ بھیجی ؎ رباعی

سودا اپنے دنیا تو بہر سو کب تک — آوارہ ازین کوچہ بآن کو کب تک

حاصل یہی اس سے نا کہ دنیا ہووے — بالفرض ہوا یہ بھی تو پھر تو کب تک

مگر زمانہ کی تلوّن مزاجیون - اور تغیرات عالم کی نیرنگیون کو روکنے والا کون ہے - یکایک انقلاب کے تیز و تند جھونکے آئے - ہندوستان کے سکون مین ایک تلاطم برپا ہوا - مرہٹون کی دست درازیون اور ہنگامہ خیزیون نے ملک کو میدان جدال و قتال بنا دیا - دلّی پایہ تخت تھی - مگر وہ بھی اِن حملون سے مصئون و محفوظ نہ رہ سکی - ادھر قتل و غارت کا بازار گرم ہوا - اُدھر بادشاہ گردی ہوئی - نتیجہ یہ ہوا کہ بڑے بڑے بھرے پُرے گھرون مین جھاڑو پھر گئی - ہزارون دولتمند اس گردش آسمان کے شکار ہوکر نانِ شبینہ کو محتاج ہو گئے - سینکڑون آبرو والون نے اپنی جانین اس ہنگامہ دار و گیر کے نذر کر دین بہت سے شریف اپنی عزت و آبرو بچانے کے لئے گھر کا دروازہ بند کرکے بیٹھ رہے - اور ہمیشہ کے لئے عزلت گزین ہو گئے بہت سون نے گھر چھوڑا - در چھوڑا - مال و متاع پر لات ماری اعزا و اقارب سے منھ موڑا - اور رات کی سیاہ چادر سے اپنا منھ چھپا ہمیشہ کیلئے ترک وطن کرکے کہین کو نکل گئے بڑے بڑے دلاورون کے عزم و استقلال مین فرق آگیا - بہت سے اہل اللہ گوشہ نشینی کو خیرباد کہنے پر مجبور ہو گئے نہ امیر رہے - نہ دولتمند - نہ قدر نہ قدردان - نہ جوہر نہ جوہر شناس پھر ایسے عالم مین سودا کا قیام دلّی مین کیونکر ممکن تھا - نہ معلوم کتنے دوستون - کتنے قدر دانون - کو رونا پڑا - اور کتنے رشتہ دارون کا ماتم کیا اس حالت کشمکش مین بھی کچھ دن گزر گئے - مگر کب تک اور کہان تک - آخر ترک وطن کی فکر دامن گیر ہوئی نتیجہ یہ کہ دلّی اور دلّی والون کو خیرباد کہا اور اسی عالم پریشانی مین صحرا غربت کی خاک اُڑاتے فرخ آباد پہونچے - اُسوقت ان کا

سن تقریباً ساٹھ برس بتایا جاتا ہے -
فرخ آباد مین اسوقت نواب احمد بخش خان بنگش مسند آرائے حکومت تھے - اور نواب مہربان خان رند انکے دیوان اعلےٰ تھے - مہربان خان ایک تو یونہی علم و ہنر کے قدردان تھے مگر اس قدردانی پر شعر و سخن کے شوق نے اور بھی چار چاند لگا دئے تھے - پھر بھلا یہ کیونکر ممکن تھا کہ سودا سا اہل کمال فرخ آباد پہونچتا اور یہ انکو ہاتھون ہاتھ نہ لیتے - چنانچہ انھون نے مرزا کی اتنی قدر کی کہ یہ بھی وہین اقامت گزین ہوگئے - زیادہ تر یہ رابطہ محبت اسوجہ سے قائم ہوا کہ رند میر سوز کے علاوہ انکے بھی شاگرد ہوئے - اسی بنا پر یہ چند سال فرخ آباد مین رہے - اور فرغت او اطمینان کی زندگی بسر کرتے رہے - نواب مہربان خان بھی انپر ہمیشہ مہربان رہے اور یہ بھی انکی جود و عطا - محبت و مروت کی تعریفین کرتے رہے - چنانچہ نواب موصوف کی مدح کے بعض قصاید اب بھی انکی کلیات مین موجود ہین -

گردش تقدیر نے پھر زور باندھا - اور آسمان پھر انقلاب دکھانے لگا کہ یکایک ١١٨٥ھ مین نواب احمد بخش خان کا انتقال ہوا - اور وہ دنتر کا دفتر گاؤ خورد ہوگیا - مرزا نے بھی سامان سفر درست کیا - اور فرخ آباد کو الوداعی سلام کرکے اپنے قدیمی محسن اور قدرشناس نواب شجاع الدولہ مرحوم کے پاس فیض آباد چلے آئے اور یہان زمرہ ملازمین یا مصاحبین مین، داخل ہوگئے -

نواب شجاع الدولہ کے انتقال کے بعد عنان حکومت نواب آصف الدولہ بہادر کے قبضہ اقتدار مین آئی - اور اب مرکز سلطنت لکھنؤ قرار پایا - تو مرزا کو لکھنؤ آنا پڑا - یہان بھی دلّی والے لوگون کی بدولت شعر و شاعری کا ستارا عروج پر تھا - مصحفی - قمر الدین منت - وغیرہ موجود تھے -

یہ کون کہہ سکتا ہے کہ مرزا کی شاعری نے یہان آکر عروج پکڑا - اور اپنے حد کمال پر پہونچی - کیونکہ ظاہر ہے کہ ساٹھ پینسٹھ برس کی عمر والے پختہ مشق کی شاعری اسوقت تک بچہ سے جوان اور جوان سے بڈھی بھی ہوگئی ہوگی جس نے مختلف درباروں مین رسوخ پیدا کرکے اپنا سکہ بٹھا دیا - وہ کونسی مشق سخن کا محتاج رہا ہوگا - اور کونسا ایسا معرکہ اور ہنگامہ ہوگا جو انکو پیش نہ آیا ہوگا - مگر باایںہمہ یہ کہنے کی گنجایش ضرور ہے کہ یہان آکر انکی شاعری نے جدید معرکہ آرائیون کی صورت اختیار کرلی جنکا تفصیل کے ساتھ ہم آئندہ چلکر ذکر کرینگے

سر دست انکے کلام پر ایک مفصل تبصرہ کرنے کی ضرورت ہے۔

سب سے پہلے ان کا مجموعی کلام دیکھکر نقاد کو جس اعتراف کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہ ہے کہ وہ بغیر کچھ سوچے سمجھے یہ کہدے کہ مرزا نے ایک ہمہ گیر طبیعت پائی تھی۔ اور تمام اصناف سخن پر پورے طور سے قادر تھے۔ اسکے بعد فرداً فرداً تمام اصناف کلام کو جانچنے پھر چونکہ شاعر کے مجموعہ سخن مین سب سے زیادہ نظر ڈالنے والی چیز غزلیات کا حصہ ہوتا ہے۔ جو اگرچہ ضرورت کے لحاظ سے سب سے ادنیٰ درجہ کی چیز ہے۔ مگر میرا خیال ہے کہ شاعر کو جسقدر جگر کاوی غزلیات مین کرنی پڑتی ہے اتنی کسی صنف مین نہین کرنی پڑتی۔ قصیدے اور رباعیات و مثنوی وغیرہ بھی اگرچہ بڑے پایہ کی چیزین ہین۔ مگر انکا نمبر یکے بعد دیگرے رکھا جائے گا۔ سر دست ہم مرزا کی غزلون پر ایک نگاہ ڈالتے ہین۔ اور بتاتے ہین کہ مرزا تغزل کے رنگ مین کہانتک کامیاب ہین۔

چونکہ مرزا کا زمانہ اردو کی شاعری کے سب سے بڑے رکن یعنی ولی سے بہت زیادہ دور نہین ہے اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ کے تغزل کے اسلوب پر ایک نظر عمیق ڈال لی جائے۔ کیونکہ یہ انکے رموز کلام کے انکشاف مین پوری پوری مدد کرے گا۔ اردو شاعری کے آغاز کی تحقیقات اسوقت قطب شاہیون تک پہنچ گئی ہے اور یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ سلطان محمد قلی قطب شاہ جو ۱۵۸۰ء مین تخت سلطنت پر رونق افروز ہوئے وہ اردو مین شعر کہتے تھے اور معانی تخلص فرماتے تھے۔ اسیطرح محمد قطب شاہ۔ عبداللہ قطب شاہ بھی اردو کے شاعر تھے۔ مگر باوجود اسکے کہ انہین سے بعض کے دیوان بھی دستیاب ہو گئے ہین۔ اور انکے زمانے کے دوسرے شعرا مثل ابن نشاطی۔ مولانا وجہی۔ تحسین الدین۔ ملا قطبی۔ جنیدی۔ طبعی۔ نوری۔ فائز۔ شاہی مرزا وغیرہ کی اردو شعر گوئی اور اردو کی تصنیفات کا بھی پتہ چل گیا ہے عادل شاہیون دور حکومت کے شعرا مشاہیر۔ رستمی۔ نصرتی۔ ہاشمی۔ دولت۔ شاہ ملک۔ شاہ امین وغیرہ کے حالات و تصانیف بھی معلوم ہو گئے ہین پھر بھی ہم ولی دکھنی ہی کو شاہراہ اردو کا رہرو اول تسلیم کرتے ہین۔ کیونکہ دلی مین جس نے اس ادبی قالب مین روح پھونکی وہ ولی ہی تھا۔ اور سب سے پہلے اہل دلی نے جس کا اتباع کیا اس کا فخر اسی باکمال کو حاصل ہوا۔ اور اسمین بھی شک نہین ہے کہ قدما کی نسبت انکی زبان زیادہ لوچدار۔ زیادہ صاف۔ زیادہ قابل اعتنا۔ زیادہ قابل استناد۔ زیادہ قابل اعتماد ہے ان کا رنگ تغزل

اگرچہ اہل فارس کی نکالی ہوئی راہون سے جُدا تو نہین ہے۔ مگر پھر بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کی آب و ہوا نے بھی اسپر اچھا خاصہ اثر کیا ہے۔ اسپر بھی وہی حسن و عشق کی رنگین حکایات وہی عاشقانہ شکایات۔ وہی شب ہجر اور روز وصال۔ وہی وصل کی خوشی اور جدائی کا ملال معشوقون کی ستم رانیان عشاق کی پریشانیان۔ رقیبون کا فائز المرام ہونا۔ اور اپنا محروم و ناکام ہونا۔ مجنون و فرہاد کی سی تقدیرین۔ مانی و بہزاد کی کھینچی ہوئی تصویرین۔ یوسف و زلیخا کا حال۔ شیرین و لیلے کا جمال۔ بلبل کی فریاد قمری کی افتاد۔ رندون اور وحشیون کے کارنامے۔ چارہ گرون اور واعظون کے عصا اور عمامے سب جگہ نظر آتے ہین یہ سب کچھ ہے مگر معلوم یہ ہوتا ہے کہ ایک بہت ہی بھولا بھالا آدمی باتین کر رہا ہے۔ ذرہ بھر اپنا حال نہین چھپاتا۔ جو کچھ دل مین ہے وہی زبان پر ہے۔ بناوٹ۔ تکلف۔ تصنع۔ آورد نام کو بھی نہین بعض جگہ ایسا ہے کہ باتین بات نکلتے ہین۔ مگر وہ بھی سادی۔ کچھ شیرین کچھ پھیکی۔ کلام مین عمق۔ جذبات مین گہرائی کہین نام کو بھی نہین۔ جذبات سادہ کے علاوہ تصوف کے مضامین بھی ہین۔ مگر اکثر جگہ پڑھکر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یا کوئی صوفی حقایق معرفت بیان کر رہا ہے۔ اور یا کوئی واعظ منبر پر وعظ کہتا ہے۔ یا کوئی مناجاتی سربسجدہ ہو کر خدا سے کچھ التجائین کر رہا اور گڑگڑا کر دعائین مانگ رہا ہے۔ مین ان سب کی مثالین بیکار سمجھکر نہین دیتا۔ ورنہ اُنکا دیوان کافی طور پر میرے دعوے کی تصدیق کرتا۔ ولی ہی کی طرح انکے معاصرین مثل سراج دکھنی اور داؤد وغیرہ کا کلام بھی۔ صاف صاف اور سادہ سادہ آورد سے مبرا و منزہ ہے۔ صنعتون۔ ذومعنی لفظون سے پاک ہے یون سمجھئے کہ ایک صاف چٹیل میدان ہے جسمین گرد و غبار کا کہین نام بھی نہین۔ ہان اگر کوئی بات آج کے نقطہ نظر سے جدا ہے تو یہ ہے کہ اکثر ایسے الفاظ پائے جاتے ہین جو آج متروک کے درجے پر بھی کبھی درجے آگئے ہین۔

اسکے بعد دوسرا دور وہ ہے جسمین شاہ حاتم۔ شاہ مبارک آبرو۔ مرزا مظہر جان جانان شرف الدین مضمون یقین۔ اور تابان ایسے بزرگ ہین۔ جنھون نے حقیقت مین اردو شاعری کی داغ بیل ڈالی اور جنکو ولی اور ولی کے معاصرین ہی کے برابر درجے پر جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ ان حضرات نے زبان اُردو کو صاف بھی کیا۔ اور انھین سے اپنے پیشرون کے استعمال کئے ہوئے وہ الفاظ بھی نکال ڈالے جو اُسوقت کے مذاق سلیم پر گران گزرتے تھے۔ یا جنمین زکینت یا بھاشا کا اثر زیادہ تھا۔ اور سب سے زیادہ اسمین شاہ حاتم نے حصہ لیا جسکا ذکر انھون نے

اپنے دیوان کے دیباچے مین کیا ہے۔ زبان کے علاوہ شاعری مین بھی ندرت آفرینیان کین صنایع بدایع کا استعمال بھی شروع کیا۔ رنگینی مین اضافہ کرکے اُس پھیکے پن کو جو قدیم دواوین مین پایا جاتا تھا دور کر دیا۔ اور شعر مین جذبات کو اس خوبصورتی اور خوبی سے کھپایا کہ اکثر شعر جذبات محبت کی صحیح تصویر بن گئے۔ معنی آفرینی۔ لطیف استعارون اور تشبیہون سے کام لیکر کلام کو گل گلزار بنایا۔ غرضکہ اپنی سعی بلیغ سے اس پھیکے پودے کی وہ آبیاری کی کہ اُسکی نو دمیدگی ہی سے اُسکی برومندی کا پتہ چلنے لگا۔ ہان اگر کوئی نقصان ہوا تو یہ کہ اور صنعتون کے ساتھ ساتھ صنعت ایہام کا بڑا زور ہو گیا۔ پورے پورے شعرون کی بنا ذو معنی الفاظ پر رکھی جانے لگی۔ اور بعض جگہ فحش الفاظ سے بھی گریز نہین کیا گیا۔

اسی زمانے کے قریب قریب بلکہ اس سے ملا ہوا زمانہ میرزا سودا کا بھی ہے کیونکہ حاتم بقول مصحفی ۱۱۹۶ھ اور مرزا ۱۱۹۵ھ مین فوت ہوے۔ مگر مرزا کی شاعری کا رتبہ بلاشک اتنا ہے کہ ایک ایک لفظ فخر و مباہات کے ساتھ کہہ رہا ہے ع رتبۂ شاگردی من نیست اُستاد مرا۔ یہی سبب ہے کہ شاہ حاتم نے اپنے شاگردون کی فہرست مین بے حد فخر و مباہات کے ساتھ مرزا کا نام لیا ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ میر تقی میر سا زبردست نقاد اگرچہ اپنے تذکرے مین شاہ حاتم کو مرد جاہل و متمکن لکھتا ہے۔ مگر سودا کو استاد زمانہ اور سرآمد شعرا مانتا ہے۔ اسی سے اُستاد اور شاگرد کا فرق اور زبان۔ ادب۔ اور شعر کی خدمت کا صاف صاف اندازہ ہو جاتا ہے۔

دیوان غزلیات اُردو

اوّل تو اُس زمانے کی روش ہی یہ تھی کہ جو کچھ لکھا جائے وہ اُن جذبات اور واردات قلبیہ پر محمول ہو کہ جو دل پر گزرین وہی قلم کی زبان سے ادا ہون یہی روش اوسوقت کے عام شعرا کی ہے اور غیر مشہور سے غیر مشہور شاعر کے یہان بھی ضرور کچھ نہ کچھ شعر ایسے مل جاتے ہین جو نشتر بنکر دلمین اُتر جاتے ہین۔ پھر علی الخصوص ایسے مشہور و معروف اُستاد جنکا ایک زمانہ لوہا مانے ہوئے ہے۔ اُن کا کلام کیونکر واردات قلبیہ سے خالی ہو سکتا ہے۔ سر سے پاؤن تک جذبات ہی جذبات۔ اور ادھر سے اُدھر تک واردات ہی واردات ہین۔ ہاے کیا خوب کہا ہے۔

اتنا تو فیض عشق سے کامل ہوا ہون مین — سر سے لگا کے پاؤن تلک دل ہوا ہون مین

سودا کے دیوان ریختہ میں جذبات عشق کی ایسی ایسی مکمل تصویرین پائی جاتی ہین جو بڑے خردہ بین مصور کے یہان بھی نہین ملتین جنھین دیکھتے ہی دل پر حزن و ملال کی بجلیان گرجاتی ہین - اور زبان سے بے ساختہ اُف اُف کی صدا نکلنے لگتی ہے - اثر و تاثر اُنکے کلام مین اُتنا ہی ہے جتنا کہ میر تقی اور میر درد کے یہان ہے - ہان اگر کوئی فرق ہے تو یہ ہے کہ میر صاحب حزن و یاس کے جذبات کے سوا اور کسی چیز سے سروکار ہی نہین رکھتے اور سودا کو ندرت مضامین - اور شوکت الفاظ - ندرت بیان معنی آفرینی کی طرف بھی اُتنا ہی لگاؤ ہے - جتنا کہ جذبات کیطرف - اُن کے یہان یہ سب چیزین ملی جُلی ہین - کہین کہین صرف جذبات ہی کی طرف توجہ ہوتی ہے تو اُسوقت میر درد - یا میر تقی سے کم نہین رہتے - اسی فرق نے بعض نقادون کو دھوکا دیا ہے - جسکی بنا پر اُنھون نے کہدیا ہے کہ سودا کے کلام مین اتنا درد نہین ہے جتنا خواجہ صاحب یا میر صاحب کے یہان ہے اس سے انکار نہین کیا جا سکتا لیکن یقینی اُن بلند نظر نقادون سے یہ غلطی ہوئی کہ اُنھون نے اس بات پر مطلق توجہ نہین کی کہ مرزا کے یہان درد کے علاوہ دوسری چیزین بھی ہین - اور اسی کثرت مشاغل نے اُنکے کلام مین یکسانیت پیدا نہین ہونے دی - ورنہ انکا دیوان بھی سرتاپا ویسا ہی ہوتا جیسا کہ میر تقی مرحوم کا ہے - تھوڑے سے شعر چُنکر لکھتا ہون - دیکھنے والے انصاف کرینگے تو ضرور کہدینگے کہ میر تقی - میر سوز - اور خواجہ میر درد کا رنگ ہے

اس گلشن ہستی مین عجب دید ہے لیکن جب آنکھ کھُلی گُل کی تو موسم ہے خزان کا

ہم تو قفس مین آن کے خاموش ہو رہے اے ہم صفیر فائدہ ناحق کے شور کا

کبھو نہ بات بن آئی نہین کی اُس سے پر اُن نے نہ پوچھا یون سبب کیا ہے ترے ہر بار رونے کا

یہ سمجھے تو اب کہ سودا کا دل تری گفتگو نہ سمجھے گا
حق کے سمجھائے سمجھے تو سمجھے تیرے سمجھائے تو نہ سمجھے گا

چھیڑ مت باد بہاری کہ مین جون نکہت گل پھاڑ کر کپڑے ابھی گھر سے نکل جاؤن گا

ظالم مین کہہ رہا تھا تو اس خون سے درگزر — سودا کا خون ہے یہ چھپا یا نجائے گا

گو نہ دے شیشہ گردون گل رنگ مجھے — خون دل سے تو مرا جام ہے معمور سدا

دوستو سنتے ہو سودا کا خدا حافظ ہے — عشق کے ہاتھ سے رہتا ہے یہ رنجور سدا

سودا سے یہ پوچھا مین دل مین کبھی کسیکو دون — وہ کر کے بیان اپنا روداد بہت سا رو دیا

دیر و حرم کو دیکھا اللہ رے فضولی — یہ کیا ضرور تھا جب دل کا مکان بنایا

تجھ بن عجب معاش ہے سودا کا اندنون — تو بھی ٹک اسکو جاکے ستمگار دیکھنا

جب سے ہوئی ہے قابل شمشیر دن طر — چھاتی پہ میری مرہم زنگاری رہا

بے جرم و گناہ قتل عاشق — مذہب مین ترے صواب دیکھا

سودا پھر آج تیری آنکھین بھر آئیان ہین — عالم کے دیدنے مین کل کچھ بھی رہ گیا تھا

جب بادہ خون دل ہو تو سیر چمن کجا — ساقی وہ نوبہار وہ شور کہن کجا

اس چمن مین جب تلک ہم نشہ مستی پر بیٹھے — عمر کا اپنی پرا از خون جگر پیمانہ تھا

دہر یا نٹے تھا متاع دو جہان اے سودا — بے نوائی نے مرے اسکو گوارا نہ کیا

مشکل پڑے گا پھر تو بجھانا جہان کہ — جو ٹک زیادہ عشق کا شعلہ بھڑک گیا

آہ و فغان کی آج جو آتی نہین صدا — شاید جہان سے ترا بیمار اٹھ گیا

تو جہان مین لے گل گلزار کیا ہے غم — مجھسا جو تیرے کوچے سے اک خار اٹھ گیا

غیر دیکھ دیکھ بیٹھے ہوے بزم مین تری — جب کچھ نہ بس چلا تو مین ناچار اٹھ گیا

ہون تو چراغ راہ رہ سپر زیر آسمان — لیکن خموش ہوکے سر شام رہ گیا

کر قطع ہاتھ پہلے پھر فکر رفو کا — ناصح جو یہ گریبان تو نے سیا تو پھر کیا

صرف ردیف الف مین سے یہ چند اشعار ایک سرسری نظر مین انتخاب کر کے لکھ دینا نمونے کے لئے بہت کافی ہین۔ اور اگر کہین پورے دیوان کا انتخاب کیا جائے تو میرے عقیدے مین ایک چھوٹا کلیات تیار ہونا دشوار نہین ہے۔ اسی اندازہ کے لئے مولانا آزاد نے آب حیات مین کچھ شعر میر و سودا کے ایسے لکھ دئے ہین۔ جنکے مضمون قریب قریب ایک ہی ہین بعض لکھتا ہون۔

میرے گلا مین جس سے کرون تیری بیوفائی کا — جہان مین نام نہ لے کبھی آشنائی کا

سودا سے گلا لکھون مین اگر تیری بیوفائی کا
لہو مین غرق سفینہ ہو آشنائی کا

میرے چمن مین گل نے جو کل دعوے جمال کیا
جمال یار نے منہہ اُسکا خوب لال کیا

سودا سے برابری کا ترے گل نے جب خیال کیا
صبا نے مار تھپیڑا منہہ اُس کا لال کیا

میر سے رات ساری تو کٹی سنتے پریشان گوئی
میر جی کوئی گھڑی تم بھی تو آرام کرو

سودا سے سودا تری فریاد سے آنکھون مین کٹی رات
اب آئی سحر ہونے کو ٹک تو کہین تم بھی

اب ذرا مضمون آفرینی کے بھی دو چار شعر دیکھ لیجئے جنمین مضمون کے ساتھ ہی ساتھ بلند نظری بھی شامل ہے -

حباب آسا کیا ہے کار استغنا تمام اپنا
نکالا رو سفید آخر مین اس صفحہ پہ نام اپنا

اگر سمجھو تو خاکستر صبا کے ہاتھ بھیجون مین
نہین گویا زبان شعلہ دون کسکو پیام اپنا

پوچھے ہے پھول پھل کی خبر اب تو عندلیب
ٹوٹے - جھڑے - خزان ہوئے بکھرے بہلے گئے

عجز و غرور دونون اپنی ہی ذات مین ہین
ہم عبد کے جدا اک معبود جانتے ہین

نے بلبل چمن نہ گل نودمیدہ ہون
مین موسم بہار مین شاخ بریدہ ہون

ناتوان مرغ ہو نہین اے رفقائے پرواز
اتنا آگے نہ بڑہو تم کہ رہا جاتا ہون

سودا وہ کون سا ہے بھلا اس چمن مین گل
ٹکڑے جگر کے جس کے گریبان پہ نہین

اِسیطرح - روانی تشبیہات و استعارات لطیف تلمیحات - وغیرہ اُنکے یہان اپنی اپنی جگہ پر موجود ہین اور اُسکے ساتھ ہی شوکت الفاظ اور معانی آفرینی کے وہ فرمانروا ہین - اور فرمانروا بھی ایسے کہ معاصرین مین انکا کوئی مدمقابل نہین ہے - زبان نہایت صاف و شستہ ہے - حتی کہ بعض شعرون کو آجکل کے فصیح الکلام شعرا کے کلام مین ملا دین تو شاید ہی کوئی بڑا ادیب یہ سمجھ سکے کہ یہ کلام آج کا نہین ہے -

اسکے علاوہ سنگلاخ زمینون مین شعر کہنا اور اُنکو سرسبز کر دکھانا بھی سودا کا طرۂ امتیاز ہے - پتھر سے پتھر زمین کو لیتے ہین اور پانی کرکے بہا دیتے ہین - معلوم ہوتا ہے کہ ایک تند رو اور ماہر پیراک دریا کے اوپر پیرتا ہوا چلا جا رہا ہے اور اُسکا کف پا بھی تر نہین ہوتا - دیکھئے

سمجھے تھے ہم جو دوست تجھے اے میان غلط — تیرا نہین ہے جرم ہمارا گمان غلط
ساقی نہو تو سیر چمن کا ہے کیا مزا — جانا بغیر بادہ سوے بوستان غلط

ناصح نہ اُسنے بک جو ہین آگاہ راز عشق — وہ کر چکے ہین دین و دل و جان نیاز عشق

حسن کے بازار مین کیا ہی جڑا شیاے فراق — دے کے نقد دل بحمرزنہار سود لے فراق

سنبل و زلف سیہ کاکل و شب چارون ایک — غمزہ و ناز و ادا جنبش لب چارون ایک

کس رنگ مین دکھانہ ترے رنگ کا جلوا — سب رنگ مین ہے تو یہ ترا ہے بیرنگی

مرغ دل کے جو شکاری ہین اگر صید حرم — بکنے آوے تو خریدین نہ وہ تیتر کے مول
پوت لیتے ہین دُر دیدۂ نمناک کے مول — مژۂ تر کو تباں لیوین نہ خاشاک کے مول

اس قسم کے سیکڑون شعر اُنکے دیوان غزلیات مین ہین - اور بعض بعض غزلین ایسی بھی ہین جو باوجود مشکل زمینون مین ہونے کے ازسرتا پا کیفیات حالیہ مین ڈوبی ہوئی ہین - غرضکہ اُن کی طبیعت ہمہ گیر ہے جسکا جلوہ اُنکے دیوان مین اچھی طرح نظر آتا ہے - ہان اگر اُنکے یہان نہین ہین تو دو باتین نہین ہین - ایک تو یہ کہ تانیث و تذکیر کی پابندی بہت کم کیجاتی ہے - کوئی لفظ کہین مونث ہے اور کہین پھر اُسیکو مذکر کہتے ہین - دوسرے تصوف کا رنگ اُن کے یہان بہت ہی کم ہے - اِن دونون باتون کا نہونا کچھ تعجب انگیز نہین - پہلی کمی یعنی تذکیر و تانیث وغیرہ کی پروا نکرنا تو اس لیئے ہے کہ زبان اسوقت تک اس درجہ پر ہرگز نہ پہونچی تھی کہ قواعد کی حدود مین آجاتی - دوسری بات یعنی مذاق تصوف کی کمی بالکل سامنے کی بات ہے سودا ایک ہشاش بشاش خوش و خرم آدمی تھے قاعدہ کے موافق مذہبیات سے اُنکو کچھ بہت زیادہ علاقہ نہونا چاہیئے اور ہونا چاہیے تو اتنا ہی کہ اُسمین اونکی طبیعت کا رنگ اصلی فنا نہو جائے - تصوف نام ہے دنیا سے قطع تعلق کا یگانون سے بیگانگی کا - اور انکے یہان اس کا نام بھی نہ تھا - وہ دوستون - ہم جلیسون مین زندگی گزارنے والے تھے اسپر طبیعت قدرتی طور پر شوخ پائی تھی پھر بھلا وہ کیون تصوف کے جال مین

اُلجھتے - اور یون تو پھر زمانہ کی ہوا ہی تھی - ڈھونڈھنے والے ڈھونڈنے بیٹھتے ہین تو اس وقت کے
شعر بھی دیوان سے نکال ہی لیتے ہین - مگر اسکو اُنکے کلام کی خصوصیات مین داخل نہین کر سکتے
البتہ شعر کو ایہام وغیرہ کی زدون سے بچا کر اُنھون نے اتنا صاف کیا ہے کہ وہ اُنکے لئے مخصوص
چیز بن گئی ہے - ہندی کے کڈھب اور بے جوڑ الفاظ کو اردو کے ساتھ ایسا ملا دیا ہے کہ
زمانہ گزر گیا - روشین بدل گئین - مذاق بدل گئے - مگر آج بھی وہ جوڑ اپنی جگہ سے نہین ہلتے -
تمام کلام نہایت سنگین اور ٹھوس ہے - اور اسمین معنی آفرینی استعارات و تشبیہات کی گل کاریان
ندرت پر ندرت کا کام دیتی ہین -

مدحیات

مدحیات مین زیادہ تر قصاید ہین بعض مثنویان بھی ہین - قصیدون کے متعلق سودا کے واسطے
اتنا لکھا جا چکا ہے کہ زمانہ اُس کا معترف ہے - اور اسمین اب اگر کچھ لکھنے کی گنجایش ہے تو
یہ ہے کہ لکھا جائے کہ میر تقی میر یا اپنے تمام معاصرین سے اُنکے قصاید بڑھے ہوئے ہین تو کیون
ہین - اور اُنہین کونسا ایسا جادو ہے کہ جو ادیب اُٹھتا ہے وہی کہتا ہوا اُٹھتا ہے کہ سودا قصیدہ
گوئی کا وہ مرد میدان ہے کہ اسکا خاک ہندوستان نے جواب پیدا نہین کیا - یہ سب کو معلوم
ہے - مگر یہ کوئی نہین بتاتا کہ اسکی وجہ کیا ہے - نظر سرسری مین مین نے جو کچھ اسکی وجہ دریافت
کی ہے وہ یہ ہے (۱) اُنکے بڑے حریف میر تقی میر ہی ہو سکتے تھے - مگر میر صاحب قصیدہ گوئی
کے میدان مین سودا کے پیش پیش ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قصیدہ چاہتا ہے مضامین مین شگفتگی
الفاظ مین شوکت اور بلندی - خیال مین غلو - اور ندرت - برعکس اسکے میر تقی میر علیہ الرحمتہ - قانع متوکل
خاموش - متألم - پژمردہ مزاج - پھر بھلا کیونکر سودا کے قدم بہ قدم چل سکتے تھے - (۲) دوسری وجہ یہ
بھی ہے کہ قطب شاہیون کے عہد سے دکنی شاعری کا خاکہ تیار ہوا اور اسی پر اُردو کی بنا رکھی گئی - مگر کوئی
شخص ایسا نہین پیدا ہوا جسنے صرف قصیدہ گوئی پر توجہ کی ہو - سودا پہلے وہ شخص تھے جو اس میدان مین
اس انہماک اور اس طمطراق کے ساتھ وارد ہوئے کہ دنیا اُنکی شان و شوکت کو دیکھکر داد دینے پر مجبور
ہو گئی - اور اسی کا یہ اثر ہے کہ آجتک اُستاد ماننے پر مجبور ہے (۳) سودا کے قصاید مین سب سے بڑی
خوبی یہ ہے کہ جدت ہے اور وہ اپنے معاصرین یا متقدمین کی طرح بار بار ایک ہی مضمون کو دُہرانے
اور کہی ہوئی بات کو بار بار کہنے کے خوگر نہین ہین دنیا کا قاعدہ ہے کہ ہمیشہ نئی بات کی قدر کرتی

ہے اس لئے سودا کے قصیدون کی قدر نہونے کے بھی کوئی معنے نہ تھے۔ (۴) چوتھی وجہ یہ ہے اور غالبًا سب سے اہم وجہ ہے یہ کہ سودا کے قصاید مین ہجویات بھی شامل ہین۔ اور ہجو کا مشہور ہونا ایک مسلّم اور بدیہی بات ہے۔ پھر ہجو بھی سودا کی کہی ہوئی ہجو جسمین نہ رکیت۔ استہزا۔ تمسخر۔ حتی کہ فحش سے بھی احتراز نہین۔ خود نقال بنے ہین اور اسی بھیس مین جسکو چاہا ہے شہدا بنا کر کہدیا ہے۔ اسی لئے عوام و خواص کو اُن سے دلچسپی ہوئی اور وہ دنیا بھر مین مشہور ہوگئے۔ ورنہ محامد کے قصاید خواہ کیسے ہی بلند کیون نہون اسقدر مقبول اور مشہور نہین ہوسکتے مدح گوئی مین اگرچہ سودا کا درجہ عرفی اور انوری کا سا ہے۔ پھر بھی قصاید مین انکا رنگ دنیا سے جدا بلکہ یون کہیے کہ انکی دنیا ہی جُدا ہے۔

وہ جس کی مدح کرتے ہین تو اس شان سے کہ جو خوبیان یہ بیان کرتے ہین وہ سب بلکہ اُن سے کچھ زیادہ ممدوح مین نظر آنے لگتی ہین۔ خیال کی بلندی مین الفاظ کی شوکت۔ مضامین کی برجستگی اور تلاش۔ تشبیب کا اُٹھان۔ ندرت آفرینی یہ سب چیزین ملکر معلوم اُنکے قصیدون کو کہان سے کہان پہونچا دیتی ہین۔ اور وہ کچھ سے کچھ بنجاتے ہین۔ اسکے بعد سب سے بڑی خوبی مخلص اور گریز مین دیکھی جاتی ہے۔ وہ بھی اُنکے یہان اُسی درجہ کی ہے جس درجے کے وہ ہین۔ مین چاہتا تھا کہ سودا کے چند قصاید سے کچھ مخلص چنکر نمونے کے طور پر پیش کرون۔ پھر سوچتا ہون کہ کلیات پڑھنے والون کے سامنے ہے وہ خود ہی سمجھ لین گے۔ دُعا کے ساتھ اختتام بھی قصیدے کی خوبی کا ایک اہم جزو ہے سودا اُسکے بھی مشاق ہین۔

سودا کے بعض قصیدے ایسے بھی ہین جہان اُنھون نے تمہید اور تشبیب سب کو بالا ے طاق رکھدیا ہے۔ اور سرے ہی سے مدح گوئی کا آغاز کیا ہے۔ مگر پھر بھی قصیدے کی آن بان کو ہاتھ سے نہین جانے دیا۔

ہجویات

ہجویات کا بڑا حصہ قصیدون اور مخمس مسدسون وغیرہ مین شامل ہے۔ لہذا نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ قصیدے اچھے ہین تو ہجو بھی وہی شان رکھتی ہوگی۔ مگر قصاید کی پابندی کو ہٹا کر دیکھا جاے تب بھی کہا جا سکتا ہے کہ ہجویات کا دفتر گو اُنکے حریفون کے لیئے کتنا ہی دل آزار ہو اور سودا اُنکے لکھنے سے کیسے ہی اخلاقی مجرم بنے ہون۔ مگر آج ہمارے لئے وہ ایک اعجوبہ روزگار سے کم نہین

ہے۔ اُنکی لکھی ہوئی ہر ہجو ایک تیز تلوار کی مانند ہے اسکا وار کبھی اوچھا پڑتا ہی نہین ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ جب وہ وار بھرپور پڑتا ہے تو کام کئے بغیر رہ نہین سکتا۔ برق خاطف ہے کہ جہان گرتی ہے میدان کے میدان کو جلاکر خاک سیاہ کرجاتی ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ہجویات مین طعن۔ طنز۔ تشنیع۔ پھبتی۔ فقرے۔ آوازے سبھی کا میلاؤ ہوتا ہے۔ پھر خصوصیت سے اُس شخص کے یہان جو ان سب چیزون کے استعمال پر صحیح طور سے قادر بھی ہو۔ میرے خیال مین وہ عرب کے امراء القیس۔ فارسی کے سوزنی اور شفائی۔ عالی۔ اور روما کے جو دنیالس ایسے مشہور ہجوگو سے کسیصورت مین کم نہین ہین۔ اور پھر لطف یہ ہے کہ اُنکا یہ حربہ صرف انسانون۔ یا محض اپنے معاصرین ہی کے لئے مخصوص نہین ہے۔ بلکہ وہ اسکا استعمال ہر جگہ اُسی خوبی سے کرتے ہین جیساکہ مخصوص جگہون مین۔ کہین کسی لڑکی کو عرق شرم مین غوطے دے ہین اور کہین کسی گھوڑے کو گدہا بناکر رکھدیا ہے۔ تضحیک روزگار اُن کا قصیدہ اس کا ایسا شاہد ہے جسکے دیکھنے کے بعد کہنا پڑتا ہے کہ ہجوگوئی سودا کے لئے پیدا ہوئی تھی اور سودا ہجوگوئی کے لئے۔

انشا کیطرح وہ قابل ہون یا نہون۔ اور اُتنی زبانون پر انکو عبور ہو یا نہو۔ مگر یہ ماننا پڑتا ہے کہ وہ انشا کی طرح بے معنی ہجویات۔ یا پھکڑ وغیرہ کہکر یہ کہنے کے مستحق نہین ٹھہرتے جیساکہ انشا کی نسبت کہا گیا ہے کہ اُنکی شاعری کو ظرافت یا تمسخر نے تباہ کردیا۔ بلکہ برعکس اُسکے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ جس صنف سخن مین کچھ کہتے ہین اُسکے پورے پورے اہل معلوم ہوتے ہین۔

مثنویات

سودا کی مثنویات اگرچہ ۲۴ ہین اور یہ تعداد ایسی ہے کہ کوئی نقاد اسکو نظرانداز نہین کرسکتا جہان جہان اُنکے طبیعت کے دریائے زخار مین روانی پیدا ہوئی ہے وہان اُنھون نے تخیل کا طوفان بپاکردیا ہے جس سے اُنکے قادرالکلامی کی توثیق ہوتی ہے مگر سچ پوچھئے تو وہ انکے قصاید کے سامنے کوئی بڑا درجہ نہین رکھتین۔ اور گلزارنسیم۔ یا میرحسن۔ شعلۂ عشق۔ زہر عشق۔ مثنوی قلق وغیرہ کے مقابل مین نہین لائی جاسکتین اور یون تو کامل کے کلام کا ایک ایک حرف اوسکا کمال ہی ہے پھر بھی انھون نے بعض مثنویون مین بڑے بڑے کمال دکھائے ہین اور انکو اُنکے دامن کمال سے علیحدہ نہین کہاجاسکتا۔

رُباعیات

اصناف نظم مین رباعی کی صنف بھی ایک ممتاز اور بلند ترین درجہ رکھتی ہے۔آجکل نہ سہی مگر پہلے لوگ جیسے غزل کے کہنے مین مہارت حاصل کرتے تھے اسیطرح رباعیات کہنے مین بھی پوری پوری دستگاہ اور مشق بہم پہونچاتے تھے علی الخصوص سودا کے زمانہ مین۔چنانچہ خواجہ میر درد کی رُباعیان اسکی شاہد ہین اسی لحاظ سے سودا کے یہان انکا نہ پایا جانا کوئی معنی نہین رکھتا اور گو اُن کی رباعیات مین خیامیت یا سرمدیت نہین ہے پھر بھی وہ بجاے خود بہت بڑی چیز ہین جنمین مدحیہ۔ناصحانہ۔فخریہ۔عاشقانہ اور ہجو سبھی قسم کی رباعیان شامل ہین۔اور بعض خصوصیت کے ساتھ قابل دید و داد ہین۔

تضمین وگرہ بند

تضمین وگرہ بند مین سودا کو خاص ملکہ ہے۔اور انھون نے جو جو تضمین لکھی ہین وہ بے مثل اور لاجواب ہین۔

مرثیے اور سلام

مرثیے اور سلام کی ترقی دیکھکر آزاد نے یہ لکھدیا ہے کہ انکا ذکر کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔مگر مین نے سودا کے مرثیون کو ایک ایک حرف کرکے پڑھا مجھے تو اُن کے ایک ایک مرثیہ سے عقیدت ہوگئی کیونکہ مین نے جہانتک غور کیا اُنکے ہر مرثیہ سے خلوص کی بو آرہی ہے اور اُسی خلوص نے ہر شعر ہر مصرع بلکہ ہر لفظ مین نشتر پوشیدہ کردیے ہین۔وہ مسدس کی صورت مین، نہین ہین مگر اس سے کیا ہوتا ہے جیسے ہین بہت خوب ہین۔مولانا آزاد نے دبے دبے الفاظ مین یہ بھی کہا ہے کہ اُن کے یہان اس صنف مین غلطیان ہین۔مگر مین نے تو جیسا اُنکے دوسرے کلام کو پایا اسیطرح اُنکو بھی اس سے انکار نہین کہ غلطیون سے وہ پاک ہین۔مگر سچ یہ ہے کہ جنکو آزاد نے غلطیان کہا۔اور جنھین مین آج فروگزاشتون کے نام سے موسوم کرون وہ فروگزاشتین نہ تھین بلکہ اُس زمانہ مین اتنی چھان بین بھی نہ تھی اور اگر تھی تو وہ ان غلطیون کو غلطیان نہ جانتے تھے۔

متفرقات

متفرقات کلام مین - دہ مخمس - تعزیات مناظر فطرت اخلاقیات وغیرہ سبھی کو شامل سمجھئے مگر سب مین سودا کا کمال نظر آتا ہے - گر دیوان فارسی کو مین کوئی درجہ نہین دے سکتا آزاد مرحوم نے اُسے صائب کا رنگ بتایا ہے مگر شاید یہ خیال وہم کی حد سے آگے نہین بڑھتا - انکا فارسی کلام نو مشقون سے زیادہ وقیع نہین ہے - اور اسبارہ مین ہمین مصحفی کے اس قول سے بالکل اتفاق ہے "آخر آخر خیال شعر فارسی ہم پیدا کرد - مگر از فہم و عقلش این امر بعید بود کہ کرد" مگر بہرصورت یہ بھی ایک کلام ہے - اور انکے زورِ طبع کا نمونہ ہے - اُنھون نے اس دیوانکی اکثر غزلین لکھنؤ کے قیام کے زمانے مین کہی تھین - اور ردیف وار کرکے داخل دیوان اردو کردی تھین جسکو مصحفی نے لکھا ہے کہ یہ اُنھین کی ایجاد ہے -

اس قدر وضاحت کے بعد یہ امر صاف ہوجاتا ہے کہ سودا ایک قادر الکلام مستند شاعر تھے اور اپنے زمانے کے فخر تھے - انکا کلیات جہانتک مجھے معلوم ہے پہلے مطبع مصطفائی مین طبع ہوا تھا - مگر وہ بہت زیادہ غلط ہے پھر بھی رطب و یابس نخش اور غیر نخش کلام کا مجموعہ ہے - غالبًا اوسیکو دیکھکر پہلی مرتبہ مطبع ہذا مین بھی طبع ہوا کیونکہ پہلا چھپا ہوا دیوان نہ صرف حرف بحرف اس سے ملتا ہے بلکہ سائز کی حیثیت سے بھی اوسیکے برابر ہے - البتہ بعد کو ضرورت کا اقتضا سمجھکر کسی مصحح نے حکمًا یا بلا حکم اس مین سے وہ شعر نکال دیے جو نخش اور قابل گرفت ہین جس دیوان کی تصحیح کا مجھے اتفاق ہوا وہ یہی نسخہ تھا جسکو ان کانٹون سے پاک کردیا گیا تھا -
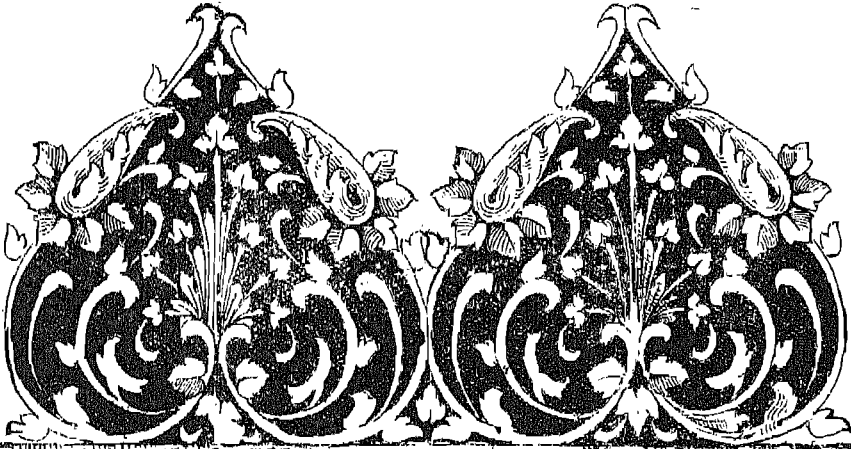
یون تو اب قلمی کتابین بہت کم ملتی ہین مگر بعض بعض شعراء کا کلام تو بالکل ہی ناپید ہوگیا ہے اور آج اگر ہم کوئی قلمی نسخہ انکا تلاش کرتے ہین تو سینکڑون دقتون کے بعد پتہ چلتا ہے کہ فلان صاحب کے پاس ہے اسکے بعد انکے غمزہاے بیجا اٹھانا پڑتے ہین - اور پھر بھی اکثر جگہ سے انکار ہوجاتا ہے چنانچہ اسکی تصحیح کے وقت انہین دقتون سے دوچار ہونا پڑا - بعض صاحبون نے تو بالکل انکار ہی کردیا - مگر ہمت نہیں ہاری اور آخر دو نسخے قلمی - ایک مطبع مصطفائی کا مطبوعہ ایک قدیم نسخہ کشورہی حاصل کرکے اسی سے اس نسخہ کی تصحیح کی گئی ہے - تمام نسخون مین اختلاف ہے اور اختلاف بھی بہت شدید - اسی لئے یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ جسکو ترجیح سمجھی گئی ویسا ہی بنایا گیا - اور جو غلطی قدیم نسخون مین بھی موجود تھی اسکو اسیطرح چھوڑ دیا - اور سمجھ لیا گیا

کہ یہ صرف ہمارے نزدیک غلطی ہے ممکن ہے کہ خود سودا کے نزدیک صحیح ہو۔ اور یا ہم نہ سمجھ سکے ہوں اور کوئی سمجھ لے۔

ترتیب کے لحاظ سے یہ موجودہ صورت بہت بہتر ہے جو آپ ملاحظہ فرما رہے ہین۔ اس طرح سے ابتک کہین یہ کلیات طبع نہین ہوا۔ اس سے یہ فائدہ ہوا کہ جو چیز آپکو ڈھونڈنا ہو فوراً نکال سکتے ہین اور ایک ہی قسم کا تمام مواد ایک جگہ جمع مل سکتا ہے ورق گردانی کی ضرورت نہین ہے کتابت مین بھی خصوصیت سے توجہ ہوئی ہے۔ حاشیہ جو قدیم زمانے کا طریقہ تھا بالکل نکال دیا اسی لئے اسکی دو جلدین کر دی گئین کیونکہ ایک جلد بہت ضخیم ہو جاتی۔ بہرحال جس صورت مین یہ پیش کیا گیا ہے غالبًا بہترین صورت ہے۔

عبدالباری آسی

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ردیف الف

مقدور نہین اوسکی تجلی کے بیان کا
جون شمع سراپا ہو اگر صرف زبان کا

پردے کو تعین کے در دل سے اٹھا دے
کھلتا ہے ابھی پل مین طلسمات جہان کا

ٹک دیکھ صنم خانۂ عشق آن کے اے شیخ
جون شمع حرم رنگ جھمکتا ہے بتان کا

اس گلشن ہستی مین عجب دید ہے لیکن
جب چشم کھلی گل کی تو موسم ہے خزان کا

دکھلایئے لیجاکے تجھے مصر کا بازار
لیکن نہین خواہان کوئی وان جنس گران کا

سودا جو کبھو گوش سے ہمت کے سنے تو
مضمون یہی ہے جرس دل کی فغان کا

ہستی سے عدم تک نفس چند کی ہے راہ
دنیا سے گذرنا سفر ایسا ہے کہان کا

دلا دریاے رحمت قطرہ ہی آب محمدؐ کا
جو چاہے پاک ہو پیرو ہو اصحاب محمدؐ کا

محمدؐ علم کا گھر ہے علی اوسکا ہی دروازہ
غلام اسکا ہو تو جو کلب ہو باب محمدؐ کا

قد رعنا جب اپنا خم کیا بہر نماز اون نے
ہوا اوسوقت ساجد کعبہ محراب محمدؐ کا

زمین و آسمان ہون کیون نہ روشن نور سے اسکے
کہ ہے اک پرتو خورشید مہتاب محمدؐ کا

کہا پیر خرد نے موجب خم پشت گردون کا
یہ بختی بارکش رہتا ہے اسباب محمدؐ کا

ادا کسکی زبان سے ہو سکے شکر اسکی نعمت کا
دو عالم ریزہ چین حق نے کیا قاب محمدؐ کا

ہوا ہے کیا کچھ اہل بیت پر سودا نہ دم مارا
خدا بن کون ہے آگاہ آداب محمدؐ کا

ہر سنگ مین شرار ہے تیرے ظہور کا — موسیٰ نہین کہ سیر کرون کوہ طور کا
پڑھیے درود حسن صبیح و ملیح پر — جلوہ ہر ایک پر ہے محمدؐ کے نور کا
توڑون یہ آئینہ کہ ہم آغوش عکس ہی — ہووے نہ مجھکو پاس جو تیرے حضور کا
بیکس کوئی مرے تو جلے اوسپہ دل مرا — گویا ہے یہ چراغ غریبان کی گور کا
ہم تو قفس مین آن کے خاموش ہو رہے — اے ہمصفیر فائدہ ناحق کے شور کا

سودا کبھی نہ مانیو واعظ کی گفتگو
آوازہ دہل ہے خوش آیند دور کا

ساقی سے کہہ کہ ہے شب مہتاب جلوہ گر — دے بسمہ پوش ہو کے تو ساغر بلور کا
رنگ اُڑتا ہے دیکھ اُسکے تئین لالہ رخانکا — کرتی ہے بہار اُسکے تو آب کام خزانکا
جز جوہری کیا جانے کوئی قدر جواہر — سمجھے ہے سخن رس ہی سخن میری زبانکا
گالی دی مجھے اون نے دعا غیر نے اسکو — محرم نہین نادان وہ اس اشفاق نہانکا
رنگینی اشک اپنے پہ حیران ہون کہ دامن — رنگین نہ کسی رنگ سے ہو آب روانکا
ہے ناز و ادا اوسکی مین سو طرح کا ہتیار — قاتل نہین محتاج مرا تیغ و سنانکا
سودا سے کہا کیون تو ہوا عشق سے تارک — ہوئین سبب ترک کی مشتاق بیانکا

سنکر یہ کہا بار اٹھایا نہین جاتا
ناطاقتی تنسے اب ناز بتانکا

کعبہ جاوے پوچھتا کب ہے چلن آگاہ کا — اٹھ گیا جیدھر قدم رتبہ ہے بیت اللہ کا
کفر کی میری تجلی سے ہے نظیر شمع طور — پوجون ہون جس بت کو مین اک نور ہے اللہ کا
عشق کی بھی منزلت کچھ کم خدائی سے نہین — ایک سا احوال یان بھی ہے گدا و شاہ کا
دزد اور ٹھگ ناز رہزن حسن راہ عشق مین — نقد جان و جنس دل کے دخل کیا نرباہ کا
عشق وہ گھر ہے جہان ہفتاد و دو ملت کو راہ — تنگ جون دیر و حرم کب در ہے اس درگاہ کا
کوچہ گردی مین عجب عزت ہے اے عزلت نشین — پانون پڑ کر خار سہلاتا ہے مجھکو راہ کا
شمع رو کہنا اُسے سودا ہے تاریکی عقل — شمع کا عکس اُسکے عارض پر کلف ہے ماہ کا

کس سے بیان کیجیے حال دل تباہ کا / سمجھے وہی اسے جو ہو زخمی تری نگاہ کا
مجکو تری طلب ہے یار تجکو ہے چاہ غیر کی / اپنی نظر مین یان نہین طور کوئی نباہ کا
دین و دل قرار و صبر عشق مین تیرے کھو چکے / جیتے جو اب کی ہم بچے نام نہ لینگے چاہ کا
زمزمہ پر رکھے ہی تو مرغ چمن سے گوش دل / نالہ کبھی سنا تو کر اپنے بھی داد خواہ کا
حسن ترے کا اے صنم ہے کہ دمہ پہ نقش آج / تیری ادا پہ شیفتہ دل ہے گدا و شاہ کا
وصل بھی ہو تو دل مرا غم کو نچھوڑے ہجر کے / یہ تو ہمیشہ ہے رفیق وصل ہے گاہ گاہ کا

سودا سنا ہے جبسے یہ اوسیہ موا تو مبتلا
رشک سے جسکے چہرے پہ داغ جگر ہے ماہ کا

چھٹنا ضرور گھر یہ ہے زلف سیاہ کا / روشن بغیر شام نہ چہرہ ہو ماہ کا
جلکر تو اے پتنگ گرا ہے شمع پر / ہون داغ عذر دیکھکے تیرے گناہ کا
جون سایہ اس چمن مین پھرا مین تمام عمر / شرمندہ پا نہین مرا برگ گیاہ کا
تاراج چشم ترک بتان کیون نہو یہ دل / غارت کرے ہے ملک کو فرقہ سیاہ کا
اے آہ شعلہ بار ترا کیا کہون اثر / رتبہ رکھے نہ کوہ ترے آگے کاہ کا

حاضر ہے تیرے سامنے سودا اگر اسکو قتل
مجرم یہ سب طرح سے ہے پر ایک نگاہ کا

ہمارے نالہ سوزاں سے ہے یہ ڈھنگ آتش کا / کہا سکے ذکر مین اڑتا ہے منھ سے رنگ آتش کا
ہماری احتیاط اسکے تئین منظور ہے سطرح / محاصر جسطرح رہتا ہے یار دسنگ آتش کا
مجھے دو دن فلک تئین گھر مین رکھکر تنگ آیا ہی / سمندر سے نہین دیکھا کہ ہو دلتنگ آتش کا
مشابہ یار کے توسن سے اب کسکو بتاؤئین / طرح بجلی کے مین دیکھا نہین سرجنگ آتش کا
دل نالان مجنون کیسی گرمی ہو کہان اسمین / بہا سے ناقہ لیلی باندھ دے گو زنگ آتش کا
فرنگی کوئی آب تیغ کے عہد سے بر آوین / اگر باندھین پہاڑ آکر وہ روز جنگ آتش کا
وہ چوب کشتی شکستہ ہون اس بحر مین جسکا / ڈبانا عار پانی کو جلانا ننگ آتش کا
اگر تھا دل یہ داغ عشق کو وہ طور پر جاکر / کیا کیون ڈھونڈنے پر موسی نے آہنگ آتش کا
سمور و قاقم و سنجاب ہے سرما مین منعم کو / رکھیں ہیں آسرا غربا سے لنج و لنگ آتش کا
ندے دل آتشین رخسار پہ سودا تو اب کیونکر / وہ شعلہ دیکھکر مین ہو گیا حیرت بنگ آتش کا

رطوبت داغ دل میں کی ہے گرداب آتش کا
فسون عشق نے زہرہ کیا ہے آب آتش کا

جہنم سے ڈراتا کیا ہے میخوارون کو اے زاہد
کہ چوب خشک سے بہتر نہین کچھ باب آتش کا

نہ پہونچا میرے اشک گرم سے آسیب مژگان کو
بہا خاشاک کے سایہ تلے سیلاب آتش کا

چمن مین ذکر گر آوین چہرۂ گلنار کا آوے
تو ہر بلبل ہو جون پروانہ پھر بیتاب آتش کا

جلاتی ہے جگر بن یار اتنا میخوری سودا
پیے ہین جام گو یا بزم مین احباب آتش کا

اسیری کی جو لذت سے پڑا ڈھب آشنائی کا
ہزارون دم مرے دل سے ہوا رخصت رہائی کا

تماشا سے نواد کھلاتی ہے صیاد پر تیرے
نگاہ سرمہ سا موجب ہے اپنی بینوائی کا

ہوا جاتی رہی وعدون ہی مین تو شک نہائی کے
جواب بھی سو رہو ملکر تو جاڑا ہے دولائی کا

برائے چشم بیمار بتان موزونسے موزون ہے
جو ہر مصرع ہو میل سرمہ دیوان شفائی کا

کمال کفر ہے اے شیخ ایسا کچھ کہ اس بت نے
پرستش سے مرے پیدا کیا جلوہ خدائی کا

عجب قسمت ہماری ہے کہ جسکی شمع الفت سے
چراغ دل کیا روشن سو ہے داغ آشنائی کا

عجب شانیلے طالع ہین کہ اسکے ہاتھ کی سودا
پڑی ہے کو تھی اس زلف کی موجب رسائی کا

گلا لکھون مین اگر تیری بیوفائی کا
لہو مین غرق سفینہ ہو آشنائی کا

زبان ہے شکر مین قاصر شکستہ بالی کے
کہ جن نے دل سے مٹایا خلش رہائی کا

دماغ جھڑ گیا آخر ترا نہ اے نمرود
چلا نہ پشہ سے کچھ بس تری خدائی کا

مرے سجود کی دیر و حرم سے گذری قدر
رکھون ہون دعوی ترے در پہ جبہ سائی کا

کبھو نہ پہونچ سکے دل سے تا زبان حرف
اگر بیان کرون طالع کی نارسائی کا

دکھاؤنگا تجھے زاہد اس آفت جان کو
خلل دماغ مین تیرے ہے پارسائی کا

طلب نہ چرخ سے کر نان راحت اے سودا
پھرے ہے آپ وہ کاسہ لیے گدائی کا

ڈرون ہون بہہ نہ جاوے شہر سند جھلکے تار رونے کا
نظر آتا ہے پھر آنکھون مین کچھ آثار رونے کا

جو نکو رادس سے کرتا ہے کوئی غمخوار رونیکا
تو کہتا ہے کہ چپ رہ ہم اوسے آزار رونیکا

سبب اس چشم کافر کے ہی کیا ہر بار رونیکا
کہ باندھا صورت زنار اوسنے تار رونیکا

نہ تھا کچھ کام چشم تر سے ناحق ملکے خوبان سے
کیا ہے شغل تین پیدا دل بیکار رونیکا

جو ہین آتش نفس ہی اشک اُنکو موجب تر ہین
گلے میں پھول ہون جون شمع ہر شب تار رونیکا

کہے خون جگر گر اشک گا ہے لخت دل یارو
کسو نے بھی کہین دیکھا ہے یہ بستار رونیکا

کرین پاک اسکو کبتک ہم کہ چشم زخم سا یارو
رکھے ہے ڈھب ہمارا دیدۂ خونبار رونیکا

مین اپنے حال پر ہنستا ہون ورنہ ہر گھڑی ظالم
محبت مین ترے سامان ہے کیا تیار رونیکا

کبھو مین بات بن روئے نہین کی اُس سے پر اونے
نہ پوچھا یون سبب کیا ہی ترے ہر بار رونیکا

نہ ڈھایا کونسا گھر سیل نے مجھ اشک کے سودا
گواہ اب تک تو ہے میرے در و دیوار رونیکا

دل مرا پند گو نہ سمجھے گا
پند تیری نکو نہ سمجھے گا

تجھسا دانا ہزار حیف کہ تو
یہ نہ سمجھا کہ وہ نہ سمجھے گا

یہ زخود رفتہ اب حق اپنے مین
مرنے جینے کو دو نہ سمجھے گا

بچنے کو آگ سے سمندر کو
کچھ نصیحت کرو نہ سمجھے گا

شمع سے دور رہنے کو ہر چند
کہو پروانے کو نہ سمجھے گا

سر سے ٹکڑے نہ ہونے کو تا کہ
کوئی کہہ کہہ تھکو نہ سمجھے گا

عشق مین گل کے بار مرغ چمن
طوطی کچھ ہی بکو نہ سمجھے گا

یہ سمجھ لے تو اب کے سودا کا
دل تری گفتگو نہ سمجھے گا

حق کے سمجھائے سمجھے تو سمجھے
تیرے سمجھائے تو نہ سمجھے گا

شب کو جو چھپا مہ تو سحر کہنے لگا
داغی یہ غلام آج مرا رات سے بھاگا

پہونچے نہ حلاوت کو کبھو اُسکی دہن کے
قند آدنے گو پستہ کو شیرینی مین پاگا

اتنا نہ ستم کر جو اُٹھون خواب عدم سے
یون محشریان بولین عجب فتنہ یہ جاگا

تو رشتۂ عمر اپنی سے مانے جو مری بات
مت حرص و ہوا باندھ کہ بودا ہی یہ تاگا

گل سیر چمن کو جو گیا تھا طرف باغ
گلگشت کرا ودھر سے جو ہین جھجکے دو لاگا

پیچھے سے تو دامن سے تئین خار نے کھینچا
اور سرو کھڑا ہوکے لگا روکنے آگا

جلوے کو بہار اوسکے کوئی پہونچے ہی سودا
گو لالہ و گل باغ مین سو ہا کرین پاگا

دامن صبا نہ چھو سکے جس شہسوار کا
پہونچے کب اسکو ہاتھ ہمارے غبار کا

موج نسیم آج ہے آلودہ گرد سے
دل خاک ہو گیا ہے کسی بیقرار کا

خون جگر شراب ترشح بہ چشم تر
ساغر مرا گرو نہین ابر بہار کا

چشم کرم سے عاشق وحشی اسیر ہو
الفت ہے دام آہوے دل کے شکار کا

سودا شراب عشق نہ لیتے تھے ہم نہ پی
آخر مزا نہ پایا اب اُسکے خمار کا

جب خیال آتا ہے اس دل مین ترے اطوار کا
سر نظر آتا نہین دھڑ پر مجھے دو چار کا

دیکھتا ہون یار مین جسگھڑی تجکو جلوہ گر
گھر کو وہاں حکم ہے خار سر دیوار کا

عاشقون کو شیخ دین و کفر سے کیا کام ہے
دل نہین وابستہ اپنا سبحہ و زنار کا

ٹک دکھائے اپنی ساقی چشم میگون تو اسے
محتسب ہو جائے بندہ خانۂ خمار کا

بسکہ پوچھون ہون اپنی چشم خون آلود کو
جامہ کا ہر ایک تختہ سیر ہے گلزار کا

آخدا کیواسطے اس بانکپن سے درگذر
کل مین سودا یون کہا دامان گہکر یار کا

تند ہو بولا وہ بانکا چھوڑ دامن کو مرے
راست ہوتے بھی کہین دیکھا ہے خم تلوار کا

ٹوٹے تری نگہ سے اگر دل حباب کا
پانی بھی پھر پئین تو مزا ہے شراب کا

دوزخ مجھے قبول ہے اے منکر و نکیر
لیکن نہین دماغ سوال و جواب کا

کہتا ہے آئینہ کہ سمجھ تربیت کی قدر
جن نے کیا ہے سنگ کو ہمرنگ آب کا

تھا کسکے دل کو کشمکش عشق کا دماغ
یارب بُرا ہو دیدۂ خانہ خراب کا

زاہد سبھی ہے نعمت حق جو ہے اکل و شرب
لیکن عجب مزا ہے شراب و کباب کا

غافل غضب سے ہو کے کرم پہ نظر نہ رکھ
پٹہ ہے شرار برق سے دامن سحاب کا

قطرہ گرا تھا جو کہ مرے اشک گرم سے
دریا مین ہے ہنوز پھپھولا حباب کا

اے برق کسطرح سے مین حیران ہون تیرا
نقشہ ہے ٹھیک دل کے مرے اضطراب کا

سودا نگاہ دیدۂ تحقیق کے حضور
جلوہ ہر ایک ذرہ مین ہے آفتاب کا

جو چلن چلتے ہو تم کیا اس سے حاصل ہوئیگا
خون سے بہتون کے غبار اس راہ کا گل ہوئیگا

کیون نہ کہتے تھے دلا شیرین لبون کے منھ نہ لگ
ایکدن تجھکو یہ شربت زہر قاتل ہوئیگا

چاک پر تیرے جو پھرتا ہے یہ کوزہ ای کلال
یہ کبھو ہمسے کسی سرگشتہ کا دل ہوئیگا

شرح اپنی بیقراری کی لکھین گے ہم اگر
نامہ بر اپنا پر پرواز بسمل ہوے گا

یان جفا و جور کا ہم تم نہ سمجھین گے حساب
دفتر محشر مین سب باقی و فاضل ہوئیگا

صبر ہو کوہ گران جسکا تو وہ عزم سفر
کرکے تجھ در سے سبک پہلی ہی منزل ہوئیگا

سہج مین دنیا تو ہم چھوڑینگے لیکن زاہدا
چھوڑنا تیری طرح ڈاڑھی کا مشکل ہوئیگا

گر ہو گوش فہم عالم ورنہ کہتی ہے بہار
جو گل آیا اس چمن مین ایکدن گل ہوئیگا

زیادہ یک شب سے نہین بقدر حیرانی مری
آئینہ تو صبحدم تیرے مقابل ہوئے گا

تجھ پہ گر خون دو عالم کا ہو دعوی بیگناہ
بول اُٹھے قاضی نہین دعوی یہ باطل ہوئیگا

شیخ کو لائے تھے سودا اسلئے ہم یار پاس
طبع کو اُسکے تفنن اس سے حاصل ہوئیگا

سودہ اب ہمچشم ٹھہرا ہے ہمارا یا نصیب
تھا لکھا اپنا کہ ہم مین وہ بھی شامل ہوئیگا

ہم تو وہ سمجھے تھے دل مین پر خبر اسکی نہ تھی
یہ لگا لوہو شہیدون بیچ داخل ہوئے گا

ملکے اوس بدخو سے ایدل جب تو رسوا ہوئیگا
عہد و پیمان تجھکو تب معلوم اوسکا ہوئیگا

حق خدمت مین مری وعدہ کرو ہو قتل کا
تمسے تو ہوگا یہی کچھ اس سوا کیا ہوئیگا

دیکھکر تیور مرے طفلی مین کہتا تھا ادیب
ایکدن مجنون صفت یہ سر پھرا ہوئیگا

مین دل نازک کی کرتا تھا بغل مین پرورش
محتسب کو ہے گمان اس پاس شیشا ہوئیگا

گریو نہین گریاں رہیگا میری مژگانسے سرشک
سوجھتا ہے ایکدن یہ قطرہ دریا ہوئے گا

محو کو تیرے نہین ہے دین و دنیا کی تلاش
کھو چکا سب کچھ وہ جن نے تجھکو پایا ہوئے گا

اب تو سودا کے تئین پروا نصیحت کی نہین
الفت خوبان سے گو رسوائے دنیا ہوئیگا

ہر مژہ پر ہے ترے لخت دل اس رنجور کا
خون ہے سو دار پر ثابت مری منصور کا

پوچھتے ہی پوچھتے گذری ہے مجھکو روز شب
چشم ہے یارب مری یا منھ کسی ناسور کا

آفتاب صبح محشر داغ پر دلکے مرے
حکم رکھتا ہے طبیبو مرہم کافور کا ،،

کیا کرون گا لیکے واعظ ہاتھ سے حورون کے جام
ہون مین ساغرکش اسکی نرگس مخمور کا

کسقدر بنت العنب سے دل ہے سودا کا بُرا
زخم نے دل کے نہ دیکھا منھ کبھی انگور کا

نجانے حال کس ساقی کو یاد آتا ہے شیشے کا
کہ لیلے ہچکیاں جیوڑا نکلا جاتا ہے شیشے کا

مغان اس مغبچہ کی ہیں پرکھ جانیکا بندہ ہوں
رد پے کوچے کی بے قیمت میں نہلاتا ہے شیشے کا

مشابہ کسکی آنکھوں سے پڑی ہے شکل ساغر کی
کہ خون دل سے پیمانہ بھاتا ہے شیشے کا

بیان بدمستی شب بزم میں ساقی جو ہو جاوے
ہمیں مت کہو کچھ منھ تو ہے کھلواتا ہے شیشے کا

نہیں وہ صحبت میخانہ بھیری سے ساقی کے
کبھی کوئی آن بیٹھے ہے جو دل آتا ہے شیشے کا

سرین میں جھکی اتنی لی یہ ذکر جام زاہد کے
کہ جتنا شیخ کو نہ کور اگلاتا ہے شیشے کا

نجانے یاد کر روتا ہے کسکے دل کے صدمہ کو
کہیں ٹکڑا جو سودا کو نظر آتا ہے شیشے کا ؎

قدر دان بن ہے بہت حال برا شیشے کا
ساقیا بھیج کہ دل آب ہوا شیشے کا

ڈاہتا کیوں ہے عبث میکدہ مستان کو
محتسب تجھکو ن مگر دیو لگا شیشے کا

یار کیا جانے کس کسکے یہ منھ لگتا ہے
اپنے منھ سے تو کبھو منھ نہ لگا شیشے کا

شیشہ ٹوٹا تو لیا دل کو دیت ساقی نے
مجھ سوا کسنے دیا خون بہا شیشے کا

ہمسری گردن محبوب سے رکھتا ہے وہ
سودا اسواسطے گھونٹے ہے گلا شیشے کا

لگے ہے جام جو منھ دل ہے آب شیشے کا
لبوں نے اسکو لگا لے ثواب شیشے کا

کیا ہیں کام نہ کرنے کا رات ساقی سے
خدا کرے کہ ہو جنا نہ خراب شیشے کا

عوض ہے دلشکنی کا بہت محال اے یار
جو شیشہ ٹوٹے تو کیجے جواب شیشے کا

یہ گفتگو تو نہیں خوب بزم میں ساقی
دہن تو باندھ لے ظالم شتاب شیشے کا

ہوا ہے غم سے مرا دل اب آب اے سودا
کہیں تو بزم میں ٹوٹا حباب شیشے کا

تہی لانا مجالس میں نہیں دستور شیشے کا
عبث توڑیگا ساقی سر کوئی مخمور شیشے کا

پکڑ گردن لہو پیجاے ہیں اک گھونٹ میں سارا
نہیں چلتا ہے میخوار لیے کچھ مقدور شیشے کا

لگے ہے دیکھ تو کس کسکے منھ پہ آکے مجلس میں
نہ کر سنگ جفا سے محتسب دل چور شیشے کا

زبس مجھ حال پر جلتا ہے ساقی کی جدائی میں
نہ سمجھو بادہ ہے آتش سے دل معمور شیشے کا

فلک ہے در پئے ایذائے دل ہر ایک کے یا تنک
کہ پنبہ سے کرے ہے بند یہ ناسور شیشے کا

کرے ہے اشک جاری چشم سے یہ وقت سجدے کے
عبادت میں نہایت خوب ہے دستور شیشے کا

لگا زنہار مت سودا ان آنکھوں سے دل اپنے کو
کہ ہر پرست رکھنا بھلا ہے دور شیشے کا

باطل ہے ہم سے دعوا شاعر کو ہمسری کا
دیوان ہے ہمارا کیسہ جواہری کا

چہرہ ترا سا کب ہے سلطان خاوری کا
چیرہ ہزار باندھے سر پر جو وہ زری کا

گھر پر یہ گوشوارہ موتی کا جلوہ گر ہے
جیسے قران باہم ہو ماہ و مشتری کا

آئینہ خانہ میں وہ جس وقت آن بیٹھے
پھر جس طرف کو دیکھو جلوہ ہے دان پری کا

جز شوق دل نہ پوچھوں ہرگز بجز سے جانان
اے خضر کب ہوں تیری محتاج رہبری کا

طالب ہیں سیم و زر کے خوبان ہند سودا
احوال کون سمجھے عاشق کی بے زری کا

نہ بار خاطر یہ دل ہے گل کا نہ ناز بردار گلستان کا
برنگ شبنم ہے خود سبکبار سیر فرمائے لامکان کا

ہزار آب حیات چھڑکیں مسیح اور خضر ملکے لیکن
اُٹھے نہ محشر تلک بھی پیارے شہید تیرے لب و دہان کا

چمن پہ ابر بہار سے اب شراب ٹپکے تو کیا عجب ہے
ہوا ہے رونا قبول ساقی جناب عالی میں بیکسان کا

برنگ شبنم بآب و دانہ عبث ہے کرنا یہ ناز تجھکو
نہ خرمن گل رہے چمن میں نہ رخت و اسباب باغبان کا

کرے ہے کیوں سودا دل پریشان عبث ہے طول امل جہاں کا
خیال زلف دراز گویا تلاش ہے عمر جاودان کا

تو ہی اے رات سن اب سوز نہاں چھاتی کا
پنبہ و داغ میں ہے ربط دیا باتی کا

کیونکہ وہ شوخ لکھی مجھکو کتابت جن نے
کھیل بھی ضد سے مرے چھوڑ دیا پاتی کا

آہ کس طرح تری راہ میں گھیروں کہ کوئی
سدرہ ہو نہ سکے عمر چلی جاتی کا

یہ کہا شیخ نے شیطان سے کہ آہستہ چل
آشنا مت ہو تو سودا سے خراباتی کا

کہا اُن نے کہ ہے میری تو سعادت اسمین
لیک ہے خوف مجھے آپ کی بد ذاتی کا

کھینچا نہ مین چمن مین آرام یک نفس کا
صیاد تیری گردن ہے خون اس ہوس کا

کب عشق کی حمیت یہ چاہتی ہے مجنون
ناقہ کے پانون اوپر تڑپے ہے دل جرس کا

ہون عندلیب لیکن رسوا ہون اس چمن مین
جس بیچ سبز ہونا ہے ننگ خار و خس کا

مجھ صید ناتوان کے احوال کو نہ پوچھو
محروم بیچ سے ہون مردود ہون قفس کا

پروانہ شمع رو پر کیونکر نہو تو سودا
شعلے کے گرد پھرنا کب کام ہے مگس کا

چمن ہے کسلیے گرفتار زلف و کاکل کا
کہ اسقدر ہے پریشان حال سنبل کا

قفس کے پاس بجا کر کے نام لو گل کا
ضرور کیا ہے کہ ناحق ہو خون بلبل کا

کبھو گذر نہ کیا خاک پر مرے ظالم
مین ابتدا ہی سے کشتہ ہون اس تغافل کا

فلک خوشی سے جو تو کچھ عوض کرے تو کرون
سواے غم کے ہے مایہ مرے توکل کا

خبر شتاب لے سودا کے حال کی پیارے
نہین ہے وقت مری جان یہ تامل کا

جی مرا مجھسے یہ کہتا ہے کہ ٹل جاؤنگا
ہاتھ سے دل کے ترے اب مین نکل جاؤنگا

لطف اے اشک کہ جون شمع گھلا جاتا ہون
رحم اے آہ شرربار کہ جل جاؤن گا

چین دینے کا نہین زیر زمین بھی نالا
سوتون کی نیند مین کرنیکو خلل جاؤن گا

قطرۂ اشک ہون پیارے مرے نظارے سے
کیون خفا ہوتے ہو ٹلتا ہے تو ڈھل جاؤن گا

اس مصیبت سے تو مت مجھکو نکال اب گھر سے
تو کہے آج ہی جا مین کہون کل جاؤن گا

میری تصویر سے تو بیزار رہا ایسا تو دیکھ
شکل اس غم سے کوئی دن مین بدل جاؤن گا

بیخبر مست باد بہاری کی مین جون نکہت گل
پھاڑ کر کپڑے ابھی گھر سے نکل جاؤنگا

ساحل بحر جہان پہ ہون کہ جون ہیزم خشک
ڈوبا پانی مین نہ تو آگ سے جل جاؤنگا

نطق کرتا ہے مرا آج یہ بہت ناطق سے
آخر ہو ٹھڑا ابھی لوٹ لیے ملجاؤن گا

ملتفت ہون وہ جو ہے سودا کا قصیدہ ہی بہت
اُنکی خدمت مین لیے مین یہ غزل جاؤنگا

ہو یہ دیوانہ مرید اُس زلف چھٹ کس پیر کا
سلسلہ بہتر ہے سودا اسکے لیے زنجیر کا

زخم دل پاوے مرے سوز سخن سے التیام
چاک ملتا ہے زبان شمع سے گلگیر کا

گل مرے مشہد پہ کب بھیجے ہو وہ ابرو کمان
طرح غنچہ کے کھلے جب تک نہ پیکان تیر کا

ایکدن تجھسے سلگ اٹھتے نہ دیکھا کاروان
اے جرس حاصل کچھ اس فریاد بے تاثیر کا

توڑ کر بتخانے کو مسجد بنا کی تو نے شیخ
برہمن کے دل کی بھی کچھ فکر ہے تعمیر کا

سیم و زر کے آگے سودا کچھ نہیں انسانگی
خاک ہی رہنا بھلا تھا بلکہ اس اکسیر کا

ترے خط آنے سے دلکو مرے آرام کیا ہوگا
خدا جانے کہ اس آغاز کا انجام کیا ہوگا

بد و تشنیع اے خوبان کسیکو مجھ پہ غربت مین
زیادہ مجھسے کوئی بیکس و ناکام کیا ہوگا

رہا کرنے کو لین ہم منت صیاد کی ظالم
بس اتنا ہی نہ مر رہیے گا زیر دام کیا ہوگا

ہو جسکی چشم گردش سے یہ بیہوشی دو عالم کی
بھلا دیکھو تو پھر وہ ساقی گلفام کیا ہوگا

مجھے مت دیر سے تکلیف کر کعبہ کی اے زاہد
جو میرا کفر ایسا ہے تو پھر اسلام کیا ہوگا

مگر لائق نہیں اس دور مین ہم بادہ خواری کے
جو دیویگا تو اے ساقی ہمین بھی جام کیا ہوگا

کسی دیندار کافر کو خیال اتنا نہین آتا
سحر کیا ہو چکی سودا کی دل پر شام کیا ہوگا

نہ کھینچ اے شانہ ان زلفوں کو یان سودا کا دل اٹکا
اسیر ناتوان ہے یہ نہ دے زنجیر کا جھٹکا

صنم مین رات سنکر بہر کسی کے پاؤن کا کھٹکا
اٹھایا سر کو بالین سے تو پھر دیوار سے پٹکا

نہ آنکھوں مین ترے جادو نہ ہرگز سحر زلفوں مین
یہ دل جس سے ہے دیوانہ محبت کا ہو لٹکا

پرے رہ برق خار آشیان میرے سے کہتا ہون
اڑیگا دھجیان ہو کر ترا دامن جو یان اٹکا

نواحی مین ترے کوچے کی ہے یہ حال سودا کا
کہ جون چغد آشیان گم کر کے بستی مین پھرے بھٹکا

اے دیدہ خانمان تو ہمارا ڈبو سکا
لیکن غبار یار کے دل سے نہ دھو سکا

تجھ حسن نے دیا نہ کبھو مفسد کو چین
فتنہ نہ تیرے دور مین پھر نیند سو سکا

جون شمع تن ہوا شب ہجر اپنی صرف اشک
پر جسقدر مین چاہوں تھا اتنا نہ رو سکا

سودا قمار عشق مین شیرین سے کوہکن
بازی اگرچہ پا نہ سکا سر تو کھو سکا

کس منھ سے پھر تو آپ کو کہتا ہے عشقباز
اے روسیاہ تجھسے تو یہ بھی نہو سکا

دل مت ٹپک نظر سے کہ پایا نجائیگا
جون اشک پھر زمین سے اٹھایا نجائیگا

رخصت ہے باغبان کہ ٹک اک دیکھلین چمن
جاتے ہین وان جہانسے پھر آیا نجائیگا

کعبہ اگرچہ ٹوٹا تو کیا جائے غم ہے شیخ
کچھ قصر دل نہین کہ بنایا نجائیگا

آتے ہیں فوج خط کے نہو دل کو ان مخلصی
بند ہوا ہے زلف کا یہ چھوٹا یا نجائیگا

پہونچینگے اس چمن میں نہ ہم داد کو کبھی
جون گل یہ چاک جیب سلایا نجائیگا

آویگا وہ چمن مین نہ اے ابر جب تلک
پانی گلون کے منھ مین چوایا نجائیگا

تیغ جفائے یار سے دل سر نہ پھیریو
پھر منھ وفا کو ہمسے دکھایا نجائیگا

زاہد گلے سے ستونکے باز آئیگا نہین
تا میکدہ مین لاکے جھکایا نجائیگا

عمامہ کو اوتار کے پڑھیو نماز شیخ
سجدہ سے ورنہ سر کو اٹھایا نجائیگا

ظالم مین کہہ رہا کہ تو اس خو سے درگذر
سودا کا قتل ہے یہ چھپایا نجائیگا

داماں داغ تیغ جو دھویا تو کیا ہوا
عالم کے دل سے داغ مٹایا نجائیگا

ہوا ہے یار کو یہ اشتیاق آئینہ کا
زشام تا بسحر ہے فراق آئینہ کا

ہوا ہون اسقدر انبار کی شکل سے بیزار
کہ دیکھنا مجھے ہوتا ہے شاق آئینہ کا

تمھارے چہرے کو دیکھا ہے جب سے خوبان نے
کیا ہے دید مقرر طلاق آئینہ کا

رہی ہے خانۂ چشم اپنے کی یہ شکل اس بن
کہ جیسے آب سے ٹپکے رواق آئینہ کا

سوائے یار کی صورت نظر نہ آتا کچھ
ہمین جو دید ہوا اتفاق آئینہ کا

دوچار ہوتے ہی کچھ کر دیا اسے معذور
مرے تو دلیہ ہے روشن نفاق آئینہ کا

زیادہ اس سے نہیں کوئی عیب گو سودا
سمجھ میں اپنے جو آیا مذاق آئینہ کا

کرین شمار بہم دل کے یار داغون کا
تو آکہ سیر کرین آج اپنے باغون کا

ہمارے خانۂ دل کو ہے روشنی سے کیا
سوائے داغ نہین دخل یان چراغون کا

ابھی تو بزم میں آئے ہیں تیرے اے ساقی
کوئی دنوں تو مزہ لینے دے ایاغون کا

گیا میں گھر سے ترے اور آبسے یہان رقیب
مکان مرغ چمن آشیان ہے زاغون کا

سنی ہے ملنے کا سودا سے قصد مت کرنا یہ
اُٹھا سکے گا تو کب ناز بد دماغون کا

میرے سخن کو فہم کرے یون فہیم کا
قیمت شکن سدا ہے یہ دُرِ یتیم کا

میخانے میں ازل کے مرے واسطے زاہدا
دھویا ہے نقش ساقی نے امید و بیم کا

غنچے کو دل کے یان ہے دم سرد شگفت
شرمندہ اس چمن مین نہین مین نسیم کا

عالم کو مار رکھا ہے تین بافتہ دو دستا
زاہد یہ کاٹ ہے تری تیغ دو دم کا

جس سے ملے تو پہلے ہی مل اسکی جنس سے
وان اسکی وضع پر ہے وتیرہ ندیم کا

ٹھہرانے گا لبون سے تری کوئی بوالہوس
اک مین ہی رہ گیا ہون دعا گو قدیم کا

وا سوختہ دل مریض جو پوچھے ہے ہمنشین
دروازہ کس کے منہ پہ مین کھولون حکیم کا

یوں کرنے کو کہا ہے رہا مین طبیب نے
ضعف مزاج دیکھ کے تیرے سقیم کا

کھینچے ہے گر سبوئے نفس گہہ سوئے تتار
دامن نسیم زلف کے تیرے شمیم کا

پہنے اگر لباس گدائی حصیر پوش
برچھی بدن پہ اُسکے روان ہو گلیم کا

سودا یقین کر اُسکا دم فقر ہے غلط
بالیدہ ہووے جو کوئی ناز و نعیم کا

کیونکر ہو باغ جانا اُس میرزا منش کا
وان سرو مین نہین ہے آداب کورنش کا

اے برق چشم کرتے مت دیکھ دل جلون کو
اک آہ مین اُڑا دین شعلہ تری تپش کا

آنکھون کی اُسکی مژگان یون دل پہ تل رہی ہین
گرد ہر صف سپہ کو جون قصد ہو یورش کا

پیکان جو تن مین کھٹکے ہے سو علاج اُسکا
کانٹے کا پر ہے کس کے چارہ نہین خلش کا

ساقی پہنچ کہ تجھ بن یون جسم و جان ہو میرا
لبریز جون پیالہ اور ہاتھ مرتعش کا

سج تیغ کی کمر مین وہ کیسے کرے ہے پرشے
اے واے جسدن اُسکے ہو امتحان برش کا

کیا جانے کس طرح کا تو سنگدل ہے ورنہ
یان رشتۂ محبت ہے کوہ کی کشش کا

آگے بھی خوبصورت اکثر ہوے تو کیلے
ان سب سے بانکپن ہے اُسکا نئی روش کا

باتین کرو وعدہ سے سودا کو گالیان دو
قربان ہون آپکی مین اس داد و دہش کا

جوش طوفان دیدۂ نمناک سے کیا کیا ہوا
دیکھ لے دنیا مین پست خاک سے کیا کیا ہوا

جو تجھے دیکھے سو کہے حور و ملک شمس و قمر
حسن تیرا دور تر ادراک سے کیا کیا ہوا

خواہش دل کا ادائے بخش سو انداز ساتھ
اسکے صید لب تہ فتراک سے کیا کیا ہوا

پر تجلی شہرۂ آفاق جلوہ حسن کا
عشق بازون کی نگاہ پاک سے کیا کیا ہوا

قیس اور فرہاد و وامق پر جو گذرا سو سنا
مجھ پہ دیکھو اُس بت بیباک سے کیا کیا ہوا

جوشش دریاے خون ہنگامۂ شور و فغان
دیدۂ تر سینۂ صد چاک سے کیا کیا ہوا

دور ساغر تھا ابھی یا ہے ابھی چشم پر آب
دیکھ سودا گردش افلاک سے کیا کیا ہوا

کہون کیونکر بت رعنا مرا حور و بشر ٹھہرا
کہ جسکے نور کے سایہ سے یہ شمس و قمر ٹھہرا

نہ آنکھون مین تھما اشک اور نہ سینہ مین جگر ٹھہرا
ٹپکتے ہو گیا وہ لعل وہ سلک گہر ٹھہرا

عبث تو گھر بناتا ہے مری آنکھون مین اے پیارے
کسی نے آجتک دیکھا نہین پانی پہ گھر ٹھہرا

کہون کیا انقلاب اسوقت مین یار و زمانیکا
جسے سب عیب سمجھے تھے وہ نظرون مین ہنر ٹھہرا

عجب کیا ہی جو آہ آتشین دل سے مرے نکلے
ہوا ظاہر جو شعلہ سنگ سے ظاہر شرر ٹھہرا

یہ وہ نالہ ہے جو آہن دلونکو موم کرتا تھا
کی تاثیر اُس ظالم کے دلمین بے اثر ٹھہرا

کہین یہ بھی ستم دیکھا ہے یارو آشنائی مین
سمجھتے تھے جسے ہم نفع سو جی کا ضرر ٹھہرا

اشارے کی بلا اُسکے ہوا رسوا ہے یہ سودا
قیامت اُسپہ آویگی جو تیرے قول پر ٹھہرا

قتل سے میرے عبث قاتل پھرا
اُسنے منھ پھیرا ہمارا دل پھرا

خاک سے یہ عاشقونکی اے کلال
چاک پر اپنے نہ تو یہ گل پھرا

اُٹھ گیا دل کا مرے اب اعتبار
یہ تو خوبان سے جہان کے مل پھرا

دیکھتے ہی خط پھلا یون شاہ حسن
جسطرح معذور ہو عامل پھرا

بیٹھ رہ سودا تسلی دل کو دے
دربدر منت سے کیا حاصل پھرا

زخم کا دل کے ترو تازہ ہے انگور سدا
جاری رہتا ہے مری چشم کا ناسور سدا

جبکی ہم تیغ نگہ سے ہوئے گھائل یارب
چشم زخم اُس سے زمانیکا ہے دور سدا

ہے انہین شوق کسی دل کے لہو پینے کا
دیکھتا ہون مین تری آنکھونکو مخمور سدا

گو نہ دے شیشۂ گردوں مے گلرنگ مجھے
خون دل سے تو مرا جام ہے معمور سدا

یار کی دیکھے تجلی جو تو موسیٰ کی طرح
سنگ رہ سے ترے نکلے شرر طور سدا

ایک شب آ کوئی دلسوز نہ رویا اسپر
شمع تک گور ہماری سے جلی دور سدا

دوستو شیتے ہو سودا کا خدا حافظ ہے
عشق کے ہاتھ سے رہتا ہے یہ رنجور سدا

پھرے ہے شیخ یہ کہتا کہ میں دنیا سے منھ موڑا
الٰہی ان نے اب داڑھی سو اِس چیز کو چھوڑا

طپش نے اندرون دل کی نئی صورت نکالی ہے
لپکتا ہے ترارا تو تکو یوں پکتا ہے جوں پھوڑا

صبا سے ہر سحر مجھکو لہو کی باس آتی ہے
چمن میں آہ گلچیں نے یہ کس بلبل کا دل توڑا

بہت بیجا ہے رہنا سرکشی سے بزم ہستی میں
کہ مثل شمع رشتہ عمر کا ہر آن ہے تھوڑا

طلب میں ایک ہی بوسے کے تم کینا لگے ہمسے
لب آگے کیا توقع ہے جو اتنے ہی میں منھ موڑا

نہ مل کم ظرف سے ہرگز بقول آبرو سودا
کسے برداشت ہے ناحق اٹھا دے کون ٹکوڑا

جو گذری مجھپہ مت اس سے کہو ہوا سو ہوا
بلاکشان محبت پہ جو ہوا سو ہوا

مبادا ہو کوئی ظالم ترا گریبان گیر
مرے لہو کو تو دامن سے دھو ہوا سو ہوا

پہونچ چکا ہے سر زخم دل تلک یارو
کوئی سیو کوئی مرہم کرو ہوا سو ہوا

کہے ہے سنکے مری سرگذشت وہ بیرحم
یہ کون ذکر ہے جانے بھی دو ہوا سو ہوا

خدا کیواسطے آ در گذر گنہ سے مرے
نہ ہوگا پھر کبھو اے تندخو ہوا سو ہوا

یہ کون حال ہے احوال دل پہ اے آنکھو
نہ پھوٹ پھوٹ کے اتنا بہو ہوا سو ہوا

دیا اسے دل و دین اب یہ جان ہے سودا
پھر آگے دیکھیے جو ہو سو ہو ہوا سو ہوا

اب تلک اشک کا طوفان نہوا تھا سو ہوا
تجھے اے دیدۂ گریان نہوا تھا سو ہوا

جن نے دیکھا ترا مکھڑا کہا سبحان اللہ
قدرت حق سے نمایان نہوا تھا سو ہوا

خون دل چشم سے بہتا تھا مرے دامن تک
موج زن تا بگریبان نہوا تھا سو ہوا

قابل شانہ ہوئی زلف تری جب سے لئے
کبھی جو دل کہ پریشان نہوا تھا سو ہوا

خط کی تحویل میں سے عارض یہ آئی شہ کے یہ
ہو وہ ملک سلیمان نہوا تھا سو ہوا

داغ تجھ عشق کا چمکے ہے مرے دل کے بیچ
مہر ذرہ مین درخشان نہوا تھا سو ہوا

ابر مژگان کے تصدق سے ترے اے سودا
سبز و خرم جو بیابان نہوا تھا سو ہوا

کہان نطق فصیح از طبع ناہنجار ہو پیدا
فغان زاغ سے طوطی کی کب گفتار ہو پیدا

سخن بیمغز کا ہے جون ہوا در پیلے معنی ہین
حباب ایسا نہین جس سے در شہوار ہو پیدا

دل احمق سے مت امید رکھنا مرغ معنی کی
ہما بیضہ سے کیونکر بوم کے اے یار ہو پیدا

نہ طبع بد سے سرزد کبھو ہون معنی رنگین
جہان مین تخم سے تھوہڑ کے کب گلزار ہو پیدا

سخن کو زادۂ طبع سخنور کہتے ہین اوسکا
زبان نو نیز تجھ بی چاہیے اذکار ہو پیدا

خدا دیوے پسر تو قابل تحسین دے ورنہ
پدر ہو مورد نفرین جو ناہنجار ہو پیدا

کلام بے نمک کی شور انگیزی ہے ایسی کچھ
زمین بول گاہِ خلق مین جون کھار ہو پیدا

اگر ملک عراق اک جہ خر سوار ہو آوے
عراقی کی پراسمین کا ہے کسکو رفتار ہو پیدا

مخاطب اسکو ہی کرتے ہین ارباب سخن سودا
کہ جسمین کچھ بھی عقل و ہوش کا آثار ہو پیدا

دل اپنا چاہتا ہے وہ جنون از غیب ہو پیدا
کہ شکل صبح اے ناصح ز تار جیب ہو پیدا

ارادہ عشق سے پھرنیکا بے فکر کفن مت کر
جہان یہ رزم ہو اوسجا اجل لاریب ہو پیدا

غنیمت جانتے ہیں ہم تو ایام شباب اسکا
وہ اسکی قدر تب سمجھیگا جسدم شیب ہو پیدا

ہنر ہے گرچہ فن شاعری آفاق مین سودا
اگر نادان کو پہونچے تو اسمین عیب ہو پیدا

کچھ قید سے دل ہو کر آزاد بہت رویا
لذت کو اسیری کی کر یاد بہت رویا

تصویر مری کچھ بن مانی نے جو کھینچی تھی
انداز سمجھ اسکا بہزاد بہت رویا

نالے نے ترے بلبل نم چشم نہ کی گل کی
فریاد مری سنکر صیاد بہت رویا

جو مین پڑی ہین بہتین دیکھا مین گلستان مین
کچھ قد سے تجل ہو کر شمشاد بہت رویا

آئینہ جو پانی مین ہے غرق یہ باعث ہے
کچھ سخت دلی آگے فولاد بہت رویا

سودا سے یہ پوچھا مین دل مین تجھے کیسکو دون
وہ کرکے بیان اپنا روداد بہت رویا

ترکش ادلینڈ سینہ عالم کا چھان مارا
مژگان کے بان نے تو ارجن کا بان مارا

آتے تجھے جو دیکھا تیر و کمان اٹھا کر
کہنے لگا کہ یارو رکھیو دھیان ہمارا

دندان ولب پہ سادے تھا شمجان ہین لیکن
مستی دو انگلی ملکر کھایا جو پان مارا

کہتے ہین عشق جسکو مت پوچھیو وہ کیا ہی
اک زہر ہے کہ جن نے پیر و جوان مارا

پیوند ہو زمین کا یارب شتاب ناصح
سی سی مرا گریبان ان نے تو جان مارا

مہمان جو کوئی آیا گھر آسمان دنی کے
دو دن کھلا کے روٹی اسکو ندان مارا

نالہ سے کسکے دل کے مانا پڑی تھی ظالم
فریاد نے جرس کے کیا کاروان مارا

سونے سے رات کروٹ ان نے لی و اپنی
آہ و فغان نے برہم سارا جہان مارا

سودا کو بات کرتے تجھسے کبھو نہ دیکھا
کہ کس گنہ پہ تو نے وہ بے زبان مارا

ساقی ہماری توبہ تجھپر ہے کیون گوارا
منت نہین تو ظالم ترغیب یا اشارا

یکبار ہی چھکادے ساقی کہ فصل گل کو
عرصہ کہان کہ دے تین ساغر ہمین دوبارا

چمن مین صبح جب اس جنگجو کا نام لیا
صبا نے تیغ کا آب روان سے کام لیا

کمال بندگی عشق ہے خداوندی
کہ ایک زن نے مہ مصر سا غلام لیا

چنی ہی شاخ سے جون گل پیالہ مے سرخ
مین تیرے ہاتھ سے ساقی یہ سبز فام لیا

بسان طائر رنگ حنا قدم لے کر
ہر ایک کبک نے پیارے ترا خرام لیا

سرشک چشم نہ تھا مین کہ اے فلک تو نے
نظر سے خلق کے گرتے نہ مجکو تھام لیا

معاش اہل چمن جائے رشک ہے سودا
کہ زندگی کا انھون نے مزا تمام لیا

کسی کا انہین سے محسود ہے نہ والی روم
حسد کسیکو نہ اوسپر کہ جن نے شام لیا

کہین نہ واسطے منصب کے ہین یہ مجرائی
سلام کر کے کسو سے نہ لاکھ دام لیا

کبھو مین انکو نہ دیکھا تلاش دنیا مین
کبھو نہ فکر تردد سے کوئی کام لیا

ادھر شروع ہوا صبح نغمہ بلبل
ادھر بہار سے ہر ایک گل نے جام لیا

تاثیر عشق نے مزہ درد کھو دیا
اس نے ندان دیکھ مرا حال رو دیا

نسخہ ترے مریض کا عیسیٰ کو جو دیا
دیکھ اُن نے حرف حرف کو رو رو کے دھو دیا

بوسہ کا وعدہ اُسنے کرو جنکو دے رہے
کیون باتین یان بناتے ہو تم بس چلو دیا

ملنے کی دخت رز کی تو کھائی تھی مین قسم
زاہد نے بیچ پڑ کے اُسے پھر ملو دیا

تاراج و تاخت فوج کی خط کی کہون سو کیا
پلکین اُٹھا کے ملک دلون کا بلو دیا

دیکھا مین جب گلیمن ترے ہار دست غیر
تار نگہ مین اشک کا دانہ پرو دیا

بوسہ کے ذائقہ کو نہین شہد و سم مین فرق
ہم پی گئے اُسے ہمین قسمت نے جو دیا

سودا ہے بے خلش یہ نہ خود رفتگی کی راہ
کانٹا نہ پا مین اُنکے فلک نے چبھو دیا

کرتا ہون سیر جب سے باغ جہان بنایا
کیا جانے گل خدا نے تجھسا کہان بنایا

اک نام تو سنا ہے دیکھا نہین کسو نے
حق نے نشان عنقا تیرا دہان بنایا

جلتے ہین خوبرویان سب دلستان ہین لیکن
اللہ نے تجھی کو اک جانستان بنایا

جنس وجود کو اول بزاز کھولتا ہی
یوسف سے تو بہا مین تجکو گران بنایا

صدقے مین تیرے یارب ہمسو نکو کر کے پیدا
گلے کا آپ کو تین اک پاسبان بنایا

دیر و حرم کو دیکھا اللہ ری فضولی
یہ کیا ضرور تھا جب دل کا مکان بنایا

تو مت بگاڑ اسکو اے باغبان کہ ہمنے
نزدیک آتش گل آپ آشیان بنایا

عالم کا قمری آسا ہے طوق بندگی کا
قامت کو تیرے جیسے سرو روان بنایا

اکثر نشان بنے ہین عالم مین نام خاطر
تو نے سخن کو سودا اپنا نشان بنایا

صدمہ ہر چند ترے جور سے جان پر آیا
تس پہ شکوہ نہ کبھی میری زبان پر آیا

راست کیشون کی تف آہ سے ڈر بے آتش
تیر پھرتا نہین جسوقت نشان پر آیا

موسم شیب مین بیفائدہ ہے لعب شباب
کب ثمر دیوے ہے جو نخل خزان پر آیا

دل پرخون کو مرے غنچہ تصویر کی طرح
لب واشد نہ کبھی راز نہان پر آیا

چشم انجم پہ نہین ابر سے وہ روز سیاہ
جو مرے دیدۂ خون ناب چکان پر آیا

رات کو دیکھ کے اے ماہ تجھے غیر کے ساتھ
طعنہ زن دل کا مرے گل کی کتان پر آیا

ہو کے استاد دبستان سخن مین سودا
شعر کے قاعدہ دانان جہان پر آیا

پایا وہ ہم اس باغ مین جو کام نہ آیا
کچھ اپنے تئین جز ثمر خام نہ آیا

اے زمزمہ پرداز چمن نالہ کہا سا
وہ مرغ نہ سمجھے جو تہ دام نہ آیا

گو شکل کمان خانۂ گردون ہے منقش
پر اسمین نظر گوشۂ آرام نہ آیا

آراستہ جو بزم ہوئی دور فلک مین
وان جام بجز گردش ایام نہ آیا

بستان تو پر از بادۂ اقسام ہے لیکن
سایہ مین کسو نخل کے آرام نہ آیا

تیری بھی جوانی وہ بھی ناصح کہ نتھا زور
قاضی کا ترے واسطے اعلام نہ آیا

مین تنگ ہون اتنا کہ مدرا اور بسر کے
لب پر کبھو مجلس مین مرا نام نہ آیا

ہے رنگ تماشائے جہان صورت خورشید
جو صبح کو دیکھا وہ نظر شام نہ آیا

ہر عید سر نو نے کیا قصد کہ دیکھے
لیکن وہ کبھو تا لب بام نہ آیا

ہے طرفہ تمنا کہ رہون لب بلب اسکے
جس سے کہ کبھو بوسہ بہ پیغام نہ آیا

تیشہ سے بھی تھا کام بڑا ناخن غم کا
فرہاد تجھے دے وہ سرانجام نہ آیا

آفات ہی اے چرخ اٹھا جانی ہے تونے
ظالم کسی گرتے کو تجھے تھام نہ آیا

تجھ بن جو گیا باغ مین سیر آب روان کو
پھر تیغ کا خاطر مین مرے کام نہ آیا

اسکا تو گلہ کیا ہے کہ بستان جہان مین
مجھ تک قدح بادۂ گلفام نہ آیا

یون منھ نہ دھوا صبح کہ آگے مرے سودا
جون لالہ پر از خون جگر جام نہ آیا

نورا خذ ہنر کرنے مین دل کا مین گنوایا
جون آئینہ جوہر نے مجھے عیب لگایا

جلوے ترے ہم ہین صنم بزم جہان مین
گر شمع نہووے تو شب تار ہے سایا

کام آب کا ہے خاک سے بھی روشنی طبع
آئینہ نے منھ گرد سے بھر عمر دھولایا

جو خاک نشین ہین نہ اونھین سمجھیو کم قدر
وہ دانہ ہے خرمن جسے ماٹی مین رلایا

ہے حسن مین یہ فیض کہ صحبت مین بتان کے
بدخلقی جسے کہتے ہین سو ناز کہایا

صباغ خرابات جہا ئین ہون کہ جتنے
نام اپنے بزرگون کا خم مے مین ڈبایا

کچھ کبر سے خاطر مین نہ لایا ہمین کوئی
رتبہ کسی خاطر مین ہمارا نہ سمایا

مین تنگ ہون اتنا کہ قبیلے مین سے کوئی
میراث کے بھی لینے کو وارث نہ کہایا

رونے نے کیا حال دل اس شوخ پہ روشن
سودا نے دیا عشق کا پانی سے جلایا

جام خالی سے جو ساقی نے مجھے ڈھلکایا
مین کہانتک نشے صاحب مجھے مین بھر پایا

پڑا دریا پہ جو اُس زلف سیہ کا سایا
کالا کالے کا کبھی دیکھا ہے نہ یون لہرایا

مین بندھا تار نگہ کا ہی قفس مین آیا
دام صیاد تہ خاک نہ مین بچھوایا

لیلۃ القدر تھی یارو جو شب وصل تو کیا
آخر اُس شب نے مجھے روز سیہ دکھلایا

سمجھے تھا مین خطر راہ محبت ناصح
میری تقصیر نہیں دل نے مجھے بہکایا

یہ تو وہ جنس سے خالی نہین اے رشک بہار
داغ تجھ عشق کا لالہ کے ہے یا گل کھایا

ہمسری کی مہ تو نے جو ترے ابرو سے
بدر کر چرخ نے چہرے سے اُسے گھٹوایا

مت کر اغماض خط آنے پہ کہ تیغ حسن
ناز بردار نکو تیرے خط رخصت لایا

رات جو رند ہوئے شیخ سے عمامہ طلب
شیخ نے کام بزرگی کے تئین فرمایا

گرچہ رویا مین ترے غم مین بہت سا لیکن
اپنے رونے کا مجھے رات تسلسل بھایا

خون کے ہر قطرے سے کہتا تھا یہی لخت جگر
تو مژہ تک بھی نہ پہونچیگا کہ مین یہ آیا

معنی خامہ زبان کا جو مرے رنگین ہے
حسن گر در و نگی مین بندش مین نہ اسکے پایا

بے تصنع تجھے کہتا ہون یقین کر سودا
گل جدا شاخ سے جس دم کہ ہوا مرجھایا

آنکھوں سے اشک جتنا آتا تھا شب نہ آیا
زخم جگر نے یارو پانی مگر چرایا

ہے وادخواہ بلبل اُس جنگجو پہ یارو
تیغ نگہ سے جسکے لوہو مین گل نہایا

عارض سے بہرہ ہو کر اُس سے ہوا ہی رسوا
لالہ نے خاندان کو داغ اپنا کیا لگایا

ہوتے جو غیر جسکے مین وارد ہوا گھر اُسکے
پست رکھی کہ اُن نے آنکھوں مین ہی دھرایا

جس مغبچے سے پیالا پیتے نہ تھے ہم اُن نے
دشنے کی کھوپڑی مین پانی ہمین پلایا

رو رو کے حال دل کا روشن کیا ہے اسیر
آنکھون نے آہ میرا پانی سے گھر جلایا

دل نقد جان تک اُسکو چاہے تھا مین خریدن
قیمت پہ یک نگہ کے پھر آپ ہے بکایا

صبح شب ملاقات ایسی ستم تھی یارو
جسکے سپیدہ دم نے روز سیہ دکھایا

عاشق نہین وہ جسکا ناصح اسیے گریبان
سینے کے زخم پر بھی ٹانکا یہان دلایا

اب دغدغہ نہین ہے کچھ سیل حادثہ کا
اپنا تو گھر عزیزو اس چاہ نے ڈوبایا

کہتا پھرے ہے ناصح شیخی کی راہ یارو
اس بیوفا کا ملنا سودا کا مین چھڑایا

ملنا چھڑایا مجھسے دوری کی زندگی نے | محجوب ہو پھر اسکو مین نے نہ منہ دکھایا

باغ مین جسدم خرام اُس سرو قامت نے کیا | نعرۂ حق سرہ قمری نے بھر کر جی دیا
عشق مین خون جگر کھا لیکن گر لذت نہ تھی | خضر نے حیران ہو آب زندگانی کیون پیا
سوزن و رشتہ کی بدنامی تو لی پر کیا حصول | کب کسی عاشق کے زخم دل کو عیسیٰ نے سیا
صبح کو جیتا تو نکلا گھر سے مین پر کیا کہون | مر گیا تھی اک طرح کی جو رات مین تجھ بن جیا
گھر سے بلواتا تو کیسو مجکو جاتے دیکھکر | وہ کبوتر بھی اوڑانے مین نہین کہتا پیا
غش مین آجاوے ہوس دیکھے وہ چہرا اگر | اُس طلائی رنگ سا کب ہو طلائے کیمیا
لگئے ماٹی مین کیا کیا جامہ زیب اُس گھر کے بیچ | اب تلک شکل او تو پڑتا ہے نقش بوریا
جا کے بازار بتان جور و جفا اب ناصحا | اپنی مین جی کی خوشی کو نقد دل دیکر لیا
کوی میخانہ سے ناگہ شام کو گذرے جو شیخ | کیا کہون سودا جو رندون نے سلوک اُسنے کیا
کر سلام انکو کہا جلدی سے لو یارو قدم | ہین زنستم اولیا یا از قبیل انبیا
کوی بولے تھا ملو منہ سے انھونکی خاک پا | کوئی کہتا تھا کرو آنکھون مین اپنے طوطیا
آخرکار اُسجگہ کیا دیکھتا ہون رات کو | وہ مقدس صورت اور ایسے بزرگ بیریا

ڈھونڈنے جاتے ہین پیچھے پیچھے عمامہ کو آپ
اک مرید آگے چلا جاتا ہے دکھلاتا دیا

سحر جو باغ مین دلدار ایک بار آیا | نثار میوہ سے ہر نخل زیر بار آیا
نوید منبچگان موسم بہار آیا | ہر ایک تاک کو گلشن مین برگ و بار آیا
قسم نہ کھائیے ملنے کی غیر سے ہرگز | کہا نہ تم نے میان ہمکو اعتبار آیا
برنگ آئینہ ہم اور سینہ صاف ہوئے | جو اپنے دل پہ کسی شکل سے غبار آیا
ہماری خاک پہ تجھکو چشم ترکسی نے نہ کی | ہمیشہ گریہ کنان ابر زار زار آیا
گئے جہان سے کیا کیا ستیزہ جو تہ خاک | کہ گل جب آیا تو مجروح بے شمار آیا
ممانعت نے کیا تیرے شہرۂ آفاق | دگرنہ مین ترے کوچہ سے لاکھ بار آیا

خبر لے وادی مین سودا کی یون سنا ہے آج
کہ ایک شوخ کسی بے گنہ کو مار آیا

کب دل شکستگان سے کر عرض حال آیا | ہے بے صدا وہ چینی جسمین کہ بال آیا

سینے سے مین دعا کو لایا جو شب لبون تک
کہنے لگی اجابت کیدھر خیال آیا

ملنے کا ایکدم بھی یان ضعف دل ہی مانع
او کتا کے اوٹھگیا وہ تب جی بحال آیا

کونین تک ملے تھی جس دل کی مجکو قیمت
قسمت کہ یک نگہ پر مین اسکو ڈال آیا

بخشش پہ وہ وہا بھی آئی تھی ہمت دہر
لیکن نہ یان زبان تک حرف سوال آیا

نازان نہو تو اسپر گر تجکو سنگ مین سے
گوہر نکالنے کا کسب و کمال آیا

ارباب فہم آگے وہ صاحب ہنر ہے
کینہ کسیکے دل سے جسکو نکال آیا

دیر خراب مین کل اک مست کی زبان پر
یہ شعر اس جگہ کے کیا حسب حال آیا

اعمال دیکھ تیرے مے شرم سے عرق ہی
اے محتسب تجھے بھی کچھ انفعال آیا

اکسیر ہے تو کیا ہے وہ مشت خاک سودا
خاطر پہ جب کسی کے اس سے ملال آیا

باہر رکھون نہ بزم سے لے رشک باغ پا
جون شمع سر کے گل سے کرون تا نہ داغ پا

جون غنچہ رک رہا ہے دل اس باغ مین کہ یان
جز آب جو کیا نہ کسی نے فراغ پا

کر بیت مین ہماری معاند سمجھکے دخل
ہر گھر مین دیکھ بھال کے رکھتا ہے زاغ پا

دل تفتگان کی خاک سے ہے آبلہ کا خوف
رکھتا نہیں ہے کچھ وہ ز راہ دماغ پا

روشن دلون کا حد سے نہ بڑھکر قدم پڑے
باہر رکھے نہ سایہ سے اپنے چراغ پا

بیدست و پا نہ صاحب کیفیتون کو جان
ہے دست میکشان کا برائے ایاغ پا

پہونچا نہ وان جہانسے کہ جلکر اوٹھا نہ مین
مجکو دیے فلک نے بشکل اوجاغ پا

اس حور ساتھ عیش ہو واعظ تجھے نصیب
باغ جنان مین جسکا ہو سر اور بہ راغ پا

سودا ہے زلف یار مین گم گشتہ دل ترا
ہر گھر مین کیون رکھے ہے تو پھر سراغ پا

کیا جانے کسکی خاک ہے رکھ ہوش نقش پا
یون دھر قدم کہ تا نہ دبے دوش نقش پا

اعمال رفتگان کے مکافات کر نظر
حیران لہے ہے صورت خاموش نقش پا

کسکی سنین مین خاک نشینان راہ عشق
گوش لگے کر ہین اسنے کہ جون گوش نقش پا

دہشت سے ہے کبر اہل جہانسے یہ اب مجھے
افتادگی نہو دے فراموش نقش پا

کثرت سے کوے یار مین گرمی ہے یہ کہ وان
پڑتا ہے پا مین آبلہ از جوش نقش پا

گذرے وہ کیونکہ خاک سے میری کہ تا ابد
چھوڑے قدم کو اُسکے نہ آغوش نقش پا

افتادگان تک آن کے کیا لینگے راہزن
جز خاک کچھ نہین ہے در آغوش نقش پا

اے شوخ ہرزہ گردی نے تیری ہر ایک جا
خون جگر کیا ہے مرا نوش نقش پا

پابوس پہ رقیب عبث دے ہے جی کہ وان
کب ہے قبول خاطر پاپوش نقش پا

سودا بقول حضرت بیدل بکوئے دوست
خط جبین ماست ہمہ آغوش نقش پا

آدم کا جسم جب کہ عناصر سے مل بنا
کچھ آگ بچ رہی تھی سو عاشق کا دل بنا

سرگرم نالہ اِن دنون مین بھی ہون عندلیب
مت آشیان چمن کے مرے متصل بنا

جب تیشہ کوہکن نے لیا ہاتھ تب یہ عشق
بولا کہ اپنی چھاتی پہ دھرنے کو سل بنا

جس تیرگی سے روز ہے عشاق کا سیاہ
شاید اُسی سے چہرۂ خوبان پہ تل بنا

لب زندگی مین کب ملے اس لب سے اے کلال
ساغر ہماری خاک کو مت کرکے گل بنا

اپنا ہنر دکھاوینگے ہم تجکو شیشہ گر
ٹوٹا ہوا کسی کا اگر ہم سے دل بنا

سن سن کے عرض حال مرا یار نے کہا
سودا نہ باتین بیٹھ کے یان متصل بنا

سودا یہ کیا کرے گا نت اس قدر کا رونا
عالم کو اے دیوانے سب ساتھ لے ڈبوتا

سر تا قدم گلا کر جبتک کرے نہ پانی
جون شمع داغ دل سے مشکل ہے ہاتھ دھونا

جسطرح چاہتا ہے دنیا مین زندگی کر
لیکن تو یاد رکھیو عاشق کہین نہ ہونا

ہے وجہ آئینہ نہین ہر بار دیکھنا
کوئی دم کو پھولتا ہے یہ گلزار دیکھنا

نرگس کیطرح خاک سے میری اوگی ہے چشم
ٹک آن کے یہ حسرت دیدار دیکھنا

کھینچے تو تیغ ہے حرم دل کے صید پر
اے عشق پر بھلا تو مجھے مار دیکھنا

ہے نقص جان دید ترا یہی ہے دہن
بچ جائے یار ہے مجھے یکبار دیکھنا

اے طفل اشک ہے فلک ہشتمین پہ عرش
آگے قدم نہ رکھیو تو زنہار دیکھنا

پوچھے خدا سبب جو مرے اشتیاق کا
میری زبان سے ہووہی اظہار دیکھنا

ہر نقش پا پہ تڑپے ہے یارو ہر ایک دل
یاں واسطے خدا کے یہ رفتار دیکھنا

کرتا تو ہے تو آن کے سودا سے اختلاط
کوئی لہر آگئی تو مرے یار دیکھنا

اٹھ بن عجب معاش ہی سودا کا اندنون　　تو بھی ٹک اسکو جا کے ستمگار دیکھنا
نے حرف دے نے حکایت نے شعر نے سخن　　نے سیر باغ و نے گل و گلزار دیکھنا
خاموش اپنے کلبۂ احزان مین روز و شب　　تنہا پڑے ہوئے در و دیوار دیکھنا
یا جا کے اُس گلی کو جہان تھا ترا گذار　　لے صبح تا بشام کئی بار دیکھنا
تسکین دل نہ اسمین بھی پائی تو پھر شغل　　پڑھنا یہ شعر گر کبھو اشعار دیکھنا
کہتے تھے ہم نہ دیکھ سکین روز ہجر کو　　پر جو خدا دکھاوے سو ناچار دیکھنا

سیہ کاری ہے مانند نگین ہر چند کام اپنا　　نکالا رو سفید آخر ہی اس صفحہ مین نام اپنا
حباب آسا کیا ہے کار استغنا تمام اپنا　　رکھا محرم مین قطرے سے اس دریا مین جام اپنا
نہ پہونچے نیستی عنقا کی ہستی کو مری ہرگز　　کہ مین یا نتک زبان سے بھی نہین سنتا ہون نام اپنا
اگر سمجھو تو خاکستر صبا کے ہاتھ بھیجون مین　　نہین گویا زبان شعلہ دون کسکو پیام اپنا
کہان ہے شیخ جو دیکھے مرے بت کے کرشمہ کو　　کہ ہر بندہ خدا کا کر لیا جن نے غلام اپنا

سنا جب اُنس تھا ہر تو نکو صحرا بیچ مجنون سے
کیا شہری غزالون کے تئین سودا نے رام اپنا

جنھونکی نظر نہین ہم سکتے ہین دیا انھین گو قرار اپنا　　عجب طرح کی ہوئی فراغت گدھونپہ ڈالیے بار اپنا
کرون سو کیا آہ ناامیدی سے ہووے کسطرح یار اپنا　　نہ گھر مین رہنا ہی اُسکا شیوہ نہ ساتھ پھرنا شعار اپنا
جگر ہو آباد جسکے دلکا نہ پوچھا اُن نے تو دکھ ہمارا　　یہ دردمن اس رئیس سے تھا کہ جسے لٹتے دیکھے دیار اپنا
جو دھوم آئینے سے تیرے خط کی اب ایک عالم مین مچ رہی ہے　　چمن مین وہ شور ڈال سکتی ہے منہ تو دیکھو بہار اپنا
اثر ہمارے سخن کا ظالم نہین ہے سوا ایک تیرے دل مین　　وگرنہ وہ سنگ کونسا ہے نہوگا جسمین شرار اپنا
جہان تڑپتا ہے دل ہمارا کبھو تو ظالم تو وان گذر کر　　کوئی بھی صیاد چھوڑتا ہے پھڑکتے بسمل شکار اپنا
جنھین نہین عقل وہ کرین ہین طلب ہوس سے کیمیا کی　　جو فہم ہووے تو ہے اکسیر ہے یہ مشت غبار اپنا
ہوا نہ روز فراق مین یون کہ ایکدم بھی مین آپ مین ہون　　نہ رہتے دیکھا کبھو برے وقت آپکو بھی مین یار اپنا
گران طبیعت پہ ہو گئے ہین نہو گئے وہ بھی نصیب اپنے　　خدا اٹھائے ہمین جو ڈالین کسی کی خاطر پہ بار اپنا
برنگ تاک اینڈتا پھرے ہے جہان تو باغ جہان مین سودا　　مین کیا کہون ان نے آہ سیار کرکے ہین گذار اپنا

چمن نہ تنہا جنون کی غم سے ہنوز چھاتی پہ کھائے ہے گل
رکھے ہے اب تک ہزار جا سے روش بھی سینہ فگار اپنا

نہین پیکان یہ جو سر نامہ اُن نے تیر پر لکھا
اشارا قتل کا مجکو یہ کس تقصیر پر لکھا

ہوئی تبدیل ہیئت یان تلک غم سے جدائی مین
کہ میرا نام مانی نے مری تصویر پر لکھا

کہین ہین زلف کو سب دیکھ اُس رو کے مخطط پر
یہ لام الف و دکیون قرآن کی تفسیر پر لکھا

بیچے جی کسطرح روز ازل کاتب نے قدرت کے
ہمارا خون قاتل کی دم شمشیر پر لکھا

نہین چین جبین اے یار تجھ محراب ابرو پر
کتابہ روز اس مسجد کی یہ تعمیر پر لکھا

اسی مضمون سے معلوم اسکی سرد مہری ہے
مرا نامہ جو اُس نے کاغذ کشمیر پر لکھا

جگہ دی نالۂ دلکو تری زلف چلیپا مین
یہ مصرع کر کے موزون ہمنے اُس زنجیر پر لکھا

خدا جانے کہ اے سودا پڑھ اُسکو کیا وہ سمجھیگا
ہمین تھا خط کا لکھنا دور از تدبیر پر لکھا

بلبل نے جسے جا کے گلستان مین دیکھا
ہمنے اُسے ہر خار بیابان مین دیکھا

روشن ہے وہ ہر ایک ستارہ مین زلیخا
جس نور کو تو نے مہ کنعان مین دیکھا

برہم کرے جمعیت کونین جو پل مین
لٹکا وہ تری زلف پریشان مین دیکھا

واعظ تو سنی بولے ہے جس روز کی باتین
اُس روز کو ہمنے شب ہجران مین دیکھا

اے زخم جگر سودۂ الماس سے خو کر
کتنا وہ مزہ تھا جو نمکدان مین دیکھا

سودا جو ترا حال ہے اتنا تو نہین وہ
کیا جانیے تو نے اُسے کس آن مین دیکھا

والہ کو تری چشم کے آزار ہی رہا
عیسی وقت تھا تو وہ بیمار ہی رہا

چھوٹا جو زلف سے تو پھنسا دام خط کے بیچ
یہ مرغ دل ہمیشہ گرفتار ہی رہا

جاتی رہی ترے چمن حسن کی بہار
بلبل کے گل نظر مین وسے خار ہی رہا

جیسے ہوئی ہے قابل شمشیر وہ کمر
چھاتی پہ میری مرہم زنگار ہی رہا

سو کھا نہ ایک پل مرا دامان و آستین
تجھ عشق مین یہ دیدۂ خونبار ہی رہا

دیکھا ہے تجکو در پہ ترے جن نے ایکبار
پھر جبتلک جیا بس دیوار ہی رہا

اک روز ایک یار نے اُس شوخ سے کہا
سودا کے دیکھنے سے تجھے عار ہی رہا

بولا کہ تیرے حق بطرف ہے اس امر مین
جیسے ہوا وہ خلق بد اطوار ہی رہا

اتنا تو وہ برا ہے کہ چہرے کا جسکے رنگ
پھر عمر اُسکی شکل سے بیزار ہی رہا

گو گھر مین سب کسیکے تو اے مہ جبین رہا
پروا نہین ہمین کبھی یہ وہ دل نہین رہا

کیا فائدہ کہ در پے تحقیق ہم رہین
ملنے سے جبکہ ہم رہے پھر تو کہین رہا

اسباب دین و دنیوی کب تھا خیال مین
تیرا ہی دھیان تا بدم واپسین رہا

صبر و قرار و ہوش و دل و دین فدا کیا
تسپر بھی میری جان تجھے مجھسے کین رہا

نکلا کسی ہی طرح نہ دل سے ترے حجاب
سودا سے تو تو یار سدا شرمگین رہا

عشق تھا یا کیا تھا جس سے دل اٹکتا ہی رہا
خار سا سینے مین میرے کچھ کھٹکتا ہی رہا

رات جب غصہ ہو میرے پاس سے اٹھکر چلا
مین نہ چھوڑا گرچہ دامن وہ جھٹکتا ہی رہا

بوسۂ رخسار کا وعدہ کیا کس سے وفا
کان کا موتی تلک تیرے لٹکتا ہی رہا

تاب کسکو ہے کہ تیرے در سے آگے جا سکے
جو ترے کوچے مین آیا سر پٹکتا ہی رہا

کونسی تھی ہجر کی ساعت کہ تب سے عمر بھر
آرزوے وصل مین یہ دل بھٹکتا ہی رہا

جسکو تین گھر سے نکالا وہ بامید طلب
ہر قدم پر راہ چلتے مین ٹھٹکتا ہی رہا

یار گھر آیا تھا پر دیکھا نہ اسکو بھر نظر
ہوش مین آؤن مین جبتک وہ سٹکتا ہی رہا

آج کیا سودا مین الفت کی خلش تجھسے کہون
خار سا سینے مین میرے کچھ کھٹکتا ہی رہا

مجلس سے جب ہو مست وہ رشک بتان اٹھا
محشر کا اہل بزم سے شور و فغان اوٹھا

آیا نظر جو در سے ہی اسکو مین کہین
لیکر وہ میرے قصد کو تیر و کمان اوٹھا

جو ہین قدم رکھا مین سوے باغ یا نصیب
لے بلچہ کو ہاتھ وہ ہین باغبان اوٹھا

مین جسکے پاس بیٹھ لگا کہنے حال دل
اپنے ہی دلکی غم کی وہ لے داستان اوٹھا

مشہور ہے یہ بات کہ جی ہے تو ہے جہان
آبھی اٹھے جہان سے تو گویا جہان اوٹھا

بوے وفا و رنگ محبت نہین ہے یان
یارب تو اس چمن سے مرا آشیان اوٹھا

پہونچے گی تیرے گھر ہی جو جاویگی دخت رز
سودا نجاکے منت پیر مغان اوٹھا

تیرے کوچے سے جو ہین آپکو چلتے دیکھا
جی کسی تن سے نہ اس طرح نکلتے دیکھا

تیغ تیری کی سدا شکر ادا کرتے ہین
لبونکو زخم کے دنرات مین ہلتے دیکھا

کیون دیا دل مین ترے طرۂ مشکین کو کہ مرغ ، / کہین بھی پنجۂ شاہین مین پلتے دیکھا

ڈوبے اوچھلے تو بہت دیکھے ہین مین دریا کے / ڈوبا اس چاہ ذقن کا نہ اوچھلتے دیکھا

استقامت ہی عجب شے نہین جسمین لغزش / نخل کا پانون زمین پر نہ پھسلتے دیکھا

عیش آلودہ افسوس ہی اس جا کہ حنا ، / جسکو پہونچی تو اسے ہاتھ ہی ملتے دیکھا

فضل حق ہو تو تنزل ہی ترقی ہو جائے / قطرہ گوہر ہو صدف سے مین نکلتے دیکھا

آہ و نالہ سے مرے دل نہ پسیجے اوسکا / مین ہوا ہے نہ کبھو سنگ پگھلتے دیکھا

تیغ کا زخم اٹھا سنبھلے ہے انسان لیکن / سامنے تیر نگہ کے نہ سنبھلتے دیکھا

سوجھی تدبیر نہ تقدیر کو بہلانے کی ، / جب تجھے قتل پہ عاشق کے مچلتے دیکھا

اپنے منہ سے کہا کن نے سخن کو گوہر
لعل سودا ہی کو پہ ہمنے اگلتے دیکھا

چہرے پہ نہ یہ نقاب دیکھا / پردے مین تھا آفتاب دیکھا

کیونکر نہ بکون مین ہاتھ اسکے / یوسف کیطرح مین خواب دیکھا

کچھ مین ہی نہین ہون ایک عالم / اسکے لیے یان خراب دیکھا

بے جرم و گناہ قتل عاشق / مذہب مین ترے ثواب دیکھا

کچھ ہو وے تو ہو عدم مین راحت / ہستی مین تو ہم عذاب دیکھا

جس چشم نے مجھ طرف نظر کی ، / اس چشم کو مین پر آب دیکھا

سرگردان ترے ہی عشق مین ہے / یان ہمنے جو شیخ و شاب دیکھا

دل تو نے عبث لکھا تھا نامہ / جو اس نے دیا جواب دیکھا

بھولا ہے وہ دل سے لطف اسکے
سودا نے یہ جب عتاب دیکھا

ساقی چمن مین چھوڑ کے مجھکو کدھر چلا / پیمانہ میری عمر کا ظالم تو بھر چلا

گل مت سمجھو باغ مین اے عندلیب زار / غنچے کا دل دہن پہ کسیکے بکھر چلا

نشو و نما یہ تھا تو ہمارا نہال عشق ، / خوبیونکی سرد مہری سے لیکن ٹھٹھر چلا

کد اپنے دلمین یار سے کچھ کم ہے اذیون ، / آلودہ آب گرد سے تھا پر نکھر چلا

اس بحر مین ہے درج کی حافظ شکستگی / فیصل ہوا حباب کہ جسدم ابھر چلا

ابھی ہے یہ بہار کہ یار د بطرف باغ
زاہد گرو کلال کی دستار دھر چلا

غافل ہے اس مریض سے ظالم کہ جسکے پاس
آیا کوئی تو پوچھتا اشک اپنے گھر چلا

عالم تو مر رہا ہے سر اک آن پر تری
تیغ و سپر یہ لیکے تو کس پر پھر چلا

سودا کی زرد چہرے کو شوخی کی راہ سے
کہتا ہے تیرا رنگ تو اب کچھ نکھر چلا

اعمال سے میں اپنے بہت بےخبر چلا
آیا تھا آہ کس لیے اور کیا میں کر چلا

ہے فکر وصل صبح تو اندوہ ہجر شام
اس روز و شب کے دھندھے میں اب تو جگر چلا

مجلس سے مجکو اٹھتے جلیسوں کے سامنے
عزت کبھو نہ دی یہ کہ پوچھے کدھر چلا

نکلا پڑے ہے جامہ سے کچھ اندنوں رقیب
تھوڑے سے دم دلاسے میں کتنا ابھر چلا

چلنے کا مجھکو گھر سے ترے کچھ نہیں ہے غم
اوروں نے [illegible] یکدو قدم بیشتر چلا

کیا اس چمن میں آکے لے جائیگا کوئی
دامن کو میرے سامنے گل جھاڑ کر چلا

جامہ قمار خانہ میں چیرہ ہے پیش مغ
اب کاٹوں کسکی جیب کہ دل بادہ پر چلا

بھیجا ہی وہ پیام میں اس شوخ کو کہ آج
گر خضر راہ مرگ کو پیغامبر چلا

طوفان بھرے تھا پانی جن آنکھوں کے سامنے
آج ابر انکے آگے زمین کرکے تر چلا

روکا بصد ہنر اسے ملنے سے غیر کے
لیکن ہنر پر اسکے نہ میرا ہنر چلا

سودا کے تھا یار سے یک نو نہیں غرض
اودھر کھلی جو زلف ادھر دل بکھر چلا

سودا غزل چمن میں تو ایسی ہی کہکے لا
گل پھاڑیں سنکے جیب کو دیں بلبلان صلا

حکاک کا بسیر بھی مسیحا سے کم نہیں
فیروزہ ہووے مردہ تو دیوے ہے وہ جلا

نہیں چھوڑتا ہے اشک مرا دامن و کنار
یہ طفل بدسرشت نہ گھوارہ سے پلا

شاکی نہیں خدا سے بھی گر یہ شکل زشت
ہمکو نہیں کمہار کا ماٹی کرے گلا

غم سے خزاں کے خون جگر چھٹ ابکی نسیم
غنچے گلوں کے کچھ نہیں کھاتے انھیں کھلا

دبکے ہے اسقدر تو مجھے دیکھکر رقیب
چوہے کی بھانت جاہے ہے نظروں سے بلبلا

اسلوب شعر کہنے کا تیرا نہیں ہے یہ
مضمون آبرو کا ہے سودا یہ سلسلا

نگاہ مست نے ساقی کے عالم کو جھکا ڈالا
کہین مدہوش ہے شیشہ کہین تھر تھر ہو متوالا

کرے کیا دل صف مژگان ہے نے خنجر ہو نہ بھالا
کہ تیرے روبرو ترکش دان یہان اک بے اثر نالا

نکالے کیفی شوق اس سے تو انداز بوسے کا
ڈرون ہو نہین نہ پڑ جاوے کہین اس لب پہ تبخالا

نگہ قیمت کہی دل کی تو اسپر بھی گران سمجھا
جو نقد جان بکتا ہو کہین تو مجھکو دلوا لا

خریدی کچھ نہ جنس آکر ہم اس بازار مین سودا
بغل مین لیچلے ہین دل تو اک آتش کا پرکالا

ہین دشمن جان ڈھونڈ کر اپنا جو نکالا
سو حضرت دل سلمہ اللہ تعالا

جب مست چمن سے ہو چلا گھر کو وہ لالا
غنچے نے صراحی لی اٹھا گل نے پیالا

کہتا ہے نگہ سے یہ ترا گوشۂ ابرو
دیکھے جو کوئی خون گرفتہ تو نکالا

مانگا جو مین دل کو تو کہا بس یہی اک دل
جلنے ہی تو چاہے مرے کوچے سے اٹھالا

اے غنچہ سبب کیا ہے کہ آتے ہی چمن مین
گل پھاڑے ہے دامن تو نے نیچے کو سنبھالا

اتنا ہے تو یوسف سے مشابہ کہ عدم کے
پردے مین چھپا اسکے تئین تجھکو نکالا

تنہا تری مژگان سے یہ دل کیونکہ بر آوے
لے تیر ہے اس پاس نہ خنجر ہے نہ بھالا

فتنہ ہی اٹھاتے ہو گئی پشت فلک خم
ہرگز نہ کسی گرتے کو ظالم نے سنبھالا

سودا نے تجھے کہتا ہون نہ خوبان سے مل اتنا
تو اپنا غریب عاجز و دل بیچنے والا

ملک آئین جب سے تین لوٹا
کفر و دین گبر و شیخ سے چھوٹا

موج آتش ہے سیل آنکھون کی
شاید اس دل کا آبلہ پھوٹا

نہ جیا تیری چشم کا مارا
نہ تری زلف کا بندھا چھوٹا

چمن دل مین عشق بویا تھا
داغ و شعلہ ہوا گل و بوٹا

گرد ہستی نے دلکو دی ہے شکست
آئینہ اس غبار سے ٹوٹا

دل یار کے ہرگز نہ سر زلف سے چھوٹا
اور اسکو سر بار سمجھ عشق نے کوٹا

گا ہے دل خون گشتہ سوا بزم مین اپنے
شیشہ ہے گل رنگ کا ساقی سے نہ ٹوٹا

جا بیٹھے کدھر ہاتھ سے اب چشم بتان کی
تھا دل کا نگر اپنے سو ان ترکون نے لوٹا

اسکی نگہ مست چمن پر ہے کہ سودا
غنچہ سے کھلا ہے کہ سبو بادہ کا پھوٹا

طبیعت سے فرومایہ کی شعر تر نہین ہوتا
جو آب چاہ کا قطرہ ہے وہ گوہر نہین ہوتا

ہنر سے دور ہے بد اصل کی خلقت کہ آئینہ
خمیر سنگ سے بنتا ہے تو جوہر نہین ہوتا

نجانے عکس روا ہین پڑا کس اہل جنت کا
کہ آب آئینہ سے لب کسو کا تر نہین ہوتا

سعادتمند ہو کر جی کہ بعد از مرگ عالم مین
ہما کے بال کا مصرف بجز افسر نہین ہوتا

طمع دولت کی بیتاب تعب مت رکھ زمانے سے
مہوس تا نہ پھونکے آگ مین مس زر نہین ہوتا

نہین لاتے زبان پر حرف مطلب سر گذار اپنا
بدست یار تا کھینچا ہوا خنجر، نہین ہوتا

سراپا شکل اخگر ہے تپ ہجران سے جسم اپنا
نہین وہ پیرہن جو تن پہ خاکستر نہین ہوتا

دیا تین نقد دل اپنا اب اُن خوبون سے خطرہ کیا
جو مفلس ہوا سے کچھ رہزنون سے ڈر نہین ہوتا

تلاش خضر بہر منزل مقصد نکر سودا
کوئی خود رفتگی سے راہبر بہتر نہین ہوتا

ترا دل مجھسے نہین ملتا مرا جی رہ نہین سکتا
غرض ایسی مصیبت ہے کہ مین کچھ کہہ نہین سکتا

ترے آگے مری آنکھون سے آنسو کیونکہ چلتے ہین
جو تو دریا سے گذرے ہے تو پانی بہ نہین سکتا

نہ شکوہ یار کا لب تک دلا پیرانہ سر لیجا
بخاموشی ہی گذری ہے تو باقی بھی بسر لیجا

چمن آرا سے ہو کر آشنا کر برگ و بار اپنا
جہان کے باغ سے نادان بزردی مت ثمر لیجا

نہین شایان اپنی ٹال دینا دل کے سائل کو
وگرنہ شے یہ دینے کی نہ تھی مجھسے کہ پر لیجا

کسوف مہر سے تارے جھلک آئے ہین لب پہ تو خط
نہ قطرونکا عرق کے تو گمان اُس چہرہ پر لیجا

نہ قصد کعبہ ہے دلمین نہ عزم دیر بندہ ہون
اسیر دام الفت ہون جدھر چاہے اُدھر لیجا

نہال آسا نہین ہے خرمی ماٹی مین غربت کے
وطن سے مشت خاک ہی دل قدم پر باندھ کر لیجا

قصور ہمت گر دل ہی ہمیر کا یان باعث
کہ نالان دل مجھے دیکھ کر نہ بولا یون اثر لیجا

نہین گر نرگس شاداب اس گلشن سے قسمت مین
تو یہ بھی ارمغان اک طرح کا ہے چشم تر لیجا

یہ پیاسا موج زن دیکھے ہے دریائے کرم تیرا
ورنگ ہمین ہی کیا کہدے سبو اپنا بھی بھر لیجا

بکین گو صندلین رنگ آ کے بازار محبت مین
گنوا کر نقد دل اپنا نہ یہ تو درد سر لیجا

چراغ آویگا کاہیکو کبھو گور غریبان پر
کہو سودا سے دل پر اپنے داغ ہجر دھر لیجا

جب بادہ خون دل ہو تو سیر چمن کجا
ساقی وہ نو بہار و شراب کہن کجا

صحبت تجھے رقیب سے ہے اپنے گھر میں داغ — کیدھر پتنگ شمع کہاں انجمن کجا

تیرے لیے وطن سے جو نکلا تو پھر اُسے — مانند طفل اشک کے عزم وطن کجا

صد حرف آرزو ہے زبان پر مری و لے — چاہوں جو تجھسے ایک کہوں میں دہن کجا

غرقاب چاہ عشق جو ہوتا تو جانتا — یوسف کہاں مصیبت چاہ ذقن کجا

عریان تنی نے باز رکھا اُسکے رنج سے — ناصح جو چاہے جیب سیئے پیرہن کجا

خلوت سرا کو پہونچے نہ سودا کے بتکدہ
تو اور وہ جہان ہو بت و برہمن کجا

پروانہ ساتھ لے صیاد تین نے دام لیتا جا — چمن میں ہمسفیرونکو مرا پیغام لیتا جا

اگر دل لیچلا جی کی خلش مت چھوڑ سینہ میں — سحر لیجا نہیں سکتا تو اُسکو شام لیتا جا

نہ تھی توفیق اگر بوسہ کی تو اتنا ہی کہدیتے — جو آیا ہے تو خالی مت پھرے دشنام لیتا جا

اگر اے نالہ تو چاہے کہ اُسکے گوش تک پہونچے — اثر تھوڑا کہیں سے کرکے قرض و دام لیتا جا

ہوا میں دلکے لیجانے پہ راضی تیری خاطر سے — کہا کب تھا کہ ساتھ اُسکے مرا آرام لیتا جا

خیال اُن انکھڑیوں کا چھوڑ مت مرنے کے بعد از بھی — دلا آیا جو تو اس میکدہ میں جام لیتا جا

جو چاہے ہے نہ پہنچے تجھکو اذیت دین نہ اے زاہد
گلی میں اُسکی اب سودا کا اکثر نام لیتا جا

قاتل کا ہاتھ ہرگز ہتھیار تک نہ پہونچا — کار شہادت اپنا تلوار تک نہ پہونچا

افسوس کام غم کا اظہار تک نہ پہونچا — ہے لخت دل بھی چشم خونبار تک نہ پہونچا

تیر ستم کو تیرے کہتا میں نوش جان ہو — منہ زخم دل کا لیکن سوفار تک نہ پہونچا

کیا گوش فہم کرے ہے عالم میں اب کہ کوئی — خاموشی کی ہماری گفتار تک نہ پہونچا

اس مرغ ناتوان کی صیاد کچھ خبر ہے — جو چھوٹ کر قفس سے گلزار تک نہ پہونچا

جون غنچہ اس چمن میں تیرے مقید ونکا — راز خموشی اے دل اظہار تک نہ پہونچا

اے بخت خواب تجھسے تحفہ طریق کا ہے — یک شب ہماری چشم بیدار تک نہ پہونچا

سودا کی شاعری کا منکر نہیں دو دیکھا
آخر کو کام جس کا اقرار تک نہ پہونچا

حال دل سے مرے جبتک وہ خبردار نہ تھا — جز دم سرد کوئی محرم اسرار نہ تھا

جو عمل چاہے کیجے مرے دکھ دینے کا
وہ نہ کیجے کہ کہے کوئی سزاوار نہ تھا

پیار و اشفاق و وفا مہر و محبت الطاف
دل کو جس روز لیا کونسا اقرار نہ تھا

صحبتوں کا نہ کرو غیر کے مجھ سے اخفا
کونسی شب تھی کہ میں واں پس دیوار نہ تھا

شب تری بزم میں سودا کو میں دیکھا جلتا
کچھ خموشی کے سوا اسکو سروکار نہ تھا

افسوس تم اور دنے ملو رات کو تنہا
ہم دل کو ترستے ہیں ملاقات کو تنہا

نے تو ہے نہ دل ہے نہ کوئی مونس و ہمدم
کھوتے ہیں عبث اپنی ہم اوقات کو تنہا

باللہ اکیلا جو ملے مجکو تو سمجھوں
پاتا نہیں میں ناصح بدذات کو تنہا

اب گوشۂ عزلت سے نکلتا نہیں اے شیخ
خلوت میں ہے کیا جانئے کس بات کو تنہا

سودا تو کبھی بزم میں رندان کے تو آبیٹھ
کھوتا ہے عبث کوئی بھی اوقات کو تنہا

وہ ہم نہیں جو کریں سیر بوستان تنہا
بہشت ہو تو نہ منہ کیجے باغبان تنہا

کدھر کو چھوڑ گئے مجکو ہمرہان تنہا
پھروں ہوں دشت میں جون گرد کاروان تنہا

اگرچہ تمکو نہ چھوڑیں گے بدگمان تنہا
کرو جو بندہ نوازی تو مہربان تنہا

اکیلے آنے کی تمکو بتاؤں میں تقریب
کہو جو جاؤں ہوں میں بہر امتحان تنہا

ہوا ہے دل صف مژگان کے روبرو ہیہات
ہیں نیزہ باز ادھر اتنے یہ جوان تنہا

خبر لے حال سے مجنوں کے صاحب محمل
کرے ہے آج جرس نالہ و فغان تنہا

سنا نہووے جو سودا یہ مصرع صائب
تو پوچھ خلق سے میں کیا کروں بیان تنہا

کہ ایکدن میں اُسے راہ میں اکیلا دیکھ
کہا کدھر چلے اے فخر شاعران تنہا

دیا جواب دلم سیر باغ می خواہد
کہا میں ہو متبسم کہ مہربان تنہا

جو ہووے امر تو میں بھی چلوں رکاب کے بیچ
رکھے ہے لطف بھی کچھ سیر بوستان تنہا

سنا یہ مجھسے تو کہنے لگا کہ لیک مگو
گرفتہ ایم اجازت ز باغبان تنہا

جب بزم میں تہا کی وہ رشک مہ گیا تھا
آپ میں ہر پرے وہ منہ دیکھ رہ گیا تھا

غنچے نے حال گل کا مجھسے کہا کہ اُس سے
وہ بند پیرہن میں دیگر گرہ گیا تھا

وہ شوخ آج ہم سے نظریں نہیں ملاتا ہے
شاید سنا ہیں جو کچھ محرم سے کہہ گیا تھا

کیا کیا دلا کے غیرت رکھا ہیں باز دلکو
ورنہ نہ سہتی باتیں تیری میں سہہ گیا تھا

سودا پھر آج تیری آنکھیں بھر آئیاں ہیں
عالم کے ڈوبنے میں کل کچھ بھی رہ گیا تھا

ٹکڑے ہوئے جگر کے آسودہ نبھلے کو
خوناب دل سے ورنہ آفاق بہ گیا تھا

جگہ تھی دلکو مرے دلمیں اک زمانا تھا
مرے بھی شیشے کو اس سنگ میں ٹھکانا تھا

خرید عشق نے جس روز کی متاع چمن
جو لقد جان بڑی قیمت تو دل بیعانہ تھا

جو ذکر بعد مرے ہوگا جان نثاروں کا
کروگے یاد مجھی کو وہ اک دیوانا تھا

جو حد ریش کے رکھنے سے ہیں سخن پوچھا
ہر ایک بات میں زاہد کے شاخسانا تھا

بجرم نیم نگہ تھا نہ قتل سودا فرض
اجل کیواسطے یہ اسکے اک بہانا تھا

عشق کی خلقت سے آگے میں ترا دیوانہ تھا
سنگ میں آتش تھی جب تو شمع میں پروانہ تھا

جزو کل میں فرق اتنا ہی فقط ہے اعتقاد
ورنہ جس خرمن کو دیکھا فی الحقیقت دانہ تھا

بر سر لطف و عنایت ہمپہ جب آیا فلک
سر پہ جو تیر بلا بیٹھا سو وہ پرخانہ تھا

شب کہ مجلس بیچ وہ غارتگر سرخانہ تھا
تھے جو باہم آشنا ایک ایک سے بیگانہ تھا

جینے دینے کی نہیں یاد اسکی مانیگی کہ شب
نالہ اپنا وقت شب اسکے لیے افسانہ تھا

کل تو مست اس کیفیت سے تھا کہ آتے دیر سے
پھر نظر جو مدرسہ دیکھا سو وہ میخانہ تھا

اختلاط اہل آبادی سے دل آیا ہے تنگ
اے خوشا وقتے کہ تنہا ہم تھے اور ویرانہ تھا

اس چمن میں جب تلک ہم نشۂ ہستی میں تھے
عمر کا اپنی پر از خون جگر پیمانہ تھا

اتفاقاً بزم رندان میں ہوا وارد جو شیخ
پنجہ انکا دمبدم ڈاڑھی کا انکی شانہ تھا

اک برہمن زادہ کل کہتا تھا یوں بلبل کے ہاتھ
ہم میں اور سودا میں یارو کسقدر یارانہ تھا

چشم اہل قبلہ میں آج اُن نے کی جو ن سرمہ جا
حیف ایسا شخص جو خاک در بت خانہ تھا

عشاق تیرے سب سے بیزار تھا سو میں تھا
جگ کے خرابہ اندر اک خوار تھا سو میں تھا

داخل شہید ذمیں تو لو ہونگا کے سب تھے
شمشیر ناز سے پر افگار تھا سو میں تھا

سنبل کے پیچ مین دل تیرے نہ تھا کسیکا
نرگس کا ایک تیرے بیمار تھا سو مین تھا

تجھ گھر مین عرض مطلب کسکی نہ تھا زبانپر
در پر جو تیرے نقش دیوار تھا سو مین تھا

داغ محبت لے گل جب تھا ترانہ جگ مین
داغون سے جسکا سینہ گلزار تھا سو مین تھا

گو عشق کے تمھارے عشاق اب مقر ہین
اول زبان پہ جسکے اقرار تھا سو مین تھا

تجھ عشق مین نصیحت سب یار ملتے تھے
ناصح کے ہر سخن سے بیزار تھا سو مین تھا

کافر تری زبانی اکثر ہین لیک جون شمع
ہر استخوان مین جسکے زنار تھا سو مین تھا

اس میکدے مین سودا ہم ہین تو کبھی نہ بہکا
سب مست و بیخبر تھے ہشیار تھا سو مین تھا

رات نالہ مین کیا یار سنا یا نہ سنا
بہکے آپ ہو کہسار سنا یا نہ سنا

قاصدا حال دل زار سنا یا نہ سنا
راست کہہ ہمسے تو آ یار سنا یا نہ سنا

اشک خونین سے ترے ہجر مین دامان میرا
ہو گیا تختۂ گلزار سنا یا نہ سنا

حال مدت سے مرا گوش زد عالم ہے
تو نے کیا جانیں ستمگار سنا یا نہ سنا

باز رونے سے نہ آؤنگا مین ناصح پھر بھی
مین کہا تجھسے بتکرار سنا یا نہ سنا

حال کہنے کا مین خوگر ہون بس اپنا تجھسے
اسپہ موقوف ہے کیا یار سنا یا نہ سنا

شرح حال دل عاشق وہ سنے کیا سودا
اُس سے مت کر تو یہ گفتار سنا یا نہ سنا

بہت سے ہے بہت اس آن ہمکو کم جینا
بغیر یار نہین چاہتے ہین ہم جینا

دعا ہے کسکی قیامت کو پہونچی میری عمر
ہے روز حشر شب ہجر ایک دم جینا

کمان ناز ادا تاراب کہ شوخ تیرے ہاتھ
ہوا ہے صید کو مشکل سوے حرم جینا

کیا ہے خط کے تئین جب سے تیرے چہرہ پہ
ہوا ہے خلق کو مفقود یک قلم جینا

جہانہین لطف کوئی جینے سے نہین بہتر
پر آشنا کو ترے یار ہے ستم جینا

وہ فتنہ خیز ہے ظالم جہان مین ترا حسن
کہ باپ بیٹے کو مشکل پڑا ہے باہم جینا

ہمین تو غم ہی مین گذرے ہے عمر تیرے ساتھ
جنھین خوشی تھی انھین موت ہے بغم جینا

تلاش زیست مین اتنا نہ مر کہ ہستی کی
خبر جنھون کو ہے سمجھے ہین وہ عدم جینا

دل اپنا پھیر لیں خوبان سے تو اَ سودا
رہے تا کجا بلب خشک و چشم تر جینا

کب کسی دل سوختہ سے ساز کرتی ہے حنا — اندنون ہاتھون پہ تیرے ناز کرتی ہے حنا
فی الحقیقت دست تیرے ہین ید بیضا سے خوب — تیرے ہاتھون کو کوئی ممتاز کرتی ہے حنا
مین نچاہونگا کسی سے داد اپنے قتل کی — کس لیے تجھ ہاتھ سے پرواز کرتی ہے حنا
حسن پر اپنے نہین گل کے تئین اتنا غرور — جو ترے ہاتھون پہ یہ اب ناز کرتی ہے حنا
اسکے ہاتھون مین لگا کر چور لوٹے کیفیت — کیا کہون مین دزدی شہناز کرتی ہے حنا

قتل کر سودا کو خون اسکا چھپایا گو صنم
پر ملا عالم مین اب یہ راز کرتی ہے حنا

دیکھکر جو مر گئے ہین تیری پورون پر حنا — باندھیو ہاتھون مین جا کر انکی گورون پر حنا
دست رنگین کی تمھارے دھوم ہی چارونطرف — اندنون آفاق مین ہے زور شورون پر حنا
یون گران ہی عہد مین اس یار فندق بند کے — ہاتھ آتی ہے جہان مین اب کرورون پر حنا
یون لگا فندق تو اے مشاطہ اسکے ہاتھ مین — اس صفائی سے لگے ہرگز نہ ڈورون پر حنا

دل نہ دون اسکو یہ طاقت ہی تو اب مجھ مین نہین
کیا کرون سودا ہے اسکی اب تو زورون پر حنا

کہتی ہے میر نے قتل کو یہ بے وفا حنا — پوچھ اس سے ٹک کہ ان نے ترا کیا کیا حنا
پیارے شعور چاہیے تزئین کے لیے — تھا مستحق خون مرا یا بھلا حنا
گر قتل کرکے خون چھپاوے ہے تو مرا — دو چار دن نہ ہاتھ کو اپنے لگا حنا
آمان قتل بیگنہان سے تو درگذر — رہتی نہین ہے ہاتھ مین پیارے سدا حنا

سودا تو پائے بوس کی حسرت مین نت رہا
لوٹے ہے اب تو ہاتھونکا اسکے مزا حنا

یان پھر اس شرم سے عیسی نے گذارا نہ کیا — چشم خوبان کے جو بیمار کا چارا نہ کیا
کس گلی دیکھ کے مین اسکو پکارا نہ کیا — مرکے ٹک دیکھنے کا ننگ گوارا نہ کیا
کسیکا دین کیا حق نے کسیکی دنیا — سب کا سب کچھ کیا پر تجکو ہمارا نہ کیا
کیا گلا ہمکو ہے اسکا کہ نچاہا اسنے — ملک دل یار کا کچھ ہم نے اجارا نہ کیا
آتش عشق پہ جون ہے دل بیتاب مرا — قائم النار ہوس نے بھی پارا نہ کیا
خلق پیدا ہے جہان کا کہ کیا جو اسنے — قصد اس گھر مین پھر آنیکا دوبارا نہ کیا

مجھ گدا نے بھی کسی شاہ سے ڈالا نہ سوال
گو مجھے بخت نے اسکندر و دارا نہ کیا

دہر بانٹے تھا متاع دو جہان اے سودا
بینوائی نے مری اُسکو اشارا نہ کیا

کہتے ہین لوگ یار کا ابرو پھڑک گیا
تیغا سا کچھ نظر مین ہماری سڑک گیا

مین کیا کرون اداے غضبناک کا بیان
بجلی سا میرے سامنے آکر کڑک گیا

نالے سے میرے گل تو ہوا چاک پیرہن
بلبل ترا جگر نہ یہ سنکر تڑک گیا

کوئی گیا نہ خوف سے قاتل کے سامنے
مین ہی تھا اُسکے روبرو جو بیدھڑک گیا

مشکل پڑے گا پھر تو بجھانا جہان کو
جو ٹک زیادہ عشق کا شعلہ بھڑک گیا

سودا چرا چکا ہی تھا گلشن سے گل تو گل
قسمت کو اپنی کیا کہون پتا کھڑک گیا

پہلو سے میرے صبح وہ دلدار اُٹھ گیا
روز وصال کرکے شب تار اُٹھ گیا

آہ و فغان کی آج جو آتی نہین صدا
شاید ترا جہان سے بیمار اُٹھ گیا

لائق نہ تھا یہ سینہ ترے زخم تیغ کا
پر اسطرف بھی ہاتھ ترا یار اُٹھ گیا

بدنام تو عبث مجھے کرتا ہے ناصحا
مدت ہوئی بتون سے سروکار اُٹھ گیا

تو رہ جہان مین اے گل گلزار کیا ہے غم
مجھسا جو تیرے کوچہ سے اک خار اُٹھ گیا

غیرونکو دیکھ بیٹھے ہوئے بزم مین تری
جب کچھ نہ بس چلا تو مین ناچار اُٹھ گیا

وعدے سے پھیر دینے کے دل لیگیا تھا شوخ
سودا نے جبکہ مانگا کر انکار اُٹھ گیا

نے رستم اب جہان مین نے سام رہگیا
مردونکا آسمان کے تلے نام رہگیا

ساقی تو ہمکو دینے سے کیون جام رہگیا
ملتا جو تھا وہ بوسہ بہ پیغام رہگیا

دل ہمصفیر زلف مین صیاد کے مرا
اُس مرغ کا ہے ہو جو تہ دام رہگیا

ہون تو چراغ راہ ہنر زیر آسمان
لیکن خموش ہو کے سر شام رہگیا

اے دل ٹک اُسکے حسن مخطط کو دیکھکر
خورشید آکے تا لب بام رہگیا

ٹکڑے تو ہو چکا ہے جگر پھیر کس لیے
جلنے کا اشک کر کے سرانجام رہگیا

بوسہ کی اُن لبون سے یہ سودا ہوس نہ رکھ
بس ہے کہ مانگ مانگ مین دشنام رہگیا

اجل نے عہد مین تیرے ہی تقدیر سے یہ پیغام کیا
نازو تغافل پر اُسکو مجھکو کیون بدنام کیا

چمن میں آتے سنکر تجکو باد سحر یہ گھبرائی
ساغر جبتک لاوین ہین لاوین توڑ سبو کو جام کیا

ناگن کا اُس زلف کی مجھسے نک نہ پوچھو کیا حاصل
خواہ تھی کالی خواہ تھی پیلی بس نے اپنا کام کیا

پوجے مجھے اس دیر کہن مین کیا پوجے ہی پتھر کو
مجھ وحشی کو سنا برہمن بتون نے اپنا رام کیا

تھا نہ جوانی فکر و تردد بعد از پیری پایا چین
رات تو کاٹی دکھ سکھ ہی مین صبح ہوئی آرام کیا

خاص کرون مین ہی نظارہ تو لو دید کی لذت ہے
کور کھلین یہ آنکھین اُسدن جسدن جلوہ عام کیا

کونسا مجھسے حسن تردد عمل مین آیا تری حضور
دلکو غارت کرکے میرے جان کو کیون پیغام کیا

مہر و وفا و شرم و مروت سبھی کچھ اسمین سمجھے تھے
کیا کیا دل دیتے وقت اُسکو ہمنے خیال خام کیا

لذت دی نہ اسیری نے صیاد کی بے پروائی سے
تڑپ تڑپ کر مفت دیا جی ٹکڑے ٹکڑے دام کیا

شمع رخون سے روشن ہو گھر ایسے اپنے کہان نصیب
صبح ازل سے قسمت نے خاموش چراغ شام کیا

فخر نہین اے شیخ مجھے کچھ دین مین تیرے آنیکا
راہب نے جب منھ نہ لگایا تب مین قبول اسلام کیا

سپش نہ مارے لے حاجی تو اپنی حج کی شرائط مین
حرص ہوا کو قتل اے حاجی باندھے ہین احرام کیا

ادب دیا ہے ہاتھ سے اپنے کبھی بھلا مینخانے کا
کیسے ہی ہم مست چلے پر سجدہ ہر اک گام کیا

مین لسماجت دیا ہے دلکو جور و جفا کا شکوہ کیا
اُن نے کب آنے پر اُسکے قاضی کا اعلام کیا

یار کہے ہے سودا کے ملنے سے ہمکو کیا حاصل
شعر جوان نے خوب کہے آفاق مین اپنا نام کیا

سالہا ہمنے صنم نالۂ شبگیر کیا
آہ اک روز ترے دلمین نہ تاثیر کیا

قتل کر مجکو کھلے تا مری خاطر سے گرہ
مین یہ عقدہ گرو ناخن شمشیر کیا

حشر مین بھی نہ اٹھون بسکہ اذیت کھینچے
زندگانی نے دو عالم سے مجھے سیر کیا

ایک عقدہ نہ کھلا رشتۂ تقدیر سے حیف
ہمنے فرسودہ بہت ناخن تدبیر کیا

کیا ہی وحشت زدہ مضمون تھے جنھونکو سودا
تونے ہر مصرع موزون مین زنجیر کیا

قابو مین ہو نہین تیرے گو اب جیا تو پھر کیا
خنجر تلے کسو نے ٹک دم لیا تو پھر کیا

کر قطع ہاتھ پہلے تب فکر کر رفو کا
ناصح جو یہ گریبان تو نے سیا تو پھر کیا

اسوقت مین جو مجھ تک پہونچو تو داد ہے
گر قصد بعد میرے تمنے کیا تو پھر کیا

ملیے اگر تبان سے ہے لطف زندگی کا ۔ اے خضر آب حیوان تو نے پیا تو پھر کیا

سودا ہوئے جب عاشق کیا پاس آبرو کا
سنتا ہے اے دوانے جب دل دیا تو پھر کیا

دل میں ترے جو کوئی گھر کر گیا ۔ سخت مہم تھی کہ وہ سر کر گیا
وہم غلط کار نے دل خوش کیا ۔ کیسہ نجانے وہ نظر کر گیا
جا ہی بھڑا اس صف مژگاں سے یار ۔ دل تو بڑا اسا ہی جگر کر گیا
رات ملا تھا مجھے تنہا رقیب ۔ یار خدا کا ہی میں ڈر کر گیا
فیض تری وصف بناگوش کا ۔ اپنے سخن کو تو گہر کر گیا
دیکھ لی ساقی کی بھی دریا دلی ۔ لب نہ ہمارے کبھو تر کر گیا
کیونکہ کراہوں نہ شب و روز میں ۔ درد مرے پہلو میں گھر کر گیا
نفع کو پہونچا یہ سمجھے دیکے دل ۔ جان کا اپنی میں ضرر کر گیا

اور غزل اب کوئی سودا تو کہہ
یہ تو یونہیں تھی میں نظر کر گیا

قاصد اشک آ کے خبر کر گیا ۔ قتل کوئی دل کا نگر کر گیا
فائدہ اب کیا کرے تریاق وصل ۔ زہر غم ہجر اثر کر گیا
دیکھیے درماندگی اب کیا دکھائے ۔ قافلہ یاروں کا سفر کر گیا
سیر کی یوں کوچۂ ہستی کی ہم ۔ نے میں سے جوں نالہ گذر کر گیا
خاک ہماری پہ بجز نقش پا ۔ کوئی نہ آ خاک بسر کر گیا
گریہ تحمل کر نہ کہ ناصح ابھی ۔ پاک مرے دیدۂ تر کر گیا
کیونکہ کوئی کھائے ترا اب فریب ۔ حال مرا سبکو خبر کر گیا
سینے یہ سودا سے کہا ایک دن ۔ غم ترا کیا سینے میں گھر کر گیا
سنکے کہا جو کوئی آیا سو یاں ۔ سیر باندازِ دگر کر گیا
ایک جو ٹانند گل اس باغ سے ۔ خرم و خندان ہو گذر کر گیا
آن کے شبنم کی طرح دوسرا ۔ شام سے رو رو کے سحر کر گیا

کیا تجھے اب فائدہ اس ذکر سے
ہر کوئی اک طرح بسر کر گیا

بہنا کچھ اپنی چشم کا دستور ہو گیا
دی تھی خدا نے آنکھ پہ ناسور ہو گیا

بھٹکی پھرے ہے کب سے خدایا مری دعا
دروازہ کیا قبول کا معمور ہو گیا

خوش ہیں شکستہ بالی سے اپنی ہم اسلئے
پرواز کا تو دل سے خلش دور ہو گیا

شب آ گیا جو بزم میں پیارے تو یک بیک
چہرے سے رنگ شمع کا کافور ہو گیا

جا ہی بھڑا تھا اس صف مژگان سے دل مرا
پر زخم یہ اٹھائے کہ بس چور ہو گیا

سودا کو کہتے ہیں کہ ہے اس سے مصاحبت
کتنا غلط یہ حرف بھی مشہور ہو گیا

اوروں کی نسبت ان دنوں کچھ لگ چلا تھا وہ
دو چار جھڑکیوں میں بد دستور ہو گیا

نامہ کو میرے جو سوئے جاناں نہ لے گیا
گویا وہ نامہ شمع کو پروانہ لے گیا

بزم بتاں میں یا دل صد پارہ جو گیا
آئینہ خانہ میں نہ پری خانہ لے گیا

اس سے ہوا ہے کسکو سخن کرنے کا جو شوق
جرم نگہ پہ دل بہ جرمانہ لے گیا

دیوانے کا ترے بجہان اشتیاق دید
آبادی جہان کو ویرانہ لے گیا

تقوے کا اسکے موسم گل لے گیا یہ رنگ
زاہد کو خانقہ سے میخانہ لے گیا

کیا جانے شیخ کعبہ گیا یا بسوے دیر
اتنا تو جانتے ہیں کہ پیمانہ لے گیا

ملا یہ مست ہے کہ ہر اک طفل مکتبی
مقراض چوک سے عوض شانہ لے گیا

گذرا کبھو نہ وہم میں وہ اہل ہوش کے
دنیا سے لطف زیست جو دیوانہ لے گیا

چونکیں ہیں تیرے بخت تو سن لکھ وہ اہل ہوش
خواب عدم میں بختوں کا افسانہ لے گیا

پہلے قدم کے نقش پہ جسکا گرا ہے سر
گو راہ عشق میں وہی مردانہ لے گیا

دزدی کا ظن کیا ہم انہوں سے دہر نے
خرمن سے مور انھوں کے اگر دانہ لے گیا

ظالم تری زبان نے کیا مجھپہ کار تیغ
فرقت کا نام تو کبھو سودا نہ لے گیا

سودا وہ شاد ہے کہ ز الطاف دوستان
اس دور میں نباہ یہ بیگانہ لے گیا

اپنے کا ہے گناہ بیگانے نے کیا کیا
اس دل کو کیا کہوں کہ دیوانے نے کیا کیا

یانتک ستانا مجکو کہ رو رو کہے تو ہاے
یارو نہ تم سنا کہ فلانے نے کیا کیا

پردہ تو رازِ عشق سے اے یار اُٹھ چکا
کہہ سو دہمسے منھ کے چھپانے نے کیا کیا

آنکھوں کی رہبری نے کہوں کیا مین دل کے ساتھ
کوچے کی اُسکے راہ بتانے نے کیا کیا

کام آئی کوہکن کی مشقت نہ عشق مین
پتھر سے جوے شیر کے لانے نے کیا کیا

ٹک دیر تک اپنے آمدے ناصح کا حال دیکھ
مین تو دیوانہ تھا پہ سیانے نے کیا کیا

چاہون مین کس طمع پہ زمانے کی دوستی
اوروںسے دوست ہوکے زمانے نے کیا کیا

کہتا تھا مین گلے کا ترے ہو اٹھے گا ہار
دیکھا نہ گل کو سر پہ چڑھانے نے کیا کیا

سودا ہے بیطرح کا نشہ جام عشق مین
دیکھا کہ اُسکو منھ کے لگانے نے کیا کیا

ردیف بای موحده

مولیٰ کو بھی ترا کرے احیا پیام لب
عیسیٰ سخن کو سن کے ترے ہو غلام لب

جون خضر زندگی ابد ہو اُسے نصیب
یکبار دے تو جسکے تئین بھر کے جام لب

بوسے کی آرزو مین کٹی عمر بھر کبھو
اکدن ترے لبونسے نہ پایا مین کام لب

ہم سلسلے مین بات کے اُسکی ہوئے اسیر
رکھتا ہے صید دل کے لیے شوخ دام لب

جبتک جیے وہ نام فصاحت نہ لے کبھو
سحبان سنے جو سودا کا شیرین کلام لب

کھولی گرہ جو غنچے کی تو نے تو کیا عجب
یہ دل کھلے جو تجھسے تو ہو اے صبا عجب

گل وا و عندلیب کو پہونچا تو کیا ہوا
فرہاد کو مری ہے پہونچنا ترا عجب

فرزند اس زمانے مین کب ہو پدر سے صاف
آئینے کو ہے سنگ سے ہونا صفا عجب

اسلام چھوڑ ہمنے کیا کفر اختیار
تو بھی وہ بت نہ رام ہوا اے خدا عجب

بالین پہ تو مرے نہ جگہ تنگ کر مسیح
یہ وہ مرض ہے جس سے کہ ہوتی شفا عجب

بیگانہ وار آکے نہ پوچھا کبھو ہمین
تم بھی کوئی ہو جان مری آشنا عجب

کی سیر ملک کی سودا نے بھی ولے
اے شیخ میکدے کی ہے آب و ہوا عجب

گر عذر میرا نہین ہے شیشہ خالی محتسب
تیغ ہے آہین شراب پر تگالی محتسب

کیونکہ ترک مے کرین کچھ آج کے میکش نہین
ہمنے میخانے مین آگے سدھ سنبھالی محتسب

گر سبو سے مے مرے سر پہ ہی تیرے سے نہین
وضع کچھ دستار کی اس سے نرالی محتسب

دخت رز کچھ ایسی ہے تیری جو تجھپر ہے حرام
ہمنے تیری ضد سے اب گھر مین ڈالی محتسب

ریش کو تسمے سے بن باندھے ترے چھوڑون نہین
ہاتھ آیا ہے مرے مضمون عالی محتسب

پھر جو نکلا میکدے کی راہ تو تجھپے ترے
بیت یہ سکھلا لگا دونگا ڈفالی محتسب

تیرے غرانے کو سودا لاوے کب خاطر کے بیچ
تجکو وہ سمجھین ہین پشم شیر قالی محتسب

گرچہ ہون زیر فلک نالہ شبگیر نصیب
پر اسے کیا کرون یارو نہین تاثیر نصیب

جب نہ تب اسکو پڑا زلف گرہگیر سے کام
کسقدر یہ دل دیوانہ ہے زنجیر نصیب

ٹوٹے دل کو نہ بناتے مین کسیکو دیکھا
ظاہرا دہر مین یہ گھر نہین تعمیر نصیب

کام جو خوب بھی ہو مجسے تو مانو ہو برا
کچھ سمجھین دوس نہین ہو نہین ہی تقصیر نصیب

جرم گر غیر کرے تو بھی معاتب ہون مین
بیگنہ دیکھا ہے مجسا کوئی تعزیر نصیب

کوئی ہے کشتۂ ابرو کوئی بیجان ز نگاہ
تیغ قسمت مین کسو کے ہے کوئی تیر نصیب

کیمیا خاک در شاہ نجف ہے سودا
حق تعالی کرے اسطرحکی اکسیر نصیب

نالہ سینے سے کرے عزم سفر آخر شب
راہرو باندھتے ہے چلنے پہ کمر آخر شب

گر نہ تزئین کرے مقبول نظر آخر شب
گوش مین گل کے نہ شبنم ہو گہر آخر شب

سانس ٹھنڈی کسی مایوس کی ہین ورنہ نسیم
کر سکے ہے ترے کوچے سے گذر آخر شب

مژدۂ وصل ترا یار تجھے یون پہونچا
جون مہ عید کے صائم کو خبر آخر شب

دوست ہرچند ہمارا ہے موذن لیکن
دشمن خواب ہے جون مرغ سحر آخر شب

اسقدر شیفتہ ہے شکل کا اپنی کہ سدا
آئینہ ہاتھ مین مشرق کو نظر آخر شب

روکون نالیکو نہ لب پر تو کرون کیا ایدل
شام تاثیر نہ آئین نہ اثر آخر شب

انتہا عیش جہان کی جو تو دیکھا چاہے
بزم مستان پہ نگہ غور سے کر آخر شب

صورت ماہ شب بست و چہارم سودا
کچھ تو ڈھلا جلوے سے آیا وہ نظر آخر شب

ٹک خاک لے تو چھوڑ کے غافل پلنگ و خواب
آخر کو پھر یہی ہے کہ چھاتی پہ سنگ و خواب

بیداری مسجدوں کی خوشا حال زاہدا
اک ہم ہیں رو سیہ کہ خرابات و بنگ و خواب

کیا کیا کہوں جو مجھسے ترے عشق نے لیا
صبر و حیا و دین و دل و عار و ننگ و خواب

پھولوں کی سیج پر جو نہ سوئے تو کیا ہوا
یہ عیش ہے کہ تو ہو بغل بیچ ننگ و خواب

گھائل کی تجھ نگہ کی لگی کسطرح سے آنکھ
کچھ بھی ہے ربط عشق کا ظالم خدنگ و خواب

کیا کیا لڑائیاں تھیں سر سونے میں اب ہم
جا لگنے بخت پھر بھی کہ ہووےگا جنگ و خواب

کسنے چمن میں آنکے آنکھیں لڑائیاں
نرگس کا اُڑ گیا ہے مری طرح رنگ و خواب

جھولے کے پینگ بن نہیں آتی ہے اسکو نیند
کیجا کرے ہے شوخ ہمارا شلنگ و خواب

ٹوٹا وضو شیخ تو جو ہووے اسکی نیند
اُچٹی تو یہ کہا کہ صدائے تفنگ و خواب

دے مت شکست خواب و دل سخت کو فلک
پائے طاب کو دے عوض اسکے تو لنگ و خواب

بیخوابی سے ہے سیر جو شاکی وہ شمع رو
یارو کہو یہ اُس سے کہ ناداں پتنگ و خواب

کچھ نیند چاہتا ہے سووں زیر آسمان
سودا یہ کچھ شعور ہے کام نہنگ و خواب

مجھ اشک میں جوں ابر اثر ہوئیگا یا رب
قطرہ کبھی مرا بھی گہر ہوئیگا یا رب

آوارہ ہے اتنا کہ میں جاتا ہوں جب اُس پاس
رہتا ہے یہی سوچ کہ گھر ہوئیگا یا رب

گذرے ہے شب و روز اسی فکر میں مجھکو
کیا جانیے اسوقت کدھر ہوئیگا یا رب

آخر تو پھرے ہے وہ سدا خانہ بخانہ
ایدھر بھی کبھو اُسکا گذر ہوئیگا یا رب

کہتے ہی کٹتی ہے مجھے ہجر کی ہر شب
اب پھر بھی کبھی وقت سحر ہوئیگا یا رب

نالے سے مرے بہ گئے کہسار ہو پانی
اُسکے کبھو دل میں بھی اثر ہوئیگا یا رب

دلکو تو نہ کر اُسکے گرفتار کسیکا
اسمیں ترے سودا کا ضرر ہوئیگا یا رب

ہمیشہ ہے مری چشم پر آب در تہ آب
سوائے اسکے نہ دیکھا حباب در تہ آب

تو اپنا رُوئے عرقناک آئینے میں دیکھ
کہ گل سمیت ہے پیارے گلاب در تہ آب

سخن کی جستی دُرستی ہے بحر معنی میں
کہیں گہر ہے کہیں ہے سراب در تہ آب

گئی ہے سر سے گذر موج اشک آنکھوں کی
مجھے بہا لے گئی خانہ خراب در تہ آب

گرہ جو تو لب دریا پہ زلف سے کھولے　　رواں ہو موج ز شرم و حجاب در تہ آب
دلیل ہے تری شب بے نقاب پھر نکلی　　چھپے ہے شرم سے جا آفتاب در تہ آب
جو دیکھے مرغ ہوا کو وہ دام میں تیرے　　تو ہووے رشک سے ماہی کباب در تہ آب
نکل کنارے پہ جھاڑے غبار دامن سے　　غریق بولے جو یا بو تراب در تہ آب
جبین صاف دلوں پہ کہاں غبار ملال　　رکھا ہے ریگ کو دریا نے داب در تہ آب
تو نفع بے ضرر اس بحر بیکراں میں نہ ڈھونڈھ　　اگر ہے پہلو میں دُر خوشاب در تہ آب

اگر نہ چرخ دنی ہو تو کر یقین سودا
گہر ہو بر کف دریا حباب در تہ آب

کیا تاب ہے جو منھ پہ ترے آوے آفتاب　　دیکھے تو بھر نگاہ تو جل جاوے آفتاب
دیکھے جو منھ ترا تو یہ کہتا ہے شرم سے　　یارب تہ پھٹے زمین تو سما جاوے آفتاب

کیوں اسیری پر مری صیاد کو تھا اضطراب　　کیا قفس آباد ہو گئے کو سنے گلشن خراب
فصل گل ہے لیک گلگشت چمن کی کس کو تاب　　مست ناز اپنے میں ساقی ہیں سیہ مست شراب
بہ گئے پانی ہو سب اعضا مری آنکھوں کی راہ　　پیرہن میں ایک دم باقی ہے مانند حباب
نہ جاوے سر سے مرے تا ابد ہوائے شراب　　برنگ دُرد تہ خم ہوں خاکپائے شراب
اٹھا نہ سکے ارض و سما کے پردے کو　　نگہ کے آگے سے میرے کوئی سبوئے شراب

ردیف التاء

دوا بہت ہی جو ہووے سر کو سنگ و خشت شکست　　نہ ہو وہ روز کہ پہنچے ز بخت زشت شکست
مگر وہ کام دل دیندار و کافر سے　　کہ پہنچے تا بدر کعبہ و کنشت شکست
وہ دکھ نہیں جو تجھے کوئے یار کا کانٹا　　نپائے پاؤں میں خار گل بہشت شکست
شکستہ دل نہ رہوں کس طرح کہ عاشق کے　　بسان زلف بتاں رکھتی ہے سرشت شکست
جو پوچھا حال یہ کچھ آج سے نہیں عشاق　　ازل سے رکھتے ہیں عاشق یہ سرنوشت شکست
بیاں کیا کروں میں تیری نشست گوئی کا　　یہ دل ہے وہ کہ جسے دیوے ایک مشت شکست

غزل یہ سودا تری سن کے رنج ہوئے شاعر
کہ جوں ملے شہ شطرنج کو زشت شکست

فندقی انگشت سے کیا کر رہا ہے رنگ دست
نظروں مین عشاق کے ہی دستہ اورنگ دست

کیسی ہی دولت ہو گو عاشق پہ ہی وہ تنگدست
یار کی گردن سے جب ہجاے سو فرسنگ دست

یان نگین لعل کی انگشتری ہے کسکو طمع
فقر کا ہرگز نہین آتا ہے زیر سنگ دست

شانہ پہونچے زلف تک اُسکے رہے محرم تو
کاٹ ڈالون تجکو مین اے نارسا ئے ڈھنگ دست

کیا دیا ان نے کسیکو آسمان ہے جسکا نام
اس دنی کے سامنے پھیلا نہ اے بیسنگ دست

گر خدا توفیق دے کچھ دے نہ اڑ سائل سے تو
کب کیا ہی خلق تیرا حق لے پھر جنگ دست

چھوڑ دے دنیا کو جو کوئی بزیر آسمان
ہمت حاتم کا پہونچے اُسکے کب پاسنگ دست

نقش پاے شاہ مردان ہے منور اسقدر
جسکو سودا دیکھکر خورشید کا ہو دنگ دست

لاگے ہے کسکے منھ پہ یاین زور پشت دست
باندھے پھرے ہے آج وہ مغرور پشت دست

پیدا ہو کیونکہ قرب قدمبوس مجھکو آہ
جنبش مین دیکھتا ہوں مین از دور پشت دست

کس کس طرح کی جنبش کو دل کی بنا بنا
جب لیگیا ہون مین تو بدستور پشت دست

سن رکھ کہ تیرے بازوے ہمت سے اے فلک
ہے فقر کا مرے کہین پر زور پشت دست

شہرہ اگر رکھے ہے کف جود خلق مین
اس سے زیادہ اپنے ہی مشہور پشت دست

گت سو طرح کی گردے ہے جس آن زاہدا
رکھ گال پر چلے ہے ترا پور پشت دست

یا جام مے وہ دست دے یا پیالہ زہر کا
لاتا کسی پہ یان نہین مقدور پشت دست

ہر صبح وہ ہنسے ہے رخ آفتاب پر
دیکھی ہی جن نے یار کی پر نور پشت دست

کوچے مین تب تو عشق کے سودا قدم تو رکھ
بھر عمر کاٹنی ہو جو منظور پشت دست

ہوئے ہین غنچہ سنکے دل بیقرار تیرے ہات
گئی گلو نکی چمن سے بہار تیرے ہات

خزان سے پوچھیے ہو رد رد کے آج یون بلبل
لٹا ہے باغ کا یہ برگ و بار تیرے ہات

دل رمیدہ مرا ایک جانسے اے صیاد
تو فخر کر کہ ہوا ہے شکار تیرے ہات

جنھون کے نور بصر تو نے کھو دیے اے غم
وہ کیونکہ رو وین نہ اب زار زار تیرے ہات

تمام عمر مری اس چمن مین جون نرگس
مندی نہ چشم تک اے انتظار تیرے ہات

نہین کچھ اور دکھا اسوقت اے ستم ناصح
ہین آج رو دون ہون بے اختیار تیرے ہات

خدا تجھے بھی کرے داغ آتش ہجران
جلے ہے سودا کا دل شمع وار تیرے ہات

دین و کفر آنکھوں نے تیری کر دیا اے یار مست
صاحب تسبیح مست و صاحب زنار مست

چشم و ابرو کو ترے یون دیکھکر کہتی ہے خلق
تل رہے ہین کھینچ کر آپس مین دو تلوار مست

جام گل نے کھو دیا ہے باغبان کا ابکی ہوش
نغمۂ بلبل سے گلشن کے در و دیوار مست

چاہتی ہین خون دل یون ہر دم آنکھین تری
بادۂ گلرنگ کو مانگین ہین جون ہر بار مست

چشم سے گوشے کے آنکھ کا اشارا کر گیا
بات وہ ثابت نہین جسکا کرے اقرار مست

ہوش مجکو تا دم محشر نہ آوے گا طبیب
ہو گیا ہون مین بیاد نرگس بیمار مست

سچ تو کہ کس میکدے میں آج سودا پی ہے مے
دیکھکر مستی کو تیری ہو گئے ہشیار مست

ہستی کو تری بس ہے اک گل کی اشارت
کافی ہے مرے نالے کو بلبل کی اشارت

فتوی طلب اے یار نہ قاضی سے کر و نین
تو بہ شکنی کو ہے مرے دل کی اشارت

تل میٹھ مری آنکھون مین ہے ساعت نیک آج
یہ چشم تراز دین ترے تل کی اشارت

ہے باعث جمعیت دل ایک جہان کی
اے شوخ پریشانی کاکل کی اشارت

تقوے کے نہین بار سے قد خم ترا اے شیخ
اک خلق مین مشہور ہے اس دل کی اشارت

یاد آئی تری زلف نہ مجکو جو چمن مین
دے تاب مرے دلکو نہ سنبل کی اشارت

عشاق کو تجھ چشم کے حاجت نہین مے کی
بیہوش کرے سودا کو قلقل کی اشارت

نامے کا اپنے چمن مین جو کرے ساز درست
کب نکل سکتی ہے بلبل سے پھر آواز درست

سرو گلشن کو قد یار سے نسبت کیا ہے
قامت اسکے مین قیامت کا ہی انداز درست

آجتک عیسیٰ سے عاشق نہ کوئی مر کے جیا
کام کرتا ہے یہ معشوق کا اعجاز درست

اور ونکا ناز جو دیکھا تو یہ بد خلقی ہے
ناز تجھسا جو کرے تب تو ہے وہ ناز درست

ڈرتے ڈرتے جو کہا مین کہ ترا عاشق ہون
قہقہہ مار لگا کہنے وہ طناز درست

وعدۂ وصل سے تیرے نہین دلکو تسکین
قول کہتے ہین کوئی تجھسے دغاباز درست

مغ نے دی پگڑی یہ زاہد کے تجھے قرض سے سر
کام سودا ہی کا ہوتا ہے خدا ساز درست

بزم غم خون جگر پر مرے مہمان تھی رات
آہ سرگرم مرے شمع شبستان تھی رات

دیکھیے آج کہ کس طرح سے گذرے ہم پر
دینے محشر کی تو کل دست و گریبان تھی رات

قطرے اُس چہرے پہ شبنم سے تھے عرق کے گویا
جائے شبنم بگلستان گہر افشان تھی رات

گریہ صبح سوا چشم کسو نے نہ دھوئی
اشک خونین سے مژہ پنجۂ مرجان تھی رات

گذری یوں مارتے اس طرح کہ جیسے شب وصل
بیخودی اپنی عجب بر سر احسان تھی رات

شب جو دیکھا میں تجھے آئینہ خانہ میں یار
گو یا اُس گھر میں بر از ماہ جبینان تھی رات

دن تو نظروں میں شب تیرہ تھا میرے تجھ بن
محفل غیر میں خورشید درخشان تھی رات

ہو کے مایوس شفا شب یہ کہے تھا سودا
شمع بالین بھی سن اس حرف کو گریان تھی رات

لاکھ تدبیر طبیبوں نے مری کی افسوس
درد و ہجران کے لیے وصل کی درمان تھی رات

عشق اپنے کی فلک نے جہاں میں ہوائی بات
اس پیٹ میں نہ اتنی سی یار و سمائی بات

صورت بلی دلی کی زبانکو کر دے گیا
گو ہمسے تیتے صحبت شب کی چھپائی بات

کوتہ ہوا تھا قصۂ خط آنے سے یار کے
کھلوا کے ہمنے زلف کو ناحق بڑھائی بات

غماز سے نہ یار کا خس پوش ہو گلا
شعلہ زبان دراز ہے اسکی لگائی بات

کیا جانیے یہ کس گل و بلبل کا راز ہے
غنچہ کی رک رہی ہے دہن پر جو آئی بات

فرماؤگے جو تم تو اٹھالونگا میں پہاڑ
پر غیر کی نجائیگی مجسے اٹھائی بات

چھپنے کی عشق کی نہ بنی بات ہیش یار
سو طرح سے میں سامنے اُسکے بنائی بات

خوبی بدی سے دہر کے کچھ یاد اب نہیں
کرتب نے دل کی جیسے مری سب بھلائی بات

پروانہ اور شمع کی صحبت نہ مجھسے پوچھ
اپنی نہ کہہ سکا تو کہوں کیا پرائی بات

کل میں کہا تھا یار سے تھے وہ ہی خوبرو
سر اک سے اختلاط کی جنکو نہ بھائی بات

سودا بریدہ ہو یہ زبان جسکی رو سے آج
میری ہی خصم جان ہوئی میری تبائی بات

ہندو ہیں بت پرست مسلمان خدا پرست
پوجوں میں اس کسیکو جو ہو آشنا پرست

اس دور میں گئی ہے مروت کی آنکھ پھوٹ
معدوم ہے جہان سے چشم حیا پرست

دیکھا ہے سب نے رنگ کفک تیرے پانو میں
آتش کو چھوڑ گبر ہوئے ہیں حنا پرست

چاہے کہ عکس روست یہ ہے تجھ مین جلوہ گر
آئینہ وار دل کو رکھ اپنے صفا پرست

آوارگی سے خوش ہون اتنا کہ بعد مرگ
ہر ذرہ میری خاک کا ہوگا ہوا پرست

خاک فنا کو تاکہ پرستش تو کر سکے
جون خضر مت کہا یو آب بقا پرست

سودا سے شخص کے تئین آزردہ کیجیے
اے خود پرست حیف نہین تو وفا پرست

بنگ پی بنگ خیال اسکا ہے افلاک پرست
زاہد اپنیک افیون سے نہو خاک پرست

کسنہ مین جلوہ خوبی کی تری ہے شب و روز
شکل آئینہ کے حیران دل دراک پرست

دختر رز کے تو ہم بندہ مورو ثی ہین
مے پرستی سے کہین آگے تھے ہم تاک پرست

صد لب تشنہ ہے اس قلزم خون کا اپنے
وقت جولان جو نہووے ترا فتراک پرست

گبر آتش کے تئین پوجے ہے آتش خس و خار
مین پرستش کرون تیری تو ہو سناک پرست

قطرۂ اشک مرا گرکے زمین پر ہو تلف
جز رخ سر سبز کرے دانہ جو ہو خاک پرست

کر رکھا ہے کلس گنبد دستار دسے
شیخ جی آپ ہین کس مرتبہ مسواک پرست

واعظا دیکھیو بولا تو اگر سودا سے
بے طرح کا ہے یہ کافر بت بیباک پرست

نظر آجاے ہے جیسی کہ ہندوستا نین صورت
کبھو کا ہیکو خلق ایسی ہوئی کنعا نین صورت

زلیخا سے کہو ٹک دیدۂ تحقیق تو کھولے
بہ از یوسف نظر آویگی ہر انسا نین صورت

چمن مین شور ہے تجھ جامہ زیبی کا ہر اک گل کے
نظر آتی ہے چاک جیب کے داما نین صورت

ترا دل کیون نہ میرے خون کا پیاسا ہوا ے ظالم
ملی ہے اسکو تیرے تیر کی پیکان مین صورت

سمجھتا لیکھ ہر پتھر کی نادان نقش شیرین کا
بنانے کیون گیا فرہاد کوہستا نین صورت

گذر کرنیکا میری خاک پر کیون عہد کرتا ہے
نہیں ایفاے وعدہ کا ترے پیما نین صورت

زمانے کو بھلا سودا کوئی کسطرح پہچانے
کہ اس ظالم کی کچھ سے کچھ ہے ہر آک نین صورت

دیکھے بلبل جو یار کی صورت
پھر نہ دیکھے بہار کی صورت

برق دیکھی ہو جسنے سو جانے
مجھ دل بے قرار کی صورت

دل تڑپتا ہے دیکھنے کو مرا
خنجر آبدار کی صورت

جو کوئی دیکھتا ہے روتا ہے
مجھ دل داغدار کی صورت

کیون نہ سودا ہو بلبلون کا دل
دیکھے بن لالہ زار کی صورت

پانے سے ہے کسے نا تقف اسرار محبت
پوچھے نہ خدائی کو پرستار محبت

آتش ہے تری گرمی بازار محبت
کیا لیگا بجز داغ خریدار محبت

کیون مجکو نہ مارا غم دوری نے ترے آہ
کس منھ سے کرونگا مین پھر اظہار محبت

کرتے ہین اسیر قفس و دام بھی فریاد
لے سکتے نہین سانس گرفتار محبت

کیونکر نہ کراہے بھلا وہ ناصح بیدرد
جس دل مین کھٹکتا ہو پڑا خار محبت

دعوی مری صحت پہ مسیحا کو غلط ہے
بچتے ہی نہ دیکھا کوئی بیمار محبت

قاصر ہے زبان شکر مین قاتل کی ہمارے
کیا سہج مین آسان کی دشوار محبت

ہر جرم کو ہے عفو ترے عہد مین ظالم
گردن زدنی ہے سو گنہگار محبت

باتون سے کچھ اپنی نہین تیر اگلہ منظور
شکوے سے مرادیتی ہی گفتار محبت

ٹک سادہ دلی پر تو مرے رحم کرلے یار
ہون تجھسے ستمگر سے طلبگار محبت

روتی تھی مرے حال پہ سپہری افلاک
جس روز کیا تجھسے مین اقرار محبت

ہر خار سے اُلجھا ہے مرا دامن پرواز
ہون رشتہ بپا بلبل گلزار محبت

دل طوطی خط کو نہ دے اس شوخ کے سودا
کھاویگا اس آئینے کو زنگار محبت

جب تک ہے جہان مین گل گلزار سلامت
یارب رہے وہ گوشہ دستار سلامت

سرسبز ہوا باغ ترے حسن کا خط سے
گر دل رخ آئینہ زنگار سلامت

ردیف ثاء مثلثہ

آگہ کی بحث سے ہے سطح یار بحث
کرتا ہو مست بادہ سے جون ہوشیار بحث

زاہد نہین ہے اپنی تجھے پاس آبرو
رندون سے تو کرے ہے جو وقت خمار بحث

واعظ کسے دماغ ہے تکذیب کا تری
تو ہی کسے ہے سچ نہین اپنا شعار بحث

مارے نہ کیون طمانچہ صبا منھ پہ اسکے صبح
غنچے نے تجھ دہن سے کی اے گلعذار بحث

سودا خموش ہرزہ درا اُنکے سامنے،
طوطی کو زاغ سے ہے بہت ناگوار بحث

جسکے خط آ ترے تو اُس سے دل لگانا ہی عبث
سیر کو وقت خزان گلشن مین جانا ہے عبث

پوچھتے کیا ہو کہ شب کسطرح گذری مجھ بغیر
گذری سو گذری جو کچھ اُسکا فسانا ہے عبث

ابر مین اے یار رہ سکتا ہے کتنا آفتاب
چہرے کو تیرے نقاب اندر چھپانا ہے عبث

کارگر ہوگا ترا افسون یہ یاد رہے تجھے
اس پری پر اے دل وحشی دوانا ہے عبث

یاد کسکو رحم جی مین کب وہ داغ دل کہان
یان نہ آنیکا مرے صاحب بہانا ہے عبث

ناصحا داغ جگر جون شمع پہونچا تا قدم
جل چکا جب کچھ آتش کا بجھانا ہے عبث

کعبۂ دل کی حقیقت کو پہونچ اے شیخنا
خانقاہ و مدرسہ تیرا ٹھکانا ہے عبث

بوسہ کیا مانگے ہے اس سے با این ریش سفید
زاہدا نزدیک آتش پنبہ لانا ہے عبث

غیرت اے سودا نہین ہے مقتضی اسبات کی
جی کی دوری مین پھر اُسکو منھ دکھانا ہی عبث

ردیف جیم فارسی

رہتے تھے ہم تو شاد نہایت عدم کے بیچ
اس زندگی نے لاکے پھنسایا ہی غم کے بیچ

تجھ بن مرا گلا ہے تہ خنجر اجل
ظالم پہونچ وگرنہ چلی جان دم کے بیچ

دل گھر سے دلربا کے تو باہر قدم نہ رکھ
صید حرم کی زیست ہے رہنا حرم کے بیچ

گرمی لگی ہو تجکو تو اے یار آکے بیٹھ،
خسخانے کی ہوا ہے مری چشم نم کے بیچ

آیا نظر جو سودا کو جام شراب مین
دیکھا نہ وہ کسو نے کبھو جام جم کے بیچ

سودا گرفتہ دل کو نہ لا و سخن کے بیچ
جون غنچہ سو زبان ہے اسکی دہن کے بیچ

پانی ہو بہ گئے مرے اعضا نمن کی راہ
باقی ہے جون حباب نفس پیرہن کے بیچ

جن نے نہ دیکھی ہو شفق صبح کی بہار
آکر ترے شہید کو دیکھے کفن کے بیچ

وہ خار سر خرد نہین اہل جنون کے پاس
پابوس کو مرے جو نہ پہونچا ہو بن کے بیچ

کل رخصت بہار تھی شبنم صفت میں رو نہ
رو دیا ہر ایک گل کے گلے لگ چمن کے بیچ

آتشکدے مین دیکھ کہ شعلہ ہے بیقرار
آرام دل جنون کو نہین ہے وطن کے بیچ

بعد از شباب ہون تری انکھیان پُر بادہ مست
ہوتا ہے زور کیف شراب کہن کے بیچ

دیتا ہے مشک تجکو مرے خون دل کی بو
پہونچی شمیم زلف کسیکی ختن کے بیچ

سودا نے اپنے یار سے چاہا کہ کچھ کہون
ایسی کی اک نگہ کہ رہی من کی من کے بیچ

ہے چشم نہ ابرو نہ کرشمہ نہ ادا ہیچ
مہ گیند ہے بازی کی ترے اسکے سوا ہیچ

سیر چمن عمر جو کی ہمنے تو کیا ہیچ
رنگین ہے جوانی کا گل اسمین سو تھا ہیچ

شیشے کو بھی توڑو تو نکلتی ہو اک آواز
عاشق ہی کا وہ دل ہی کہ ٹوٹے تو صدا ہیچ

اسباب جہان دل نے کیا جب نظر انداز
پوچھا جو مین کیا دیکھے ہے دیوانے کہا ہیچ

ناصح تو نہین چاشنی درد سے آگاہ
بے عشق تہان جینے کی لذت بخدا ہیچ

اس جامہ پہ اتنا نہ ابھر بلبلے کیطرح
جامہ یہ ترا پوچ ہے تو غنچہ ہوا ہیچ

مانی نہ بندھے گا کبھو نقش اسکی کمر کا
فرسودہ نہ کر خامہ کو بیفائدہ کیا ہیچ

کیا قافلہ عمر سبکرو ہے کہ جس مین
چلتا ہے جو سنے سامعہ آواز درا ہیچ

شاہان سے سوال اپنا رعونت شکنی ہی
کونین تلک ورنہ ہے پیش فقرا ہیچ

ہم شیخ کی سنتے تھے مریدی سے بزرگی
دیکھا جو انھین جاکے تو عمامہ سوا ہیچ

دل دے ہی گواہی کہ ہے اس ناقہ مین لیلا
مجنون تو خبر لے نہین آواز درا ہیچ

سودا سے کہا مین کہ ترے شعر کو سنکر
دیکھا جو تجھے آکے تو اے بے سر و پا ہیچ

بولا کہ تجھے یاد ہے وہ مصرع بیدل
عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ

جان عشاق کی ہے چھوڑے یہ کر یار کے بیچ
دل سمجھتا نہین تو اس بت عیار کے بیچ

دلکو تو کھینچ لیا تار کمند کاکل
جان کے پیچھے پڑے اب تری تلوار کے بیچ

کسطرح آنکھین لگاتی ہے مرے گلرو سے
باغبان دیکھ تو اس نرگس بیمار کے بیچ

عشق پیچے کی گیا سیر کو آخر وہ صنم
باغبان اپنی نظر مین ہین یہ گلزار کے بیچ

سبحہ گردانی پہ سودا کے تو مت جا اے شیخ
دور کرتا ہے کوئی دل سے یہ زنار کے پیچ

یارو ہین کیا عہد اسے مانیو تم سچ
پھر دل نہ کہین دون اگر ابکی رہے جی بیچ

جلنے کی تو کچھ تشکل نظر اب نہین آتی
دان پرورش جور و جفا لینے کی یان پیچ

ڈوبا ہے شفق بیچ صنم پنجۂ خورشید
یا مہندی کا ہاتھون پہ ترے رنگ رہا رچ

ایام جدائی کی مصیبت سو کہون کیا
پھر رات قیامت ہے جو دن کاٹیے مر مچ

جاویگی چلی بوئے گل اس باغ سے عریان
گو غنچہ بھرے رخت سے بقچے کو مچا مچ

گالی نہین سنے بوسہ مرے دلپہ گوارا
چھوٹا کوئی کھاتا ہے تو میٹھے ہی کی لالچ

شیخ اٹھکے جو شب کھا گئے جو ریسے مہیلا
پھرتے ہین مرید انکے پڑے ڈھونڈتے گھر بیچ

ہوتی نہین کچھ دلکو غذا اندنون تحلیل
ناصح کو یہ رونا ہے سو غم کھائیگا ان بیچ

ہر بیت رکھے ہے یہ غزل ایسی ہی مضبوط
سودا کوئی جون ریختے کے گھر پہ کسے پیچ

ردیف حاء مہملہ

تجھ بن بہت ہی کٹتی ہی اوقات بے طرح
جون تون کہ دن تو گذرے ہے پر رات بیطرح

ہوتی ہے ایک طرح سے ہر کام کی جزا
اعمال عشق کے ہین مکافات بے طرح

بلبل کر اس چمن مین سمجھکر ٹک آشیان
صیاد لگ رہا ہے تری گھات بے طرح

پوچھا پیامبر سے جو مین یار کا جواب
کہنے لگا خموش کہ ہے بات بیطرح

ملنے نہ دینگے ہم سے تجھے اکیدم رقیب
پیچھے لگا پھرے ہے یہ بد ذات بیطرح

کوئی ہی مو رہے تو رہے اسمین شیخ جی
داڑھی پڑی ہے شانے کے اب ہاتھ بیطرح

سودا نہ مل کر اپنی تو اب زندگی پہ رحم
ہے اس جوان کی طرز ملاقات بیطرح

شمع مین ہر چند ہے سر سے گذر جانیکی طرح
کھب گئی لیکن ہمارے دلمین پروانے کیطرح

یا تبسم یا نگہ یا وعدہ یا گاہے پیام
کچھ بھی اے خانہ خراب اس کے لانے سمجھانے کیطرح

بلبلونکو دون ہون دیوان فغانی کا مین درس
ورنہ گلشن مین ہے میرے کونسی جانیکی طرح

تجھ بن آنکھون نے مری مردم ہوے صحرا نشین
سیل سے مجھ اشک کے ہر گھر ہے ویرانے کیطرح

کاٹکر بیٹھے ہے ناگن تب اثر کرتا ہے زہر
سیکھ لی زلفون نے تیری ان نے بل کھانیکی طرح

گھر کیا اپنا بتان نے دلکو میرے دے شکست
توڑ کر کعبہ بناتے ہین یہ بتخانے کی طرح

جائے گل توڑے ہے گلچین باغبان اب کی بہ گل
کچھ نظر آتی ہے اے سودا بہار آنیکی طرح

آہ کس سرو مین قمری ہے قد یار کیطرح
نالہ کرتی ہے تو میرے دل افگار کیطرح

طفل کنجشک کا بھی دیکھا کبھو ربط بہم
دلسے میرے بہی اس شوخ کی ہے پیار کیطرح

نہ بندھی قصد پر کاہ تلک ہم سے کمر
تیغ اگر جزو بدن اپنی ہو کہسار کیطرح

تجھ فروتن کی ہے جون نقش نگین بات پسند
گو نظاہر نہو سیدھی مری گفتار کیطرح

دیکھتا ہون نہین تری بزم مین ہر ایک کا منہ
طلب رحم کی نظرون سے گنہگار کی طرح

ڈالی بازار جو سودا نے متاع دل کو
لٹ گئی دیکھتے ہی جنس خریدار کیطرح

لطف نشاط بادہ و حسن ظہور صبح
ملکر ہوا ہے خلق دو جان سرور صبح

لہرائی ہے نسیم سحر کیا ہے ساقیا
گویا ہے موج بادہ بجام بلور صبح

حلقہ مین اسکی زلف کے عارض پہ گر نظر
جو شب مین رہ گیا ہو گرہ کھا کے نور صبح

گذرے ہے چشم تر سے مری یون وہ سیم تن
جیسے کنار بحر سے ہوئے عبور صبح

آویزہ گہر ہے نبا گوش یار مین
یا سرنگون ہے اسکے مقابل غرور صبح

خاکستر اپنے سوختہ دل کی صبا کے ہاتھ
تحفہ تری گلی کو ہے بھیجا حضور صبح

سودا کہون مین یار سے کیا جسکے سامنے
اڑ جائین ہین حواس برنگ طیور صبح

ردیف خاء معجمہ

نہ بیچے دل کہین یارو بزیر نیلین کاخ
ہین دلبران جہان ہر مرغ دل طباخ

کسی سے ہو نہ علاج رہ اذیت دہر
کہ بند ہو نہ سکے منہ پہ موش کے سوراخ

کریم وہ ہین تواضع کریم جو کرتے ہین
ثمر نہ پھیر کے دے ہے جو پرثمر ہو شاخ

جگہ حرم مین نہ راہب کو شیخ کو نہ دیر
ہین حمد کے خانۂ مشرب کے کسقدر ہے فراخ

سخن انہون کا جہان مین قبول دلہا ہے
سخن نہ کر سخن مقبلان مین ہو گستاخ

مین مرغ معنی کا اپنے ہون پوست کن سودا
جو شاہباز ہین کب پوچھتے ہون سلاخ

یہ ہات ہو سکے زلف اسکی سی کہان گستاخ
نسیم و شانہ مگر ہو تو ہو وے وان گستاخ

چمن کی سیر مین اسکو اگر سنے دم صبح
چلے بجاے صبا سوے بوستان گستاخ

ضرور ہے ادب خفتگان خاک اے یار
قدم زمین پہ نہ رکھ زیر آسمان گستاخ

ادب سے چل نہ چل آگے وزیر و سلطان کے
قدم نہ رکھیو کبھو سوے مقبلان گستاخ

سمجھ سکے تک کوے میخانہ سے گذر زاہد
کہ رند ہوتے ہین اکثر بزاہدان گستاخ

اسے بہت دہنم سے اخذ مشکل ہے
مزاج جسکے ہو غیور حاجبان گستاخ

تو بادشاہ گدا مین سوال نامعقول
کھڑے کھڑے نہ گدا ہون بخسروان گستاخ

کچھ اسکی بے ادبی کا گلہ نہین مجھکو
نظارہ باز و نسے ہوتے ہین مہوشان گستاخ

نجائیو کبھو لے شیخ بزم خوبان مین
کہ تو وقار طلب آنکی ہے زبان گستاخ

نہین مرا سخن طبع زاد اے سودا
کسی بزرگ کی خدمت مین درجہان گستاخ

مگر انھون سے کئی ہر نہ گوچہ ہین ورنہ
پدر رنجا ہے پسر ہو بہ دمان گستاخ

ردیف دال مہملہ

اشک کو کب ہے شناساے گہر سے پیوند
صاحب درد کی رکھتا ہے نظر سے پیوند

نسبت معنوی لازم ہے دو مصرع مین بہم
شاخ آہو سے نہو شاخ شجر سے پیوند

ہو نہین شرمندہ ناصح کہ گریبان کو مرے
شام آتی ہے اسے کرنے سحر سے پیوند

واے اس دل پہ دلو نہین ہے کہ جسکی فریاد
گوش سے یار کے ہو وے اثر سے پیوند

دامن ابر پہنچتا ہے جو اتنا شاید
کسو عاشق کے ہوا دیدۂ تر سے پیوند

سو جتن ہمنے کئے پر نہ تھمی سوزش اشک
آسمان پھاٹے تو ہو اسکو کدھر سے پیوند

دلکو میرے نہ جدا دل سے کر اپنے ظالم
مین کیا ہے یہ بہت خون جگر سے پیوند

کون ایسا ہے جسے دست ہو دلسازی مین
شیشہ ٹوٹے تو کرین لاکھ ہنر سے پیوند

کھینچتا کیون ہے عبث ناز طبیب اے سودا
درد کو وصلے نہین درد جگر سے پیوند

کھینچکر پوست کرے گردش ایام سفید
چاہیے تجھ چشم کے آگے ہو جو بادام سفید

چوٹ ہو دل میں تو وہ سدرہ پیری ہے
موے چینی نہیں کرتا غم ایام سفید

ہے جوانی سے فزون عشق کو پیری میں فروغ
ظلمت شب کی ہے آغاز کا انجام سفید

لعل حل کردہ ہے جون ظرف بلوریں کے بیچ
پیرہن پہنے ہے جسدم وہ گل اندام سفید

بہت ہر ایک سے ٹکرا کے چلے تھا کالا
ہوگیا دیکھ کے وہ زلف سیہ فام سفید

آج بیمار ترے کا ہے ترقی پر ضعف
صبح تھا زرد منہ اُسکا سو ہوا شام سفید

راتدن اشک ندامت سے دھوا کر سودا
چاہیے رد ہو ترا حشر کے ہنگام سفید

بزم میں وہ شمر و یا رب کریگا کب ورود
یون ہوا آتش زیر پا جس طرح سے مجمر میں عود

آتشیں رخسار پر اُسکے کیا خط نے نمود
گھر جلا وے دیکھیے کس کا اس آتش کا دود

رونق افزا کیون نہو اُس چہرے پر آغاز خط
جتنی ہو تاریک شب ہو نور شمع اتنا فزود

کہتے ہیں نیلم جسے تھا فی الحقیقت میں وہ لعل
ہوگیا ہے رشک سے تجھ لب کے رنگ اُسکا کبود

ہے مسلم حسن کمہ ہر چند ہیں کائنات
گر ترے ہم چشم ہو بیٹھے تو ہے بہلاو کا غدود

زاہد اکی لغ نے مے اس لوبکی کھینچی ہی کہ آج
کوے میخانہ سے گذرا محتسب بھتا درود

یان فقط بجتی ہے ڈھول کے دخل کھانیکا نہیں
مت دکھا ساتھ اپنے پاپے خلق شیخ اتنا نہ کود

اجر نمازون کو ہے اُسکا گو کریں زاہد سناز
غیر کی نام آوری کرتا ہے خاتم کا سجود

ہیں زمانہ کی سخاوت کا نہیں ہرگز مقر
چھین کب لیتے ہیں کچھ دیکر کسیکو اہل جود

یہ دلی جو تجکو سونپے اسکو اپنا مت سمجھ
لے ہے یہ کرتیکو لٹکا کر حساب تار و پود

کوچ اس منزل سے یارونکا نہیں ہے جائے غم
ہم بھی جا پہونچینگے آخر پاس اُنکے دیر و زود

اسلیے خوش ہے مرے دلکو دکھا نیسے وہ شوخ
نالہ میرا گوش میں اُسکے ہے مطرب کا سرود

نقد دل دیکر کہیں جی کو بلا مت مول لے
مان لے سودا نہیں زنہار اس سودے میں سود

لے آئے در پہ ترے جو ستمکشان فریاد
ہوئی کسیکی نہ اُنہیں سے رائگان فریاد

ملے نہ داد خدایا وہ بار ہا میرے
گئے زمین سے لیتا آسمان فریاد

کیا ہے قد کو مرے شاخ ارغوان کا رشک
تھا وے ہاتھ سے اے چشم خونفشان فریاد

ہزار حیف کوئی باغ میں نہیں سنتا
چمن چمن پڑی کرتی ہیں بلبلان فریاد

میں دیکھتا ہون جسے ہے وہ آپ ہی نالان
تمھاری کیجیے کس پاس لے تبان فریاد

ہوا ہے اسکو مرا حال باعث تضحیک
کہ دیکھکر مجھے کہتا ہے شوخ ہان فریاد

تم اپنے جور سے مت سمجھیو کہ نالان ہون
یہ دوستونکو ہے دوری سے دشمنان فریاد

گیا نہ کوئی ترے شہر کنے میرا حال
کہ میرے پاس نہ لایا ہو ارمغان فریاد

نہ میرے دلکو خموشی ہے موجب آرام
کبھو ہوا ہے کرے مرغ نیمجان فریاد

قسم ہے گل کی تجھے عندلیب سودا سے
جو تو کیا نہ کرے مل کے ہمزبان فریاد

برنگ نے نفس غیر تا دمد نہ کرے
کبھی نہ کر سکے تنہا یہ ناتوان فریاد

ہوا ہے داغ مرا دل انار کے مانند
جھڑے ہے آنکھ سے آنسو شرار کے مانند

ہر ایک پاٹ ہے دامن کا تختۂ گلزار
روان ہے چشم سے خون آبشار کے مانند

نہیں ہے سیر کا کچھ لطف باغ میں تنہا
بغیر یار رگ گل ہے خار کے مانند

صدا نہ دل سے ہوئی دیکھکر یہ میگون چشم
تری نگاہ سے ٹوٹا خمار کے مانند

خبر نہیں ہے مجھے ترک چشم نے کسکے
لیا ہے لوٹ مرا دل دیار کے مانند

ہوئی ہے عمر کہ ہم لگ رہے ہیں ان سے
جھٹک نہ دیجیو پیارے غبار کے مانند

ہوا ہے رشک چمن چہرہ یار کا سودا
خط اسکے گرد جو آیا بہار کے مانند

لذت بے رنج بکتی ہے زمانے سے بعید
نوش دے بے نیش یہ زنبور خانے سے بعید

اشک میری چشم کا کیونکر اثر پیدا کرے
سبز ہونا خاک میں ہے اپنے دانے سے بعید

جو نصیحت کرتے ہیں مجھکو نہیں یہ جانتے
عاقلون کو بات سننی ہے دیوانے سے بعید

تجھ دل صد چاک ہی سے وا نہیں ہوتی دریغ
ورنہ کھلتی گانٹھ اسکی لٹ کے شانے سے بعید

اٹھ نہ تو جاؤن در سے تیرے پر کہیں گے نیک و بد
بیوفائی اس سے کرنی تھی فلانے سے بعید

ٹھونک الون ناصح کو میں تو بھی اسکو سب کہیں
بحث دیوانے سے کرنی تھی سیانے سے بعید

یا علی پہونچا ہے سودا در پہ تیرے آپ سے
پھیرنا تیرے کرم سے ہے اس آستانے سے بعید

مین چاہتا نہین دنیا مین عز و جاہ بلند
یہی کہ دونون جہان سے رہے نگاہ بلند

مگر تو مہر کو اے شعلہ خو سمجھتا ہے
کہ اوسکا ہاتھ ہے جون دست داد خواہ بلند

عجب نہین کہ چھٹے ہر فلک سے فوارا
بڑی ہے اشک کے آنیکی دل سے راہ بلند

الٰہی خیر ہو مجنون کی اب کہ یہ برپا
کیا ہے لیلی نے کیون خیمۂ سیاہ بلند

ہجوم فوج خط اسکا نہ کیون بڑھاوے حسن
کرے ہے رتبۂ شہ کثرت سپاہ بلند

یہ چشم قد سے کسو کی ہے آشنا قمری
دکھا نہ سرو مجھے ہے مری نگاہ بلند

اسی لیے واعظ احمق کو پست فطرت جان
ہوا ہے چڑھکے یہ منبر پہ خواہ مخواہ بلند

نکر غرور تو زنہار اسپہ اے نادان
جو مرتبہ ہے ترا شکل مہر و ماہ بلند

کرے ہے گردش دوران طرح ہنڈولیکے
ہر ایک شخص کو یان گاہ پست و گاہ بلند

لیا ہے دل کو جو میرے تو اسکو مت کر تنگ
کہ ہووے ملک کی وسعت سے نام شاہ بلند

ترا بھی نالہ تو پہونچا ہے تا فلک سودا
خدا وہ دن نہ کرے ہو جو میری آہ بلند

ردیف ذال معجمہ

دفتر دہر کا ہے پیش نظر ہر کاغذ
لکھے اپنے کا نہین علم ہے کیونکر کاغذ

لکھ رکھا ہے نہ ملیگا ترے یان ظلم کی داد
دونگا حاکم کو بہنگامۂ محشر کاغذ

لکھنے سے وصف بناگوش کی تیرے اے یار
پاوے ہے ملکون مین اب قیمت گوہر کاغذ

اسکی مین راستی قد کی ثنا لکھتے وقت
نہین پاتا کبھو محتاج بہ مسطر کاغذ

نامہ اس شوخ کو کرتے مین رقم اے یارو
اتنا رویا ہون کہ کیا ہے شناور کاغذ

سانس ٹھنڈی سے بھرتے سوکھے تھا اکدن بھی وہ
اشک میرے سے ہوا لکھنے مین گر تر کاغذ

اب تو مجمر مین طرح عود کے دی ہے آتش
جب مین بھیجون ہون تجھے کرکے معطر کاغذ

مینے سودا سے کہا ملکو نہین اٹھ ڈھونڈھے ہے
تیرے اشعار کا ہر کہتر و بہتر کاغذ

ان سوا سحر لگا ہون کو یہان بھی لہ تھی
تیری تصنیف کا دیکھا ہے مین اکثر کاغذ

خط اوٹھاتے ہین ترے شعر و سخن کے یا تنک
لکھنے کو آتے ہین لے لیکے ترے گھر کاغذ

نقش عامل سے ہو کیا کم کہ پریزادوں کو
تیری ابیات کا کرتا ہے مسخر کاغذ

سنکے یہ اُن نے کہا کیا ہے تعجب اُسکا
دلکش خلق ہے دیوان کا مرے ہر کاغذ

بسکہ رنگینی معنی ہے مرے دیوان کی
ہر ورق کا ہے گلستان کے برابر کاغذ

ردیف راء مہملہ

مجھ ساتھ تری دوستی جب ہو گئی آخر
دنیا کی مرے دل سے طلب ہو گئی آخر

نازاُسکے نے عصیان سے ہمیں باز رکھا ہے
تا ہو وہ رضا مند کہ شب ہو گئی آخر

حاصل تو ہوا وصل ہمیں رات پر افسوس
یک پل میں شب عیش و طرب ہو گئی آخر

کیا فائدہ ہمکو جو ترے لب ہیں مسیحا
عمر اپنی تو جون شمع بہ تب ہو گئی آخر

کیا جام تہی ہاتھ سے لیں عشق کے عشاق
مے حسن کی معشوق سے جب ہو گئی آخر

شوکت نے ہمیں حسن کی کہنے نہ دیا کچھ
بات آن کے سو لب بلب ہو گئی آخر

منت بھری ہی سودا سے یہ کل ہو چکی شیخ
شیخی تھی جو کچھ انمین وہ سب ہو گئی آخر

دیا ہے پیچ دلکو سادہ لوح اس زلف نے باکر
خط نورستہ لیگا جان باغ سبز دکھلا کر

دم برگشتۂ خنجر سے کیا ہووے میں حیران ہون
کرے کیونکر قتل مژگان نے کیا منہ پہ سے پھر جاکر

اُٹھا دے گر نقاب اُس چہرے سے بلبل کی نظرونمین
گئی باد سحر آخر چمن سے گل کو رسوا کر

چمن مین کھلکھلا کر جب ہنسا تو ساتھ غنچونکے
گرا اپنے دو ہین دل کا گل نورستہ کھلا کر

کبھو آنکھیں دکھائین اور کبھو دکھلائیاں لفین
لیا ہے دل کو میرے تجھ نے جادو سحر کیا کیا کر

دل و دین بیچتے ہین ہم تو اک بوسہ کی قیمت پہ
اگر تو اسمین اپنا نفع جانے آکے سودا کر

چلا جب جوش خط سے نہ بس زلفونکا کچھ سودا
تو پیچ و تاب مین آرہ گئین عارض پہ بل کھا کر

سمندر کر دیا نام اوسکا ناحق سب نے کہہ کہکر
ہوئے تھے خشک کچھ آنسو مری آنکھوں سے بہ بہکر

دماغ آشفتہ جان ہوتا ہے غنچے کے چٹکنے سے
چمن مین ہم سے اے بلبل بہت ٹک جا کے چہکر

فریب عدہ کا شکوہ جو میں رو رو کے کرتا ہوں
تو میری سادہ لوحی پر وہ ہنس دیتا ہے قہ قہکر

کسے طاقت ہے شرح شوق اُس مجلس مین کر سکے
اُٹھا دیتے ہیں ڈر سے سانس دان لیتی ہین رکھکر

نکالے ہے وہ بیرخ ہو کے اپنے گھر سے یون مجکو ۔ شہ شطرنج کو جس طرح کشتین دیوین شہ دیکر
تقید ترک مے کا مجکو روز و نہین ہے اے زاہد ۔ جو چکھے سہو سے گاہے تو پچتاتا ہون قے وہ کر
لگایا منھ نہین ور روز کسکو اُس ستمگر نے ۔ تنک ظرفی سے اپنی مت رقیب اتنا تو یہ بہکر
سپاہی مار کر مرتون کو پیارے کب کہاؤگے ۔ عبث گھورے ہو مجکو قبضۂ شمشیر گہہ گہکر
بچشم فہم کھولے ہے اُسنے ذہن ہوش اسے یارو ۔ رکھون ہون لفظ و معنی کو جو مین مصرع مین تہکر

نسیم اس باغ مین سودا نہین پاتی گذر اب تو
رکھے ہے رخصت گل کو غنچے لپیٹے پیچ تہ تہ کر

کھینچین ہین کٹاری جو بتان مجھپہ اکڑ کر ۔ نکلتے ہین یہ بانکے مری نظرون مین بگڑ کر
اُٹھ جانے مین ہے زور مزا یار سے لڑ کر ۔ ملتے ہین تو پھر چھاتی سے چھاتی کو رگڑ کر
پوجون ہون مین جس بت کو خدا کا ہی تراشا ۔ آذر نہین لایا وہ مرے واسطے گھڑ کر
خود کردہ کے درمان کو مین کیا کرون یارو ۔ دل اُن نے لیا مجھسے نہ لڑکر نہ جھگڑ کر
کیا پشم اُکھاڑیگا بھلا دیکھین تو اے شیخ ۔ رندون کو دھر آتا ہے جو ریش اپنی پکڑ کر
کہتا ہے یہ سودا وہ نجا ہیگا کہا تک ۔ جا بیٹھونگا دروازے پہ اب اُسکے مین گڑ کر

دانا ہو تو سمجھے کہ محبت نہین وہ شے
در پر کسی کے بیٹھے جسکے لیے اڑ کر

تو جسے چاہے وہ یارب سمجھے ہے بیباک تر ۔ ملنے مین ہر بیباک و بد کے تجھسے ہو چالاک تر
عشق مین اُسکے ہوئے روز خوش تیرے نصیب ۔ غم مین اُسکے تجھکو دیکھون آپ سے غمناک تر
ابر سان روتا ہون یون کوچے مین تیرے مین سدا ۔ تو بھی رو رو یون کرے اُسکی گلی کی خاک تر
دیدۂ گریان پہ تیرے ہو نہ اُسکو اعتنا ۔ تیرے مژگان کو وہ سمجھے یون کہ ہے خاشاک تر
روز و شب خون جگر سے ہے تجھے یہ آرزو ۔ میری آنکھون سے نہ ہون آنکھین تری غمناک تر
نالہ و فریاد مین گذرے تجھے جون عندلیب ۔ دامن گل سے لگے تیرا گریبان چاک تر
جسطرح تجکو نہ سمجھا مین نہ سمجھے تو اوسے ۔ اُسکو دل سینے مین تجھسے ہو بے ادراک تر
سینہ اُسکا صاف ہو الفت سے تجھ سینہ کیطرح ۔ پھر سے دل اُسکا ترے دل سے ہو وے پاک تر

حق مین تیرے سب یہ سودا کی تمنا تھی ستمگر
ہان مگر چھوٹ اسکی تجھسے ہو نہ وہ سفاک تر

پھیکے جو کماندار مرا تیر ہوا پر
سیمرغ نہ بچے پھر نہ عصافیر ہوا پر

مرقد پہ مرے موج نسیم آوے تو یہ جان
دیوانہ تہ خاک ہے زنجیر ہوا پر

کر خانۂ گردون پہ نظر چشم فنا سے
ہے مثل حباب اسکی بھی تعمیر ہوا پر

پہونچیگا ترے کو جہین ہو راکھ کی ڈھیری
موقوف رکھی ہے مین یہ تدبیر ہوا پر

تادم رہے سینہ مین رہے نطق زبان ساتھ
ہے منحصر انسان کی تقدیر ہوا پر

توسن پہ تجھے دیکھ کہین مانی و بہزاد
اللہ نے کھینچی ہے یہ تصویر ہوا پر

سودا کے در و دست جو یارب تھے خالی
اس جرم کی تو کیجیو تعزیر ہوا پر

گر دم سے جدا تن کو رکھا دیر ہوا پر
اب در بدر اس خاک کو مت پھیر ہوا پر

لاتا ہے بلندی سے شکم سب کو بہ پستی
طائر کو بھی ہوتے نہ سنا سیر ہوا پر

کیا جانیے کس عالی دوران کی ہے یہ خاک
اٹھتا ہے بگولا جو ہوا ڈھیر ہوا پر

دامان شفق آج خون آلودہ مین دیکھا
چلتی ہے ترے عہد مین شمشیر ہوا پر

وہ شعبدہ باز آکے اڑا جاوے ہے یون دل
کرتا ہو کوئی جیسے کہ ہت پھیر ہوا پر

باندھون ہون مین جسطرح سے مضمون زبردست
رستم نکرے دیو کو یون زیر ہوا پر

ہے ضعف سے یون نالہ تراز و نہین سودا
ساون مین پپیہے کی ہو جون ٹیر ہوا پر

غزل در ہجو میان حسرت عطار

بھڑانے کا آندھی سے اڑا ڈھیر ہوا پر
ہر مرغ اسے کھا کے ہوا سیر ہوا پر

عناب کے دانون کی کرون کیا مین بزرگی
نہ چرخ کا جس طرح ہو چکر پھیر ہوا پر

جب اصل السوس و پرسیا وشان ملکر
جون تیر نہ چلتے مین کرے دیر ہوا پر

دو پیسے کے نسخے سے جو داڑھی بھی نوچی کم
اس نسخے کو دیتا ہے اڑا پھیر ہوا پر

بولے جو فرشتہ کہ دوا ہے تری اسکی
مارے ہے اُسے جا کے وہ شمشیر ہوا پر

دو بات کے تنکے سے جو دو دکا نہ بکری
سو بات کا بھڑ اڑنے لگے کھیت ہوا پر

برسات مین جو کھاوے دوا اسکی درد کا سنے
مانند پپیہے کے کرے ٹپسر ہوا پر

قیمت مین تو نسخے کی لگا پھانکنے یہ باؤ
ڈالا ہے زمانے نے یہ اندھیر ہوا پر

اظہار سخن سے کیجئے کیا خاک زمین پر
ڈھونڈھے نہ ملا صاحب ادراک زمین پر

صدقے ترے یون ہوئی مری خاک زمین پر
جسطرح کلالون کا پھرے چاک زمین پر

تجھ کو سے غبار اپنے کو مین اٹھنے نہ دونگا
رہتا ہون مین با دیدۂ نمناک زمین پر

ساقی لبِ طرف لیکے پہونچ جلد چمن مین
انگڑائیان لیتا ہوئین جون تاک زمین پر

نالہ کا ستون ہو نہ مرا گر بشب تار
آ گر پڑین اک آن مین افلاک زمین پر

نکلا جو مرے منہ سے ہوا شہرۂ آفاق
بیٹھی ہے سخن سنجونکی یہ ڈاک زمین پر

راون کی نہ تھی سیف کی ہیبت یہ کسیکی
مصرع کی مرے آج جو ہے دھاک زمین پر

پھل جا ہو اگر دین کے تم نخل سے اے شیخ
تو بابے وضو گاڑ دو مسواک زمین پر

اس صید کو مضبوط گرہ دیجو مبادا
یہ کھل نہ پڑے بستۂ فتراک زمین پر

گر ہو کشش شاہ خراسان تو سودا
سجدہ نہ کرون ہند کی ناپاک زمین پر

تیرا ہے بزر مہر خریدار فلک پر
یوسف کی نہ تھی گرمی بازار فلک پر

تارے یہ نسمجھو لب شب تار فلک پر
پہونچی ہے مری آہ شرر بار فلک پر

پاتا ہون دماغ اسکے قدم رکھنے کا ایسا
گویا ہے مرے یار کی رفتار فلک پر

سینہ پہ تو گردون کے نہ یہ کاہکشان چھپا
تجھ زلف کے ہے کفر کا زنار فلک پر

ہر چہرہ بدل بہر مرے شوخ سے یارو
کچھ اسکی جھمکتی نہین دستار فلک پر

ابھرا ہے چمن آج یہ گلگشت سے تیری
ہے زمزمۂ بلبل گلزار فلک پر

عیسی سے بھی یا دے نہ شفا مجکو یقین ہے
پہونچے جو تری چشم کا بیمار فلک پر

اس دل کے مین رتبہ کو اسیری مین کہون کیا
پرواز مین ہے مرغ گرفتار فلک پر

مداح علی کا ہون مین سودا شعرا مین
پڑھتے ہین ملائک مرے اشعار فلک پر

بکھرا ہے ہو وہ زلف سیہ فام جہان پر
کیا گذرے ہے اب دیکھیے تا شام جہان پر

ہر ایک کا دل تڑپے ہے جون مرغ گرفتار
مارا ہے تغافل نے ترے دام جہان پر

عالم کو کیا لطف کے حسن مین حاضر
قاضی کا خط یار ہے اعلام جہان پر

مذکور ترا شب جو کسی بات پہ نکلا
کیا تنگ ہوا عرصۂ آرام جہان پر

کل سقف پہ چڑھ کر کی انگائی نے یہ کہا
سرکوب ہے جون مہر مرا بام جہان پر

ممکن نہین دے نالہ مرا چین کسیکو
لایا ہے غضب یہ دل ناکام جہان پر

برگشتہ نصیب اپنے نہ پھرتے کبھو دیکھے
ہر چند رہی گردش ایام جہان پر

دیوے تجھے وہ کچھ کہ نہ کچھ چھین لے تجھسے
زنہار نہ رکھ یہ طمع خام جہان پر

دنیا نہین لے یار تلاش اپنی سے مطلوب
کرتا ہون اس حجت کو مین اتمام جہان پر

زلفون کے تلے فروغ کے خط کا نہین آغاز
دوڑی ہے شب خون سیہ شام جہان پر

اس صفحہ مین مانند نگین آن کے سودا
وہ مرد تھے جو اُٹھ گئے رکھ نام جہان پر

باندھی تھی جو ملا کے کمر شوخ نے کین میرے پر
تاب چہرہ بھری سی ہے سرچین جبین میرے پر

سچ ہو کیا عشق نے تجھے کیون ہے وہ بیتراب
باندھی ہے یارون نے اک بات تو نہین میرے پر

وا ہے زمزمہ سازان چمن کو کیا کام
لائی آفت مری آواز حزین میرے پر

آب شمشیر بجھاوے گی مری آتش عشق
آنسو کچھ کر تسکین لگے ہے یقین میرے پر

مین زمین پر ہون ترے کوچہ مین کیا خاک بسر
تب ہو تسکین جو اُلٹ جاوے زمین میرے پر

میری قسمت مین اگرچہ نہ لکھا دوران نے
اسپہ ہے جاے سخن حرف نہین میرے پر

زعم مین اپنے تو سن کبھی ہون سلیمان لیکن
نام میرا منتقش ہے نگین میرے پر

دام الفت کے اسیرون کی جدی ہے پرواز
کہین اُڑتے ہین مرے بال کہین میرے پر

اسکے کوچے مین تجل ساتھ مرے اے سودا
آفت آجاے نہ اے یار کہین میرے پر

صبا حریف سے لے آئی ہے تو مرے دلبر
ملی ہے تیری سی گل کی بو مرے دل پر

بتان کا دید مین کرتا ہون شیخ جب سے
حلال تب سے ہے دیدہ مرے دل پر

کسی ہی چیز کو ڈھونڈا نہ مینے دنیا مین
لگی رہی ہے تری جستجو مرے دل پر

خدا کے واسطے سودا نہ لے تو نام اسکا
غلو شمشیر کرے ہے تری گفتگو مرے دل پر

یہ اُسکے رنگ عارض سے ہے دل بیتاب آتش پر
ٹھہرتا ہی نہیں سینے میں جوں سیماب آتش پر

نہ شبنم ہے سر ہر گل کرے ہے خواب آتش پر
یہ اشک چشم بلبل کا پڑا ہے آب آتش پر

کباب دل وہ بھونا ہے ہمنے اُس میخوار کی خاطر
کہ خونناب جگر ٹپکے ہے جوں تیزاب آتش پر

برابر ہو سکے کب عشق میں پروانے سے بلبل
کہ شمع و گل ہوا اُسکے مرگ کا اسباب آتش پر

در آویزہ اُسکی زلف اور رخسار سے باہم
جھمکتا ہے یہ رنگ گوہر شب تاب آتش پر

لب لعل بتاں پر سرخی پان ہی کہ جادو ہے
بٹھادی شکل طوطی صورت سرخاب آتش پر

نہ نکلے کیونکہ شعلے لے سے پیچ میں بیباقی
رہے ہے کسطرح بن بھڑکے شراب ناب آتش پر

یہ عکس چہرۂ گلنار آئینہ میں ہے اُسکا
کہ گویا حسن کے دریا کا ہے گرداب آتش پر

نہیں اُس گل کے عارض پر ہیں یہ زلف سیہ سودا
جلے دل کے دھوئیں کا ہی یہ پیچ و تاب آتش پر

دل نہ کر منت زراہ بیقراری بیشتر
ناز کو کرتی ہے یاں الحاح و زاری بیشتر

ناصحا اس عشق سے ہوتا ہے لذت یاب دل
جسمیں حرمت کم ہو رسوائی و خواری بیشتر

یارو کیوں ہوتے ہو مستفسر میرے احوال کے
غم کو کرتی ہے تمہاری غمگساری بیشتر

کیوں نہ لاگو ترک چشم یار اس دل کے رہیں
صید چٹپاے سکے درپے ہوں شکاری بیشتر

سوز دل سُن سکے سیراب سکے یہ بولا وہ شوخ
ہوئیگا خلقت میں اُسکے جزو ناری بیشتر

جرم گو لا انتہا اپنے ہیں پر تجھسے ہمیں
عفو کی اُسکے بھی ہے امیدواری بیشتر

ہیں کسیکے واسطے گردتا نہیں زیر فلک
خاطر پژمردہ میں ہوں اشکباری بیشتر

کوچہ تنہا حسن کا ہے وہ غبار خط نشاں
گرد لشکر سے اٹھی وقت سواری بیشتر

کشت پر تخم عمل کے اسکے جتنا ہو تو رو
نفع یاں رکھتی ہے سودا آبیاری بیشتر

دل نا آشنائی نالہ سے صد پردہ چرس بہتر
شہود مژگاں جو خوں نا عشق اُسکے عارض بہتر

نہ دیکھی خوشدلی جز یک تبسم ہنسنے ہنسنے میں
ہوا سے اس چمن کے ہی دلا ترک ہوس بہتر

دوا سے گل میں لے چشم مروت باغبانوں سے
نکل بلبل کہ ہے اس باغ سے کنج قفس بہتر

نظر میں انکے جنکو دولت استغنا نے بخشی ہے
کسی سے ہے ہما بہتر ہما سے ہی مگس بہتر

بلند آتش جہاں ہووے ہوا سے جنبش آب کی
تو اپنی فہم ناقص میں ہے واں ضبط نفس بہتر

ساقی سے نشہ کے بادۂ گلرنگ کے مجکو
لگے ہے یار کی سرخوش نگاہ نیمرس بہتر

شہید رسم ملک حسن دل میرا ہے اے ہمدم
کہ سمجھے قتل فریادی جہان ہر دادرس بہتر

بگرد دل ہے طوف کعبہ سے نزد اے منعم
لسان دانہ ہائے سبحہ پھیرنا بیش دلپس بہتر

لگے ہے دیکھکر شانے کو یہ سودا سے دیوانہ
شب تاریک مین تنہا نہین گشت اے عسس بہتر

تو مری آنکھون مین ہے حور و بشر سے بہتر
یار ہے حسن ترا شمس و قمر سے بہتر

دل عشاق ہے پہلو مین جواہر خانہ
اشک خونین ہے مرا لعل و گہر سے بہتر

جو ہے جوہر سے جانین ہین ترا بد گوہر
عیب کو مجھین ہین اسوقت ہنر سے بہتر

مورد سنگ ہے وہ نخل جو ہو بار آور
پائی ہے بے ثمری اپنے ثمر سے بہتر

فائدہ باغ کے جانے سے در آ سینہ مین
سیر لالہ کی نہین داغ جگر سے بہتر

چاہیے رتبہ سخن کا ہو سخنور سے زیاد
کہئے اسکو ہی پسر جو ہو پدر سے بہتر

کعبہ و دیر سے کیا کام ہے ہمکو اے دوست
ہے نہین کونسی جاگہ ترے در سے بہتر

چشم عشاق پہ کس ابر کو ہے فوقیت
کب وہ برسے ہے مرے دیدۂ تر سے بہتر

شام و صبح دمہ و خور زلف و رخ اسکی سی نہین
کب وہ ہو سکتے ہین اس شام و سحر سے بہتر

آشیان سے نہ اڑے ہو سکے نہ ہم دام تلک
ہم تو بے بال و پری مجھین ہین پر سے بہتر

ہین جو دانی مرے بارہ وہ جیا نین سودا
خاک در انکی سمجھتا ہون مین زر سے بہتر

پیون ہون خون دل اپنا سمجھے گمان ساغر
ادھر ہے شیشہ مرے پاس ہے کہان ساغر

شراب سرخ سے لبریز گو ہے یان ساغر
جو تو نہین ہے تو ہے چشم خون چکان ساغر

سجائے کسکی صبوحی کے واسطے تجھ بن
بھرے ہے مہر کا آتش کدے آسمان ساغر

پیام کیونکہ مرا پہونچے دختر رز کو
کہ شیشہ نیبہ دہن اور بے زبان ساغر

نگاہ مست کی تیری طلب ہے یون ہمکو
تنک شراب کہ جون مانگے ہر زبان ساغر

چمن مین گل نہ سر شاخ پر یہ جلوہ دے
جو تیرے ہاتھ پہ سجتا ہے ایجوان ساغر

مجھے معاف رکھ اے مغ کہ بد شراب ہون مین
نہین یقین تو دے بھر امتحان ساغر

اسی ہی طرح سے مین بھی دہن پہ مرتا ہون
کہ جیسے دے ہے لبون پر تمھارے جان ساغر

شراب شوق کی جب تک پیا کرے سودا
تجھے نصیب ہوا مرت کا مہربان ساغر

یہ نہو پھر کہ تا شب رہے گھر سے باہر
سو جتن کیجئے تو ٹک نکلے وہ گھر سے باہر

طاقت اک آن تحمل کی نہین یان او ردوست
صبر فرمائیے ہے مقدور بشر سے باہر

غیرت اے آہ تجھے کچھ بھی ہے رہ سینہ مین
نے سے کبھی نالہ نکلتا ہے اثر سے باہر

منفعل ہو عمل زشت سے اے دل کہ نہین
عیب کو اپنے پہونچنا بھی ہنر سے باہر

راز دیر و حرم افشا نہ کرین ہم ہرگز
ورنہ وان کیا ہے جو ہو اپنی نظر سے باہر

دل رکا آئے ہے تنگی سے فلک کی ہیہات
نکلون اس خانۂ بیدر کے کدھر سے باہر

ضعف سے نالہ بھی اب دل سے نہین آسکتا
درد لاتا ہے بہت خون جگر سے باہر

اشک لے پونچھون ہون کہ جب خون نے گذر کر نوبت
لخت دل گرنے لگے دیدۂ تر سے باہر

اثر ان باتون نے تجھ مین نکیا سنکے جنہین
سنگ سے نکلے شرر شعلہ شرر سے باہر

ناصحا کچھ یہ نصیحت سے نہین ضبط سرشک
طفل آوے نہ کبھو جوتے کے ڈر سے باہر

آوے ہی گھر سے وہ زاہد پسر طرح کہ جون
نکلے ہے مہر گریبان سحر سے باہر

چرخ پر چڑھتے ہی تیغ تری حسد سے
سر نکالا نہ مہ و خور نے سپر سے باہر

دینے کو ملک سلیمان کے بلایا مجھکو
پر قدم مین نہ رکھا دل کے نگر سے باہر

ہون وہ آوارہ کہ طفلی ہی مین جون اشک مجھے
کر دیا مادر ایام نے گھر سے باہر

جنس ناکارہ کے خواہان ہین خریدین مجکو
یہ وہ سودا ہے کہ ہے نفع و ضرر سے باہر

کام آیا نہ کچھ اپنا تن زار آخرکار
نہ مجھے اکسیر سے نکلا یہ غبار آخرکار

داغ مت کھائیو تین عشق کا ہم کہتے تھے
کیون دلا کی ہے نہ اس گل نے بہار آخرکار

ڈھب تغافل نہ تھا اس دل کی گرفتاری کا
ہاتھ سے مفت دیا تین یہ شکار آخرکار

باغبان تھا تجھے دو دن کی ہوا پہ یہ غرور
نہ رہے باغ مین گل رہ گئے خار آخرکار

عشق ذرہ بھی اگر ہے تو اسے کم مت جان
ہوکے شعلہ ہی بجھے گا یہ شرار آخرکار

آپ سے کام نہین نشو و نما کو اپنے
شجر خشک کو آتش سے ہے کار آخرکار

اسقدر جرعہ کش خون خلائق ہے تو
جی دھڑکتا ہے کہ کھینچے نہ خمار آخرکار

جون وہ پروانہ جسے شمع سے ہو صحبت وصل — گرم ہمسے جو ہوئی صحبت یار آخر کار
ناصح اس جیب کے آیا تھا رفو کرنیکو — گم کیا ہاتھ سے سر رشتۂ کار آخر کار

سوزش داغ دل اپنے کی وفا لے سودا
کیا کہون مین کہ ہوئی شمع مزار آخر کار

تب جائے کیونکہ عشق کی اے یار تجھ بغیر — عیسی نفس بھی ہوگئے بیمار تجھ بغیر
قمری کو سرو باغ مین ہے دار تجھ بغیر — گلخن ہے عندلیب کو گلزار تجھ بغیر
ہو جلوہ گر شتاب تو اے نور بزم عشق — آنسو گلوے شمع کے ہین ہار تجھ بغیر
موجب گرفتہ رہنے کا عاشق سے کچھ نہ پوچھ — کیا خوشدلی سے اسکو سروکار تجھ بغیر
سبحہ سے شیخ ہی نے اٹھایا نہین ہے ہات — اب برہمن بھی توڑے ہین زنار تجھ بغیر
ناز و عتاب اٹھانیکی کسکی ہے مجکو تاب — خاطر پہ زندگی ہے مجھے بار تجھ بغیر
تو ہی نہو تو سیر چمن سے ہے کیا حصول — آب روان بھی تیغ کی ہے دھار تجھ بغیر
تیرا ہی گر نہ ہمکو میسر ہو ہمکنار — نور و ز عید بھی ہے شب تار تجھ بغیر

سودا کا دو جہان مین یا مرتضی علیؑ
اب کون ہے بتا تو خریدار تجھ بغیر

جام گل تیرے لیے اب بلبل کو مستی ہے بہا — ہمکو آنکھون نے یہ ذوق مے پرستی ہے بہار
خندۂ گل نے کیا ہی بلبلون کا قتل عام — پھیر اب گلشن ہین کیا منہ لیکے ہنستی ہے بہار
جوش سے میرے جنون کی کیا خوش آتی ہے بہار — پیرہن مین گل کے نہین پھولی سماتی ہے بہار
آشیان باندھے ہے کس امید پر اے عندلیب — آتش گل سے کوئی دن مین جلاتی ہے بہار
کسکو گلگشت چمن کا ہے دماغ اے باغبان — کھینچ کر میرا گریبان یان لے آتی ہے بہار
دل فسردون کو کہان خون گرم کرتا ہے جنون — کیون مجھے ہر سال آ ناحق ستاتی ہے بہار
شور سنکر ہمنوایون کا الٹتا ہے یہ دل — رخصت یکنالہ اے صیاد جاتی ہے بہار
عارض گل پہ نہین شبنم عرق ہے شرم کا — دیکھکر میرا جنون یارو لجاتی ہے بہار
کسکی آنکھون سے کہو آئی ہے مستی سیکھ کر — اس برس نرگس پہ کیا دھومین مچاتی ہے بہار
خوش رکھو اے عندلیبو اپنے گلشن مین ہمین — خانۂ زنجیر تھا خالی بلاتی ہے بہار
اب خدا حافظ ہے سودا کا مجھے آتا ہے رحم — ایک تو تھا ہی دیوانہ تسپہ آتی ہے بہار

دیکھا جو ادھر حسد اسے ڈر کر
دل خالی کیا مین آہ بھر کر

رنجش کا مرے نہ پوچھ باعث
آجانے دے یار در گذر کر

قطرے کو صدف کے دل مین اے چرخ
تا کر سکے دُر درست گھر کر

نکلو ہو تو نکلو گھر سے ورنہ
مین یان سے اُٹھونگا آج مر کر

غیرون سے نہ کر تو گرمجوشی
میرے دم سرد سے حذر کر

پانے کو جگہ تو دل مین اوسکے
سودا نہ تلاش اسقدر کر

بستا ہی رقیب وان تو اے یار
کچھ خوب نہین ہے گھر مین گھر کر

خرمی پھرتی ہے یون دل پہ مرے غم سے دور
جون پھرے اہل طرب خانۂ ماتم سے دور

گذری جس غم سے مجھے زندگی وہ روزہ
رکھے اس غم کو خدا ماہ محرم سے دور

کب تری داد کو پہونچے ہے فلک اے بلبل
زخم گل کو جو رکھے بخیۂ مرہم سے دور

پنبۂ داغ مین سینے کے مرے ہے جو سوز
یارب اس سوز کو رکھیو تو جہنم سے دور

چمن دہر مین توام ہین سدا شادی و غم
خندۂ گل نہ رہے گریۂ شبنم سے دور

آہوے دشت جنون ہون نہ پوچھ اپنا رام
مرتبے کو مرے وحشت کے سمجھ رم سے دور

تنگ درد سے ہوتی ہو جو محبت کو سیری
زخم یارب نہ رہے سینے کا مرہم سے دور

عقل نے ایک دن آکر یہ کہا سودا سے
پاس یا ہم سے رہا کیجیے یا ہم سے دور

لیکن اتنا ہے کہ وہ کام نہ کیجو پیارے
جسکے باعث سے رہو تم دل عالم سے دور

بلبل کو کیا تڑپتے مین دیکھا چمن سے دور
یارب نہ کیجیو تو کسیکو وطن سے دور

بجھ کشتگان کے شعلۂ فانوس کیطرح
تن پر اگر کفن ہے تو تن ہے کفن سے دور

اے شمع کچھ خبر ہے تجھے اس پتنگ کی
جو بال و پر جلا کے پڑا ہے لگن سے دور

پوچھے بھی وہ تو ہم نہ کہین آرزوے دل
وہ بات کیون کہین جو ہو اپنے دہن سے دور

کاٹتے دل کو ہین ابروے یار کی تلوار دار
یہ جگر کسکا ہے اُسکا جسکو ہو ہموار دار

خون کی مجھ سگینہ کی بس نہین تیغ نگاہ
باندھ آیا ہے یہ کسکے قتل کو ہتھیار یار

باغ تو جاتے ہو تم لیکن خدا کیواسطے
گل کو مت اپنے گلے کا کیجیو زنہار ہار

ایک مین ہی کچھ تری خاطر نہین پھرتا خراب
روز و شب ہمراہ میرے ہین مرے غمخوار خوار

مجھ مریض عشق کی دارو نہین کچھ غیر وصل
اے طبیب اپنی دوا سے تو نہ یہ بیمار مار

بات سنتا ہی سبک وضعونکی تو دل دیکے حیف
ہے سخن میرا تری خاطر پہ ہر یکبار بار

آپ کو مت دیکھ جون منصور واحد یار سے
چشم وحدت بین کو ہے یان جلوہ دیدار دار

آج کون آیا تھا گلشن مین خدا جانے کہ ہے
باغبان کا دل نزار و بلبل گلزار زار

دیکھ سودا کو مغان آپسمین کہہ اٹھتے ہین لوگ
دختر رز کے لیے پھرتا ہے یہ میخوار خوار

منزل کے پہونچنے سے ورے قافلہ دے چھوڑ
ایدل سمجھ ان ہمسفرون کا گلہ دے چھوڑ

ہو صاعقہ اس خار پہ صحرا مین الہی
اس دل کا رہ عشق مین جو آبلہ دے چھوڑ

تکلیف مریدی نہ مجھے کر شیخ سمجھ کر
اس زلف کا کسطرح کوئی سلسلہ دے چھوڑ

گر تجھ پہ خواری تو مرا چاک گریبان
پھل دامن تنگی کو تو اے حوصلہ دے چھوڑ

تا خاک در دوست پہونچنا نہین کچھ کام
گر تفرقہ دہر رہ فاصلہ دے چھوڑ

ممکن نہین یہ روح مقدس سے حزین سکے
ایسی جو غزل ہووے تو سودا صلہ دے چھوڑ

دیکھا مین نخل وادی ایمن ہر ایک جھاڑ
روڑہ ہے کونسا جو نہین طور کا پہاڑ

تیر نگہ تری نے دلون کو الٹ دیا
مژگان تری نے دی ہین صفونکی صفین پچھاڑ

کتنا شگفتہ رو ہے کہ مانند آئینہ
چھاتی کے جسکے سامنے کھلجاے ہین کواڑ

خطرہ ہے تجھسے مسند شاہی کو اے فلک
حاضر ہے پوست تخت مرا پشم تو اکھاڑ

منعم نہ مر بناے عمارت کی فکر مین
یہ سب حویلیان تھین جہانتک ہین اجاڑ

بدتر ہے مے کے پینے سے رشوت کلال کی
کہہ محتسب سے دختر رز کے نہ کھاے ہاڑ

تنہا نہ شمع روئے ہے سودا کی خاک پر
گل بھی تو لوٹتا ہے گریبان کو پھاڑ پھاڑ

ردیف زاء معجمہ

کرتا ہون ترک عشق مین یون پیش و پس ہنوز
ناصح ذرا نہین ہے مرا دلپہ بس ہنوز

سیر چمن کی تو ستم اے دلشکن نہ کہا
غنچے رہے ہین باغ مین ظالم نکس ہنوز

اسکو حوالے کرکے مرے بوجھ اے فلک
دونون جہان سے ہے تجھے اب کچھ ہوس ہنوز

فریاد عندلیب کو پہونچا چمن مین گل
آیا نہ میرے پاس مرا دادرس ہنوز

آتے ہین تیرے قافلۂ رفتگان دلا
جاوے تو جا کہ آتی ہے بانگ جرس ہنوز

نالان جو باغبان سے ہی بلبل چمن کے بیچ
دیکھی نہین ہے اُن نے جفائے قفس ہنوز

سو طرح ٹھونک بولا ہے سودا رقیب کو
آتا نہین ہے باز تو اے بوالہوس ہنوز

شبنم کرے ہے دامن گل شست و شو ہنوز
بلبل کے خون کا نگیا رنگ و بو ہنوز

ہمرہ صبا کے خاک بھی میری ہے دربدر
جاتی نہین ہے مجھ سے تری جستجو ہنوز

غنچون سے رنگ و بو کی تمنا نکل چکی
تڑپے ہے جو نگین دل کے مری آرزو ہنوز

یان تک ابھی ہو گرم کہ ہو جاوے تو سموم
خاکستر اے نسیم ہماری نہ چھو ہنوز

سودا کا حال تو نے نہ دیکھا کہ کیا ہوا
آئینہ لیکے آپ کو دیکھے ہے تو ہنوز

انکار قتل سے تو کرے ہے سجن ہنوز
میلا نہین ہوا ہے ہمارا کفن ہنوز

کلیون نے دیکھ شوخی گلچین کو اسقدر
اتنا لہو پیا کہ ہے پر خون دہن ہنوز

اتنا جلا ہے آتش گل سے دل ہزار
دیتی ہے بوسے دود نسیم چمن ہنوز

اے شمع کچھ نہین غم پروانہ تجکو حیف
ٹک دیکھ تو پر آب ہے چشم لگن ہنوز

آئی بہار دیکھیو طفلان سنگدل
آئے ہین پار سال کے سب زخم تن ہنوز

صدقے ترے نہ کیجیو گلشن مین پھر گذر
اُسدن سے چاک کرتے ہین گل پیرہن ہنوز

سودا یہ کیا ہوا نہین صحرا مین آج قیس
تھا ہی دلون پہ داغ دل کوہکن ہنوز

کسکے ہین زیر زمین دیدۂ نمناک ہنوز
جا بجا سوت ہین پانی کے تہ خاک ہنوز

گل زمین سے جو نکلتا ہے برنگ شعلہ
کون جان سوختہ جلتا ہے تہ خاک ہنوز

ایک دن گھیر مین دامن کا ترے دیکھا تھا
گرد پھرتے ہین گریبان کے مرے چاک ہنوز

جستجو کرکے تجھے آفت کو بہم پہونچا یا
باز آتے نہین گردش سے یہ افلاک ہنوز

باغ مین جب سے گیا تھا وہ خمار آلودہ
گل ہین خمیازہ مین انگڑائی مین ہین تاک ہنوز

زخم دل پر بہی مرے تیغ جنون کا ناصح
تو گریبان کا نادان سیے ہے چاک ہنوز

کیونکہ سودا مین کرون وصف بناگوش اسکا
کی نہین آب گہر سے یہ زبان پاک ہنوز

بے خبر درد محبت سے ہے وہ یار ہنوز
دکھ سے دل ٹوٹنے کے واقف نہین دلدار ہنوز

غم سرگشتگی میری پہ اُسے کیا آوے
نہین گلیون مین کٹی اسکو شب تار ہنوز

نہ ابھی قطرۂ اشک اسکی مژہ تک آیا
نہ گھسا اسکے گریبان کا کوئی تار ہنوز

آپ نالان ہو تو دیوے مری فریاد کی داد
سو تو وہ گل ہی نہین بلبل گلزار ہنوز

کیون نہ بہا دے اسے قیمت شکنی سودا کی
جنس دل اپنی تو ڈالی نہین بازار ہنوز

یار کے حسن سے ہین خجل اغیار ہنوز
نہین اس شعلہ سے آگہ خس و خار ہنوز

بال و پر ہونے نہ پائے تھے نمودار ہنوز
تب سے ہم کنج قفس مین ہین گرفتار ہنوز

ہوگئے پامال نہ کر ہمکو رہا اے صیاد
مشق پرواز نہین تا سر دیوار ہنوز

جی کو تو کھینچ رکھا آنکھون نے پر حسرت دل
مستعد رہی ہے صف مژگان سے مرے پار ہنوز

آہ یہ کسکی شکایت ہے مرے دلمین کہ شرم
جسکو دیتی ہے نہین رخصت اظہار ہنوز

تب سے پامال ہے دل کا ورق صبر و قرار
سبق ناز نہ لیتی تھی وہ رفتار ہنوز

رتبۂ شمع حرم کو مین بہم پہونچایا
ساتھ ہے جی کے وہی الفت زنار ہنوز

زخم شمشیر ستمگر نے کیا اپنا کام
یارو تم ڈھونڈتے ہو مرہم زنگار ہنوز

شیخ اتنا تو جتاؤ نہ تم اپنا تقوی
عوض مے ہے گرو جبہ و دستار ہنوز

تیری دوری سے عجب حال ہوا اب سودا کا
مین تو دیکھا نہین ایسا کوئی بیمار ہنوز

حقتعالی اُسے جیتا ہی رکھے دنیا مین
اُس قباحت سے نہین ہے تو خبردار ہنوز

قیس و فرہاد کے ماتم سے تو جگ مین اب تک
دشت ہین خاک بسر روتے ہین کہسار ہنوز

بیہودہ اسقدر نہین آتا ہے کام ناز
منہ پر خط آچکا نہ کرو صبح و شام ناز

وہ دن گئے کہ جس سے پھبے تھا تمہین غرور
بد خلقی اب رہی ہے فقط ہے بنام ناز

ازبسکہ اب ڈرے ہے وہ تیری شبیہ سے
بھاگے ہے تجکو دیکھتے ہی لاکھ کام ناز

آئینہ تیرے سامنے ہو کر بدن نما
سمجھے تو یہ کہ مجھپہ ہوا اب حرام ناز

پیارے ہر ایک وقت کا موقع ہے ایک چیز
لیزم ہی اب ادا ہے تری اور نیام ناز

سنتا ہے دل جلوں کے کسکے پرنجائیو
ظالم ادا کنیز ہے تیری غلام ناز

خوبان کی کیا مجال جو تجھ تک پہنچ سکین
کرتا پھرے ہے گرد ترے اہتمام ناز

ٹک جا کے اپنے ابرو و مژگان دکھلا اُسے
مسجد مین اپنی صف پہ کرے ہی امام ناز

گل کو چمن مین شاخ پر اتنا نہین غرور
کرتا ہے تیرے ہات پہ جو کچھ کہ جام ناز

سودا خرام قد کو ترے دیکھ کر کہے
ہے راستی تو یہ کہ ہوا یان تمام ناز

نخل امید کیونکہ ہمارا ہو آہ سبز
اس باغ مین کبھو نہ ہوا برگ کاہ سبز

بودین کسی ہی طرح سے ہم تخم آرزو
ہونے نہ دے کبھو فلک روسیاہ سبز

رونق نہ پاوے شام تری زلف کے حضور
ہرگز نہ سامنے ترے رخ کے ہو ماہ سبز

آغاز خط کا ہے ترے عارض پہ معجزہ
شعلے کے یان کلے سے ہوا ہے گیاہ سبز

ایسی سجی ہے سر پہ ہمارے کلاہ فقر
جسکے حضور ہو نہ سکے تاج شاہ سبز

طاعت کا شیخ شہر کے مین کیا بیان کرون
شیطان جسکے آگے نہووے گناہ سبز

روتے گئے گلی سے ترے بسکہ اہل دل
ہے اُنکے چشم فیض سے ہر خار و کاہ سبز

مزرع مرے کو خشک سحاب کرم نہ دیکھ
پل مارتے کرے ہے مری یک نگاہ سبز

سودا تو درد دل سے نپٹ اب ہے بیقرار
ہوتا ہی گر سفید ترا رنگ گاہ سبز

ردیف سین مہملہ

کب ہمکو ہے بہار مین گلزار کی ہوس
نکلی کبھو نہ مرغ گرفتار کی ہوس

بلبل ہی گو نہین ہو رخ یار کی ہوس
ہے گل کو اُسکے گوشۂ دستار کی ہوس

قاتل ہی میرے خون کی رکھتا تھا آرزو
اپنے بھی دل مین تھی دم تلوار کی ہوس

نرگس جو شکل چشم اُگی ہے زمین تلے
کیا جانے ہے کسے ترے دیدار کی ہوس

پائے نہ جھانکنے بھی کبھو ہم درِ چمن
رکھتے ہیں دل میں رخنۂ دیوار کی ہوس

پیش از سخن زبان جو کاٹی قلم کی طرح
اُس شوخ سے رکھوں ہوں میں گفتار کی ہوس

قدرت نہ ہمکو آہ کی نے طاقتِ فغان
نکلے سو کیوں کہ اپنے دلِ زار کی ہوس

سودا یہ جنس دل کے تئیں دیکھ چکے ہم آگ
رکھتے نہیں ہیں کوئی خریدار کی ہوس

ہمنے بھی دیر و کعبہ سے دن چار کی ہوس
اب سبحہ کا نہ شوق نہ زنار کی ہوس

گھر امن کا اُسی کو ملا زیرِ آسمان
جسنے جہاں میں آن کے مسمار کی ہوس

نے چین روزِ وصل نہ شب ہجر کی قرار
کیا جانے کیا ہے اپنے دلِ زار کی ہوس

یوں چاہتا ہوں داغ ہیں دل پر ہزار ہا
جسطرح باغبان کو ہو گلزار کی ہوس

اے شوخ تیری گرمیٔ بازار دیکھکر
سب خوبرو رکھیں ہیں خریدار کی ہوس

دیر و حرم کی پوچ چکا ہے وہ سنگ و خشت
جسکو ہے تیرے سایۂ دیوار کی ہوس

عارض کا دیکھنا ہے تمنائے عندلیب
گل کو ہے تیرے گوشۂ دستار کی ہوس

تیری مژہ نے سیر کیا ہے بہت ہمیں
باقی رہی ہے کچھ دمِ تلوار کی ہوس

سودا تو آپ آپ کو سمجھا کے رہ خموش
منصور کو ہوئی ہے سرِ دار کی ہوس

بلبل کو ہے ترے سرِ دیوار کا ہلاس
جوں گل ہے اسکو گوشۂ دستار کا ہلاس

نرگس کی باغ میں نہیں لگتی کبھی پلک
ازبسکہ ہے اُسے ترے دیدار کا ہلاس

آوے ہزار رنگ سے گلشن میں گر بہار
نکلے کبھی نہ مرغِ گرفتار کا ہلاس

یک لحظہ ہو طبیب تو اپنے مریض کا
نکلے کسی طرح ترے بیمار کا ہلاس

جپنا زبان سے نام ترا ہمکو اس سوا
تسبیح کا نہ شوق نہ زنار کا ہلاس

مرتا ہوں اب تو یار گلے ٹک مجھے لگا
تا دل میں رہ نجائے ترے پیار کا ہلاس

سودا ہوئی ہے جنسِ وفا جب سے بیقدر
دل میں نہیں ہے اپنے خریدار کا ہلاس

ساقی گئی بہار رہی دل میں یہ ہوس
تو منتوں سے جام دے اور میں کہوں کہ بس

کچھ اس چمن میں آکے نہ دیکھا میں جوں حباب
آبِ روان کو سیر کیا سو بھی یکنفس

ردیف شین معجمہ

یون دیکھ مرے دیدۂ پرآب کی گردش ۔۔۔ دریا مین ہو جس طرح سے گرداب کی گردش
مرتا ہون ترے واسطے روتا ہون نپٹ یار ۔۔۔ ہے سیل مری چشم مین گرداب کی گردش
پھر جاتی ہین اسطرح سے اک پلمین وہ انکھیان ۔۔۔ جون بزم مین ہو جام مے ناب کی گردش
از بسکہ ہے آنکھو نمین خمار اسکے مری ساقی ۔۔۔ مے مانگے ہے تجھسے سر احباب کی گردش
گو خاک ہوا تو بھی پھرا بن کے بگولا ۔۔۔ مرکر نہ گئی عاشق بیتاب کی گردش
جنس خرد و صبر بن اس دلکو ہو کیا چین ۔۔۔ مفلس کو بڑی ہوتی ہے اسباب کی گردش

دل زلف و رخ یار مین سودا نہ پھرے کیون
خوش آئے ہے اسکو شب مہتاب کی گردش

رکھتے ہین تری زلف کے ہر تار کا خلش ۔۔۔ کس برہمن کے دلمین ہے زنار کا خلش
گر ہو نصیب مرغ چمن تجھ گلی کی سیر ۔۔۔ پھر دلمین اُسکے ہوے نہ گلزار کا خلش
خطرہ نہین کچھ اور ہمین روز حشر سے ۔۔۔ گر دلمین ہے تو اپنے ہی کردار کا خلش
ایسا نہین ہے غنچہ کوئی جسکے دلمین یار ۔۔۔ ہووے نہ تیرے گوشۂ دستار کا خلش
کیا جانیے کہ اُس سے کہیگا وہ کسطرح ۔۔۔ مجکو پیامبر کی ہے گفتار کا خلش
اقرار تو کرے ہے وفا کا تو ہمسے شوخ ۔۔۔ لیکن ہمارے دلمین ہے انکار کا خلش

سودا کے دلمین کھٹکے ہے اُس شوخ کی ہوس
اے بلبلو یہ گل کے نہو خار کا خلش

ماہ نو تجھ یاد ابرو مین ہے سینے کا خراش ۔۔۔ کس لیے سے ہے کم یہ ہر مہینے کا خراش
دل کے گم ہونے کا غم کب ہو نہ میرا جان خراش ۔۔۔ جب لیا نکلے ہے سینے مین نگینے کا خراش
کوئی چیز ایسی نہین مجکو جو ہو سوہان روح ۔۔۔ تیری دوری مین مگر دلکو ہے جینے کا خراش
درد زخم تیر کی اُسکی نہو لذت تمام ۔۔۔ آگے سوزن کی خلش ہے اور سینے کا خراش

نازک اندامی کرون کیا اُسکی اے سودا بیان
شمع سان جسکے بدن پر ہو پسینے کا خراش

دوری ہی تری اپنے دل زار کو آتش ۔۔۔ ہے یاد چمن مرغ گرفتار کو آتش

ہم گرم تگاپو ہین تری راہ طلب مین
یان آبلۂ پا ہے سر خار کو آتش

اب شیخ و برہمن ہین مبرا از مذہب
تجھ عشق نے دی سبحہ و زنار کو آتش

کچھ سوز محبت کا نہین دل مین ہمارے
گلخن کے لگی ہے در و دیوار کو آتش

اندام مین تو کچھ یہ شب ہجر نہین ہے
دی عشق نے ظالم ترے بیمار کو آتش

گل سر پہ نہین دوڑ و بجھانے کو مریدو
زاہد کے لگی گوشۂ دستار کو آتش

لے دختر رز بھاگ گئے گھر محتسب آگر
دیوے جو کہین خانۂ خمار کو آتش

با چشم پر آب اسکو مین دیکھون ہون مبادا
ہووے نگہ گرم مرے یار کو آتش

ابر اسکو بجھاتا ہے وہ بجھتی نہین سودا
دی لالۂ خود رو نے یہ کہسار کو آتش

سینے مین ہوا نالہ و پہلو مین دل آتش
دھڑکے ہے پڑا دل کہ نہو مشتعل آتش

اشک آتش و خون آتش و ہر لخت دل آتش
آتش پہ برستی ہے پڑی متصل آتش

یک لحظہ طرف ہوکے مرے دیدہ و دل سے
تا دم تو سمندر رہے سدا منفعل آتش

یاقوت نہین ہے وہ ترے لعل سے اے شوخ
جا ڈوبی ہے یہ آب مین ہوکر خجل آتش

داغ آج سے رکھتا نہین ان سنگدلونکا
مدت سے ہوئی ہے مری چھاتی پہ سل آتش

دل عشق کے شعلے سے جو بھڑکا تو رہا کیا
اے جان نکل جا کہ لگی متصل آتش

یک قطرۂ مے لے اڑی سودا کو جگہ سے
باروت کے تودے کو ہے بس ایک تل آتش

دین شیخ و برہمن نے کیا یار فراموش
یہ سبحہ فراموش وہ زنار فراموش

دیکھا جو حرم کو تو نہین دیر کی وسعت
اس گھر کے فضا کر گیا معمار فراموش

بھولے نہ مرے دل سے مرا مصرع جانکاہ
نالہ نہ کرے مرغ گرفتار فراموش

دل سے نہ گئی آہ ہوس سیر چمن کی
اور ہمنے کیا رخنۂ دیوار فراموش

یا نالے ہی کر منع تو یا گریہ کو ناصح
دو چیز نہ عاشق سے ہو یکبار فراموش

بھولا پھرون ہون آپکو اک عمر سے لیکن
تجکو نہ کیا دل سے مین زنہار فراموش

دل درد سے کس طرح مرا خالی ہو سودا
وہ نا شنو حرف مین گفتار فراموش

آشیان کو مت اجاڑ کر کے فریاد و خروش / باغبان ظالم ابھی سویا ہے اے بلبل خموش
دیکھے وہ آنکھین کوئی محراب ابرو کے تلے / اے مسلمانون ہے مسجد مین دکان مے فروش
لالہ و گل سے نہ سمجھو یہ زمین ہے سرخ رنگ / خون ناحق نے ہماری خاک سے مارا ہے جوش
ابھرے ہے کیا حباب نمط لے حریر پوش / یان جسکو دیکھیے سو ہوا ہے کفن بدوش
سکھ نیند زیر سقف فلک کیونکہ سو سکون / ادہر دہل بجے ہے اُدہر نوحہ و خروش

ردیف صاد مہملہ

آرام پھر کہان ہے جو ہو دلمین جاے حرص / آسودہ زیر چرخ نہین آشناے حرص
ممکن نہین ہے یہ کہ بھرے کاسۂ طمع / دن مین کروڑ گھر جو پھرائے گداے حرص
انسان نہو ذلیل زمانے کے ہاتھ سے / ذلت کوئی کسیکو نہ دیوے سواے حرص
کر منھ کو ٹک سوے قناعت یہ حرف مان / رہتی ہے لاکھ طرح کی آفت قفاے حرص
نادان تلاش طرۂ زر سے تو باز آ / جون شمع یہ نہو کہ ترا سر کٹاے حرص
اپنے سوا کسیکو نہ پایا حریص حیف / کی قطع روزگار نے ہمپر قباے حرص

سودا بسر ہو خوبی سے اوقات ہر طرح
پر درمیان نہووے بشرطیکہ پاے حرص

وہ مانگتا ہون ترا حق سے مہربان اخلاص / رکھے ہے تجھ سے جو تم جاودان اخلاص
ولیکن بہتون سے مین ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر ہارا / کہین جو پایا بھی مینے تو بر زبان اخلاص
مجھے یقین ہے کہ اخلاص بھی ہے زر کا نام / کرے گدا سے نہ نواب اور خان اخلاص
دل اسکا کیونکہ ملے دل مرے سے لے یارو / جہان ہو شیشہ و سنگ اُس جگہ کہان اخلاص
وہ کیونکہ دوست ہو مجھسے مگر خدا چاہے / تو ہووے پنبہ و آتش کے درمیان اخلاص
نہ اپنی دید مین آیا کوئی بروے زمین / نہ نام ہوگا کہین زیر آسمان اخلاص
نہ کر جہان سے تو اے پیر دوستی کا فکر / کہین ہوا ہے کہ کرے تیر باکمان اخلاص
ثبات دوستی اے دل نہ دلبرون سے چاہ / کہ بارہا مین کیا اُنسے امتحان اخلاص

پدر کو اُسکے تو آزردہ مت کر اے سودا
اگر ہے طالب گل رکھہ بباغبان اخلاص

ایک ہمسے تجھے نہین اخلاص
گھر گھر تجکو ہے کہین اخلاص

روسیاہی سوا نہین حاصل
نام سے مت کر اے نگین اخلاص

دیکھ تجھ زلف درد کی الفت کو
کرتے ہین آج کفر و دین اخلاص

روز ہی ہمسے تین رکھا پیارے
واہ وا رحمت آفرین اخلاص

مثل نقش قدم یہ رکھتی ہے
تیرے در سے مری جبین اخلاص

گر تمنا گہر کی ہے تو کر
چشم میری سے آستین اخلاص

آدم اس دام مین پھنسا سودا
رکھے دانے سے خوشہ چین اخلاص

ردیف ضاد معجمہ

چھوڑا مین کفر و دین فقط یار سے غرض
تسبیح سے نہ کام نہ زنار سے غرض

سینے مین دل جو ہے سو تری یاد کیلیے
جز دید کیا ہے دیدۂ خونبار سے غرض

طوبی کی تجکو چھاؤن مبارک ہے زاہدا
ہے دلکو اپنے سایۂ دیوار سے غرض

پیارے کہین یہ مفت نہ دام مر نجائے
غافل نہو تو مرغ گرفتار سے غرض

آتے ہین تیرے کوچے مین سر لے کفن کو باندھ
ہمکو ڈرا نہ شوخ تو دو چار سے غرض

لیجا تو دخت رز کو پکڑ ہاتھ محتسب
ہرگز نہین ہے کچھ ہمین قرار سے غرض

پرسش مرے عمل کی ہو جو روز حشر مین
پوچھا نجائے اور گنہگار سے غرض

تم کان دھر سنو نہ سنو اسکے حرف کو
سودا کو ہے گی اپنی ہی گفتار سے غرض

دیکھ لینا ہمکو تیرا یار ہے جب تک غرض
اس سوا نہ روز ہے کچھ مدعا نہ شب غرض

دوستی کا مارتے ہین یکدگر دم آشنا
ہووے ہے معلوم باہم آپڑی ہے جب غرض

چاہ جو کچھ کر ہے یہ دنیا و ما فیہا ترا
پر کسیکی تو کسی سے ڈال مت یارب غرض

مین کہا شب آج یان رہیے تو یون بولا وہ شوخ
رات کے رہنے کی مت رکھیو تو مجھسے اب غرض

مدعا سودا نہ ایسے یار سے معلوم ہو
جی نکلجا دے کسیکا اس سے نکلے تب غرض

چشم بینا ہو تو لیکر گل ہی سے تا خار فیض
بخشتے ہے یار و بہر صورت جمال یار فیض

شیخ صاحب مرید دنکو نہین زنہار فیض
بخشتے ہے زہد دنکو انکا جبہ و دستار فیض

خط سبز اُسکے سے عارض پر ہوئی دونی صفا
یہ وہ آئینہ ہے پہونچاوے جسے زنگار فیض

فیض ہی وابستہ تار عقیدت ورنہ یار
نفع نے تسبیح بخشتی ہی نہ کچھ زنار فیض

بخشتی ہی یون دلکو میرے تقویت دشنام یار
جون دوا سے تلخ سے پاوے کوئی بیمار فیض

مہر سے جون مہ کو پہونچے ہے ضیا جو خور لقا
تیرے سنگ ہو تو پہونچاوے ترا رخسار فیض

جی سبھے دو دن ہمتون سے تو غنیمت جانیے
کسکو گنج اپنے سے پہونچاوے ہی یار مار فیض

کرکے صاف آئینہ دل اُسمین تو دیکھ آپ کو
بخشتے گا اے یار تیرا ہی نہ تجھے دیدار فیض

توسنے وہ سوداؔ زبان ریختہ ایجاد کی
پڑھکے اک عالم اُٹھاتا ہے ترے اشعار فیض

ردیف طاء مہملہ

سر سبز جسن رکھتی ہے تیرا بہار خط
دل کسطرح سے ہو نہ ہمارا نثار خط

آنکھین برنگ نقش قدم ہو گئین سفید
اس سے زیادہ خاک کرون انتظار خط

بے مہر خط جو ہو تو نہین اُسکو اعتبار
عارض کے حال سے ہی ترا اعتبار خط

اور وہ تنگ خط کی طرح سمجھتا نہین یہ خط
گرد آئینہ کے منہ پہ ہی تیرا غبار خط

آنکھین تو صید تھین ترے چہرے کی خال کے
دل اندنون ہوا ہے بیارے شکار خط

آفاق کو خراب ترے حسن نے کیا
رسوائے زلف خلق ہی عالم ہی خوار خط

پہونچا ہے کوئی قاصد سوداؔ ابھی یار تک
دل کسطرح سے ہو نہ ہمارا نثار خط

تری آنکھون کیطرح سے نہ رکھے جام نشاط
سے مین کیدھر ہی جو رکھتے ہین یہ بادام نشاط

مطلع ثانی

تو ہو گر پاس تو ہے صبح طرب شام نشاط
دیکھنا تجکو ہے اے جان دل آرام نشاط

فضل حق جسکی طرف ہو تو اُسے بخشتے ہے
دورہ ساغر کیطرح گردش ایام نشاط

دل جنھون کا ہے اسیری کے مزے سے آگاہ
ہے قفس بیچ انھین عیش و نہ دام نشاط

عکس تا اسکی نگہ کا نہ پڑے جام کے بیچ
ہو سکے نشۂ مے سے نہ سرانجام نشاط

دیکھتے ہین تجھے قمری و بلبل شادان
تو ہے اس باغ مین اے سرو گل اندام نشاط

شیشہ ہے زیر بغل آبلہ دل ہے سودا
مے سے ہمکو نہین بے ساقی گلفام نشاط

اچھے تھے ہم جو دوست تجھے اے میان غلط
تیرا نہین ہے جرم ہمارا گمان غلط

کھاتے جو ہو ستم کہ تجھے چاہتا ہو مین
مشفق غلط ملاذ غلط مہربان غلط

ساقی نہو تو سیر چمن کا ہے کیا مزا
جانا بغیر بادہ سوے بوستان غلط

ٹوٹا ہو جو کوزہ لب پست ہو اسکی نظر سے بیچ
کرتی نہین ہے تیر کبھو یہ کمان غلط

جو حسن دیکھتا ہون مین فندق پہ یار کے
وہ لطف کب رکھے ہے گل ارغوان غلط

بھٹکے نہ رفتگان عدم رستہ سے کبھو
ہرگز کرے نہ راہ کو یہ کاروان غلط

مردونکی بات ایک ہے سودا سے سن صنم
مانند خامہ اونکی نہ پلٹے زبان غلط

چاہنا تجھ فرومایہ سے واللہ غلط
ور کو سمجھے جو کوئی ہے یہ تہ چاہ غلط

خواہ اے رشک چمن راست سمجھ خواہ غلط
گل ترے عہد مین بلبل کا ہو دلخواہ غلط

ٹکڑے ٹکڑے ہو کتان تجھ بدن سیمین پر
عاشق مہ نہ سمجھ اسکو ہے واللہ غلط

عشق تیرا مین چھپایا تو ہے دلمین لیکن
مخفی آتش کا ہے رہنا بہ تہ کاہ غلط

شمع سان سوز دل اپنے کا کہونگا مین راز
چاہو کاٹے سے زبان ہو مری کوتاہ غلط

دونون سے ہمنے اثر دل مین نپایا اسکے
نالۂ شب ہے عبث آہ سحرگاہ غلط

اب تو ہے آمد و شد آپ کی ہر ایک جگہ
راہ ادھر بھی تو کیجے گہ و بیگاہ غلط

شیخ کچھ منع نہین عیش جہان کا پر اوسے
سمجھے گر یہ تماشاے سر راہ غلط

جز و مین کل کو وہ جانے ہے جو ہو واقف راز
قطرے کو بحر نہ سمجھے دل آگاہ غلط

بادہ سے شیخ ہے کہ نفرت ہے بہت زاہد کو
پر گزک سے ہو برائے اسے اکراہ غلط

بزم آراستہ کی جسکے لیے اے سودا
آج آنے کی ادھر اسکی ہے افواہ غلط

چودھوین رات ہے اور وہ دل عالم کا چراغ
دزد کا گھر سے نکلنا بشب ماہ غلط

تجھسے چاہون جو محبت کا ہو نزباہ غلط
یار و اللہ غلط فہمی ہے باللہ غلط

نہین نادان کہ ہون مہر کا طالب تجھسے
شعلے سے چاہے محبت جو پرکاہ غلط

جیوے تو جیوے کوئی اپنے نصیبون پر نہ
جان اسکی تو نہ لے جسکا ہو دلخواہ غلط

سنکے سو وصف ترا ہم تو ملے تھے تجھسے
پر جو دیکھا تجھے تھی محض یہ افواہ غلط

جی سے نفرت ہے کسی سے جو تجھے سو ہم ہین
صحبت ہم سے ترے دلکو ہوا کراہ غلط

بیخطر دے ہے جو تو دکھ یہ کہان سے جانا
پڑی تاثیر سے ہر بار مری آہ غلط

درد دل جن نے کہا تجھسے مرا لاکھ طرح
یہی سن سنکے کہا تو نے کہ واللہ غلط

وعدہ کرتے ہین جو طناز جہان عاشق سے
گاہ کرتے ہین وفا اُسکے تئین گاہ غلط

یہ غضب جھوٹ نہ دیکھا مین کہین اے کاذب
عہد روزانہ غلط قول شب ماہ غلط

سنہوا یہ کہ مرے کلبۂ احزان کی طرف
آتے جاتے تو کسی گھر کی کرے راہ غلط

گر کوئی سمجھے کہ اے یار زبان سودا کی
مرتے مرتے ترے شکوے سے ہو کوتاہ غلط

یون ہے طریق عشق مین ہو راست یا غلط
اجر جفا درست ہے مزد وفا غلط

قاتل کو بیگنہ تو سمجھے ہو مرد قتیل
وارث اگر قتیل کا لے خون بہا غلط

واشد ہے دل مرے کو دم سرد سے ترے
اس غنچے کو شگفتہ کرے گر صبا غلط

سر تا بپا جو دستۂ نرگس کیطرح چشم
ہو جائے اگر وہ شوخ ادھر دیکھنا غلط

قامت کو اپنے یار کے تشبیہ سرو سے
سودا اگر ہین دون تو ز سر تا بپا غلط

ردیف ظاء معجمہ

اُٹھے نشہ مین محبت کے خط یار سے حظ
بغیر بادہ چمن بیچ کیا بہار سے حظ

ہلال عید سے یہ عیش ہی نہ صائم کو
جو مجکو یار کی ہے تیغ آبدار سے حظ

یہ لخت دل مری پلکون پہ چشم تر کے دیکھ
کیا جو چاہیے تو دریا یہ لالہ زار سے حظ

عبث ہین منتظر اس شوخ کی مری آنکھین
سوائے آئینہ کسکو ہے انتظار سے حظ

مجھے بھی عیش ہی یہ تیرے گرد پھرنے مین
کہ جون پتنگ کو ہے شمع کے نثار سے حظ

کسی شراب سے پائی نہ وہ حلاوت مین
کیا ہے یاد مین ساقی کے جو خمار سے حظ

عجب ہے تنگ سلاسل مین ہو نہ دیوانہ
رہے ہے دل کو مری زلف تابدار سے حظ

حلاوت اتنی ہے اس داغ دل کے گننے سے
کہ جو بخیل کو درہم کی ہو شمار سے حظ

ہزار سیر کرے شہر شہر کی سودا
اُٹھے گا دل ہی کے اپنے نہ تجھے دیار سے حظ

زہے وہ معنی قرآن کہے جو تو واعظ
پھٹے دہن کے تئین اپنے کر رفو واعظ

مجھے یہ فکر ہے تو اپنی ہرزہ گوئی کا
جواب دیویگا کیا حق کے روبرو واعظ

خدا کیواسطے چپ رہ اُتر تو منبر سے
حدیث و آیہ کو مت پڑھ تو بے وضو واعظ

سنا کسی سے تو نام بہشت پر تجھ کو
گل بہشت کی پہونچی نہین ہے بو واعظ

ثبوت حق کی کرمی سبھون پہ ہے لیکن
تری تو نفی کرم پر ہے گفتگو واعظ

بتون کی حسن پرستی سے کیا خلل دین مین
خدا نے دوست رکھا ہے رُخ نکو واعظ

ڈرو ن ہو نہین نہ کرین رند تیری داڑھی کا
تبرکات مین داخل ہر ایک مُو واعظ

ہزار شیشہ مے اسمین تین چھپائے ہین
تری جو پگڑی ہے یہ صورت سبو واعظ

سخن ہے وہ کہ ہو مردلون کا ہو نادان
یہ پوچ گوئی ہے جس سے ہے تجکو خو واعظ

کہا تو مان لے سودا کا توبہ کر اِس سے
لب و دہن کے تئین کرکے شستشو واعظ

ردیف عین مہملہ

اشک کے قطرے سے نیسان کا اثر رکھتی ہے شمع
سر سے لیکر تا قدم سلک گہر رکھتی ہے شمع

کون ہے میرا جب نہ پروانہ مرغ نامہ بر
شرح سے مکتوب کے میرے خبر رکھتی ہے شمع

تو مرے غمسے نہ رویا اور میری خاک پر
شام سے تا صبح اپنی چشم تر رکھتی ہے شمع

رہرو سوے عدم کو جنبش پا کیا ہے شرط
خانۂ فانوس مین ہر شب سفر رکھتی ہے شمع

جسقدر جلتے ہین تیرے ہجر مین اعضا مرے
استخوان مین اپنے کب سوز اسقدر رکھتی ہے شمع

شعلہ پر ہر چند دل پروانے کا بھی ہے نثار
واسطے جلنے کے پر کیا ہی جگر رکھتی ہے شمع

حسن کو سودا جو دعوی سلطنت کا اب نہین
سر پہ اپنے کس لیے یہ تاج زر رکھتی ہے شمع

کب آپ مجھ غریب کے بالین پہ لائے شمع
دل بیکسی کا مجھ پہ جلے ہے بجائے شمع

پروانہ کے ہون مین اثر عشق سے خجل
کیون منفعل تجھے نہین کرتی وفائے شمع

آتا ہے جیمین یہ کہ قدم تیرے چھوڑ کر
گر رہئے جون پتنگ بہم ہو کے پائے شمع

عذر گناہ سے مین پتنگون کے داغ ہون
ظالم جلے ہے آپ تو کرتا ہے ہائے شمع

ٹپکا نہ تیرے چشم سے مجھ پر تو اشک گرم
جلنے سے اسکے آپکو آگے جلائے شمع

لطف اس چہرہ کے آگے کوئی یان رکھتی ہے شمع
خوبی نطق وہین جہان رکھتی ہے دہان رکھتی ہے شمع

لب اٹھا گئے سے اپنے اب نہ کر اسکو خفیف
چشم پروانہ مین اک عزت و شان رکھتی ہے شمع

راستی یہ ہے کہ ہے بسکہ طویل القامت
حسن تیرا سا منھ اپنے پہ گمان رکھتی ہے شمع

سر پہ اسکے بھی کیا فرض دھوین کی لٹ سے
کاکل اس طرح کی کب مشک فشان رکھتی ہے شمع

ٹلتے اپنے دہنون سے کوئی آتش نفسان
گذرے ہے سر سے وہان پانون جہان رکھتی ہے شمع

جان تک دے چکے بات اپنی پہ دل سوختگان
واسطے سر ہی کٹانے کے زبان رکھتی ہے شمع

کیا کیا اس خانۂ پر دود مین تھے بزم آرا
سو نہ اب نام ہے انکا نہ نشان رکھتی ہے شمع

کٹتی ہے عمر تاسف ہی مین اس بزم کے بیچ
لو ہے انگشت کہ جسکو بدہان رکھتی ہے شمع

تیرے بیمار کے بالین پہ نہ تنہا آپ ہی
شام سے صبح تلک اشک روان رکھتی ہے شمع

شمع شبہائے محرم کی طرح اپنے ساتھ
ایک عالم کے تئین گریہ کنان رکھتی ہے شمع

شہرۂ تاب و تب از لب ہے زبان زد اوسکا
ہم بھی کہدین جو کوئی پوچھے کہان رکھتی ہے شمع

سوز تا سوز تفاوت ہے یقین کر سودا
داغ جو دل پہ ہے اپنے سو کہان رکھتی ہے شمع

مژگان کی گر خلش کا بدل ڈھنگ ہے دریغ
سینہ بھی یان برائے صف جنگ ہے دریغ

زاہد جگہ نہ وان ہو تو حاضر ہے گھر مرا
میخانہ شکل کعبہ نہین تنگ ہے دریغ

نقص صفائی اپنا نہ پہونچا تو وان تلک
آئینہ خانہ ورنہ بہ سر سنگ ہے دریغ

داماں سیل اشک مرا ہجر مین ترے
مانند دامن چمن و گنگ ہے دریغ

بے ہمتی سبب تک و دو کا ہے ورنہ پاؤن
روزی برائے کور و کر و لنگ ہے دریغ

چڑیا سے لے بچا ہے نہ سیمرغ تک کبھو
شہباز عشق کا بھی عجب چنگ ہے دریغ

ٹکڑون کیو واسطے ترے نیمہ کے سر فرازہ
گلشن مین تختہ گل اور رنگ ہے دریغ

خواہش جنھین ہے ملک کی انکو نہین یہ فہم
دو گز زمین زندان تہ سنگ ہے وسیع

بادہ پہ گو کہ عرصہ کیا محتسب نے تنگ
سودا کیواسطے قدح بنگ ہے وسیع

ردیف غین معجمہ

اے لالہ گو فلک نے دیے تجکو چار داغ
چھاتی مری سراہ کہ اک دل ہزار داغ

ڈرتا ہے جون سپند کہین اب چٹک نجائے
ہے سوز دل مرے سے نپٹ بیقرار داغ

سینے سے سوز عشق ترا ہاتھ کب اٹھائے
تا پھوٹ کر جگر سے نہو جائے یار داغ

خورشید حشر ڈھونڈھے تو پاوے نہ منھ پہ ننگ
ہو جائے دل مریکا اگر اوس سے دوچار داغ

دلسوز عاشقان کوئی سودا اساب نہین
پروانہ جل مرے تو وہ ہو شمع وار داغ

آتش ہے میرا لوجہ سمندر نہ ورے داغ
سوزش مین نہین اسکے مین لکھتا ہون کہ پے داغ

پروانہ کی اور شمع کی نسبت سے ہے روشن
بیداغ ہوے عشق کو کب حسن کرے داغ

عاشق ہی کے سینے کو ہے اس سوز کی برداشت
تجھ عشق سے کب جا سکے ہر ماچہ خرے داغ

اے چرخ نہین تجسے مین خواہان زر و مال
دل کو تو مرے رکھ [illegible] ہم سیمبرے داغ

بے مہر ہے اسکی سند عشق جو کوئی
عشاق مین دل اپنے کو جبتک نکرے داغ

ہے خواہش گلزار تو سینے کو مرے دیکھ
تختے سے چمن کے ہین فزوں اسپہ بھرے داغ

سودا نظر آتا ہے بہار آنے کا آثار
ہوتے چلے ہین پھر مرے سینے کے ہری داغ

نالے سے مین اپنے نہین [illegible] داغ
کرتی ہے مرے دل کے تئین بے اثری داغ

یارون کی مجھے سوختت کیا تیز روی نے
ہر ایک گیا دے کے رفیق سفری داغ

پہونچا کے تری زلف کی بو غیر کو یان سے
کرتی ہے مجھے موج نسیم سحری داغ

جلنے کی ترے عشق مین خو ہو گئی یا تنگ
لالہ کیطرح سوز سے رکھتا ہون یہی داغ

جانیکا کسیطرح نہین دل پہ یقین سے
جون جرم عقیق آہ ہمارا جگری داغ

ہوتا ہون خجل مفت مین پروانہ کے آگے
کب شمع کو کرتی ہے تری جلوہ گری داغ

طائر کو مین پرواز مین جب دیکھون ہون سودا
کرتی ہے تب اپنی نہ مجھے بے وبال پری فراغ

سردمہری سے بیان کے مٹ گیا ہی سوز دماغ
کر دیا ان ظالمون نے ملک دل کا بے چراغ

وائے اس پیشہ پہ اے بلبل کہ جسکی ہو یہ قدر
خوار ہین کوچہ بکوچہ تو ہے رسوا باغ باغ

مملکت ساری ہین باور کر سلیمان کو نتھا
گوشۂ خاطر مین اپنے ہے مجھے جو کچھ فراغ

بلبل خوش نغمہ ہون لیک اس گلستان مین جہان
نالۂ مرغ چمن سے کم نہین فریاد زاغ

خوش کبھی اس بزم مین وہ دل نہ دیکھے الٰہی
دم بدم مینا بھی روتا ہی جو ہنستا ہی ایاغ

حیف اس گلشن مین عاشق سی کوئی رہتی نہین
گل سدا بلبل سے ناخوش مجھسے تعنت سیلاغ

دل اگر کھویا ہے سودا چھوڑ مت دنبال اشک
شاید اس دیوانے کا لڑکون سے تو پاوے سراغ

کسطرح دلمین چھپاؤن تجکو ہین سینہ مین داغ
دال ہے یہ گھر کی بستی پر جو روشن ہو چراغ

دیکھے داغون نے نرکھا سیر گلشن کا دماغ
زخم سینہ کا ہے میرے رخنۂ دیوار باغ

زلف دیکھون یا کمر یا چشم یا ابرو کی سمت
اتنی راہین دل کے گم ہونیکی لون کیدھر سراغ

قہقہہ مارے ہے شیشہ ہی نہ میرے عیش پر
تجھ بن اے ساقی مرا منھ دیکھ ہنستا ہی ایاغ

جی کے خوش ہونے سے رکھتا ہی تعلق حسن لطف
رنگ بو نکلے ہی جب غنچے کے دل کو ہو فراغ

خاک کیا انکا ہے سودا اس سے جو جلتی ہین گرم
روے نادیدا و لیتے جنکا آسمان پہ ہو دماغ

کب نظر جوشش طلب رکھتی ہی سوے سردمہر
نور مہ کو سمجھے پروانہ کم از دود چراغ

عشق کی ہو سے تو ہو ہمکو اسیری کا دماغ
دل نہ شاہی پر ہے اپنا نے فقیری کا دماغ

اس لیے خاموش بیٹھے ہین چمن مین عندلیب
تجھ سے ہم رکھتے نہین ہین ہمصفیری کا دماغ

ہین اگر ایسے کی نظرون کا کہ میری خاک پر
یاد کو بھی اب نہین ہی دستگیری کا دماغ

بخشے کتنی ہی کرین دعوی مریدی کا اگر
شیخنا دل کو ہمارے ہو نہ پیری کا دماغ

پوچھنا اشعار کا سودا سے کیا ہے شاعرو
گفتگو مین اسکی پاتا ہون نظیری کا دماغ

ردیف فاء

اب ہو تو نہ ہرگز ہے کنعان میں یوسف
آ غرق ہو تجھ چاہ زنخدان میں یوسف

ہوتا اگر اس عہد میں تو دیکھ کے تجھکو
پڑھتا تبارک کو تری شان میں یوسف

آنکھوں میں نظر بازوں کی رہتی ہے تری شکل
بستا تھا زلیخا کے دل و جان میں یوسف

بلبل سے کہا دیکھ تجھے سب نے چمن میں
خاموش کہ ہے سیر گلستان میں یوسف

کیا شاہد معنی کا ترے اب میں کہوں حسن
سودا بھرے ہیں اب ترے دیوان میں یوسف

دیکھوں ہوں یوں میں اُس ستم ایجاد کیطرف
جوں صید وقت ذبح کے صیاد کیطرف

بے مشورت نگہ کے تری طبع روزگار
آوے نہ تازہ جور کے ایجاد کیطرف

سے نے دانہ ہم قیاس کیا ہے لحاظ دام
دھس گئے قفس میں دیکھ کے صیاد کیطرف

ثابت نہوئے خون مرا روز بازپرس
بولیں گے اہل حشر سو جلاد کیطرف

پتھر کی ایک تھا سخن اُسکا ہزار حیف
بولی زبان تیشہ نہ فرہاد کیطرف

طرے کے تیرے واسطے صد چوب شانہ دار
قمری گئی ہے کاٹنے شمشاد کیطرف

سودا تو اس غزل کو غزل در غزل ہی کہہ
ہونا ہے تجکو میر سے اوستاد کیطرف

مائل تھا بسکہ دل مرا بیداد کیطرف
خوں ہو چلا بدن سے تو جلاد کیطرف

غیروں کی بات پر کبھوں کان مت رکھو
لیکن کبھو تو میری بھی فریاد کیطرف

پہچانیں ہم نہ گل کو نہ بلبل سے آشنا
منھ کر کے آنکھیں کھولیاں صیاد کیطرف

جور و ستم تعدی و اندوہ و درد و غم
مائل ہوئے ہیں اس دل ناشاد کیطرف

سامان نالہ سب ہے مہیا پر اے اثر
میں دیکھتا ہوں تیری ہی امداد کیطرف

خوں کر رہا ہے جوش رگ جان میں تری
سودا نہ دیکھ نشتر فصاد کیطرف

مرضی جو آئی چرخ کی بیداد کیطرف
مائل کیے دل اُس ستم ایجاد کی طرف

تصویر ہو کے آپ ہی حیران رہ گیا
بیٹھا تو منھ کو پھیر جو بہزاد کی طرف

دیکھے جو ایک آن ترا سروِ خوش خرام — قمری نہ دیکھے پھر کبھی شمشاد کی طرف

بھاوے نہ گل چمن میں نہ کبھو تجکو عندلیب — دیکھے جو آکے تو مرے صیاد کی طرف

صد شورِ حشر آوے تو یکدم نہ ہو سکے — تیرے ستم رسیدہ کی فریاد کی طرف

ردیف قاف

بلبل نہ چمن ہے گل گلزار کا عاشق — جو گل ہے سو تیرے گل رخسار کا عاشق

اے واے بران عاشقِ نادار کہ جسکا — معشوق ہو اور درہم و دینار کا عاشق

رشتے کو محبت کے جگہ دی ہے میں دلمیں — نے سبحہ کا طالب ہوں نہ زنار کا عاشق

باتیں مجھے بھاتی ہیں آمیزشِ دشنام — ہوں اسلیے اس شوخ کی گفتار کا عاشق

ہے سرو سے قامت کے تری قمری تو والہ — اور کبک دری تک تری رفتار کا عاشق

بچکر رہ میخانہ سے اے شیخ نکلنا — ہر رند ہے واں جبہ و دستار کا عاشق

کیا قدر رکھے جنس دلِ اس شخص کی سودا — جسکا ہو فروشندہ خریدار کا عاشق

رنگ سے پھر کیے رسوا ہوے ہیں بیمارِ عشق — عشق کو یارو چھپا سکتا نہیں انکارِ عشق

گاہ اشکِ تر کبھی خون گاہ ہیں لختِ جگر — اسطرح جاری ہے ان آنکھوں سے کاروبارِ عشق

کیا کہوں ان نے مجھے جوں کر دیا بے خانماں — گھر پہ کافر کے نہ پڑیو سایۂ دیوارِ عشق

ترک مجھسے کیونکہ ہو عشقِ بتاں اے اہلِ دیں — سمجھوں ہوں تارِ نفس اپنے کو میں زنارِ عشق

خط سمجھ اے دل نہ اس عارض کے ملکِ حسن میں — اتری ہے یہ فوج بہرِ غارتِ گلزارِ عشق

تھے سکندر طالع اسدم تک کہ تھا دل آئینہ سا — کھا گیا افسوس اس آئینہ کو زنگارِ عشق

اس چمن میں طرح بلبل کے وہ نالاں کیوں نہ ہو — روز و شب کھٹکا کرے سینہ میں جسکے خارِ عشق

گر کہیں عاشق ہوا ہے سودا تو میں تجھسے کہوں — وہ عمل میں لائیو جو نیک ہو کردارِ عشق

عشق کے درّہ شریعت سے قدم باہر نہ رکھ — سمجھے ہے دوزخ کو اپنا ایک شمہ نارِ عشق

ناصح نہ انسے بک جو ہیں آگاہ رازِ عشق — وہ کر چکے ہیں دین و دل و جاں نیازِ عشق

جھمکے ہے انمیں حق کی تجلی کہ جو کری — جوں شمع ہو رہے ہیں سراپا گدازِ عشق

پروانہ رات شمع سے کہتا تھا راز عشق
مجھ ناتوان نے کیا کیا اٹھایا ہے ناز عشق

سینہ سپر ہے انکا سدا پیش تیغ یار
ہین جو کئے ہوئے بجہان سرفراز عشق

گر سخت تر ہے سنگ سے بھی جان عاشقان
ہو مثل موم وان ہی جہان ترکناز عشق

ہی حق بجانب آپکے پیارے غرور کا
دیکھا نہین ہے آجتلک اُن نے ناز عشق

محراب تیغ دوست سلامت رہے مدام
کعبے مین کب مین جاکے پڑھونگا نماز عشق

سودا یہ قصہ خط سے نہ کوتاہ ہو سکے
ہے حسن زلف یار سے عمر دراز عشق

حسن کے بازار مین کیا ہے جز اشیاے فراق
دیکے نقد دل نہ کر زنہار سوداے فراق

دوستان رفتہ کا اتنا فراق اے دل تجھے
ل ہے مینگے اکدن ہرگز نہین جاے فراق

لطف ان دور از وفاؤن سے محبت کا نہین
خانۂ دل کو عبث کیون کیجے ماواے فراق

بس نہ تھا اک داغ اے دل پھر تو مت سے لگ چلا
اُس دبی آتش کو ڈرتا ہون نہ سلگاے فراق

وصل گر اُس شوخ کا سودا ہو تیری ستداد
ہو جبیہ معز ورست ہے درمیان پالکے فراق

زندگی کیون نہووے مجھپر شاق
یار بے اعتنا و دل مشتاق

تجھ بن اعضا کا ہے یہ میرے حال
تار شیرازہ بن ہون جون اوراق

عشق تیرے مین سب منافق ہین
ایک غم کو نہین ہے مجھسے نفاق

الفت اس دل سے کب ہو ولکہ تجھے
یہ تو ہے لعل اور وہ سنگ سماق

غم نہین اُسکی بیوفائی کا
کرے ترک وفا نہ ہم سے فراق

جو رکھو ہے تجھ گران ستم
کر رکھو تم دو روز کا اشفاق

شیخ صاحب کے عقد مین دنیا
آئی تھی کب جو دی انھون نے طلاق

دیکھ زاہد کے سر عمامہ تو
ہاتھ اٹھا رند بولے یار زاق

سکتے تجھ خط سے جب چمن مین بہار
روز ہی کی خزان سے آشلاق

بار کیا اُسکے آگے لے سودا
منھ تو دیکھو کہ جیسے ہوے طباق

ردیف کاف

شمع اُس عارض کے سب کہتے ہین پہونچے نور تک
ہمسے جو پوچھے کوئی ہے حرف شمع طور تک

بس چلے تو دیکھنے ہرگز نہ تجھے تجھکو نہ دون
آئینہ گھر مین ترے پہنچنے نہ دون تقدیر تک

آن کر اس میکدے کے بیچ جز چشم پر آب
قسمت اپنی ہم نہ پائے ساغر معمور تک

رہیو مت غافل نگاہ حسرت آلود اُسکی سے
پہونچے وقت جانکنی گر اپنے تو رنجور تک

دل نہ دے ان سانورون کے تو نمک کو دیکھکر
تخم الفت کو نہ پہونچا اس زمین شور تک

باغ ہاتھ آوے تو کر لین غضب اہل اتقا
نسبت مے سے نہ سمجھین دانۂ انگور تک

کون سے عارف کو یان دعوی انا الحق کا نہین
یہ ترانہ ختم لیکن ہو چکا منصور تک

فی الحقیقت جو مقام وجد ہے اے شیخنا
وہ نہین وابستہ ہرگز ڈھولک و طنبور تک

عولی میخانہ و ساقی نہین اُسکے نصیب
پہونچے گو زاہد عبادت سے قصور و حور تک

ہجو ہو اُس زلف کی تشبیہ دنیا مشک سے
شاعرو یہ بات پہونچیگی دراز و دور تک

یہ غزل سودا کہی ہے تو نے اس انداز کی
ہند سے پہونچیگی ہاتھون ہاتھ نیشاپور تک

رہے اس فصل ہم اے بلبل گل ناتوان یانتک
نہ نالہ لب تلک پہونچا نہ چاک جیب دامان تک

کوئی بیماردارون سے یہ کہیو جا کے جانان تک
مریض عشق کا تیرے نہ پہونچا کام درمان تک

عبث باندھون ہون لکھ لکھ شرح دل بال کبوتر سے
دلونکے اُڑ گئے پرزے نہ پہونچی کچھ خبر دان تک

ترے غم کا دل پرخون سے استقبال کرنے کو
وہ قطرہ نارسا طالع ہو جو پہونچا نہ مژگان تک

روا کرتا ہی کیا ولکو اگر حال پر سودا
کہین خط آگیا اُسکے تو ظالم حرف ہے جانتک

آباد شہر دل تھا مجھسے شہر یار تک
پہونچا نہ آ کوئی پھر اس اجڑے دیار تک

تک دیکھ لین چمن کو چلو لالہ زار تک
کیا جانے پھر جئین نہ جئین ہم بہار تک

دیکھا نہ اُسکو دو ہین گمان سو طرف کیا
آئے نہ ہوتے کاشکے ہم کوے یار تک

قسمت نے دور ایسا ہی پھینکا ہمین کہ ہم
پھر جیتے جی پہونچ نہ سکے اپنے یار تک

ساقی سمجھ کے دیجیو جام شراب عشق
آخر کو کام پہونچیگا اسکا خمار تک

دیکھا کرون مین دور سے اے یار کب تلک
تڑپا کرے مرا یہ دل زار کب تلک

تنہا مین بستر اپنے پہ فکر وصال مین
لون کروٹین سدا شب تار کب تلک

کچھ وصل بن نہین مرض عشق کی دوا
جیوین کہو تو ہجر مین بیمار کب تلک

سچی اگر ہو بات تو آوے ظہور مین
جھوٹے قبول کیجیے اقرار کب تلک

دور روز کی بہار پہ اتنا نہ کر غرور
پیارے یہ باغ حسن کا گلزار کب تلک

رخصت جو دے تلک بھی مجھے دے نہ باغبان
جھانکا کرون مین رخنۂ دیوار کب تلک

رشتہ نہو صنم کی جو الفت کا ہاتھ مین
گردن مین برہمن رکھے زنار کب تلک

اب کیجیے مرے مرض عشق کی دوا
تھمیگا دل کے درپئے آزار کب تلک

یوسف نہ ہاتھ آئے جو سودا بقیمت دل
بیٹھا رہے دکان پہ خریدار کب تلک

خط آچکا پہ تجھسے وہی ڈھنگ اب تلک
ویسا ہی میرے نام سے ہے ننگ اب تلک

دیکھے ہی مجکو اپنی گلی مین تو پھر سے مجھے
ویسی ہی گالیان ہین وہی سنگ اب تلک

سب سے ہوا یہ ربط کہ جون غنچہ و نسیم
رہتا ہے مجھسے ویسا ہی دلتنگ اب تلک

عالم سے کی ہے صلح مگر ایک میرے ساتھ
جھگڑے وہی عبث کے وہی جنگ اب تلک

دیکھے نہ تجھ کو تا نہ کرے تیغ پر نگاہ
یا تنگ ہو مرے قتل کا آہنگ اب تلک

سنتا ہے جس جگہ وہ مرا ذکر ایک بار
بھاگے ہے اسنے لاکھ ہی فرسنگ اب تلک

سودا نکل چکا ہے وہ ہنگام ناز سے
پر تجھسے ہے ادا کا وہی رنگ اب تلک

رخ سے دکھیوں تا ہو تئین اُس زلف سیہ فام تلک
شام سے صبح تلک صبح سے لے شام تلک

یک نفس گرد چمن ہم نہوئے بال افشان
آشیانے سے اٹھے آک رات گئے دام تلک

آپ سا مجکو تو زاہد نہ سمجھ کور سواد
خط خوبان سے پڑھا ہو نئین خط جام تلک

شاعر نئین کہا سکے جو شیر کی تقریر جنگ
نہ جدل تقریر مین انکی نہ در تحریر جنگ

بعضے ایسے بھی ہین نامعقول ہے جنکا سخن
اپنی شہرت ہونیکی سمجھین ہین وہ تدبیر جنگ

ہیچ گوئی سے نہین ہٹتے یہ میدان سخن
کرتے ہین گر یادہ جو کر پاؤں مین زنجیر جنگ

یکدگر ہوتا ہی ہے سنتم سخن پر اعتراض / اسپہ کیا لازم جو کیجے ہو گرم برپا نگیر جنگ
ابرو و مژگان کے مضموں کہیں کرے جو انکے دخل / کرنے یہ اس سے لگیں نادان بہ تیغ و تیر جنگ
میں تو حیران ہوں اب ان ناشاعروں کی وضع پر / کرتے پھرتے ہیں جو پڑھ پڑھ شعر بے تاثیر جنگ
کچھ بھی انہیں عقل ہے اتنا سے سمجھتے یہ نہیں / کرتے ناحق ہیں مسلمان ساتھ ہی تکفیر جنگ

ایک انہیں سے لگا سودا کے آگے پڑھنے شعر
واسطے اسنے کیا کیجے باین تزویر جنگ

سنکے یہ بولا خدا کے واسطے کیجیے معاف / میں تو ہوں شاعر غریب اور آپ ہیں شمشیر جنگ
دل مسخر کر نہیں سکتے بہ تیغ و تیر جنگ / ملک تو یہ کچھ نہیں جسکو کرے تسخیر جنگ
یہ نہ کر مہر و محبت سے جو ہاتھ آوے تو آئے / اسکے ہاتھ آیتی اے پیارے نہیں تدبیر جنگ
جنبش ابرو نے مارا لشکر صبر و قرار / ہو فیصل کر جب پہونچے ہے با شمشیر جنگ
اسکے دل چلنے کی ہی انجام سے غفلت میں دل / پر میں سمجھا ہوں کہ ہے اس خواب کی تعبیر جنگ
جب وہ صف مژگان سپاہی ہوں تو ہو کسطرح صلح / روز و شب باہم رہے ہے جون لشکر تصویر جنگ
سامنے چہرے کے تیرے مہر و مہ کا ہے یہ حال / رنگ رو نامرد کا کرتی ہے جون تغییر جنگ
کب سپاہی کام پر آقا کے اب دیتا ہے جی / بھوک سے کرتا ہے ہو کر زندگی سے سیر جنگ
یہ نہیں ممکن ہے وہ وحشی کسی کا ہووے رام / کرتے ہیں اسپر عبث باہم جوان و پیر جنگ

ور پڑا اتحریر پر سودا کی قسمت کا لکھا
کرچکی اسکی قلم با خامۂ تقدیر جنگ

پھونکتی ہے عشق کی تب نے ہمارے تن میں آگ / دہکے ہے جون شعلۂ فانوس پیراہن میں آگ
رنگ گل کچھ بے طرح دہکے ہے اے ابر بہار / آشیان میرا جھلک لگتی ہے اب گلشن میں آگ
لالۂ خود رو نہیں ہے خون نے فرہاد کے / جوش میں آکر لگا دی کوہ کے دامن میں آگ
گر نہو پانی دل اسکا خوف سے اے شعلہ خو / اگ اٹھے تیری نگاہ گرم سے درپن میں آگ
رنگ یہ یاقوت کا دیکھے اب انگارے کی طرح / حسرت لب سے تری از بس لگی معدن میں آگ
برج میں ہے دھوم دھام ہو رہی لیکن تجھ بغیر / یہ گلال اڑتا نہیں بھڑکے ہے اپنے تن میں آگ

گو بہار آئی کسے سودا بھلا لگتا ہے باغ
یوں چمن میں گل نظر آتے ہیں جوں گلخن میں آگ

عدو ہے دوری سے ایک اور خمار ہے ایک
گل ایک دشمن جان ہے مرا بہار ہے ایک

پہنچ شتاب کہ بیٹھا ہوں اسگھڑی ساقی
دو چار ایک ہوئے ہیں یہ دلفگار ہے ایک

نبچے تو بچ رہے آنکھوں سے دل مرا لیکن
غضب ہے یہ کہ ہیں صیاد دو شکار ہے ایک

بدن میں جسکے ترے عہد تک دل و جان ہے
ادا پہ ایک فدا ناز پر نثار ہے ایک

یقین ہے یہ کہ دراز ان سے عمر خضر نہو
ہے ایک اپنی شب ہجر و زلف یار ہے ایک

ڈبو دیں ہیں یہی دو جان و مال عاشق کے
دل ایک خون شدہ ہے چشم اشکبار ہے ایک

رہی نہ دین کی عزت نہ حرمت دنیا
خراب ایک ہوا سے عشق تجھسے خوار ہے ایک

ہوس رہی نہ چمن کی ہمیں کہ داغوں سے
دل ایک باغ ہے اور آنکھیں آبشار ہے ایک

نہ کیجو تکیہ تو اس جان و جسم پر سودا
ہوا تو ایک ہے ان دو میں اور غبار ہے ایک

میں بتاؤں تمکو یارو گر کرو تدبیر ایک
بس ہے مجھ دیوانیکو اس زلف کی زنجیر ایک

دل دھڑکتا ہے مبادا جل نجاوے یہ قفس
ورنہ اے صیاد کرتے نالۂ شبگیر ایک

کیوں ڈراتا ہے مجھے تلوار ہر دم کھینچ کھینچ
یار ثابت کر تو مجھپر بھی بھلا تقصیر ایک

اس چمن کی سیر میں لیجا بسر تو اسطرح
چاہیے ہو وے نہ تیرا خار دامنگیر ایک

بزم میں تیری تو یوں آزردہ خاطر ہیں بہت
پر نہ دیکھا ہمنے سودا سا کوئی دلگیر ایک

سنبل و زلف سیہ کاکل و شب چاروں ایک
غمزہ و ناز و ادا جنبش لب چاروں ایک

دیکھیے کیونکہ بچے جی کہ ہوے ہیں تیرے
تجھ بن اب درد و الم و رنج و تعب چاروں ایک

باتیں دو کہنے کی ہیں دو نہیں کہنے کے تئیں
لب پہ گر ڈالے ہے تجھ آگے ادب چاروں ایک

گل و خورشید و مہ و شمع ترے چہرے سے
ہیں کب کہ نہیں یہ نور کا اب چاروں ایک

شعلہ و برق و تجلی و شرر اے سودا
رکھتے ہیں زیر فلک حسب و نسب چاروں ایک

رو دینکو میرے تا بکجا دل سے آئے اشک
نکلے ہے خون چشم سے اب تو بجائے اشک

خون جگر تو چشم سے جو تھا سو بہ گیا
آتا ہے لخت دل بھی چلا اب قفائے اشک

رونے سے باز ہم کوئی آتے ہیں مثل شمع
لے سر سے پاؤں تک نہ ہمیں تا گھلائے اشک

نظر وں نے جو کسو کے گرے بول کیا سکے
ہم نے سنی نہ چشم سے گرتے صدائے اشک

آنکھوں سے ایکدم نہیں ہوتا مرے جدا
سودا میں کیا بیان کروں اب وفائے اشک

کب لگ سکے ہو اس سے کوئی رنگ اور رنگ
بیرنگی کا ترے ہے جو نیرنگ اور رنگ

لذت ہی تیغ عشق میں کیا جب تلک نہو
دامن فراخ زخم دل تنگ اور رنگ

ساقی جو تو نہووے تو ساغر بلور کا
مینا سے مے کیواسطے ہے سنگ اور رنگ

مخمور ہو کے جام مے ناب کی طرح
پیدا کرے ہی چشم تری رنگ اور رنگ

لذت ہے دل کو آنکھ لڑانے سے یار کے
دیکھا کہیں نہ اسکے سوا جنگ اور رنگ

ملنا ترا ہر ایک سے پھیکا کرے نہ دل
چاہے ہے دوستی میں تو یہ ڈھنگ اور رنگ

موزوں ہے اس چمن میں بہنگام میخوری
بھر کباب مرغ بد آہنگ اور رنگ

خط سادہ رونکے چہرے پہ رکھتا نہیں ہے لطف
ایسا کچھ اسکو جان کہ جوں بنگ اور رنگ

کب سیر ہوں وہ نان قناعت سے جو کوئی
کھاتے ہیں خوان دہر پہ سر جنگ اور رنگ

جز خط سبز عارض دلدار ہمنشین
دیکھا ہے آپ نے یہ کبھو رنگ اور رنگ

سودا سے کیونکہ یار کو ہووے موافقت
پیر و جوان ہیں بادہ گلرنگ اور رنگ

کرتی ہی مرے دلمیں تری جلوہ گری رنگ
اس شیشہ میں ہر آن دکھاتی ہی پری رنگ

کس رنگ میں دیکھا نہ ترے رنگ کا جلوہ
سب رنگ میں ہی تو یہ ترا سب سے بری رنگ

اے شیشہ گران دل کوئی ٹوٹا جو بناوے
پیدا کرے پھر اور ہی کچھ شیشہ گری رنگ

ہر مرغ کو پہچان کے نامے کو تو لینا
نامے کے کبوتر کا ہے میرے جگری رنگ

ہے خاک بسر آج صبا جانے چمن کا
دیکھ آئی ہے کیا جا کے نسیم سحری رنگ

کس گل میں یہ جلوہ ہی جواب کنج قفس میں
دکھلاتی ہی میری مجھے بے بال و پری رنگ

گر جامۂ عریانی کو خاک تری سودا
ہو عزم سفر یار نے تو ہے یہ سفری رنگ

ردیف لام

کھینچ شمشیر جاؤ دل کے نکال
آج در پر ترے پڑا ہوں نڈھال

پان کھا کھا کے آرسی کے بیچ
اپنے ہونٹھون کو دیکھتا ہی لال

کم ہے ناصر علی سے نعمت خان
اُس سے مرغوب تر ہے اسکا خیال

شیخ اس داڑھی پر تو ناچے ہے
کیا ہے اے مسخرے یہ تیرا حال

داڑھی ملا کی جون گیہون کا کھیت
لے گئے لڑکی لڑکے ایک ایک بال

اُس کے قامت کو صحن گلشن مین
ہو گئے سرو دیکھتے ہی نہال

لے مرے دل کو دے کے اپنا دل
سنگ کے مول یہ بکے ہے لعل

دے ہے دولت فلک ہمین لیکن
اس سے ہم لین یہ کیا ہے ایسا مال

واہ وا بے تمنا کو واسطے کے
دے ہے تو دھا ہمین دکھا کر گال

میوہ نخل امید سے سودا
جتنا چاہے ہے تو کھا یہ توڑ نہ ڈال

سخن عشق نہ گوش دل بیتاب مین ڈال
مت یہ آتشکدہ اس قطرہ سیماب مین ڈال

گھر کا گھر بیچ نہ کر خرچ مے ناب مین ڈال
زاہدا سبا نیات کچھ نہین دے آب مین ڈال

ابھی جھپکی ہے ٹک اے شور قیامت یہ پلک
صبح کا وقت ہے ظالم نہ خلل خواب مین ڈال

کر کے معیوب طمع دل کو نہ سن حرف درشت
یہ بڑی چیت ہے نہ اس گوہر نایاب مین ڈال

شمع سان رویئے کیونکر کہ یہان بیٹھے ہین
ہم بنا ہستی کی اپنی رہ سیلاب مین ڈال

دسترس ہووے تو کر مہر کا طرہ مقراض
ساقی کے سامنے دیجے شب مہتاب مین ڈال

کوے میخانے سے رکھ دل تو کنارا سے سودا
شیشہ ٹوٹا ہے نہ جا کر رہ احباب مین ڈال

پوت بکتے ہین دُر دیدۂ نمناک کے مول
مژۂ تر کو بتان لیوین نہ خاشاک کے مول

دل پر خون کو نہ وہ غنچہ لیوے بہ نگاہ
جوہر عقل بھی جو ہو شیشے مین تو دے تاک کے مول

زاہدا نطق گہر بار پہ واعظ کے بکا
ابلہی بیچے ہے بیٹھا دُر ادراک کے مول

مرغ دل کے جو شکاری ہین اگر صید حرم
بکنے آوے تو خریدین نہ وہ فتراک کے مول

تڑپ اپنے دل بیتاب کی خاطر اے شوخ
برق سے لے ہے ترے غمزۂ چالاک کے مول

شوق کسکو ہے پتنگون کے لڑانیکا کہ حسن
شیشہ ٹوٹا ہو تو لے ہے دل صد چاک کے مول

عکس رخ اپنے سے کہتا ہے لب آئینہ مین دیکھ
ان نگینون کا بٹا کیا ہے لب حکاک کے مول

کوزہ پشت اتنے ہوئے شیخ ہمارے کہ عصا
ٹیکے ایسا تو وہ شاید بکے مسواک کے مول

محتسب رحم کر اب مفلسی رندان پر
تنگ تقدغن سے ترے بکتی ہے تریاک کے مول

بے زری خلق کو ہے یہ کہ کسی کا کیسا
کوئی کاٹے تو بکے کیسہ دلاک کے مول

جنس دل اپنی کے بکنے کو کہون کیا سودا
مفت بر لیکے وہی دے اُسے خاک کے مول

مر الگتا نہیں اے باغبان تیرے چمن میں دل
لگے کیونکر کسیکا یار بن سرو و سمن میں دل

جلے ہیں شام سے تا صبح ہم ہر مو نمین یون اپنے
جلے ہے شمع کا جسطرح تیری انجمن میں دل

کہا مت کر ہمیں حرف درشت اے یار تو ہر دم
نظر آتا ہے اکثر ٹوٹ جاتے یک سخن میں دل

جو تو سیر چمن میں ساتھ ہوتا ہے تو شادی سے
سما تا دان نہیں جون غنچہ میرے پیرہن میں دل

نہیں سودا جو وہ مرنیکے بعد از بھی تجھے بھولے
پڑا تڑپے گا تیری یاد میں اسکا کفن میں دل

ہووے نہ ملک عشق سے کم رسم داغ دل
روشن رہے ہمیشہ الٰہی چراغ دل

مانند غنچہ تاکہ پریشان نہو سکے تو
کب اس چمن کی سیر میں پاوے فراغ دل

شاید کہ سیل اشک نے اسکو بہا دیا
سینے میں اب تو خاک نپایا سراغ دل

یکدست اک زمانہ جہان میں لٹائے گل
سر کو ہمارے خاک نہ لیوے جو جائے گل

کہتے تھے اسلئے کہ نہو آشنائے گل
اے عندلیب دیکھی نہ آخر وفائے گل

دیکھے اگر صفا سے بدن کو ترے صبا
کھولے کبھو نہ شرم سے بند قبائے گل

مین اور عندلیب ازل سے ہین ہم نصیب
مجھ پہ ستم ہوا ہے تو اسپہ جفائے گل

ہے شرط دردیون کہ بجز حکم عندلیب
کوئی کسی مزار پہ ہرگز نہ لائے گل

ہستی سے نیستی میں جو بہتر نہو مزا
ہنستا ہوا جہان سے ہرگز نہ جائے گل

سودا کہے بہار میں وضع زمانہ دیکھ
اے وائے وائے بلبل و ہے ہائے ہائے گل

جب تو چمن سے گھر کو چلا کر کے دید گل
بلبل نے گل کو دیکھ کے تجھ کی رسید گل

آنے کی تیرے باغ مین ہے آج یہ خوشی
نوروز عندلیب کہون یا مین عید گل

ساقی تلاش بادہ مین مطرب بفکر ساز
بلبل ہے غرق زمزمہ سنکر نوید گل

جون لالہ داغ داغ سے دل تشنہ لب ہین
رکھنے کی اس چمن سے ہے سر پر امید گل

جس جا کہ ذکر حسن ہو تیرا تو اُس جگہ
لائق نہین جو کیجیے گفت و شنید گل

بندہ مین بیدرم ہون ترا اسکو جان سے
بلبل چمن مین دہر کی ہے زر خرید گل

نسبت نہ عندلیب سے سودا کو دیجیو
بسمل یہ آن کا ہے تری وہ شہید گل

جاتا ہے دل تو جائیو ہشیار آجکل
چلتی ہے اسکے کوچے مین تلوار آجکل

خنجر مژہ ہے تیر نگہ تیغ ابروان
مجروح کس سے ہے یہ دل زار آجکل

کوئی دوا نہین ہے موافق بغیر وصل
مرتا ہے تیرے غم مین یہ بیمار آجکل

گر زمزمہ یہی ہے ہمارا تو ہم صفیر
ہوتے ہین اس چمن مین گرفتار آجکل

تسبیح گر یہی ہے جو رکھتا ہے شیخ شہر
اے یار ہم تو پہنین گے زنار آجکل

عرصہ سمجھ بہار کا ساقی پہونچ شتاب
جاتی ہے اس چمن سے یہ گلزار آجکل

گر ہے ترا سلوک یہی ہمسے اے صنم
بت سے کریگا برہمن انکار آجکل

مت چل تو اس لٹک سی کہ ظالم قدم تلے
مل ڈالے گی جہان کو یہ رفتار آجکل

تیری زبان سے عہدہ بر آ کیونکہ ہو کوئی
سودا سے ہے جو تجھ تری گفتار آجکل

اس چمن کی سیر مین آیا رہوین ملکے گل
کیا بنائے صانع قدرت نے رنگین گلکے گل

یہ نہو دریا کہ جس سے گذرے تو پل باندھکر
موج چشم عاشقان دے توڑ پل مین ملکے پل

قتل کا کسکے کیا ہے آج ان آنکھون نے عزم
کھینچکر تیغے رہے ہین ابروے اُس قاتل کے تل

عہد مین تجھ حسن کے جسکو ہوا ہے شغل عشق
مچ رہی ہے شرق سے تا غرب اُس شاغل کے غل

حل مشکل کس سے ہو سودا کی شاہا تجھ بغیر
کھولدے مشکل کشا عقدے مری مشکل کے کل

ردیف میم

سنا ہے اب کے خط آیا ہی کس اسلوب دیکھین ہم
لکھا ہو جو دل قسمت مین تو یہ بھی خوب دیکھین ہم

ہمیں دعویٰ نبوت کا نہیں کچھ صرف عاشق ہیں
جفا کے صبر پر دل پر کہ جون ایوب دیکھیں ہم

ہوئے ہیں غرق ہم جسطرح آب چشم میں اپنے
بھلا اے ابر یوں دریا میں تو تو ڈوب دیکھیں ہم

لکھی ہے شرح سوز دل بجز پروانہ اے ظالم
تجھے اب کون پہونچاتا ہے یہ مکتوب دیکھیں ہم

لگوہوں سے نگہ کرتے ہو تم آئینہ پر اکثر
مزاج آئے ہوا ایدھر تو کوئی محبوب دیکھیں ہم

خدا وہ دن کرے ہوئے جو کوئی تند خو تجسا
ترا دل راغب اُس پر وہ ترا مرغوب دیکھیں ہم

ترے در سے تو اٹھ جاویں پہ وہ آنکھیں کہاں جس سے
جفا کے سامنے اپنی وفا محجوب دیکھیں ہم

نہ دیکھا ہمنے کچھ اپنے سوا وہ جسکو دل چاہے
جو طالب ہوں کسیکے تو کوئی مطلوب دیکھیں ہم

خوشی سودا کو کب ہے حور سے نسبت کی اے زاہد
وہ دن ہو دخت رز سے آپ کو منسوب دیکھیں ہم

تیرے ہی دیکھنے کے نہ آوے جو کام چشم
تو زخم چہرے پر ہے کہ اُسکا ہے نام چشم

کیونکر نہ دیکھے خلقت انسان تجھی کہ سنگ
دیکھے لباس آئینے میں ہو تمام چشم

مبدا جو بلا کا ہے سو ہے وہ نظر چشم
آئے ہے کسی دل پہ جب آفت ز در چشم

آتا ہے نظر رونے سے ہر دم کے یہ مجکو
ہے قافلۂ اشک کے ہمرہ سفر چشم

اُڑ لگتی ہے جلوے پہ حسینوں کے مری آنکھ
دید اُنکی سے پہونچے ہے ہم بال و پر چشم

مکتوب غم اُس شوخ تلک سیل سے پہونچا
دیکھا نہ بجز اشک کوئی نامہ بر چشم

دیدار کے وعدے پہ نہ رکھ منتظر اتنا
تا مجکو برابر پڑے سود و ضرر چشم

چاہے تو جہان رہ مرے پیارے کہ تصور
رکھتا ہے ترے جلوے کو میری ہی بر چشم

موتی کو صدف سے کے ہے مرے اشک پہ ترجیح
عالم میں نہیں قدر شناس گہر چشم

سرمہ لوان آنکھوں میں ہے پر کیا کہوں سودا
آفاق کے ہے موجب نور بصر چشم

قاتل کے دل سے آہ نہ نکلی ہوس تمام
ذرہ بھی ہم تڑپنے نہ پائے کہ بس تمام

صیاد سے ہوں اے اثر نالہ منفعل
آتش دی اُن نے دام کو توڑے قفس تمام

اشک آنکھ سے تھمنے تو رہے نالہ سے دل
جب قافلہ تھکے تو ہو بانگ جرس تمام

آتش کو رنگ گل کے صبا تو نے پھونکا کھو تک
جلوائے آشیان کے مرے خار و خس تمام

سودا ہوئی ہے شانہ کو زلفوں میں اسکی راہ
اس دست نارسا کو ہے کیا دسترس تمام

اب اسطرف تری دل گرمی شعلہ خو معلوم
تپاک غیر سے جو ہونگے ہم سے وہ معلوم

بھری ہے دلمین ترے یان تلک محبت غیر
کہ جا نہین مرے کینے کو مہر تو معلوم

گلہ مین غیر کے میری وفا کرو تو یاد
سو غائبانہ کبھو اُسکے رو برو معلوم

خطا ہے زلف کو تیری کہون جو مشک ختن
سیاہ فام تو وہ ہے پر ایسی بو معلوم

ستم ترے کی کہون کسکے آگے جا فریاد
جو تجکو رو ہے کہا نہین سو مجکو رو معلوم

عبث ہے مہر کی نت اُٹھ تلاش دینے کو
ہے وصل دور ترا میری حسبت جو معلوم

طبیب اُٹھ مرے بالین سے دے اجل کو جگہ
دوا مری وہ لب شربتی ہے سو معلوم

نہ زرد نہ زردہ نہ طالع نہ تیرے دلمین مہر
جو چاہیے اس سے یہ دل کامیاب ہو معلوم

سخن تو یار بھی سودا برا نہین کہتے
ولے جو چاہیے یہ انداز گفتگو معلوم

نہ غرض کفر سے رکھتے ہین نہ اسلام سے کام
مدعا ساقی سے اپنے ہین اور جام سے کام

دل نالان کو مرے کسکے ہے آرام سے کام
کوئی بیچین رہو اپنے لئے کام سے کام

اس چمن مین نہ کسی چشم سے پوچھے کوئی شاد
صبح تک ہمکو بھی شبنم ہے یہی شام سے کام

کیون نہ انکی چلے ہر ایک جگہ مکر اگر
نہ پڑا اُسکو تری زلف سیہ فام سے کام

گر اکیلا کہین لجاے ہمین تو دل کا
لیجیے من مانتا اُس شوخ گل اندام سے کام

ہو اسیر اُسکا جسے بعد گرفتاری عید
نہ گرفتار سے مطلب ہے نہ لے دام سے کام

ہے مرا بیہ زبان کہنے سے اب رام رحیم
جن نے پایا ہے نشان اُسکو نہین نام سے کام

جو ہین آغاز ترے کام کا دیکھا سودا
وائے وہ دن کہ تجھے اُسکے ہو انجام سے کام

کیا مچائی اُن نے میرے دل کے کاشانے مین دھوم
شور ہی جسکے لیے کعبہ مین بتخانے مین دھوم

مٹ گئے وہ شور و گلے ہاے شب آئی بہار
ورنہ کیا کیا ہم بھی کرتے شہر و ویرانے مین دھوم

زلف کو کھولا تو کر اس دل کی شورش کا علاج
سخت دیوانے نے کی زنجیر کھلجانے مین دھوم

تجھ نگاہ گرم کی حسرت سے دل ملتا ہے جوش
راتکو دیکھون ہو کہین جب شمع و پروانے مین دھوم

اسقدر ہین لاغری میری سے خوش نابیقہم
جون ہلال عید ہے میرے نظر آنے مین دھوم

دل کو اُس کوچے مین تیرے اب چلے ہین سنگ سار
ہو رہیگی بیچ وان اطفال دیوانے مین دھوم

کب سے اے سودا شراب اس بزم مین پیتے ہین یار
تو نے اے کم ظرف کی پہلے ہی پیمانے مین دھوم

لے دیدۂ تر جدھر گئے ہم
ڈبرے جو تھے خشک بھر گئے ہم

تجھ عشق مین روز خوش نہ دیکھا
دکھ بھرتے ہی بھرتے مر گئے ہم

تیرا جو ستم ہے اسکو تو جان
اپنی سی تو خوب کر گئے ہم

یہ قطعہ پڑھا تھا سوز دل سے
سودا کے جو رات گھر گئے ہم

جون شمع لبون پر آ رہا جی
تھا تن سو گداز کر گئے ہم

اتنی بھی پتنگ پیش قدمی
گر شام نہین سحر گئے ہم

ہوگی نہ کسیکو یہ خبر بھی
اس بزم سے آکدھر گئے ہم

ہین صفائے بادۂ و درد تہ پیمانہ ہم
نور شمع مجلس و سوز دل پروانہ ہم

جان عقل کامل و شور سر دیوانگان
رونق آبادی کے ہین اور وحشت ویرانہ ہم

چشم شیخ و برہمن مین ہے ہمین جون سرمہ جا
گرد راہ کعبہ و خاک در بتخانہ ہم

فیض سے مستی کے دیکھا ہمنے گھر اللہ کا
جا رہے مسجد مین غش کر کرہ میخانہ ہم

فرصت اکل و شرب کی پائی نہ یان مانند شمع
لیگئے ہمراہ جو لائے تھے آب و دانہ ہم

زاہدا کہ تو صلاح نیک ہے دونون مین کیا
جام کا بوسہ لین یا چومین لب جانانہ ہم

گر نکالا آسمان نے گھر سے اپنے ہے سزا
آنکر مہمان بن بیٹھے تھے صاحب خانہ ہم

مین سے پانوںکی لغزش کے کیا اے شیخنا
دیر سے اُٹھتے ہوئے کل سجدۂ مستانہ ہم

واعظا سوز جہنم سے ڈراتا ہے کسے
داغ لے پھرتے ہین بغل مین دل سا آتشخانہ ہم

ہاتھ اُن زلفون تلک پہونچے نہ اپنا ایکبار
گر بہم پہونچائین صد انگشت مثل شانہ ہم

ماندگی گر محنت دنیا کی خواب آور ہو یان
شور محشر کو بھی سودا سمجھین اک افسانہ ہم

دھن کے سر لولا گئے جب یار کے کاشانہ ہم
جی مین آتا ہے کرین اس گھر کو خلوتخانہ ہم

ہے عجب قسمت کہ سمجھے جسکو اپنا آشنا
آخر کار اسکو پایا آپ سے بیگانہ ہم

کوہ کا پیارے اٹھانا زور مردونکا نہین
جو اُٹھا دے تجھسے دل سمجھین اُسے مردانہ ہم

شیخ جی مانگو دعا تا یار ہووے مہربان
آپ کی داڑھی مین دے چھلے کرینگے شانہ ہم

دختر رز سے ہمارا باندھ دے گر تو نکاح | خوب کھلوائین اے ملا تجھے شکرانہ ہم

آبیار کشت ہستی گو نہو اپنا کہ ہین | اشک کے مانند آپ ہی آب ہی دانہ ہم

کام سے نے شمع حرم سے نے چراغ دیر سے | جسجگہ تیری تجلی ہو وہان پروانہ ہم

دوستی کا غیر کے کیا ذکر اس لین کہ دوست | آشنائی ہین ترے ہین آپ سے بیگانہ ہم

جب تصور بیچ ان زلفون کے جھپکے ہے پلک
کرتے ہین انکو خیال اپنے مین سودا شانہ ہم

عاشق تو نامراد ہین پر اسقدر کہ ہم | دل کو گنوا اسکے بیٹھ رہے صبر کر کہ ہم

کہتا تھا کل کسو سے کرونگا کسیکو قتل | اتنا تو کشتنی نہین کوئی مگر کہ ہم

دیکھین تو کسکی چشم سے گرتے ہین لخت دل | تو اسطرح سے رو سکے اے ابر تر کہ ہم

بیٹھا نہ کوئی چھانو تلے نہ پایا کسینے پھل | بے برگ و بر نہین کوئی ایسا شجر کہ ہم

قاصد کے ساتھ چلتے ہین یون کہکے میرے اشک | دیکھین تو پہلے پہونچے ہے وان نامہ بر کہ ہم

اتنا کہان ہے سوز طلب دل تپنگ کا | رکھتی نہین ہے شمع بھی ایسا جگر کہ ہم

یا تنگ ہو گئین ضعیف کہ کہتے ہین میرے عضو | باریک و ناتوان ہے اب اسکی کمر کہ ہم

سودا نہ کہتے تھے کہ کسیکو تو دل نہ دے
رسوا ہوا پھرے ہے تو اب در بدر کہ ہم

تھا نہ پرورد چمن ہین آخر اے صیاد ہم | اتنی رخصت دے کہ ہو لین گل سے ٹک آزاد ہم

خندۂ گل نے نہ ٹک فریاد بلبل سے اثر | اس چمن سے آہ جا کر کیا کرین گے یاد ہم

خاکسارون سے موافق کب ہے دنیا کی ہوا | راہ مین تیری گئے جون نقش پا برباد ہم

ذبح تو کرتا ہے ٹک فرصت گلے لگنے کی دے | عید قربان ہے تجھے دے لین مبارکباد ہم

قیس جسدم سے گیا اپنے قدم کے فیض سے | خانۂ زنجیر رکھتے ہین سدا آباد ہم

نہین نکل سکتے اسیری سے تری اے سرو قد | طوق قمری کی طرح رکھتے ہین مادرزاد ہم

اے جنون مصرع ترا سودا کی ہے زنجیر پا
قید سے تیری نہین ہو سکیے اب آزاد ہم

اے گل صبا کیطرح پھرے اس چمن مین ہم | پائی نہ بو وفا کی ترے پیرہن مین ہم

شیشے کی طرح دل کے تئین رو کے تا سحر | خالی کرین ہین بیٹھ تری انجمن مین ہم

فانوس بیچ شمع جلے جسطرح ہنوز
جلتے ہین تیرے ہجر سے ظالم کفن مین ہم

کرنے کو وصف طول تری زلف کا صنم
پھیرے خدا ہی جائین جو فکر سخن مین ہم

سودا نہ تن ہمارے سے شعلہ اٹھا کبھو
بھٹی کی طرح جل گئے کچھ من ہی من مین ہم

تو کیون جلتی رہی بلبل چمن مین دیکھکر شبنم
کہ وہ داماں پاک گل جیب کرتی ہے تر شبنم

ندیکھا اس سوا کچھ لطف اے صبح چمن تیرا
گل ادھر لیگئے گلچین گئی روتی ادھر شبنم

بھلا گل تو تو ہنستا ہے ہماری بے ثباتی پر
بتا روتی ہے کسکی ہستی موہوم پر شبنم

پڑے ٹک بیرسیو گلشن سے ہم نازک مزاجون کے
بہا دیتی ہے رنگ گل کو پانی اے ابر تر شبنم

کہا بلبل سے مین گلشن مین کچھ تجکو بھی اے نادان
خبر ہے اسکی یان کرتی ہے کیون اتنا گذر شبنم

چمن مین وقت رخصت صبحکو مین کیا کہون تجسے
روئی ہر گل کی چھاتی سے لپٹ کر کسقدر شبنم

بس ان باتون سے یہ روشن ہے پیش دیدہ بینا
رکھے ہے عشق کے محبوب پر تیری نظر شبنم

یہ بولی سنکے وہ یون بھی ہوا بالفرض اے سودا
تو کیا سپنے تھی مین گل کا کلیجہ کلی توڑ کر شبنم

مجھے وضع جہان اس شک سے محفوظ رکھتی ہے
بہار آخر ہے اک پل مین کہان پھر گل کدھر شبنم

ترے آگے اسے خورشید کا منھ جوش نہین آتا
چمن سے ورنہ کیون جاتی رہی وقت سحر شبنم

پیتا ہون یاد دوست مین ہر صبح و شام جام
بے یاد دوست تجکو ہے پینا حرام جام

اے شمع سرکشی نہ کر اتنے فروغ پر
ہے کلبہ فقیر کا بدر تمام جام

کیون شیخ اسکو منھ نہ لگا دن مین کس لیے
لاتا ہے لب یار کے ہر دم پیام جام

رہتا مثال جام وہین والتام عمر
دیتا نہ زخم دل کو اگر التیام جام

جمشید کو تھی مملکت جم ہی سے تمام
کرتا نہ جابجا آن کے گر انتظام جام

سودا تھا وقت نزع کے کلمے کا منتظر
جنبش لبون کی دیکھی تو کرتا تھا جام جام

وہی ہین دن وہی راتین وہی فجر و وہی شام
وہی ہے روشنی مہر و مہ جو کچھ تھی مدام

بجا نو دور محبت کا کیا ہوا یا رب
کہ دوستون سے جدا کرکے گردش ایام

ہمین سلے آئی ہے شہر غریب جسدن سے
کبھو انھون کیطرف سے نہ نامہ و پیغام

علی الخصوص تغافل کو میر صاحب کے
کہوں میں کس سے کہ با وصف اتحاد تمام

لکھا نہ پرچہ کاغذ بھی اتنی مدت میں
کہ بے قراروں کو تا ہووے موجب آرام

کبھو انھوں کو ہماری بھی الفت سابق
کسی کے ہاتھ جو بھیجے ہے نامہ و پیغام

جو وہ پھرے ہے ادھر سے تو یہ بھی کہتا نہیں
کہ میں کہی تھی تری بندگی انھوں کو سلام

ردیف نون

سوتے ہیں ترے گھر کی طرف رو نہ کروں میں
تا دو سے ترے ملنے کو یکسو نہ کروں میں

دل دوں اُسے تجھ سے بھی دغا میں جو زبوں ہو
خواہش تری گو کہ ہے نیکو نہ کروں میں

دیکھوں نہ ترا منھ کبھو اب گلگے میں ہوتے
سنبل کے سوا زلف تری بو نہ کروں میں

نظارہ کروں نرگس شہلا کو شب و روز
پر دید تری نرگس جادو نہ کروں میں

سایہ ہو پڑا سرو کا جس جا کہ چمن میں
واں یاد ترا قامت دلجو نہ کروں میں

عادی ترے کوچے میں جو ہوں ہرزہ دوی کے
کیوں اسکی عوض سیر چمن خو نہ کروں میں

جس جا کہ ہلال مہ عید آوے نظر واں
ناخن بدل اپنے ترا ابرو نہ کروں میں

اُٹھتے ہوئے لٹ دیکھوں دھوئیں کی سر شمع
کاکل پہ نگہ تیرے سر مو نہ کروں میں

میزان خرد میں جو کروں حسن بتاں وزن
تجھ حسن کو پاسنگ ترازو نہ کروں میں

تجھ وحشی نگہ سے جو میں اب آنکھ لگاؤں
دل سنگی کیوں اپنی کو آہو نہ کروں میں

اب تجھ سے ملوں تب کہ کھا کر جو قسم تو
آزردہ کسی طرح سے تجھ کو نہ کروں میں

ہے دوسری کا شکوہ جو ہر دم مجھے سودا
ہرگز جگہ اسکی ترے پہلو نہ کروں میں

حسن یکتا میں ترے ہرگز دوئی کو رو نہیں
بلکہ یوں سمجھا ہے عالم نے کہ تجھ سا تو نہیں

گر نہیں باور تو دیکھ آئینے میں اپنا جمال
عکس گلچیں رنگ ہے گل کا کہ گل کی بو نہیں

بولنا بھاتا نہیں اُسکا جو بے مورد نہو
خوش صدا ہوتی ہے وہ چینی کہ جس میں مو نہیں

جب امید وصل ہوتی ہے تو یوں بولے ہے یاس
مختلط انسان سے ہو جس پری کی خو نہیں

تیغ کہہ سکیے نہ اسکو نے کمان ٹوٹے ہلال
شے ہے اک ناخن بدل اُس چشم پر ابرو نہیں

شانہ کھولے گا صبا میرے دل صدچاک کا
زلف کی اسکی گرہ کچھ غنچہ خوشبو نہیں

ملے جب گرمی نظارہ حسن شعلہ خوبان سے
ہوا سودا کا اس وصلت سے تب پیوند آتشین

لڑین ہین کیون نہ مژگان و ابرو یار آپسمین
ادھر خنجر نکلتا ہے اُدھر تلوار آپسمین

لگا دل چھینے تو جسگھڑی آئینہ رویونکا
رہے حیران ترا منھ دیکھ اے خونخوار آپسمین

دل و جان دیدہ صبح و شام تیری راہ تکتے ہین
رہے ہین منتظر پیارے کئی بیمار آپسمین

ہمارے درد کی تدبیر ایسی ہو نہین سکتی
تاسف ہی مرا کرتے ہین یہ غمخوار آپسمین

چکے انصاف حسن و عشق کا تب جسگھڑی پیارے
اکیلے مجھکو ہم تم کرین گفتار آپسمین

تری تسبیح کا دشمن نہین ہے دیر مین اپنے
رہے ہے شیخ ہمکو الفت زنار آپسمین

وہین مارے ہے سنگ تفرقہ سودا اگر یہ ظالم
اگر بیٹھے ہوے دیکھے فلک دو چار آپسمین

قیس کی آوارگی ہے دل مین سمجھو تو کہون
ورنہ لیلی ہے ہر اک محمل مین سمجھو تو کہون

چشم کم سے خلق کو آپس مین مت دیکھا کرو
زور ہی جھمکا ہے مشت گل مین سمجھو تو کہون

بتکدہ اور کعبہ مین کیا ہی تفاوت شیخ جی
شیشہ ہی پتھر کی ہر اک سل مین سمجھو تو کہون

ناصحو کیفیت اُن آنکھونکی کیا پوچھو ہو تم
مجھ سا عاشق ہو گیا اک پل مین سمجھو تو کہون

جانتے ہو عیش تم دنیا مین جسکو سو نہین
عیش ہے دنیا کی جو محفل یہین سمجھو تو کہون

کرتے ہو ہر دم جو وصف چشمۂ آب حیات
آب ہے جو خنجر قاتل مین سمجھو تو کہون

تم جو پوچھو ہو کھٹک دل ہی کا سودا سے داد
جو تڑپ کا ہے مزا بسمل مین سمجھو تو کہون

خوبون مین دلدہی کی روش کم بہت ہے یان
خواہان جان جا ہو تو عالم بہت ہے یان

غافل نہ رہ تو اہل تواضع کے حال سے
تیغ و کمان کیطرح خم و چم بہت ہی یان

چشم ہوس اٹھالے تماشے سے جون حباب
نادیدنی کا دید بس اک دم بہت ہے یان

خون جگر با دم دو زیستن ہے بکام
صورت معاش خلق کی برہم بہت ہی یان

آنکھون نہین دو دن اُس آئینہ رو کو جگہ دے
ٹپکا کرے ہے جسکے یہ گھر نم بہت ہی یان

کہتا ہی حال ماضی و مستقبل ایک ایک
جام جہان نما تو نہین جم بہت ہے یان

دیکھا جو باغ دہر تو مانند صبح و گل
کم فرصتی ملاپ کی باہم بہت ہے یان

آیا ہون تازہ دین بحرم شیخنا ت مجھے
پوجا نماز سے بھی مقدم بہت ہے پان

سودا الائش ہے دل کی تسلی کیواسطے
گوشہ سے چشم کی نگہ کم بہت ہے یان

عاشق ترے ہمنے کیے معلوم بہت ہین
ظالم تو ہی دنیا مین ہے مظلوم بہت ہین

گل دیکھیے جو سو غنچے نظر آئین ہزار دن
خوش ہینگے کم اس باغ مین مغموم بہت ہین

موجود ہے اک آدھ ہی مجھسا سو برے حال
تجھ عشق مین جو ہوگئے معدوم بہت ہین

آئینہ جسے کہتے ہین دیدار کا تیرے
محرم تو وہی ایک ہے محروم بہت ہین

جتنے ہین تہ دام فلک سب کو مین دیکھا
آیا نہ ہما ایک نظر بوم بہت ہین

دل چاہے تھا بوسہ کو جو تم سے نہ کہا مین
مت مانگ وہ دینے کے نہین شوم بہت ہین

مجھ جیسے جو خادم کی ہو خدمت سی تمھین عار
تو خوش ہو تم تجکو بھی مخدوم بہت ہین

شہرہ کے لیے خیل نہ عشاق کے چاہو
دو چار بھی کرنیکے لیے دھوم بہت ہین

مضمون نہین تیرا اسا کسی بیت مین سودا
یون شعر تو موزونکے منظوم بہت ہین

جو بزم بیچ تجھے دیکھکر کے ہٹ جاوین
یہ شمع رو جو ہین مانند شمع کٹ جاوین

تو اس چمن مین ہو گل پر نہین ہین ہم شبنم
وگرنہ رو رو گلے سے ترے لپٹ جاوین

ہزار طرح جو لیے تبان سے ہو کرشاد
پر انکے دل سے یہ ممکن نہین کپٹ جاوین

مرا دل اس صف مژگان سے کب اٹکتا تھا
ولے مین کیا کرون طالع ہی جب الٹ جاوین

ہوے غبار نہ سودا جو چھوٹے دامن یار
ہمابھی ہوکے حنا پاؤن سے لپٹ جاوین

کردے ہے مہر بدکین افلاک ایک پل مین
پھر جاے انکی طینت جون چاک ایک پل مین

تازان نہو تو ہووے گر تجکو شادمانی
کردے فلک دل خوش غمناک ایک پل مین

اکسیر سے نہین کم مجھ مست کی صحبت
سونا کرے ہے مس کو یہ خاک ایک پل مین

ورنہ تو دے ہے آتش آفاق کو ہمارا
کردے ہے سرو چشم نمناک ایک پل مین

دامن کشان چمن سے گذرا ہے کون بلبل
کرتا ہے گل گریبان صد چاک ایک پل مین

کوچے مین یار تیرے تجھ وہم کی برابر
پہونچے جو ہوے قاصد چالاک ایک پل مین

زاہد نے پی ہے سودا چھپ چھپ شراب کل
مسواک گاڑ دیں تو ہو تاک ایک پل میں

یار آزردہ ہوا رات جو مے نوشی میں
کیا ہوا ہم سے خدا جانیے بیہوشی میں

رہ گیا ہے مہ نو عید کا کھلکے پیارے
کھول کر ہاتھ تمنائے ہم آغوشی میں

آئینہ کو ہے بڑا فخر سے اپنا کہ جسے
تیرے دیدار کی دولت ہے نظر پوشی میں

بات آوے نہ تو چپ رہ کہ گمان کے نزدیک
سو طرح کا ہے سخن پردۂ خاموشی میں

درد دل مرغ چمن کا تو کہے ہے شبنم
رو دیا رات کو تیں گل کی جو سرگوشی میں

بھولنا ہم کو نہیں شرط مروت کہ ہمیں
یاد تیری ہے دو عالم کی فراموشی میں

میں تو بھولوں کہ قیامت کو ہوا ہے سودا
قامت یار سے بخشے جو وہ ہم دوشی میں

پونچھ کر چشم کریں ہم جو فشار دامن
باج خواہاں ہو رگ ابر سے تار دامن

حنظل جیب نہ نکلی کچھ پدر و مادر کے
ہم تو ہیں روز تولد سے غبار دامن

پوچھتا کیا ہے کہ تو کون ہے اک ہم بھی ہیں
خاک راہ بستۂ رحم و نثار دامن

غیر سے تجکو جو صحبت ہے تو ہو کیا کیجئے
کونسا گل ہے کہ رکھتا نہیں خار دامن

آتش عشق جو ذرہ ہو کسی کے دل میں تو پھر
کرتی ہے جنبش مژگان تری کار دامن

اشک گلرنگ سے ہوں غم میں ترے باغ بہار
نالۂ بلبل ہے چمن نقش و نگار دامن

موسم گل ہے نکل شہر سے اب اے سودا
دیکھ کہسار کی تیں جا کے بہار دامن

شکل گل ہے تمام اپنا گیا تن دامن
یاد کر تجکو بھرا خون سے یہ گلشن دامن

دل کسی کا نہ کسی سے چھٹے یارب کہ یہ ہم
سیتے دیکھا نہ محبت کا بسوزن دامن

بوئے گل باد صبا کہ جسے گو کسکے یارب
دو تڑپیں ہیں دونوں ہم باندھ کے دامن دامن

شیخنا دیر کے سجدے سے نہ کر منع مجھے
چھوڑے کب بت کی پرستش کا برہمن دامن

پہونچے ناصح کا ہمارے نہ گریبان تک ہاتھ
عشق کا چھوڑ دے جو یہ دل دشمن دامن

کہا زاہد نے مجھے دختر رز گھر میں نہ رکھ
پاک رہتا نہیں رکھتی ہے یہ زن دامن

چھوڑ دیتا کو کہ اس مادر بے مہر کا آب
پھر نگالیتیں نہیں تھامنے ہوئے کو دن دامن

عشق فولاد مرا حسن ترا مقناطیس
چھوڑیگا اُسکی کشش کا نہ یہ آہن دامن

داغ دل پر ہے مرے دم کی یہ صورت سودا
جیسے چھپکے ہے کوئی بر در گلخن دامن

بلبل تصویر ہون جون نقش دیوار چمن
نے قفس کے کام کا ہرگز نہ درکار چمن

کیا گلا صیاد سے ہمکو یونہین گذرے ہے عمر
اب اسیر دام ہین تب تھے گرفتار چمن

نوک سے کانٹون کے ٹپکے ہی لہو اے باغبان
کس کی آزردہ کے دامن کش ہین یہ خار چمن

زخم پر ہر گل کے چھڑکے صبح محشر کا نمک
سیکھے گر ہمسے تو رونا شبنم زار چمن

لخت دل گرتے نہ آنکھین جیسے برگ ای عندلیب
ہم اگر ہوتے تری جا گرفتار چمن

فصل گل جاتی ہے سودا دیکھ لے نرگس تو ٹک
باغ مین مہمان کوئی دن ہی یہ بہار چمن

سمجھ کے باندھا تھا آشیان ہم رہیگا آب و تاب گلشن
یہی کہ غنچہ نے آنکھ کھولی خیال گل تھا نہ خواب گلشن

نگاہ بھر بھر کے تو جو دیکھے ہے لا سکیگا یہ تاب گلشن
مجھے ہی دھڑکا کہ یہ بجا دے چمن سے ہر گز شراب گلشن

طرف ہو شگفتے سے تیرے منھ کے یہی تو پایا نہ باغ نے رنگ
بہار رسوا خفیف نرگس ذلیل سنبل خراب گلشن

بہار آئی تو آؤ اُس سے خوشی نہین ہے کچھ اپنے دلکو
فسردہ خاطر جو ہوئے انکو ہی فصل گل مین عذاب گلشن

نہ میل دانہ پہ بلبلونکو نہ خوش کرے ہین نہال پانی
یہی کہ دیتا ہے عمر اپنی کو آج تجھ بن جواب گلشن

کرے ہے ترغیب مجھکو سودا عبث تو گلگشت کی ہمیشہ
جہان نہین تجھسے ہی میسر آؤنکے سیر کرنے کا باب گلشن

ابھی جو صحن چمن مین جا کر گو اٹھا تی کے کھولتے تجھے
جگر کے داغونکو عاشقونکے لگے ہیں دینے حساب گلشن

چھپتی آنکھون مین تجھے رات کرون یا نہ کرون
حق خدمت بھی کچھ اثبات کرون یا نہ کرون

آج تو مل گئے تنہا یہ کہو تو یارے
اب نہ ملنے کی مکافات کرون یا نہ کرون

خون ہوا تو ہی نہ بچا غم دل کو بھی چھوڑ
کچھ مین اسکی بھی مدارات کرون یا نہ کرون

گھر مین آنے سے کیا منع تو یہ بھی کہیے
راہ کوچے کی ملاقات کرون یا نہ کرون

شیخ کہتا ہے مریدون سے جو تم سے احمق
ہون تو اظہار کرامات کرون یا نہ کرون

زہد کو چاہیے ہے زور تو عصیان کو زر
مین بھی یون ہی بسر اوقات کرون یا نہ کرون

دل سے لب تک سخن آتے ہوئے سودا سو بار
مصلحت یار سے یہ بات کرون یا نہ کرون

کیوں میں تسکین دل اے یار کروں یا نہ کروں
نالہ جا کر پس دیوار کروں یا نہ کروں

سن لے اک بات مری تو کہ رمق ہے باقی
پھر سخن تجھسے ستمگار کروں یا نہ کروں

ناصحا اٹھ مری بالیں سے کہ دم رکتا ہے
نالے دل کھول کے دو چار کروں یا نہ کروں

سخت مشکل ہے کہ ہر بات کنایہ سمجھو
ہے زباں میرے بھی گفتار کروں یا نہ کروں

خواب شیریں میں ہے اور دل ہے مرا مائل شوق
جی دھڑکتا ہے کہ بیدار کروں یا نہ کروں

موسم گل ہی میں صیاد سے جا کر یارو
ذکر مرغان گرفتار کروں یا نہ کروں

حال باطن کا نمایاں ہے مرے ظاہر سے
میں زباں اپنی سے اظہار کروں یا نہ کروں

عہد تھا تجھسے کہ پھر عمر وفا کریگا
ان سلوکوں پہ جفا کار کروں یا نہ کروں

کوچۂ یار کو میں رشک چمن اے سودا
جا کے با دیدۂ خونبار کروں یا نہ کروں

چمن کا لطف سیر اور رونق محفل ہے شیشے میں
پہنچ ساقی کہ اپنے دوستوں کا دل ہے شیشے میں

بمعنی آشنا مینائے مے ہے پر زخاموشی
برائے ہرزہ گو گفتار لاطائل ہے شیشے میں

تڑپتی ہے یہ خون دل میں ظالم آرزو میری
کہوں کیا تجھسے میں گویا وہ اک بسمل ہے شیشے میں

پیے جس مے کو تو اے یار بزم غیر میں جا کر
تو پھر اس مے کا ہر قطرہ مرا قاتل ہے شیشے میں

طلب ان دو سے کب ہے ایک کی بھی بادہ [illegible]
ہوائے ابر و فصل گل کی مے سائل ہے شیشے میں

ہمارا مصطبہ کیا کم ہے زاہد تیری مسجد سے
کہ یاں بھی جا بقلقل سے مے سدا شاغل ہے شیشے میں

اگر بیٹھے ہے تیرے دل میں آکر حور اے زاہد
تو یاں بھی دختر رز سی پری داخل ہے شیشے میں

جہاں میخانہ میں دیکھو شکست اس جا ہے مینا پر
نہیں معلوم پھر کس سنگدل کا دل ہے شیشے میں

کہاتا ہے تو اے سودا غلام ساقی کوثر
جو دولت دین و دنیا کی تجھے حاصل ہے شیشے میں

اسی کو چہچہا کہیے جو یہ قلقل ہے شیشے میں
مے گلرنگ بھی ساقی عجب بلبل ہے شیشے میں

جو کچھ دیکھا تو چاہے دیکھ لے دو قطرہ مے پیکر
بسان جام جم احوال جزو کل ہے شیشے میں

لپٹ کر کسکی زلفوں سے صبا آئی چمن گذری
گلاب آکر تو ٹک سونگھو بوئے سنبل ہے شیشے میں

کھلے بالوں کو خوباں ہو کے کیفی کھول دیتے ہیں
نظر کر ٹک پریشانی سدا کا کل ہے شیشے میں

دو عالم کا تماشا جسکے اک جرعہ سے ہم دیکھا
وہ نور چشم بینا کور آگے مل ہے شیشے میں

اذان کا شور بھی کیا کم ہے ہاؤ ہوے مستان سے　　جو غور غا طاق مسجد میں ہے وہی غل ہے شیشے میں

بغیر از مے جہان کے باغ میں کیا سیر سے حاصل
یقین تو جان سودا حسن ہر اک گل ہے شیشے میں

غم کی مے ہمنے جو شب ڈالکے بھری شیشے میں　　شور قلقل ہے اب آہ سحری شیشے میں
آشنا مفت نہیں دل سے خیال رخ یار　　اتری ہے لاکھ فسوں سے یہ پری شیشے میں
راز دل فاش کیا مے نے مرا ساقی پر　　کچھ نہ دیکھا میں بجز پردہ دری شیشے میں
مست پرواز ہوا ہے نالہ مرے دل سے کہ ہے　　طائر نشہ کو بے بال و پری شیشے میں
طرفہ صحبت ہے کہ ساقی تو یہ کہہ کر دے جام　　ہے خبر شرط کہ آتش ہے بھری شیشے میں
تشنگی اپنی یہ چاہے ہے کہ ایسا بھر دے　　نہ رہے خم ہی میں قطرہ نہ ذری شیشے میں
یار کا دل میں ہمارے ہے خیال اے رفتار　　ہم سمجھتے ہیں اسے کبک دری شیشے میں
بادہ حسن روز کہ ساقی ازل بانٹے تھا　　نظر ایدھر جو پڑی آگ بھری شیشے میں

دلمیں جس رنگ سے سودا کے گذرتی ہے لہر
موج مے کر نہ سکے جلوہ گری شیشے میں

خانہ دل کہ ہو خون ہونیکا آئین جسمیں　　ہے وہ اک بیت کہ سو معنی رنگین جسمیں
وہ خط اس روے کتابی پہ بہم پہونچا ہے　　سیکڑوں مشق ستم کے ہیں مضامین جسمیں
ہے وہی گردن عشاق کہ جز تیغ جفا　　ہو حمائل نہ کبھو دست نگارین جسمیں
صاف طینت سے نہ خوب ہونگے ہو خاطر پہ غبار　　زشت رو کا ہے دل آئینہ سے ہو کین جسمیں
ہجر اور وصل سے کچھ کام نہیں ہے مجکو　　بات وہ کیجیے کہ ٹک دل کو ہو تسکین جسمیں
عمر وہ روزہ بھی عشرہ ہے محرم کا سا　　کہ دل اپنے کو سدا پاؤں ہیں غمگین جسمیں
کار فرما جو ہمیں پوچھیے تو کیا دینگے جواب　　وہ کیا کام نہ دنیا ہووے نے دین جسمیں

لطف کیا رکھے ہے اس باغ کی سیر اے سودا
شاخ پر دیکھنے دے گل کو نہ گلچین جسمیں

تجھ بن چمن ہر خس و ہر خار پریشان　　حیران ہے نرگس گل گلزار پریشان
سنبل سے صبا کسکی لے آئی ہے نفس گم　　ہے زمزمہ مرغ گرفتار پریشان
کیا چیز دل اسکا ہے جو ملنے کی ہو رخصت　　کر دیجیے جمعیت کہسار پریشان

گہ کفر کا مائل ہے یہ دل گہ سوے اسلام
ہے درطلب سبحہ و زنار پریشان

اس جنس کا انسان ہو تو پیارے کہ تجھ کو دیکھ
یوسف کی ہو جمعیت بازار پریشان

مین راز دل اسواسطے کرتا نہین اظہار
تا غم نہ کرے خاطر دلدار پریشان

اختر نہ سمجھیو یہ مری آہ شرربار
ہوتی ہے فلک پر شب تار پریشان

دی ناز نے رخصت نہ ٹک ادھر جو وہ دیکھے
اسپر کہ سدا ہے نظر یار پریشان

ہوش اور حواس اپنے عمل سے ترے سودا
کرتا ہے نویسندہ کردار پریشان

گدا دست اہل کرم دیکھتے ہین
ہم اپنا ہی دم اور قدم دیکھتے ہین

نہ دیکھا جو کچھ جام مین جم نے اپنے
سو اک قطرۂ مے مین ہم دیکھتے ہین

یہ رنجش مین ہمکو ہے بے اختیاری
تجھے تیری کھا کر قسم دیکھتے ہین

غرض کفر سے کچھ نہ دین سے ہے مطلب
تماشاے دیر و حرم دیکھتے ہین

حباب لب جو ہین اے باغبان ہم
چمن کو ترے کوئی دم دیکھتے ہین

نوشتے کو میرے مٹاتے ہین رو رو
ملائک جو لوح و قلم دیکھتے ہین

مٹا جائے ہے حرف حرف آنسوؤن سے
جو نامہ اُسے کر رقم دیکھتے ہین

اگر سے نہین کام سنبل کے ہمکو
کسی زلف کا پیچ و خم دیکھتے ہین

خدا دشمنون کو نہ وہ کچھ دکھاوے
جو کچھ دوست اپنے سے ہم دیکھتے ہین

ستم سے کیا تو نے ہمکو یہ خوگر
کرم سے ترے ہم ستم دیکھتے ہین

مگر تجھسے رنجیدہ خاطر ہے سودا
اُسے تیرے کوچے مین کم دیکھتے ہین

کشور عشق مین وہ مرد قدم رکھتے ہین
نالہ و آہ کا جو طبل و علم رکھتے ہین

برہمن آج جو نازان ہے بتون پر اپنے
کیا مجال انکی وہ میرا سا صنم رکھتے ہین

لاکھ شمشیر برابر کرے کوئی لیکن
تیرے ابرو تو نرالے خم و چم رکھتے ہین

مفلسونکو نہین دنیا مین کسیکا خطرہ
خوف ہے انکو کہ جو دام و درم رکھتے ہین

ایک اُس شوخ کے دلمین نہین آتا ہے رحم
ورنہ ہمسون پہ سبھی لطف و کرم رکھتے ہین

کوئی پوچھے تو بتو نسے ہوا کیا مجھسے گناہ
اتنا کیون مجھپہ روا جور و ستم رکھتے ہین

تجھسے واقف جو نہوں انکو ہو باور وعدہ
تیری قسموں کی عوض ہم تو قسم رکھتے ہین

جلتے ہین زیرِ فلک عاشق شیدا مفتون
چھاتی پہ اپنی یہ سب داغ بہم رکھتے ہین

جنکا مولا ہے علی ہر دو جہان مین سودا
وہ نہین دل مین کسیطرح کا غم رکھتے ہین

وے صورتین الٰہی کس ملک بستیان ہین
اب دیکھنے کو جنکے انکھین ترستیان ہین

آیا تھا کیون عدم سے کیا کر چلا جہان مین
یہ مرگ و زیست تجھبن آپسمین ہنستیان ہین

کیونکر نہو مشبک شیشہ سا دل ہمارا
اُس شوخ کی نگاہین پتھر مین دھنستیان ہین

برسات کا تو موسم کب کا نکل گیا پر
مژگان کی یہ گھٹا ئین اب تک برستیان ہین

لیتے ہین چھین کر دل عاشق کا پل مین دیکھو
خوبان کی عاشقون پر کیا پیش دستیان ہین

اسواسطے کہ ہین یہ وحشی نکل نہ جاوین
آنکھون کو میرے مژگان ڈوروں سے کستیان ہین

قیمت مین اُنکے گو ہم دو جگ کو دیچکے اب
اُس یار کی نگاہین تسپر بھی سستیان ہین

جب مین کہا یہ اُس سے سودا سے اپنے ملکے
اس سال تو ہے ساقی اور مے پرستیان ہین

اُن نے کہا یہ مجھسے اب چھوڑ دختِ رز کو
پیری مین اے دِوانے یہ کون مستیان ہین

لختِ جگر آنکھون سے ہر آن نکلتے ہین
یہ دل سے محبت کے ارمان نکلتے ہین

تجھ تیر نگہ سے ہے کشتون کا جہان مدفن
سینے کی جگہ ان سے پیکان نکلتے ہین

سر خاک گریبان چاک آغشتہ بخون اُسکا
کیا گھر سے ترے عاشق باشان نکلتے ہین

یہ خوبرو اے یارو کیا بطن سے مادر کے
لے قتل کا عاشق کے فرمان نکلتے ہین

کسطرح کہو عالم آسودہ ہو دُزدی سے
دن رات مین اُس گھر سے دو خوان نکلتے ہین

موتی تو صدف مین سے نکلے ہین سمندر کے
پتھر مین سے عاشق کی مرجان نکلتے ہین

مجھ دل سے تری الفت مشکل ہی سے جاویگی
چیتون سے میان جی کچھ آسان نکلتے ہین

زاہد کی زبان سے یون حرف لگے مریدونکے
حق مین خلاف اپنے کے ہر آن نکلتے ہین

جو بات یہ کرتا ہے تم غور کرو یارو
کچھ کشف کے آئین سے عنوان نکلتے ہین

اور اُنکی جو سج دیکھو یون گھر سے وہ نکلین ہین
جو رات کے رہنے کے مہمان نکلتے ہین

اک بیچی کی پیچ اکثر جون ہار گلے ہین ہین
مستی کی جمع رنگین کھایان نکلتے ہین

میں کیا کہوں اے یار دکھنے میں نہیں آتا
جس جھمکی سے ہر اک جا وہ آن نکلتے ہیں

جو گھورنے والے ہیں دیکھ آنکو اس برن سے
ہر کوچے سے ہونیکو قربان نکلتے ہیں

کہتا ہے یہ تب سودا لاحول ولا قوت
ولیوں کے بھی نطفے سے شیطان نکلتے ہیں

مست سحر و توبہ کن شام کا ہوں میں
قاضی کی گرفتارنت اعلام کا ہوں میں

بندہ کہو خادم کہو جیسا کہ کہو مجھ کون
جو کچھ کہو سو ساقی گلفام کا ہوں میں

خدمت میں مجھے عشق کے ہے دل سے ارادت
نے معتقد کفر نہ اسلام کا ہوں میں

اک روز حلال اسکو بھی میں کرکے نکھایا
نوکر جو خرابات میں دو جام کا ہوں میں

نے فکر ہے دنیا کی نہ دین کا متلاشی
اس ہستی موہوم میں کس کام کا ہوں میں

یکرنگ ہوں آتی نہیں خوش مجکو دورنگی
منکر سخن و شعر میں ایہام کا ہوں میں

مطلوب عاشق میں نہیں اپنے کسو کی
طالب لب محبوب سے دشنام کا ہوں میں

بندہ ہے خدا کا تو یقین کر کہ بتان کا
بندہ بجہان بے زر و بے دام کا ہوں میں

ہے شیشہ سے عینک پیری مجھے سودا
نظارہ کن اب شیب کے ایام کا ہوں میں

زندگی محبوب کیا کیا اسمیں ہیں محبوبیاں
بیوفائی نے پر اسکی دیں مٹا سب خوبیاں

نامۂ سجیدہ کو جوں شمع وہ دیتا ہے آگ
کسطرح اسپر کھلیں باتیں مری مکتوبیاں

رکھتی ہے چشم محبت کیا ہی یارو فیض حسن
جس سے نظروں میں بہ از یوسف ہوں ہم اسلوبیاں

آہ و نالہ سے مرے ساتوں فلک سے تا بعرش
کہتے ہیں پنبہ بگوش اب روز و شب کروبیاں

عشق یا پیغمبر وقت اسکو یارو کیا کہوں
دل تو ایوبی ہوا آنکھیں ہوئیں یعقوبیاں

حسن بالادست سیر آکیا سم عاشور ہے
تیرے کوچے میں سدا رہتی ہیں سینہ کوبیاں

تھیں مری آنکھیں الٰہی یا کہ طوفان تنور
ساتھ اپنے یہ جو اک عالم کو لیکر ڈوبیاں

زیب و زینت کا میں دنیا کی نہیں پاتا گناہ
زائل عزت ہیں اپنی طبع کی مرغوبیاں

حسن کے دعوے سے ہے وہ منکسف منخسف
مہر و مہ دونوں کو اسکے رو سے ہیں محجوبیاں

ترک کر سودا ہنر کو اب ہنر رکھتا ہے عیب
ہو گئیں خلقت کی نظروں میں ہنر معیوبیاں

لاتا ہے بزم مین وہ سخن بر زبان زبون
سر جس سے ہو بخدمت فرزانگان نگون

دنیا نہ لے سکے ہے نہ دین مجھسے دل مرا
میدان سے لیگئے ہین یہ گو دلبران برون

سنتا نہین کسیکا کوئی درد دل کہین
اب تجھ سوا مین جاکے خدایا کہان کہون

جون گل نہین ہے تازہ جنون یان کہ از عدم
لایا ہون شکل غنچہ گریبان دران درون

وعدے کو وصل کے یہ بڑھایا کہ ہو گیا
اسپک تلے فلک کے قد دلستان ستون

لیسے کو دل دیا ہے کہ کرنے کو مسترد
پھرتا ہون گرد اُسکے مین زاری کنان کنون

یوسف کے غم مین رو دے تھا یعقوب جسطرح
تجھ غم مین چاہتا ہے میرا ہر روان وون

دل عاشق غریب سے لے شکل آسیا
چاہے ہی یون ہر ایک ز سنگین دلان دلون

ناصح کہے تھا راست کہ بد ہین یہ خوبرو
حاشا نہ بازی عشق کی پھر با بدان بدون

سودا سخن کو جامی کے مین سمجھ کر نصب
مشہور اس غزل کو کران تا کران کرون

اسکا یہ گھر ہے مجھ سے کئے اختر مرا بچرخ
نیکان نمودہ میل بہ نیکان بدان بدون

عقل اُس نادان مین کیا ہے جو دیوانہ نہین
نور پر تیرے مگس ہے وہ جو پروانہ نہین

اپنی توبہ زاہدا جز حرف رندانہ نہین
ختم ہو یان تو احتیاج جام و پیمانہ نہین

خال زیر زلف پر مت جی چلا اے مرغ دل
ہان میر ابھی کہا یہ دام بے دانہ نہین

اپنے کعبہ کی بزرگی شیخ جو چاہے سو کر
از روے تاریخ تو پیش از صنم خانہ نہین

کر ہے گوش فہم اپنا ورنہ یون کہتا ہے جغد
تھی نہ آبادی جہان ایسا تو ویرانہ نہین

باغبان مت دور کر گلشن سے تو مجکو کہ ہے
آشناے رنگ گل یہ سبزہ بیگانہ نہین

صبح دیکھا تھا جو کچھ وہ کم نہین ہے جو لیسے
ذکر اُسکا شام ہو تو بیش از افسانہ نہین

بے تجلی طور کے کس سے یہ دل گرمی کرے
جل نجھے ہر شمع پر اپنا وہ پروانہ نہین

زاہدا لنگھی کی مت کر فکر آئینہ تو دیکھ
چاہین چھٹ جاے کی اور اُس ریش کا شانہ نہین

اے کس ساقی نے ٹپکا اسطرح میناے دل
ہو جہان ریزہ نہ اسکا کوئی پیمانہ نہین

سنکے ناصح کا سخن مجنون نے سودا یون کہا
ایسے احمق سے مخاطب ہون مین دیوانہ نہین

آپکو تو کوئی سمجھتا ہے کہ وہ دانا نہین
حق بجانب ہے ترے تئین اسکو پہچانا نہین

گر کہون مین حال اپنا سنکے غافل ہو و جنید
درد دل سیر تو اُسکو بیش از افسانا نہین

عشق کے کوچمین اپنا مست قدم رکھ بو الہوس
گر تجھے منظور دان سر سے گذر جانا نہین

زلف مین شانہ کو دی جاگہ تو اُسکا کیا گناہ
یہ دل صد چاک بھی تو کچھ کم از شانا نہین

پھل نکوئی کا تو لیتا جا اگر لیجا سکے
پھر پھر اس گلشن مین اے نادان تجھے آنا نہین

سنگ سے بیت الحرم کی شیخ اٹھائے ہے بنا
آئنہ دلکا تجھے اس گھر مین ٹھہلانا نہین

ناصحا بالین سے میرے اٹھ خدا کیواسطے
جان کھائی اسکو کہتے ہین یہ سمجھانا نہین

وعدہ کوثر پہ واعظ کیجے ترک جام مے
نقد کو نسیہ پہ کھونا کار فرزانا نہین

شیشۂ دل ہی کوئی دیتا ہے چیز اس شوخ کو
اب غرض سودا سا دیتا ہیچ ستانا نہین

تیرے پہلو سے جو مجلس مین ہٹے جاتے ہین
شمع رو نظرون مین جون سایہ گھٹے جاتے ہین

جنکے دامن تھے نمازی سو ترے کھچے ہین
انکی خرقون کے گریبان پھٹے جاتے ہین

کھینچ کر تیغ مگر چرخ پڑا ہے پیچھے
رات دن زیست کے جو جا بکے کٹے جاتے ہین

زخم دل قابل مرہم نہ رہا جب کیون یار
رشتے سینے کو تب الفت سے بٹے جاتے ہین

گو تصوار رونکی کہان تاب ہے اُن کا نو کہ
گوش گل جب در شبنم سے پھٹے جاتے ہین

خار رہتے نظر آتے ہین بگلزار جہان
گل جنھین کہیے سو وہ گل ہی چھپے جاتے ہین

ابر مژگان کو ترے دیکھ کے تر اے سودا
چل ہر اک نالے پہ صحرا مین سٹے جاتے ہین

کوسونکا نہین فرق وجود اور عدم مین
قصہ ہے تمام آمد و شد کا دو قدم مین

کیا جام نبانے سے ہوا سود جو یارو
طاقت نہ رہے عشق کے پینے کی تھی جم مین

کچھ ہرزہ دوی سے نہین کم عزم حرم شیخ
وے خرقہ و دستار بنیغ بیٹھ جا ہم مین

ہم ساقی قسمت سے بہ مشکل ہین رہی
یان فرق نہین ذائقہ کو شربت و سم مین

کب چشمے کے پانی سے پھلے تخم محبت
ہان ابر مژہ آب دے اس کشت الم مین

ہے جام سے عیش مجھے دیدۂ پر آب
مین نشو و نما پائی سو میخانۂ غم مین

بھیگے گا تو سنکر سخن شیخ و برہمن
رہتا ہے کوئی دیر مین اور کوئی حرم مین

موجب یہ تہیدستی کا اپنے کہ کسو کے
کچھ رشتہ نہ دیکھا مین کبھو دست کرم مین

اچھا ہوے موتا تری شیرین سخنی سے
سودا دمِ عیسیٰ ہے تری نالے قلم مین

جب لبون پر یار کے مستی کی گھڑیان دیکھیان
جون زحل کی ساعتین اس دل پہ کڑیان دیکھیان

عشق دولہا کے ہے سر سہرا اک تار اشک سے
موتیونکی عاشقونکے منھ پہ لڑیان دیکھیان

داغ چیچک کے سے تبلاتے تھی آکثر بے تمیز
چھینیان سی ہمنے اس مکھڑے پہ جڑیان دیکھیان

دیکھ لو اس شوخ کی زلفونکو سر سے تا بپا
حسن کے پاؤن پہ زنجیرین جو پڑیان دیکھیان

عہد مین تجھ حسن کے بارین ہین آنکو جوب گل
پھولونکی جن پر کبھو پھولی نہ چھڑیان دیکھیان

کیدونکے دل اپنا مکدر زندگی سے اب نہو
صورتین کیا کیا زمین پر ہمنے گڑیان دیکھیان

جب سے وعدہ تونے سودا سے کیا ہے وصل کا
اٹھ پہر اسکے تئین گنتے ہی گھڑیان دیکھیان

خاک جو نین صورتین کیا کیا نہ رلیان دیکھیان
اے فلک باتین تری کولی نہ بھلیان دیکھیان

وہ رہا دست تاسف کے تئین ملتا ہوا
جن نے وہ انکھیان خمار آلودہ لیلیان دیکھیان

ہاے جسدن سے گیا ہو کر خفا وہ تند خو
غنچۂ دل کی کھلی پھر مین نہ کلیان دیکھیان

کسکے گھر مین چھپ گیا اے شوخ تو کیا جانیے
ہمنے سارے شہر کی دن رات گلیان دیکھیان

آہ اپنی مین ترے ڈھونڈھتے ہوے سودا تو کیا
بید مجنون کی نہ شاخین ہمنے پسلیان دیکھیان

اتنا ستم نہ کیجیے مری جان جان جان
یکسان نہین رہیگا ترا مان مان مان

آئینہ تک تو دیکھ کہ خالق نے خاک کو
کیا کیا بنائی صورت انسان سان سان

گندہ لسے ہے تو چمن سے کہ جاہیے ترا آج
کھینچے ہے آہ مرغِ گلستان تان تان

دشنام دیکے ہاے وہ چیدر کا کھینچنا
چبھتی ہے میرے دلمین وہی آن آن آن

پوچھا کسی نے یار تو سودا کو کس لیے
بولا مجھے وہ گھورے تھا سر آن آن آن

غیر کے پاس یہ اپنا ہی گمان ہے کہ نہین
جلوہ گر یار مرا ورنہ کہان ہے کہ نہین

ہر ہر ذرہ مین محبت کو ہی نظر آتا ہے
تم بھی ٹک دیکھو کہ صاحب نظران ہے کہ نہین

پاس ناموس مجھے عشق کا ہے اے بلبل
ورنہ یان کونسا انداز فغان ہے کہ نہین

دل کے ٹکڑوں کو بغل بیچ لیے پھرتا ہون
کچھ علاج انکا بھی اے شیشہ گران ہی کہ نہین

آگے شمشیر تمھاری کے بھلا یہ گردن
موسے باریک ترلے خوش گمان ہی کہ نہین

جرم ہی اسکی جفا کا کہ وفا کی تقصیر
کوئی تو بولو میان منھ مین زبان ہی کہ نہین

پوچھا اک روز مین سودا سے کہ ہی آوارہ
تیرے رہنے کا معین بھی مکان ہی کہ نہین

یک بیک ہوکے برآشفتہ لگا یون کہنے
کچھ تجھے عقل سے بہرہ بھی میان ہی کہ نہین

دلکو جنکے ہی تعلق یہ مکان کیا جانے
عدم و ہستی انھون کے گمان ہی کہ نہین

دیکھا مین قصر فریدون کے دراد پر اک شخص
حلقہ زن ہوکے پکارا کوئی یان ہے کہ نہین

اسباب جہانکے کچھ اب پاس گو نہین
یہ فکر تو نہین کہ یہ ہے اور وہ نہین

گو منتظر دعا کا ہمارے ہی اب قبول
دست و دہن پسارے اپنی یہ خو نہین

آنکھین تو ایسی خلق نہوئین ہین نہوئینگی
پر چاہیے کہ آنکھین مروت ہو سو نہین

باندھا ہم اس چمن مین اگر آشیان تو کیا
نہ ہی گل مین آب رنگ وفا کی تو بو نہین

سرگوشی پہ تو میرے برآشفتہ کیون ہوا
مین درد دل کہا ہے یہ کچھ اور تو نہین

جو چاہین یار حال سے دین میرے اشتہار
پروا کچھ ایسی بات کی اس شوخ کو نہین

سودا نہ کرتے کاش ترا وصف پیش یار
اب ہمکو اس سے آنکھ ملانے کا رو نہین

کہے ہے تو یہ یہ زاہد کہ تجکو دین تو نہین
بھڑاوے تخم ہی مرے منھ سے چل نہین تو نہین

ولا مین پیتے ہی پیتے ہونگا عشق کی مے
یہ جام زہر ہے پیارے کچھ انگبین تو نہین

یہ جو ہے دوستی غیر و دشمنی میری
کسی نے کچھ اسے منظور ہی ولیکن تو نہین

جو کوئی دے تجھے دامن پسار کر دشنام
ترے بھی ہاتھ مین کچھ صرف آستین تو نہین

ولا خموشی کی میری تو دیکھیو تاثیر
سو تڑا اسکو ترانا لہ حزین تو نہین

نگار خانہ گردون کی سیر کی سودا
ولیک وا نہ ہے گھر اپنے دلنشین تو نہین

ہو جو کچھ ہو سو مجھے بھاگنا ترے در سے کہاں رنگ تو نہین
کہان چھپ سکے ہی یہ روسیہ کوئی ہے جگہ جہان تو نہین

دو جہان کے آئینہ خانہ مین ترے عکس کی ہین جلوہ گرین
پھرے جسمین تیرا منھ تجھین کسو جگہ پھر کہین رو نہین

چمن زمانہ کا مین بیان کرون کیا ہی مسلح انس و جان — کوئی گل تبا تو مجھے یہان مرے خون کی جسمین کہ بو نہین

ہی عجب طرح کی یہ آب رخ کسے تاب لا دے جو تاب رخ — اٹھی جیسے تیری نقاب رخ مہ و خور کے منھ پہ لہو نہین

مری پاے خم تلے سنگ کے جا نہین منصفی تو کہے بُرا — ترے سر او پر بھی تو زاہدا یہ عمامہ کم ز سبو نہین

کرون توبہ بادہ سے مین اگر نہو پیر شکست ایسے شیخ جز — تو اب اس سخن کو یقین کر مری توبہ تیرا وضو نہین

کہے سودا اسی کوئی تجکو ہم سبھی فن مین باتین ہین بیش و کم
تجھے تجھ مین دیکھا ہوا یکدم مرے مہربان سو کبھو نہین

پیارے تمھارا پیار کسی نسان پر نہین — لیکن ہزار شکر کہ اک آن پر نہین

تنہا کہین بٹھا کے تجھے آج ایک بات — دل چاہتا ہے کہیے مری جان پر نہین

کر بیٹھنا ہر ایک کسی سے قبول عشق — زیبا تمھارے حسن کی ہے شان پر نہین

سودا دہ کونسا ہے بھلا اس چمن مین گل
ٹکڑے جگر کے جسکے گریبان پر نہین

موسم گل ہے و لے کچھ یہ دل اب شاد نہین — تاب پرواز نہین طاقت فریاد نہین

آہ اس دل لئے تجا ننگ و حیا کو ورنہ — کیا کیا باتین ہین تمھاری کہ ہمین یاد نہین

ڈوبتے ڈوبتے جو ترے کوچے مین آجاتا ہون — صید خائف کیطرح رہ بلقفا جاتا ہون

گرچہ طاقت نہین لیکن بخدا جاتا ہون، — اتنی رنجش کا سبب کیا ہی کہا جاتا ہون

کیون مجھے گھر سے نکالے ہی کہ اب تجکو دیکھ — آپ سے مین تو مری جان چلا جاتا ہون

ہون مین جون نالۂ زنجیر صدا پا بر کاب — چاہیے سلسلہ جنبان ہے چلا جاتا ہون

نہ تلطف نہ محبت نہ مروت نہ وفا — سادگی دیکھ کہ اسپر بھی ملا جاتا ہون

ناتوان مرغ ہون مین اے رفقاے پرواز — اتنا آگے نہ بڑھو تم کہ رہا جاتا ہون

طائر رنگ حنا کی نمط اب اے صیاد — ہون تو مین ہاتھ مین تیرے پہ اڑا جاتا ہون

کوئی تعمیر کی میری نہین درپے ہیہات — شکل دیوار خرابے کی مین ڈھا جاتا ہون

فکر موزون نہین کرنیکو گرفتار مرے — ہر کہین مضمون تری بات کو تئین باندھا جاتا ہون

سوچتا ہون اپنے تئین جون سخن فتنہ زیاد — گاہ بیگاہ اگر آپ مین آجاتا ہون

گرمجوشی نہ کرو مجھسے کہ مانند چنار — اپنی ہی آگ مین مین آپ جلا جاتا ہون

ہاتھ کہان وہ وحشی رم خوردہ کہ تا دشت عدم — پا تو ٹوٹے ہے تو مانند صدا جاتا ہون

صفحۂ ہستی پہ یک حرف غلط ہی سودا
جب مجھے دیکھنے بیٹھو تو اُٹھا جاتا ہون

نے بلبل چمن نہ گل نو دمیدہ ہون
مین موسم بہار مین شاخ بریدہ ہون

گریان بہ شکل شیشہ و خندان بہ طرز جام
اس میکدہ کے بیچ عبث آفریدہ ہون

تو آپ سے زبان زد عالم ہے ورنہ مین
یکحرف آرزو بہ لب نارسیدہ ہون

کوئی جو پوچھتا ہو تو کس پر ہے دادخواہ
جون گل ہزار جا سے گریبان دریدہ ہون

تیغ نگاہ چشم کا تیرے نہین حریف
ظالم مین قطرۂ مژہ خون چکیدہ ہون

کس سے کرون مین دعوی دل جابکا یجدا
دل دادۂ زلف رخ دلبر تدیدہ ہون

کرتا ہے جا کے گل کی تسلی چمن مین تو
خون جگر مین مین بھی تو دامن کشیدہ ہون

غافل ہے کیون ترا مری فرصت سے گوش دل
اے بیخبر مین نالۂ حلق بریدہ ہون

مین کیا کہون کہ کون ہون سودا بقول درد
جو کچھ کہ ہون سو ہون غرض آفت رسیدہ ہون

عاشق کی سکے چشم رو سے بن نہ رہون مین
مین رخنۂ کشتی ہون رووُن اور رہون مین

پیارے نہ برا مانو تو اک بات کہون مین
کس لطف کی امید پہ یہ جور سہون مین

چھپ کر جو کہین تجکو تناک دیکھ رہون مین
ہر ایک سے مجھے آ کے ستاتا ہے کہون مین

یہ تو نہین کہتا ہون کہ سچ مچ کرو الطاف
جھوٹی بھی تسلی ہو تو جیتا ہی رہون مین

سہتا نہین خط آنے سے کوئی ستم یار
سودا اگر اب ایک سہون یا نہ سہون مین

چشم تر میری سے کیا رکھتی ہے مطلب آستین
ایکدم ہوتی نہین اُس سے جدا اے آستین

لخت دل کس دن نہین گرتے مرے دامن کے بیچ
تر نہین ہوتی لہو مین کونسی شب آستین

ہے مجھے اے ابر دریا بار اتنا تو یقین
تجھ سے نکلینگے کئی جھاڑونگا مین جب آستین

کہکشان ہے نام کو لیکن مرے احوال پہ
آسمان روتا ہے منہ پر دھر کے ہر شب آستین

تجھکو بھی سودا کچھ اپنی بیقراری پر ہے شرم
برق ہنستی ہے تجھے رکھ منہ پہ جب تب آستین

نگر آباد ہے بسے ہین گانون
تجھ بن اوجڑے پڑے ہین اپنے بھانون

یاد کر باغ مین تجھے ساقی
روز ہم رو دیے بیٹھ تاک کی چھاؤن

تجھ وہان وکر سے ہے جنھین عشق
اب انھون کا کہین نہ ٹھور نہ ٹھاؤن

جن نے سجدہ کیا نہ آدم کو
شیخ کا پوجتا ہے بایان پاؤن

تم نے ہمسے بہت کی کج خلقی
کبھی تو ہووے گا ہمارا داؤن

نوبت قیس ہو چکی آخر
اب تو سودا کا باجتا ہے ناؤن

کس کس طرح کی دیکھین اس باغ کی فضائین
کیدھر گئے وہ ساقی وہ ابر وہ ہوائین

حسرت سے آئینہ کا دل کیونکہ ہو نہ پانی
شانہ حضور اسکے زلفونکی لے بلائین

وابستہ ہو خرمی سے یہ کیا حساب تجھ بن
ہے زندگی سے اپنے دل کو حجاب تجھ بن

اس برگ خشک آسا جو نخل سے جدا ہو
پھرتا ہون نالہ کرتا ہر سو خراب تجھ بن

جلدی پہونچ کہ مجکو ڈرتا ہون لے نجاوے
ہون جس جگہ مین وان سے آنکھونکا آب تجھ بن

بے اختیار منھ سے نکلے ہے نام تیرا
کرتا ہون جس کسیکو پیارے خطاب تجھ بن

ل جا جو چاہتا ہے سودا کی زندگانی
کچھ بیطرح سے اسکو ہے اضطراب تجھ بن

بلائین ہو گئین دلبر پرہ کی ساعتین گھڑیان
بہے کٹنے لگے ان بن جھکون بن کاٹتے گھڑیان

گتھی نکلی ہین لخت دل سی تار اشک کی لڑیان
یہ انکھیان کیون مرے جی کے گلے کی ہار ہو پڑیان

ہنوز آئینہ گرد اس غم سے اپنے منھ کو ملتا ہے
خدا جانے کہ کیا کیا صورتین اس خاک مین گڑیان

گرہ لاکھون ہی غنچہ کی صبا اکدم مین کھولے ہے
نہ سلجھین تجسے اے آہ سحر اس دل کی گلجھڑیان

دیوانہ ان لٹو ٹکا ہون تسم ہے روح مجنون کی
نہ مارو جوں گل مجکو بغیر از بید کی چھڑیان

چھری تلوار کیدھر گل و بلبل ہین گلشن مین
تمھاری سیج کہو دونین کسنے انکھڑیان لڑیان

کھلانے کو کہ شانہ سے تم اپنی زلف کے عقدے
نہ سمجھے یہ کسی دل مین ہزارون ہین گرہ پڑیان

تسلی اس دوانیکی نہو جھولی کے پتھرون سے
اگر سودا کو چھیڑا ہے تو لڑکو مول لو چھڑیان

نسیم غنچے گل کے کھلتے ہین نہ نرگس کی کھلیں کلیان
چمن مین لیکے خمیازہ کسی نے انکھڑیان ملیان

کہین مہتاب نے دیکھا ہی تجھ خورشید تا بانکو
پھرے ہی ڈھونڈھتا ہر شب جہان آباد کی گلیان

لب و لہجہ ترا سا ہے کہین خوبان عالم مین
غلط ہی یہ زبانو نپر کہ سب مصری کی ہین ڈلیان

تبسم یون نمایا ہے مسی آلودہ دندان سے
نہو ابر سیہ مین اسطرح بجلی کی اچپلیان

دیوانا ہو گیا سودا تو آخر ریختہ پڑھ پڑھ
نہ مین کہتا تھا اسے ظالم کہ یہ باتین نہین بھلیان

بلبل چمن مین کسکی ہین یہ بد شرابیان
لوٹی پڑی ہین غنچونکی ساری گلابیان

تجھ کو یہ تا نثار کرین مہر و ماہ کو
لبریز سیم و زر سے ہین دونون رکابیان

صیاد کہہ تو کن نے کبوتر کو دام مین
سکھلا دیان ہین دل کی مرے اضطرابیان

افیون مین گر ملا کے تو زاہد پیے شراب
مصری کی دین منگا کے تجھے ہم گلابیان

فرہاد و قیس دون گئے سودا کا ہے یہ حال
کیا کیا کیان ہین عشق نے خانہ خرابیان

باتین کدھر گئین وہ تری بھولی بھولیان
دل لے کے بولتا ہے جواب تو یہ بولیان

ہر بات ہے لطیفہ و ہر یک سخن ہے رمز
ہر آن ہے کنایہ و ہر دم ٹھٹھولیان

حیرت نے اسکو بند نہ کرنے دی پھر کبھو
آنکھین جب آرسی سے ترے تئین پہ کھولیان

اندام گل پہ ہو نہ قبا اس مزہ سے چاک
جون خوش خمونکے تن پہ مسکتی ہین چولیان

کن نے کیا خرام چمن مین کہ اے صبا
لاتے ہین بوے ناز سے بھر بھر کے جھولیان

ساقی ہو سچ کہ تجھ بن اس ابر بہار سے
پڑتے نہین تگرگ برستی ہین گولیان

کسطرح ہوویے آنکھون کی کاوش سے دلکو چین
مژگان نہ گڑ سکین تو نگاہین چبھولیان

کیا چاہیے سنگھے پہ سر انگشت پر حنا
جس بیگنہ کے خون مین چاہین ڈبولیان

جون برف ہو گئے ہین تفنگ اصفہان ہند
اسنے تو بلکہ گرم ہین کابل کی لولیان

سودا اسکے دل سے صاف نہ تھی زلف یار
شانے نے پیچ پڑ کے گرہ اسکی کھولیان

نہ اشک آنکھون سے بہتے ہین نہ دل سے اٹھتی ہین آہین
سبب کیا کاروان درد کی مسدود ہین راہین

ہرے گلشن مین کب نالہ ترا اس سبز ہو ستری
بجا ہے سرو یان خاک چمن سے اگتی ہین آہین

رہے مین تخم داغ اس سرزمین پہ جا نکے دہقان
بجا ہے داغ دل بووین اگر ایکی زمین گاہین

بتان کی دوستی مین ہووے سو کافر ہو
یہ ظالم مار ڈالین بات کہتے ہین جسے چاہین

نہ پہونچا منزل مقصود کو مجنون بھی اے سودا
سمجھکر جائیو لٹتی ہین ملک عشق کی راہین

تو نے سودا کے تئین قتل کیا کہتے ہین
یہ اگر سچ ہے تو ظالم اسے کیا کہتے ہین

جس سے پوچھا مین کہ دل خوش ہے کہین دنیا مین
رو دیا اُن نے اور اتنا ہی کہا کہتے ہین

محتسب نے کسی میخانہ مین جا اے زاہد
ایک شیشے کو بھی ثابت نہ رکھا کہتے ہین

تو تو اس معنی کو سن شاد ہوا ہووے گا
پوچھیے اہل لون سے کہ وہ کیا کہتے ہین

نہ اپنا سوز ہم تجھسے بیان جون شمع کرتے ہین
جو دل خالی کیا چاہین تو آہین سرد بھرتے ہین

جگر انکا ہے جو تجھکو صنم کہہ یاد کرتے ہین
میان ہم تو مسلمان ہین خدا بھی کہتے ڈرتے ہین

گہے بولین عقیق اور گہ نگین لعل ٹھہراوین
یہ ناشاعر ترے ہونٹھون کو کیا کیا نام دھرتے ہین

لگی ہین اسکے مت جائیو الہوس آمان کہتا ہون
قدم پڑتا نہین اُس کو مین وان سر سے گذرتے ہین

یہ رتبہ جاہ دنیا کا نہین کم مال زادی سے
کلاس پر روز و شب مین سیکڑون جی تیرے اترتے ہین

نہ چارہ کر سکے کچھ موج دریا کی روانی کا
کہین وارستگان زنجیر جب لیتے ٹھہرتے ہین

ثنا مین کسکے غنچون نے دہن کھولا ہوا شبنم
گلا انکا موتیون سے منہ تلک قطرے جو بھرتے ہین

کسی کی مرگ پر اے دل نہ کیجے چشم تر ہرگز
بہت سا رو دیئے انکو جو اس جینے پہ مرتے ہین

طرح سیجونکی لیتے پگڑی کے سودا کی نظر مین
یہانکے خوبرو جتنے ہین پگڑے پہ سنورتے ہین

عاشق فنا مین اپنے بہبود جانتے ہین
جی کا زیان جو ہووے تو سود جانتے ہین

غنچے کھلین ہین کیونکر تجھ سے صبا چمن مین
واشد کی رسم ہم تو مفقود جانتے ہین

پروانہ تلک تو پہونچا مکتوب شمع لیکن
ہم راہ نامہ بر کی مسدود جانتے ہین

کچھ اس سوا ترقی اپنی مین ہم نہ سمجھے
اک دن بدن غم دل افزود جانتے ہین

مجمر کا دخل کیا ہے محفل مین تفتگان کے
ہر داغ دل کی اپنی ہم عود جانتے ہین

اپنا چراغ دل کا جس دم سے بجھ گیا ہے
ہم گھر کو آسمان کے پر دود جانتے ہین

ڈرتا ہون بات میری کر دے نہ تو شگفتہ
اب تک تو اس سخن کو محدود جانتے ہین

آئینہ سازی انکو ہے کفر اے سکندر
جو صرف شکل ہستی نابود جانتے ہین

جس حشمت کو اٹھا کر دیکھین وہ چشم دل سے
صورت کو اپنے اسمین موجود جانتے ہین

کیا شکر و کیا شکایت اپنی ہی شکل یکی ہے
دونون سے آپ ہی کو مقصود جانتے ہین

گاڑا قدم جنھون نے کوئے قناعت اندر
کب مجلسونمین جا کر وہ کود جانتے ہین

آوے ہین کاسہ گر کے گھر ہی جو ہو سفالی
شیخ آپ کو اسی پر موجود جانتے ہین

عجز و غرور دونون اپنی ہی ذات سے ہین
ہم عبد سے جدا کب معبود جانتے ہین

ہم سر نوائین کسکے آگے کہ بید آسا
انکے قدم کو اپنا مسجود جانتے ہین

سودا سے یہ کہا مین تجھ درد کے حق مین
کرنے دعا و دوا سے ہم سود جانتے ہین

یہ بات سنکے مجھسے بولا وہ آہ بھر کر
تدبیر ہم بھی یہ ہی محمود جانتے ہین

لیکن نہ وہ دعا ہے جسکو اثر کی ورکے
گوسندگان آئین مردود جانتے ہین

باتین کتنی ہی نہین منھ لگنے سے منظور ہمین
سو میسر نہوا تا بلب گور ہمین

قدرت اور دنکو ہے سرگرم سخن ہونیکی
نہین بھرنے کا دم سرد ہے مقدور ہمین

کام ہے چشم کا نظارہ نہ بہنا شب و روز
آنکھ خالق نے رقیبونکو دی ناسور ہمین

ساقیا بزم نہین آج خلل سے خالی
جام کچھ اور دینے دیتا ہے تو معمور ہمین

نیش زن کام مین اپنے ہین یہ اپنی شکلین
لگے آئینہ محل خانۂ زنبور ہمین

بوسہ ہنسکر نہ دیا ان نے سوا لے دشنام
سو بھی یہ جب نہ ملا کوئی تو مجبور ہمین

کوئی سمجھے ہے ترے گھر مین کہ ہم آئے کیون ہین
ہو کے مانع تو نہ کر خلق مین مشہور ہمین

رات حاضر ہوے سودا کی جو ہم بالین پر
شعر پڑھتا یہ نظر آیا وہ رنجور ہمین

پہونچے ہم آرزوے وصل مین نزدیک مرگ
سوجھے ہی شکل ملاقات ابھی دور ہمین

گلشن مین یار بن نہ مجھے شرب مدام مین
مانند لالہ خون ہوا لبریز جام مین

کاڑھے قضا بغل مین سے دشمن کے مرغ کو
لاوے ہی شاخ سے پر پرواز دام مین

آزادگان سے تنگ ہین وہ جو سیاہ بخت
نقش نگین کی طرح سے ہین قید نام مین

ان جوش قدونکی چال کا انداز کیا کہون
ٹھوکر لگی ہے دل کے تئین جس خرام مین

سودا سے ہم سخن ہو جس انداز سے وہ شوخ
آتی ہے بو لہو کی مجھے ان کلام مین

کر تے کیجئے انصاف تو کی زور و فا مین
خط آتے ہی سب چلگئی اب آپ ہین یا مین

تم جنکی ثنا کرتے ہو کیا بات ہے اونکی
لیکن ٹک ادھر دیکھیو اے یار بھلا مین

رکھتا ہے کچھ ایسی وہ برہمن بچہ رفتار
بت ہوگیا ججھ دیکھ کے اسکی بخدا مین

یارو نہ بندھی اوس سے کبھو شکل ملاقات
ملنے کو تو اوس شوخ سے ترسا ہی کیا مین

جب مین گیا اسکے تو اوسے گھر مین نہ پایا
آیا وہ اگر میرے تو در خود نہ رہا مین

کیفیت چشم اسکی تجھے یاد ہے سودا
ساغر کو مرے ہاتھ سے لیجو کہ چلا مین

جاتا ہون ترے در سے لبا ہی یار رہا مین
نظرون مین رقیبون کی بہت خوار رہا مین

مین جب سے ملاقات کی تب سے ترے نزدیک
ذلت ہی کا ہر وقت سزاوار رہا مین

آئے تھے سبھی ہمنفس اکبار تہ دام
آزاد ہوئے اور گرفتار رہا مین

پیارے نگہ لطف نہ بھر عمر کی تو نے
آنکھون کو تری دیکھ کے بیمار رہا مین

تجھ حسن کی اسواسطے ہے گرمی بازار
اے شوخ ترا بسکہ خریدار رہا مین

الدم نہ تھمبا خون مری آنکھون نے کبھو یار
از بس ترے ہاتھون سے دل افگار رہا مین

صد شکر کہ رحمت کا سزاوار ہون سودا
گر شیخ کے نزدیک گنہگار رہا مین

ناوک نے ترے صید نچھوڑا زمانے مین
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے مین

کیونکر نہ چاک چاک گریبان دل کرون
دیکھون ہون تیری زلف کو مین دست شانے مین

زینت دلیل مفلسی ہے ٹک کمان کو دیکھ
نقش و نگار چھٹ نہین کچھ اسکے خانے مین

اے مرغ دل سمجھ کے تو چشم طمع کو کھول
تو نے سنا ہے دام جسے ہے وہ دانے مین

چلے مین کھینچ کھینچ کیا قد کو جون کمان
تیر مراد پر نہ بیٹھا یا نشانے مین

پایا ہر ایک بات مین اپنے مین یون تجھے
معنی کو جسطرح سخن عاشقانے مین

دست گرہ کشا کو نہ تزئین کرے فلک
سنھدی بندھی نہ دیکھی ہین انگشت شانے مین

ہمسا تجھے تو ایک ہمین تجھسے مین کئی
جا دیکھ لے تو آپ کو آئینہ خانے مین

سودا خدا کے واسطے کر قصہ مختصر
اپنی تو نیند اڑ گئی تیرے فسانے مین

سجدہ کیا صنم کو مین دے لگے کنشت مین
کہ اس خدا سے شیخ جو ہے سنگ و خشت مین

جون تاک اینڈتے ہین پڑے میکدے مین مست
زاہد بھلا یہ عیش ہے باغ بہشت مین

گذرا ہے آب چشم مرے سر سے بارہا
لیکن نہ وہ مٹا جو کہ تھا سرنوشت مین

ہرگز نہ مر تو قصر فریدون کے رشک سے
جاگہ کر اپنے دوست کے دل خوب و زشت مین

سودا کو شمع بزم جو کہتے تو تھا عجب
ہے اشک و آہ و سوختن اسکی سرشت مین

مژہ اُس چشم کا کھٹکے ہے دل مفتون مین
نیشتر پھیرے ہے لوہو کی تری جستجو مین

سبق ناز پڑھا کن نے چمن مین کس کے
جنبش لب نے لٹائے ورق گل خو مین

موسم گل ہے جہا نمین تو ہمین کیا سودا
اپنے جی سے یہ عداوت ہے دل گرد و مین

شب کو خاطر مین اگر قصد صبوحی ہووے
نمک صبح ملاوے وہ مے گلگون مین

خلش کرون نہ کسی سے اگرچہ خار ہون مین
جلے نہ مجھسے دل خس جو شعلہ بار ہون مین

جو گرد ہون تو رہون خاکپاے دشمن و دوست
نہووے یہ کہ دل مور کا غبار ہون مین

عاشق کی بھی کٹتی ہین کیا خوب طرح راتین
دو چار گھڑی رونا دو چار گھڑی باتین

اور و لنے چھٹے دلبر دلدار ہوا میرا
برحق ہے اگر پیرو کچھ تم مین کراماتین

کل لڑ گئین کوچے مین آنکھو نسے مری انکھیان
کچھ روز ہی آپس مین دو دو چلین سنکھاتین

بہار اسکی نہین لگتی ہے اک پاسنگ آنکھو نمین
بتان کی ہمنے دیکھی ہے گا ترنگ آنکھو نمین

ہے جبتک اسکی تو حایل یہ باہر آ نہین سکتا
نکل لخت جگر ہو اشک کا دل تنگ آنکھو نمین

چمن کی سیر کو جاتا ہے تو یہ مجکو خطرہ ہے
نہو گلشن مین نرگس سے کہین اب جنگ آنکھو نمین

کہان طاقت جو اُٹھیے پانسے جانیکے تو کیا معنی
نظر آتا ہے مجکو یک قدم فرسنگ آنکھو نمین

نہ دی فرصت کسیکی خونے یکقطرے کے بہنے کی
وگرنہ ہم تو رکھتے ہین چمن اور رنگ آنکھو نمین

نہین ہرگز تری چشم سیہ محتاج سرمے کی
لگے اے شوخ تیرے دشمنو نکے سنگ آنکھو نمین

نشے سے جھک گیا سودا تو دیکھ اس خط کے سبزیکو
رکھے ہے زور کیفیت یہ کافر بنگ آنکھون مین

گر دوا کرنی ہو کرلے یار دن دو چار مین
ورنہ مرجاوے گا یہ بیمار دن دو چار مین

جسم کا معلوم رہنا گر یہی ہے سیل اشک
بیٹھ ہی جاویگی یہ دیوار دن دو چار مین

اب تو گل کھاتے پھرے ہین لوگ تیرے نام پر
دیکھیو پھولی ہے یہ گلزار دن دو چار مین

جو چلن چلتے ہو تم ہمکو بھی اُسکی ہے خبر
اس چلن پر چلتی ہے تلوار دن دو چار مین

چھوڑ دیجے یہ طریق اب ورنہ اس کوچے کے بیچ
لوٹتے دیکھے گا اپنے یار دن دو چار مین

پیچ پر گر پیچ دیتے ہی چلے جاؤ گے شیخ
ہوگی گنبد سے بڑی دستار دن دو چار مین

جب مین کہتا ہون کہ وعدہ وصل کا پورا کرو
ہے یہی اُس شوخ کی گفتار دن دو چار مین

لیکن اُسکے قول کو سودا اتو یون جانون ہون مین
یہ سخن کہتا جو ہے ہر بار دن دو چار مین

جو مرض مہلک ہوا اور بولے تشفی کو طبیب
دور ہو جاویگا یہ آزار دن دو چار مین

اسیر ہو گئی کچھ گوشہ گیر سی دل مین
رہا کرے ہے تمنا اسیر سی دل مین

خدا کیواسطے خاموش ناصحا بیدرد
لگے ہے بات تری مجکو تیر سی دل مین

نجانے عشق ہے کس گلعذار کا ہم کو
ہے نالہ مرغ چمن کی صفیر سی دل مین

یہ کسکے اب صف مژگان نے دلکو دی ہے شکست
کہ اشک پھرتے ہین لوٹے بہیر سی دل مین

وفور یار کے یا تنگ ہے سرد مہری کا
کہ آہ گرم بھی ہے زمہریر سی دل مین

کہے ہے خلق تری شکل کو مقابل ماہ
لگے ہے مہر کی مجکو نظیر سی دل مین

اگرچہ دختر رز فاحشہ ہے اے سودا
لگے ہے نیئہ مینا سے پیر سی دل مین

دل کو یہ آرزو ہے صبا کوے یار مین
ہمراہ تیرے پہونچیے ملکر غبار مین

مین وہ درخت خشک ہون اس باغ مین کہ ہا
جسکو کسو نے سبز نہ دیکھا بہار مین

ساقی پہونچ شتاب کہ تجھ بن یہ نوبہار
دیتی ہے زہر ہمکو مے خوشگوار مین

خنجر پکڑ کسو سے یہ مژگان نہ پھیرین منہ
تلوار مارین بیٹھ کے ابر دہ ہزار مین

سودا تو دخت رز کو تو اتنا نہ منہ لگا
تکلیف پاویگا بہت اسکے خمار مین

کسنے آرام دے ہے چرخ مینا فام دنیا مین
سدا گردش ہی مین گذری ہے برنگ جام دنیا مین

کہوئین کونسا گھر ہے جسے ہمنے نہ دیکھا ہو
بجز خلوت سرا ے دل نہین آرام دنیامین

جو بوجھے شیخ ذرہ بھر بھی رمز کفر کو میرے
قبول خاطر اُسکی پھر نہوا سلام دنیامین

بغیر از مرنے چلتے کچھ نہ دیکھا بزم ہستی مین
کٹی اپنی تو مثل شمع صبح و شام دنیامین

لیا دل کو تتھا جبتک مری کیا کیا نو شاد تھی
نہوگا کوئی تم سا بھی میان خود کام دنیامین

دلا اب سر کو اپنے پھیر مت سنگ ملامت سے
یہی ہوتا ہے نادان عشق کا انجام دنیامین

نہ کر سودا تو شکوہ ہمسے دل کی بیقراری کا
محبت کسکو دیتی ہے میان آرام دنیامین

اے خوشا حال ہوا جو کوئی رسوائے تبان
خوار بازار ملامت ہے سبو دائے تبان

کفر سے اب تو مرا دل ہے نہایت بیزار
در میان کیا کرون اے شیخ کہ ہو پائے تبان

الفت و مہر کی ذرہ جو کہین انمین ہو بو
کاش دنیا مین کسی سنگ کو دل جائے تبان

بیگناہ ہون پہ یہ ناحق جو ستم کرتے ہو،
اب کسیطرح بھی تم مین سے یہ خو جائے تبان

دل سی تم جنس کو بیقدر کیے رکھتے ہو،
کیا مین تمسے کہون افسوس تبان ہائے تبان

مول لیتے ہو جو اس دل کو تو یون ہی لیجیے
تم دیے دام مجھے اور مین بھر پائے تبان

اب خدا ہی تمھین سمجھائے مرے دل کا درد
تم سمجھتے ہو کوئی سودا کے سمجھائے تبان

جی تک تو دیکے لون جو ہو تو کارگر کہین
اے آہ کیا کرون نہین بکتا اثر کہین

ہوتی نہین ہے صبح نہ آتی ہے مجکو نیند
جسکو پکارتا ہون سو کہتا ہے مر کہین

ساقی ہے اک تبسم گل فرصت بہار
ظالم بھرے ہے جام تو جلد ایسے بھر کہین

بھرنے لگے تو چون کف دریا بہا بہا
دامن اگر نچوڑ دیے اے ابر تر کہین

جادو بھرے ہین چشم مین مت آئنہ کو دیکھ
دھڑکے ہے دل مرا کہ نہ پلٹے نظر کہین

دل آہ شعلہ بار کے ہر دم پھرے ہے گرد
پروانہ آسکے ہے مری شمع پر کہین

خونناب یون کبھو نہ مری چشم سے بہا
اٹکا نہ جبتک آن کے لخت جگر کہین

منھ تو نے مجھے لگا وے تو کب جام کیطرح
اتنا بھی واہ وا ہے میسر ہو گر کہین

صحبت مین تیری آن کے جون شیشۂ شراب
خالی کرون مین دل کے تئین بیٹھکر کہین

اے دل یہ کہ تو مجھسے کہ مین کیا کرون نثار
آوین کبھو جو حضرت سودا اِدھر کہین

انگشتری کے دل کی طرح غیر سنگ و خشت / گھر مین تو خاک بھی نہین آتی نظر کہین
سودا سے رات مین کہا مغموم کیون ہے تو / اٹکا ہے ان دونون مین ترا دل مگر کہین
کہنے لگا کہ سچ ہے پر ابکی اگر یہ جی / بچ جاے تو نہ دل کو دون بار دگر کہین
پوچھا جو مین سبب تو کہا کیا نہین سنی / قاصد مرے کے حال کی تو نے خبر کہین
نامہ لکھا تھا یار کو میننے سمجھ کے یہ / عالم مین رسم نامہ و پیغام ہے سمر کہین
لیکن سواے بندگی و عجز و انکسار / نکتہ ہو اسمین حرف تمنا سے گر کہین
وان لاکے مجکو ماریے گردن کہ جسجگہ / پانی کے قطرے کا بھی ہو مقدور اثر کہین
ورنہ خدا کیواسطے انصاف تو کرو / آتا ہے ایلچی پہ زوال اس قدر کہین
اڑتا پھرے ہے نامہ گلی مین کسی طرف / دھڑ سے جدا پڑا ہے سر نامہ بر کہین

وقتیکہ دلبران جہان کا ہو یہ سلوک
پھر دل کو دون کہو تو کس امید پر کہین

بلبل کہین پتنگ کہین اور ہم کہین / اکٹھے یہ دل جلے نہوے ایکدم کہین
کب تک یہ سرکشی مری شمشاد کے حضور / اے سرو ٹک تو ہو تو خجالت سے خم کہین
گردون پھرے حباب کی صورت بہا بہا / آجاوین موج پر جو مری چشم نم کہین
لیکر چلے ہین مہر بتان ہم سوے حرم / ہو جاے شیخ کعبہ نہ بیت الصنم کہین
آہو نہین کو رام کیا ایک عمر مین / ہر آن ہے یہ خوف نکر جاے رم کہین
درکار کچھ نہین مجھے چلنے مین خضر راہ / کوئی سنا نہ بھولتا راہ عدم کہین

سودا رہیگی آہ اگر آتی متصل
اندیشہ ہے مجھے نہ نکل جاوے دم کہین

مت پھر تو ساتھ غیر کے آن ہر کہین / ضائع نہ حسن اپنے کی کر شان ہر کہین
جز سنگ کیا ہے دیر و حرم مین جو سر جھکے / سجدہ کیا ہے تجکو مین پہچان ہر کہین
سچا تو ہو دے وعدے مین کسطرح ہمسے یار / وعدہ تجھے ہر ایک سے پیمان ہر کہین
میرے ہی دل پہ یار چلے ہے یہ ہٹ ترا / ہوتا نہین ہے شوخ تو نادان ہر کہین
جو جو ستم ہین ہم پہ کیے اسکے برخلاف / کرتے ہین ہم بیان ترے احسان ہر کہین
معمورہ جہان قلمرو امکان مین رہ چکا / یون ہی اٹھا جو شر کا طوفان ہر کہین

کعبہ سے کچھ ہے کام نہ کچھ دیر سے غرض
سودا کرے ہے دید یہ اک آن ہر کہین

یاد میان اب دلمین تیرے وے باتین نہین آتی ہین
گھڑی گھڑی کی وے جو ادائین جنھون نے ہین گھر پایا تھا
کیون نہ مکافات اسکی پیارے ہووے نہ تری ہتھونکو
خون ہمارے دل کا پیوین جس صورت سے چاہین وہ
پھنسواتین ہین دلکو میرے زلف مین ہر اک مہرو کے
جلنے گیا ہے برسے میرے تو آرام جان و تن
گئے وہ دن جو تلخ تمھارے منھ سے میٹھا لگتا تھا
گھر سے باہر جلد نکل اب تیری خاطر ہے یہ حال

کس ہوش کی حیا و گری جو آنکھین بھی شرماتی ہین
گلا اب اسکا مجھسے نہ کیجے کیا وہ اپنا پاتی ہین
لیکر پیارے دل عاشق کا جان پھر اسکی کھاتی ہین
بس کب چل سکتا ہے اُنسے جو انکھیان مدماتی ہین
آنکھین میری مجھسے یار و ناحق بیر بساتی ہین
آنکھین طفل اشک کو تب سے گود مین ٹھلاتی ہین
سنو ہو پیارے اب وہ باتین تمکو نہین سہاتی ہین
جانین سب عشاق کی پیارے سینون مین گھبراتی ہین

رکھیئے کہ ہوا دیوانا سودا تو کچھ عجب نہین،
عشق کی باتین افلاطونکی عقلمین بہت بوراتی ہین،

آنکھونکو ٹک سنبھالو یہ مارتی ہین راہین
کیا حسن و عشق مین اب بگڑی ہے پہلے جیسے
آوے جو سیر کرنے اکبار وہ چمن مین
اس دلمین گو ہماری الفت نہین رہی اب
ٹک مہر دے خدایا کافر بتون کے دلمین
فریاد کسی سے چاہین سودا دکیون کر

ننھے مسافرون کو دیتی نہین نگاہین
تیر نگہ تو وان ہین یان برچھیان ہین آہین
گل آسمان پہ پھینکین اپنی سدا کلاہین
اپنی طرف سے اے دل ہم تو بھلا نباہین
یا عاشقون کے جی سے کھودے انکھونکی چاہین
گردن ہی مارتے ہین ذرہ جو ہم کراہین

سودا تو عاشقی مین ثابت قدم یہ رہنا
فرقہ مین عاشقون کے تا سر تجھے سراہین

جو صبر ہوسکے عاشق مرغوب جانتے ہین
ذرہ نہین ہین واقف اطوار دلبری سے
ہر ایک سنگ دید سے مل بیٹھا بتان کا
سمجھو ہو شرح جسکو خلوت مین اپنی پیالے
کہتے ہین جسکو سودا آفاق ترک شرب

عاشق جو ہون آنکھونکو الوب جانتے ہین
دل لیکے جور کرنا محبوب جانتے ہین
غیرت جنھین دی حق نے معیوب جانتے ہین
ہم دل جلونکا اسکو کتوب جانتے ہین
تقوی کو شیخ جی کے وہ خوب جانتے ہین

چاہ کے غرق تجھے ہے یہ گمان ترتے ہین
ڈوبے گرداب محبت کے کہان ترتے ہین

اب تو اس بحر سے جیتے جی ابھرنا معلوم
تہ کے بیٹھے ہوئے بھی کوئی میان ترتے ہین

لخت یون ہی ہی مری چشم مین تجھ بن
برگ گل جون بروے آب وان ترتے ہین

وصل کی رات بھی محروم ہین اک بوسے کے
آب حیوان مین پڑے تشنہ دہان ترتے ہین

یاد کر مستی مین تجکو مین جہان رویا تھا
آجتک یار لطمے پڑے وان ترتے ہین

منہ مین تیری سی جو رکھتے ہین سوا ہتھ زبان
بحر مواج سخن مین وہ جوان ترتے ہین

صاحب فہم اوسے کہتے ہین جو ہر سودا
دست و پا مار کے یہ گنگ جہان ترتے ہین

اُس سرو قد کی دوستی مین کچھ ثمر نہین
نخل محبت آہ مرا بار ور نہین

اُس سنگدل کو حال پہ میرے نہ آیا رحم
ای آہ و نالہ حیف کہ تم مین اثر نہین

یاقوت لعل یار سے بہتر نہین ولے
ہر جوہری کو اسکی پرکھ کی نظر نہین

کیون مجھسے بیگناہ کو ناحق کرے ہی قتل
اے یار تیرے دلمین خدا کا بھی ڈر نہین

قاصد کی کیا مجال جو اُس کو مین جا سکے
جز مرغ روح کوئی مرا نامہ بر نہین

میری طرف سے دیکھ صبا گل کو یہ پیام
آؤن قفس بھی توڑ کے پر بال و پر نہین

سودا نہ مان ایسے تو واعظ کی گفتگو
ذرہ بھر اوسکو اصل سخن سے خبر نہین

امید وصل جز طمع خام کچھ نہین
ہر صبح ہے قسم پہ قسم شام کچھ نہین

وضع بہار دیکھ کے مانند آبشار
جز گریہ اس چمن مین ہمین کام کچھ نہین

اُس شوخ بیوفا و فراموش کار سے
مدت ہوئی کہ نامہ و پیغام کچھ نہین

نالہ غلط ہے مرغ گرفتار دام کا
وہ تو اسیر زلف سیہ فام کچھ نہین

سمجھاؤن اپنے کفر کے گر رمز شیخ کو
بے اختیار کہہ اُٹھے اسلام کچھ نہین

طاقت نہین ہے اتنی کہ بیطاقتی کرین
موجب ہے سکوت کا آرام کچھ نہین

دیکھا نہ حال سودا کا کوچے مین عشق کے
اے دل تو عاشقی کا نہ لے نام کچھ نہین

آنکھین کبھی سنگی آنکھون سے گر ٹک ملا کرین
تو ہم کسی سے کاہے کو اتنا گلا کرین

گر جوش مارے خط کی ترے چہرے پر بہار
غنچے دلون کے گل کی طرح سے کھلا کرین

کیونکر نہ چشم ابرو سے ہو قتل دل مرا
دو ترک مست لیکے جو تیغے بلا کرین

بارِ دگر بہار نے مارا ہے جوش پھر
برپا جنون کا اپنے ہم اب سلسلا کرین

آئینہ کا عبث ہے سکندر یہ تعبیہ
بہتر ہوا دو راس سے جو دل کو جلا کرین

ہے معتبر اُنھون کی جہان مین مہوسی
جو خاک کو نگاہ سے اپنی طلا کرین

سودا ابھی بدون گا مین کا رقرار دلی
شہری غزال یہ جو کسی سے ہلا کرین

تجھے معلوم یون ہوتا ہے میری بھی لگی آنکھین
کسیکی دیکھکر شاید جہان مین رسمسی آنکھین

خدا جانے کدھر کو دیکھ تجکو وہ نکل جائین
بزور اپنے میان ڈورونسے ہمنے اب کسی آنکھین

ہجوم از بس تماشائی کا تیرے قد پہ ہی پیارے
بسان دستۂ نرگس سراپا رسی آنکھین

مری آنکھین جو یان مارے پڑین تو کیا تعجب ہے
تری لفون نے کیا کیا ایک خلقت کی ڈسی آنکھین

نقاب اب ڈال کر چہرے سے کس سے منہ چھپاتا ہے
قدم تیرے کو ملتے ملتے عالم کی گھسی آنکھین

ترا وہ حسن دلکش ہے نکالے جسکو تو گھر سے
پلٹ کر پھر طرف گدی ہی کی اُسکی دھسی آنکھین

مرے رونیکا آگے یار کے ہر دم یہ باعث ہے
دکھاتی ہین اُسے سودا یہ اپنی بیکسی آنکھین

طلب مین سلطنت جم کی نہ صبح و شام کرتا ہون
در میخانہ پر جا کر سوال جام کرتا ہون

پرستار خدا کہہ کیا برا مین کام کرتا ہون
جہان جس بت کو دیکھون ہون مین اپنا رام کرتا ہون

روا کب باز پرس محتسب ہے مجھپہ اے زاہد
کہ مستی از نگاہ ساقی گلفام کرتا ہون

جو آزادی مین یاد آجاے ہے لذت اسیری کی
تو کر پرواز گلشن سے تلاش دام کرتا ہون

جو دل تھا کر دیا پامال تو نے اب جو تن چاہے
کسی سے جا کے اک دل اور قرض و دام کرتا ہون

دیا تھا کس گھڑی دل اُس ستمگر کو کہ اے یارو
نہ دن کو چین ہے مجکو نہ شب آرام کرتا ہون

طلب بوسہ کیا تھا وے ندے جھگڑا نہین اسمین
کسی پر کیا میان قاضی کا مین اعلام کرتا ہون

مجھے بن یاد تیری دم گذرتا ہو تو کافر ہون
سحر سے شام تک مین ورد تیرا نام کرتا ہون

نصیحت کرنسے سودا کو تو سمجھا نہ اے ناصح
کہ با این پختہ مغزی مین خیال خام کرتا ہون

یہ مین بھی سمجھون ہون یارو وہ یار یار نہین
کرون مین کیا کہ مرا دل یہ اختیار نہین

عبث تو سر کی مرے ہر گھڑی قسم مت کھا
قسم خدا کی ترے دل مین اب وہ پیار نہین
مین ہون وہ نخل کہ جس نخل کو قیامت تک
بہار کیسی ہی آوے تو برگ و بار نہین
جہان کے بیچ غم دل کہون سو کس سے کہون
سواے غم کے مرا کوئی غمگسار نہین
ہزار قول کرین یہ نباہ کا سودا
مجھے بتان کی محبت کا اعتبار نہین

ٹکڑے تو ابھی لعل کے دل بیچ دھرے ہین
ہمنے تو ابھی موتی ہی آنکھون مین بھرے ہین
صد شکر کہ مرنیکا خلش اُٹھ گیا دل سے
جب سے ہوے پیدا ہم اُسی دن سے مرے ہین
اس باغ مین ہمسے نہ ملے سود کسو کو
نے گلبن سرسبز نہ ہم نخل ہرے ہین
کاوش نہ مرے دل سے ہی مژگانون کی تیرے
ابرو بھی کجی مین صف مژگان سے پرے ہین
سودا جو ترے یار کے دل سے نہ گیا کھوٹ
کیسا ہی وہ کھوٹا ہو میان ہم تو کھرے ہین

مین کس کس شعلہ خو کو سینۂ صد چاک دکھلاؤن
جو دل تھا ایک سو تو جل بجھا کیا خاک دکھلاؤن
گریبان چاک کر یہ جی مین آتا ہی کہ اکدم مین
رسائی آہ کی تا دامن افلاک دکھلاؤن
کرے دعوی نہ ہرگز ہمسری کا ابر بارش مین
براے امتحان گر دیدۂ نمناک دکھلاؤن
چمن مین پھر نہ بیٹھے شاخ گل پر پھر لگکر بلبل
جو اُس گلرو کے کوچے کا خس و خاشاک دکھلاؤن
چل اُٹھ سایہ سے دیوار حرم تک شیخ آ مجھ تک
تجھے نیرنگی قدرت بزیر تاک دکھلاؤن
پڑے دونون کی ناکہ دوستی مین جلتوائی سی
گل و بلبل کو گر وہ روے آتشناک دکھلاؤن
پرستش چھوڑ دے کعبہ کی سودا شیخ گر اوسکو
جو میرے دل مین بستا ہے بت بیباک دکھلاؤن

ردیف واو

دماغ صلاح دینے کا نہین کہدو ہلالی کو
کہ فکر شعر ہے اسوقت میرے طبع عالی کو
بغیر از بادہ سمجھون بزم کو مین حلقۂ ماتم
تصور قالب بیجان کرون مینا ے خالی کو
ترا خط دیکھ یون بھولین ہین سب قرآن کا پڑھنا
کہ جون نہ کر رکھین تقویم پارے پارسالی کو
کیے ہے سرنگون اس باغ مین کثرت تعلق کی
ثمر کا بستہ ہونا جھکا دیتا ہے ڈالی کو

نشست شیخ نے مجلس میں تو بچھائی یکا ڈالی
لے آئے یاں کوئی سودا اسے اب جا لا اُبالی کو

ہے بے گنہ جو گنہگار یہ نہو وہ ہو
وہ شیخ قتل کو تیار یہ نہو وہ ہو

بغیر یار ہو کیسا ہی کچھ تو ماریں ہیں
ہم ایسے ہونے پہ بیزار یہ نہو وہ ہو

ہیں اور غیر مقیں کیوں نہ ایک ہو کر لیں
نہیں ہے تیز گل و خار یہ نہو وہ ہو

نگہ بھی سحر و تبسم بلطف کچھ تو ہو
جو وہ نہو تو یہ ہو یار یہ نہو وہ ہو

جو وعدے آگے کیے تھے یہ باتیں سمجھیں نہیں
ملے جو ہم سے تو گفتار یہ نہو وہ ہو

جفا و مہر جو خاطر میں ہو کہ سب بہتر
کیا ہے عشق نے ہموار یہ نہو وہ ہو

ہمیں تو ایک سے ہیں حسن میں صبیح و ملیح
کوئی ہو اپنا خریدار یہ نہو وہ ہو

ہے اعتقاد ہمیں ہندو و مسلماں پر
ہیں دونوں تیرے پرستار یہ نہو وہ ہو

مساوی آپ کو تجھ بن ہے جنت و دوزخ
نہیں ہم اسکے طلبگار یہ نہو وہ ہو

نہیں ہو وصل میں درخواست ہجر کی تجھکو
وسلے خدا سے ہوں ناچار یہ نہو وہ ہو

رسوخ سودا رکھے بندگی کی غیر سے فرق
تمھارے جور سے بیزار یہ نہو وہ ہو

یوں نہ چاہے گا دل آگاہ یہ ہو وہ نہو
اسکی یہ خواہش معاذ اللہ یہ ہو وہ نہو

بندگی کی ذات سے واقف جو ہیں انکی زبان
بول کب سکتے ہیں یوں اللہ یہ ہو وہ نہو

تو ہوا جب پاس پھر دنیا و مافیہا کے بیچ
کب ہیں اس چیز کی پرواہ یہ ہو وہ نہو

جب سے ہو آیا ہے تو گلشن میں تب سے عندلیب
دیکھ کر کہتے ہیں گل کو واہ یہ ہو وہ نہو

شکل آئینہ کی رو وے دیکھ پھر دلکو یار
منہ لگانے سے ترے گمراہ یہ ہو وہ نہو

دیکھ کر ہنستا ہے عالم آپکا دامان ریش
شیخ جی لازم ہے کیا کوتاہ یہ ہو وہ نہو

صاحب محمل جرس سمجھے ہو دل کو قیس کے
قدر اسکی تب ہو جب ہمراہ یہ ہو وہ نہو

گھر مرے تب آئیے جب دم ہو نہ ہمرہ رقیب
مجھے ملنے کی تمھاری راہ یہ ہو وہ نہو

غیر کو گھر میں جگہ دی کرتے ہو سودا کو شیخ
ہوش دیکھا بس تمھارا واہ یہ ہو وہ نہو

حال دل پوچھے ہے کیا تجھسے مرا اے یار تو
سن لے جا عالم سے دہر کوچہ و بازار تو

اب نکل سکتا نہین ممکن تجھے یان سے دلا
زلف کے حلقہ مین ہے جون نقطۂ پرکار تو

ہو گیا آشفتہ سر ہر ایک اُسکو دیکھکر
باندھکر نکلا ہے کر یہ لپٹی دستار تو

کچھ تو یان نسبت ہمُو دنکو ہی بھلو نسے اے چشم نم
گو کہ ہین باغ جہان مین خار ہم گلزار تو

گر چمن تک رخصت اے صیاد تین دیتا نہین
[illegible] کی فرصت نہین دے تا سرِ دیوار تو

گر نہین لگتے میسر ساقی و ابر بہار
جام دے اے دل برای دیدۂ خونبار تو

زندگی اپنی اگر ہے ناصحا تجھکو عزیز
مان سودا سے نہ کر ہر وقت یہ گفتار تو

لہو اس چشم کا پوچھے سے ناصح بند کیونکر ہو
جو دل لٹ کے گیا ہے ہاتھ سے پیوند کیونکر ہو

ملے ہے غنچہ پر گل خاک مین یک لب تبسم سے
کسو کا دل کہو اس باغ مین خورسند کیونکر ہو

فراہم مال زر گھر مین کیا اپنے تو کیا حاصل
غنی جسکا نہین ہے دل وہ طالع مند کیونکر ہو

مقابل ہو کے میرے مہروش سے ناخن آیا ہے
جو چاہے ماہ نو وہ چند ہو وہ چند کیونکر ہو

حلاوت شہد سے بھی زیادہ ہے جسکی باتون مین
برابر اُس لب شیرین کے یارو قند کیونکر ہو

خیال زلف کو تیرے نکلنے دون نہ مین دل سے
یہ کالا ہے کہ جب تو ہی نے کلا بند کیونکر ہو

نہو دل جبتلک میرا مشبک شکل مجمر کے
کسی کے روئے آتشناک پر اسپند کیونکر ہو

غزال دشت کی ہر چند ہین ابلہ فریب آنکھین
برا انکھیون کا ترے اے یار انمین چھند کیونکر ہو

ہنسے ہے وہ سخن گر تین تجھ داڑھی کے لینے پر
اثر سودا کے تئین ناصح تری یہ پند کیونکر ہو

کرے تک منفعل کوئی سے بیدرد قاتل کو
دکھا دے خاک پروانہ پہ گریان شمع محفل کو

الٰہی ہو سکت ہم اہلدل کے تجھکو دینے کی
تجھے اسکے عوض تو کچھ نہ دے پر ہمسے لے دلکو

گرر کھا تیغ نگہ نے دل فگار آئینہ کو
تیر مژگان نے کیا غربال چار آئینہ کو

تیرے مشتاقون کی حیرانی مین ہی ہم چشم ہم
بسکہ رہتا ہے شب و روز انتظار آئینہ کو

مان اے مشاطہ وہ مغرور ہو ویگا دو چند
وقت آرائش نہ کر اُس سے دوچار آئینہ کو

گرد خط سے یار کے چہرے پہ ہو دونی جلا
صاف تر رکھتا ہے صیقل سے غبار آئینہ کو

یار کے منہ کو وہ تکتا ہے سودا رشک سے
جی مین آتا ہے کرون مین سنگسار آئینہ کو

چیز کیا ہون جو کرین قتل وہ انکھیان مجکو
پھر گئے دیکھتے ہی خنجر مژگان مجکو

سیر کرتا ہے خیال اُسکی نگہ کا جیدھر
نظر آتے ہین اُدھر گنج شہیدان مجکو

گل و گلزار ترحم ہون کسی کے سر پہ
جا خوش آتی نہین جز گور غریبان مجکو

ہاتھ کس کا ہے تری زلف کا شانہ سچ کہہ
رات آتے ہین نظر خواب پریشان مجکو

اے نسیم سحری ہمدم مدت سے دور
بے نہایت نظر آیا یہ گلستان مجکو

ایک گل تک مرے ہاتھ نہوا چلتے وقت
خار نے بھی نہ رکھا کھینچ کے داماں مجکو

ایک عالم کو زمانے نے دیا کیا کیا کچھ
پر کبھو مین نہ کہا اُس سے کہ دوران مجکو

کسکی بات مین گنون آپ کو بتلا اے شیخ
تو مجھے گبر کہے گبر مسلمان مجکو

مجھ مین اور یار مین ہے ربط سپند و آتش
اِسکی جوشش نے کیا اُس سے گریزان مجکو

ریختہ اور بھی دنیا مین رہے اے سودا
جینے دیوے جو کبھو گردش دوران مجکو

بس ہو تو رکھون آنکھون مین اُس آفت جان کو
اور دیکھنے دون مین نہ زمین کو نہ زمان کو

جب عزم کرون گھر سے کوئی دوست کا یارو
دشمن ہے مرا وہ جو کہے یہ کہ کہان کو

موجب مری رنجش کا جو پوچھے ہو تو یہ جان
مونڈونگا نہ پھر کھول کے جون غنچہ دہان کو

ابرو نے مژہ نے نگہ یار نے یارو
بے رتبہ کیا تیغ کو خنجر کو سنان کو

اسرار خرابات سے واقف ہو جو زاہد
کعبہ سے نہ کم سمجھے در پیر مغان کو

یہ رسم نہین تازہ کچھ اے شیخ جہان مین
جا گہ حرم دل مین جو دی ہے بتان کو

ناصح یہ مجھے راست کہے تھا کہ بجز داغ
کیا لیویگا دل دے کے تو ان لالہ رخان کو

دل کسکے دم تیغ کا پیاسا ہے کہ سودا
بسمل کی طرح تڑپے ہے دیکھ آب روان کو

منڈا کر خط تم اپنے حق مین کیون کانٹے ہی بوتے ہو
نہونگے اب یہ عارض گل عبث سبزہ بھی کھوتے ہو

خبر ہے کچھ تمھین بیداری شب کی ان آنکھون کی
خمار انکا ہے قاتل خلق کا کس نیند سوتے ہو

رقیب اور مین ہون زیر آسمان یکسان دو قالب
مخاطب تم بلفظ جان ہم دو نون کے ہوتے ہو

سمجھنا آپ کو بیٹا خدا کا ہے غلط فہمی
غرور و ناز اتنا کس لیے آدم کے پوتے ہو

محتسب آیا بزم مین ساقی لے آ شراب کو
یہ نہ سمجھ کہ شب پرک دیکھے گی آفتاب کو

آنکھون کا میرے اندنون یارو ہی طرفہ ماجرا
مین تو رؤون ہون انکے تئین ہنستی ہین یہ سحاب کو

دم ہی رہا یہ پیرہن تن تو ہوا شک یہ گیا
جن نے نہ دیکھا ہو مجھے دیکھ لے وہ حباب کو

پند سے تیری زاہدا حال مرا یہ سے سی ہے
سگ کا گزیدہ جسطرح دیکھ ڈرے ہے آب کو

مجنون بریگ بادیہ کیون نہ کرے شمار غم
یان تو نہ جا شمار کی دخل نہ یان حساب کو

موسم گل مین ابکی سال بادہ بغیر ساقیا
ہمنے کیا بجام چشم خون دل خراب کو

یار کی بیت ابرو پر خال نہین وہ ہے نقط
آفرین ہے صد آفرین صاحب انتخاب کو

خامشی موجب رضا کب ہو سوال بوسہ کی
تنگی ہے اُس دہن کی راہ دیتی نہین جواب کو

سودا امید وصل کی کسکو ہے یان کہ رہ نہین
اپنے دل و چشم مین ایسے خیال و خواب کو

شیخ نے اُس بت کو جس کو جبین دیکھا شام کو
لے چراغ اب ڈھونڈھے وان ہی تا سحر اسلام کو

مول لے مجکو تو دون یون آپکو مین اشتہار
چاہے پھر بیچے تو لے کوئی نہ کھوٹے دام کو

کوہکن ہو تجھ جگر کن کے کہے آئینکا وہ سنگ
تو مین لب پر نہ لاوے کوئی جسکے نام کو

چھوٹ کر مجھسے نہ تپیا وے کسی سے پھر یہ دل
مرغ وہ پھنستا نہین جو توڑ بھاگے دام کو

جنس دل کتنی ہے ناکارہ بیازار بتان
ایک پوچھے یون تو بولے دوسرا کس کام کو

کیا کرون پاکیزگی کا شمع کی اُسکی بیان
بھیجون ہون خوناب لے دھوکے مین پیغام کو

مت سمجھ عیش کا طعمہ ہو کر کعبہ دل کا طواف
دور کر اے شیخ تن سے جامہ احرام کو

شیفق مت سمجھیو یار و خدا جانے فلک
پوچھتے ہے دامن سے کسکی تیغ خون آشام کو

پھر کہین دل دینے کی ہمنے تو کھائی ہے قسم
دل جو دیتا ہے کوئی تو جان کے آرام کو

کر کے توبہ ناصحا سودا اصلی کل ہوا
آج پھر لی ہے مصلا رکھ گرو دو جام کو

بادشاہت دو جہانکی بھی جو ہو دے مجھ کو
تیرے کوچے کی گدائی سے نکھوٹے مجھ کو

اٹھ پہر اسکو ہے نظارہ خوبانکی تلاش
کہین یہ دیدہ ڈردن ہون نہ ڈبوئے مجھ کو

کی مین جو عرض تمنا تو یہ ظالم بولا
پھر کہے مجھ سے جو یہ بات تو رووے مجھ کو

خرمن برق زدہ کا ہون وہ دانہ کہ مجھے
نہ کوئی مرغ چگے نہ کوئی بووے مجھ کو

خشک رکھتی ہے مجھے چشم جو دامن تجھ بن
آستین چاہتی ہے خون سے بھگو دے مجھ کو

کچھ کہیں گو کہ مخالف مرے حق میں سودا
دون نہ سمجھے وہ مجھے کہتے ہیں جو دے مجھ کو

ہوں گریبان دل یار میں الفت کا گل
داغ نہیں دامن عصمت جو دھوئے مجھ کو

آلودہ قطرات عرق دیکھ جبین کو
اختر پڑے جھانکیں ہیں فلک سے زمین کو

اک صید مرے دل کی ہوس باندھ فتراک
ہر صید کے مست خو نے بھر دامن زین کو

آتا ہے تو آ شوخ کہ میں روک رہا ہوں
مانند حباب اپنے دم باز پسین کو

دیتی ہے نہیں چین بدی اپنے گمان کی
ساتھ اسکے میں ہوتا ہوں کوئی جائے کہیں کو

ہرگز بجہان روسیہی اسکو نہو گی
لگتا نہ مرے نام سے گر عیب نگین کو

جوں دانہ سمجھ مور دا بر کرم حق
زاہد در پہچا نہ سکے ہر خاک نشین کو

یک گل کا چمن میں شنوا گوش نہیں ہے
دے مرغ گرہ سینے میں فریاد حزین کو

واہب ہے بہر بتکدہ سطوت مرے پیش
تلقین نہ کر اے شیخ تو اپنے مجھے دین کو

مطلب کہ مرے عرض پہ اکبار کبھی سودا
ہاں سے نے بچھوڑا یا کبھو اُس اپنے نہیں کو

دے کے دل ہاتھ سے نہ دہر کر رو
زندگانی کی مت حلاوت کھو

رشتہ محکم نہیں محبت کا
دل سے گوہر کو انہیں تو نہ پرو

گل کو تیں جب سے ہو گیا یہ چمن
گل کے اور آئے ہے دماغ میں بو

جو کہا میں ہوں عاشق تیرے
بولا وہ مسکرا کے یہ نہ کہو

یار موتی نے گوشوارے کے
دیکھ تیری صفا سے عارض کو

خجل ایسا ہوا کہ اپنے تئیں
قطرۂ آب میں دیا ہے ڈبو

سچ ہے یارو اثر ہے صحبت کا
ایک جا گہ جو مل کے بیٹھیں دو

گل جو اُس بو قاتلک پہنچا
گل سے لے پیدا کی ویسی ہی خوبو

اب تو دل دے چکا ہے سودا
آگے قسمت ہے ہونی ہو سو ہو

تیرا پوچھو قتل کر نہیں کسو سے بیر ہے اسکو
چلے تلوار تو آب رواں کی سیر ہے اسکو

یہ عاشق پیشہ عہد اُسکے مین مجھ بن قلندر صبح کی
نصیحت کرنے سے منظور کسکی خیر ہے اسکو

شکار انداز انسان کا ہے وہ کیجاے صحرا مین
سوائے مرغ دل کب میل وحش و طیر ہے اسکو

سبب آزار دل میرے کا ہے بے الفتی اسکی
نہ اپنے سے محبت ہے نہ پہر غیر سے ہے اسکو

کیا برگشتہ دین سودا اگر کس کافر کی مژگان نے
کہ سر رشتہ سبحہ کا اب خاک راہ دیر ہے اسکو

تو نہووے تو شب ہجر دے بے جینے ہم کو
خالق اے صبح سلامت رکھے تیرے دم کو

شادی خوش باش رکھی دہر نے آفاق کے بیچ
والکم الحبس کیا دل مین ہمارے غم کو

آدمی ہو تو ہم آپ مین پہونچا کچھ فضل
ورنہ بدنام نہ کر تو نسب آدم کو

ہم کسو کی نہ چڑھے نظر و نہین عنقا کیطرح
دیکھ ڈالا ہے بیک آن ہم اک عالم کو

عشق کی تیغ کا گھائل ہون بتاؤ نہ مجھے
زخم الماس طلب اے ہے نہ مرہم کو

ہے کہ اب لاکے دکھا دین اسے تجکو ناصح
مت نصیحت ہو عبث کرکے نصیحت ہم کو

پوچھون عارض سے عرق اسکے تو یون کہتا ہے
چھیڑ کے چھپنے مین دہن ڈھونڈ نامحرم کو

حسن فیاض ہے گل کا کہ تبسم نہ ٹھہر
جسکے دامن سے چھنے ہی گہر شبنم کو

بادہ پیتا تو وہ اک لطف اٹھاتا سودا
فائدہ جام جہان سے ہوا کیا جم کو

دیکھ جہلی مین شکاری کی مرے چنگل کو
گو کہ بیچ کوئی نہ پھرے ہند مین آکابل کو

اسکے طرہ کے تئین پہونچے ہے کوئی کیا دخل
دھوئے ہی ابر بہاری یہ عبث سنبل کو

پہلوے یار نہ ہم غنچہ کو بٹھاؤ کہین
اس چمن مین رکھے ہے خار جلا اس گل کو

اہل دل کی یہ دعا لگتی ہے کہ مجھکو یارب
دور گلشن سے قفس مین نہ دکھا بلبل کو

شیخ کو ذوق اچھلنے سے نہین مجلس مین
اس بہانے سے مٹاتا ہے وہ اپنی جہل کو

زاہدان کیون اسے کہتے ہین برا اے سودا
جوہر انسان کا نکال آئے ہے جام مل کو

کیجے نہ اسیری مین اگر ضبط نفس کو
دے آگ ابھی شعلہ آواز قفس کو

ہم جا سے لہو ہو کے دل قافلہ سالار
تعلیم دے ہے نالا جو مرا بانگ جرس کو

پہونچا ہے بلکہ داغ جگر تا سر مژگان
شاداب مین رکھتا ہون سدا آتش خس کو

پھرتا ہی ادھر زلف مین شانہ تو اُدھر دل — یہ وزد نہ لایا کبھو خاطر مین عسس کو
اے عشق نہ فرہاد بچا تجھسے نہ پرویز — با خاک برابر تو کیا ناکس و کس کو
لے سکتے نہین سانس ترے کوچے کے مقید — ناخون جگر بیچ نہ غوطہ دین نفس کو

ترغیب نہ کر سیر چمن کی ہمین سودا
ہر چند ہوا خوب ہے وان لیک ہوس کو

خواہی رہ صد سالہ ہو تو خواہ یہین ہو — نزدیک بدل ہی تو مری جان کہین ہو
دم مارنا پھبتا ہے اُسے عشق کا تیرے — جسکا دم اول نفس باز پسین ہو
تن چھوڑ کے گذرون ترے کوچے سے کہ غیرت — یہ چاہے نہ وان نقش قدم خاک نشین ہو
تک مقتل عشاق پہ انداز تبسم — تا زخم شہیدون کے جگر کا نمکین ہو
ناصاف ہے اس وضع سے اپنے دل عالم — آئینہ کو منہ کیجے تو وہ چین بجبین ہو
مت دیر و حرم کے تو سمجھ سجدہ مین کچھ فرق — پتھر ہی کا جب پوجنا آیا تو کہین ہو

سودا کے خیالات مین تجھکے ہے خدائی
جو اپنے تخیل مین یہ چاہے سو وہین ہو

خط اسکا سادہ لوحونکی پرستارونسے مت پوچھو — عزیزو کفر مجھ کافر کا دیندارونسے مت پوچھو
نہ استفسار کیجئے ہمسے اُس لب کی حلاوت کا — شکر کا ذائقہ خون جگر خوارونسے مت پوچھو
طلبگار نشان ہمسے ہوا اُس خوش قد کے کوچے سے — بہشت و سایۂ طوبی گنہگارون سے مت پوچھو
ہمین گر نالۂ کنج قفس کہیے تو آتا ہے — چمن کے زمزمے کرنا گرفتارونسے مت پوچھو

فراموش اندنون ہم شہریون کے دلسے سودا ہی
خبر اسکی جہان آباد کے یارون سے مت پوچھو

مرے نامہ کے خاطر مرغ جان سی کون بہتر ہو — تجھے نامہ لکھون اور نامہ بر میرا کبوتر ہو
لکھون گر شرح سوز دل تو ہر اک حرف پر میرے — شرار کاغذ آتش زدہ کی طرح مسطر ہو
کیا ہے عہد و پیمان اشتیاق اپنے سے یہ مینے — کہ جس ساعت گلے لگنا تجھے تیرا میسر ہو
رد و کُین چشم داغ سینہ سے اسوقت اس خاطر — مبادا مانع نظارہ اشک آنکھون مین آ کر ہو

خط اپنا مرغ جان کے پر سے باندھا آج سودا نے
نہ کھینچا انتظار اتنا کہ تا پیدا کبوتر ہو

ناصح کو جیب سینے سے فرصت کبھو نہو
دل یار سے پھٹے تو کسی سے رفو نہو

اس دل کو دے کے لون دو جہان یہ کبھو نہو
سودا تو ہو وے تب یہ کہ جب اسمین تو نہو

آئینۂ وجود و عدم مین اگر ترا
رو درمیان نہ ہو تو کہین ہم کو رو نہو

جھگڑا تو حسن و عشق کا چکتا ہے پل کے بیچ
گر محکمے مین قاضی کے تو رو برو نہو

طرہ کی کھل گئی ہے گرہ ورنہ ای نسیم
شوردماغ مرغ چمن گل کی بو نہ ہو

گذرے سو گذرے اہل چمن پر اب ای فلک
آئندہ یان تلک تو کوئی خوبرو نہ ہو

دل لیکے بجھے برق کے شعلے کو دیجئے
پر ہے یہ ڈر کہ اسکی بھی ایسی ہی خو نہو

گل کی نہ تخم مرغ چمن کر سکے تلاش
ہم خام فطرتون سے تری جستجو نہو

سودا بدل کے قافیہ تو اور کہہ غزل
اے بے ادب تو درد سے بس دو بدو نہو

تجھ بن تو دو جہان سے کچھ اپنے تئین نہو
ہو وین نہ ہم کہین کے اگر تو کہین نہو

آزردہ خاطرونکی جو آنکھون سے نم چنے
پیارے تمھارے ہاتھ کی وہ آستین نہو

دلدار اسکو خواہ دل آزار کچھ کہو
سنتا نہین کسو کی مرا یار کچھ کہو

غمزہ ادا نگاہ تبسم ہے دل کا مول
تم بھی اگر ہو اسکے خریدار کچھ کہو

شیرین نے کوہکن سے منگائی تھی جوے شیر
گر امتحان ہو اس سے بھی دشوار کچھ کہو

ہر آن آ مجھی کو ستاتے ہو ناصحو
سمجھا کے تم اسے بھی تو یکبار کچھ کہو

اے ساکنان کنج قفس صبح کو صبا
سنتی ہی جائیگی سوے گلزار کچھ کہو

سودا موافقت کا سبب جانتا ہے یار
سمجھین مخالف اسکو جو اغیار کچھ کہو

عالم کی گفتگو سے تو آتی ہے بوے خون
بندہ ہے اک نگہ کا گنہگار کچھ کہو

بہار باغ ہو مینا ہو جام صہبا ہو
ہوا ہو ابر ہو ساقی ہو اور دنیا ہو

روا ہے کہہ تو بھلا اے سپہر نا انصاف
رہا ہے زہر چھپے راز عشق رسوا ہو

بھرا ہے سقدر اے ابر دل ہمارا بھی
کہ ایک لہر مین روے زمین پہ دریا ہو

جو مہربان ہین وہ سودا کو مغتنم جانین
سپاہی زادونسے ملتا ہے دیکھیے کیا ہو

بوؤن مین تخم گل کو جہان وان زقوم ہو — پالون جو عندلیب قفس مین تو بوم ہو
اپنے چمن کو فائدہ کیا تجھسے اے نسیم — یہ جا ہے وہ کہ یان دم عیسیٰ سموم ہو

اس درد دل سے موت ہو یا دلکو تاب ہو — قسمت کا جو لکھا ہو الٰہی شتاب ہو
اس کشمکش سے دام کی کیا کام تھا ہمین — اے الفت چمن ترا خانہ خراب ہو

اے نالہ مت سبک ہو نکلکر جگر سے تو — مدت سے کر چکا ہے اثر کی نظر سے تو
دامن مکان اشک سے ہو دو قدم کی راہ — آنکھین چرا نہ لخت دل اتنے سفر سے تو

جو مرغ زصیاد گل اندام قفس ہو — جس طائر بے چین کو آرام قفس ہو
راضی ہے اسیری پہ تری چشم کا مائل — اس شرط سے گر صورت بادام قفس ہو
چھوڑونگا نہ وامان اسیری کبھو صیاد — ہر صبح رہائی ہو مجھے شام قفس ہو

شب کے تئین یہ روسیاہ خانہ بخانہ کوبکو — دیکھون ہون تجکو مثل ماہ خانہ بخانہ کوبکو
ظلم کے تیرے ہین گواہ خانہ بخانہ کوبکو — بسکہ پھرون ہون وا و خواہ خانہ بخانہ کوبکو
تجکو فقط چراغ شام ڈھونڈھے نہین ہے گھر بگھر — پھرتی ہے باد صبحگاہ خانہ بخانہ کوبکو
سونپون ہون جسکو منصفی جرم رکھے ہے سیر کے — بسکہ ہوئی ہے تجکو راہ خانہ بخانہ کوبکو
دیکھی ہے جب سے خلق نے تجسے مری معاش — مانگین ہین عشق سے پناہ خانہ بخانہ کوبکو
دل سے اٹھا کے دست صبر منہہ سے ملونگا اسکا خون — پوچھونگا اپنا جا گناہ خانہ بخانہ کوبکو

پھرتے ہین رات دن خراب گردش چرخ مین مدام
رشک سے تیرے مہرو ماہ خانہ بخانہ کوبکو

تمھاری فہم مین پیارے جو ہم ہین غیر یون سمجھو — اگر سمجھے ہو بیگانون کو اپنا خیر یون سمجھو
کہا اُسنے نہ ملنے کو بھلا جان اپنی جانب مین — جو تم اس دوستی کرنیکو سمجھے بیر یون سمجھو
زمین کو دیکھنا رنگین بھرا ہے خون عاشق سے — اگر سمجھے ہو تم اسکو چمن کی سیر یون سمجھو
تو اے شیخ جہان سے شیخ جی ہم خوب ہین آگہ — اوسے کعبہ اگر سمجھے ہو جو تھا دیر یون سمجھو

بُرا مانے تو مت گفتار سے سودا کی ہو پیارے
کہ اسکی بات کچھ رکھتی نہین سر پیر یون سمجھو

ردیف ہا

گردون گرم با دیدۂ ستر نگاہ — کر ڈالے پھپھولا نہ رخ پر نگاہ

بچے کیونکہ تسخیر سے ملک دل
کرے دو جہان کو مسخر نگاہ

کسی کے یہ نرگس کا والہ ہے گل
کہ میخانہ کر دے معطر نگاہ

ہوا زرد عاشق برنگ طلا
تری کیمیا سے ہے بہتر نگاہ

نہین زخم سے اسکے واقف کوئی
ہے باطن یہ برچھی لگا ہر نگاہ

جو ہین ترک چشم اسکے ابلق سوار
اُٹھو نکا ہے نیزہ سراسر نگاہ

دل و جان کا حصہ برابر ہے یان
جفا جو ہین مژگان ستمگر نگاہ

تسلی تھی ٹک دل کو اب کیا کرون
کرے تھا تو آ کر جو اکثر نگاہ

کن آنکھیون سے دیکھو ہو جون غیر کو
نہ کی یون کبھو تمنے ادھر نگاہ

کدر اسکے دل مین ہے مجسے کہ اب
کرے آئینے کو مکدر نگاہ

نہ آلودہ خون ہووے دامان برق
نہ ہو خون عشاق سے تر نگاہ

سپر داغ دل کے سوا کیا کرون
بھرین تیغ کھینچین ہین جدھر نگاہ

جو سودا نکلتا ہے تلوار سے
کرے ہے وہی کام اکثر نگاہ

لینے لگا ہے اب تو مرا نام گاہ گاہ
بھیجین گے ہم بھی نامہ و پیغام گاہ گاہ

سائل کو کچھ نہ دینے سے دینا ہے کچھ بھلا
دیتے نہین ہو بوسہ تو دشنام گاہ گاہ

خورشید کیطرح سے یو نہین ہر زہ گرد وہ
نکلے ہی ماہتاب مرا شام گاہ گاہ

دیوار گھر کے یار کی مت ڈھا تو سیل اشک
کرتا ہون اسکے سایہ مین آرام گاہ گاہ

جاوے وہ کب بسنگے مگر گھر رقیب کے
لاتی ہے اسکو گردش ایام گاہ گاہ

طاقت نہین ہی مرغ چمن کچھ ہوا کی اب
ہونے لگا ہے نالہ سرانجام گاہ گاہ

بوسہ بزور لے کہا سودا نے اُس سے یہ
نکلے ہی یون ہی تجھ سے مرا کام گاہ گاہ

گیا ہی جی تو نکل کب ہے ہمصفیرون ساتھ
یہ مشت پر ہی رہے ہین مرے اسیرون ساتھ

ہدف ہو آہ کے تیرے یہ دل بچے کیونکر
نشانے اڑتے ہین ہر دم نگہ کے تیرون ساتھ

نکل چکا تھا سیاست سے ابروان کے دل
اٹک رہا ترے مژگان کی دارگیرون ساتھ

کیا ہے قتل جہان کو جنھون نے باتو تین
پڑا ہے دل کو سرو کار اُن شریرون ساتھ

خدا پناہ مین رکھے دل ایسے ترکون سے
دغا کرین ہین یہ بے پیر اپنے پیر دن ساتھ

جہان مین دیکھ کے طالع کی نارسائی کو
خیال ہے مجھے اب ہاتھ کی لکیر دن ساتھ

ہزار طرح سے دیوین جلا اُسے سودا
برابری نہ کرے گا بلور ہیر دن ساتھ

بارہا دل کو مین سمجھا کے کہا کیا کیا کچھ
نہ مری سنکے کبھو آپ بجا کیا کیا کچھ

عزت و آبرو و حرمت دین و ایمان،
روؤن کس کس کو مین یار و گیا کیا کیا کچھ

صبر و آرام کہون یا کہ مین اب ہوش و حواس
ہوگیا اُسکی جدائی مین جدا کیا کیا کچھ

عشق کس ذات کا عقرب ہے کہ لگتے ہی نیش
دل کے ساتھ آنکھ لنے پانی ہو بہا کیا کیا کچھ

سادہ روئی نے تو کھو یا دل و دین ہی دیکھین
خط کے آنے مین ہو قسمت کا لکھا کیا کیا کچھ

دخل کیا راہ محبت مین نکو نامی کو
آیا اس کوچے مین جو اُن نے سنا کیا کیا کچھ

والہ و شیفتہ و زار و حزین و مجنون
اپنے عاشق کو کل اسنے نہ کہا کیا کیا کچھ

گریہ شیشہ کبھی تھا تو کبھی خندہ جام
ساقی اس دور مین تیرے نہوا کیا کیا کچھ

غرہ ست ہو کہ زمانے سے تری بن آئی
تھا وہ کیا کیا کہ نہ بگڑا نہ بنا کیا کیا کچھ

شادی آنیکی نہ کر یار نہ جانیکا غم
آیا کیا کیا کہ نہ بگڑا نہ بنا کیا کیا کچھ

سینہ قانون و غنا نالہ و دل ہو مضراب
سنکلے ہے ساز محبت سے صدا کیا کیا کچھ

دوستو حق مین ترقی و تنزل اپنے
کیا کہین ہم کہ زمانہ سے ہوا کیا کیا کچھ

ضعف و ناطاقتی و سستی و اعضا شکنی
ایک گھٹنے مین جوانی کے بڑھا کیا کیا کچھ

سیر کی قدرت خالق کی بتان مین سودا
منت کبر خاک مین جلوہ ہے پھر آکیا کیا کچھ

کہان وہ نور کا شمس و قمر مین ہے شعلہ
جو حسن یار کا اپنی نظر مین ہے شعلہ

نظر کرو وہ بنا گوش و گوشوار دو نمین
کنر حسن کی ہر ایک گھر مین ہے شعلہ

غضب جو ذرہ دل اسکے مین ہو تو کم سمجھ جالیے
کہ سنگ مین ہے شرارا و شرر مین ہے شعلہ

شرر سے کم نہین آتا ہے گرم قطرۂ اشک
یہ عاشقون کی مگر چشم تر مین ہے شعلہ

سموم عشق کی تاثیر نے جلا مارا
تری بھی اسے نفس سر بسر مین ہے شعلہ

سدا تلاش مین یار و اُس آتشین خو کے
یہ رات دن مہ و خور کا سفر مین ہے شعلہ

نہ دے تو نالہ کی تکلیف ہمصفیر مجھے / کہ نالہ یان نہین اس مشت پر مین ہی شعلہ
بڑا جلون ہون مین تنہا گھر اپنے مین تجھ بن / طرح اُجاق کے دیوار و در مین ہی شعلہ
یہ تکمہ کی ہے جھلک یار کے گریبان پر / کہ جیسے مہر کا جیب سحر مین ہی شعلہ
جلون ہون رشک سے مین شمع بزم کی تیرے / جب اسکے دیکھون ہون آہ جگر مین ہی شعلہ

تبان کا عشق بھی سودا بڑا ہے شعبدہ باز
کہ دل کی سوخت کو اسکے ہنر مین ہی شعلہ

تجھ حسن کا یون مجکو مریجان ہے شعلہ / جیسے کہ ہر اک گبر کا ایمان ہے شعلہ
جلتا ہون سدا ہاتھ مین شانہ کے اُسے دیکھ / اپنے تو لیے زلف پریشان ہے شعلہ
کون اُٹھ گیا جان سوختہ مجلس سے کہ ہر شب / لگ لگ کے گلے شمع کے گریان ہے شعلہ
شعلہ کا یہ احوال ہے تجھ حسن کے آگے / تصویر کے جون شمع کا حیران ہے شعلہ
دکھین ہین تب عشق سے جسطرح میرے عضو / مین کیا کہون گویا یہ نیستان ہے شعلہ
ہے زیست کا اپنے بھی سبب داغ ہی اے شمع / جون زندگی تیرے کا نگہبان ہے شعلہ
رعد اسکو نہ سمجھون مین کچھو خوے کسیکی / آتش بنقاب برق کا نالان ہے شعلہ
گر آتش گل کا چمنستان جہان مین / اے باد سحر تیرے بفرمان ہے شعلہ

سودا کا بھی سینہ ہے اک آتشکدہ جسمین
محکوم دم سرد کا ہر آن ہے شعلہ

خلقت کے نہ خلق اپنا پایا مین پسندیدہ / جز غم نہ کوئی دیکھا دل اپنے سے گردیدہ
سب خواب سے خلق اُٹھے سن شور قیامت کو / طالع مرے کروٹ لین ایسے نہین خوابیدہ
عریان تنی اس تن کی سو جامہ سے بہتر ہے / گر عیب کسی تن کا جس تن مین ہو پوشیدہ
جب بدر سے منھ اپنا تیرا اسا نہ بن آیا / شکل ابر کی پیدا کی اس غم سے ہو کاہیدہ
کیون منھ کو چھپاتے ہو تم ہمسے مرے صاحب / کچھ حسن نہین وہ شے کہیے جسے دزدیدہ
وہ شوخ کہ جب مجکو باتون مین اڑاتا ہے / ہوتا ہون خوشی سے تب جون گرد مین بالیدہ
مت مجکو ڈرا واعظ محشر کی صعوبت سے / ہے مبدا ر صد محشر میرا دل شوریدہ
زاہد نے نہ کی تزیین رندونکی شرارت سے / دن عید کے باندھے ہے عمامہ اُو سیدہ
ہستی سے کبھو اپنے جز اس دل پر خون کے / شیشہ مے گلگون کا دیکھا ہے نہ غلطیدہ

یان محفل شادی بھی غم سے نہ جدا دیکھی
کیا شیشۂ مے رویا جب سے ہوئی نالیدہ

جو مردہ مین شکل انکی یون سطح زمین پر ہے
تصویر ہو شیرون کی جون قالی مین بافیدہ

تحریر مین سودا کی ہے جانے سخن کسکو
خامہ ید قدرت سے اسکا ہے تراشیدہ

غم کا ہے پسر خواندہ اور درد کا پالیدہ
مضمون جو طبیعت کا سودا کی ہی زائیدہ

اس تپ کے طبیب اپنا موجب کو نہ سمجھے گا
دامن رمق دم کا چھوڑا ہے تن تفسیدہ

مت مجکو ستا ظالم آیان مین کہتا ہون
ہے تیر قضا نادان آہ دل رنجیدہ

مین جور بتون سے مل کچھ تازہ نہ دیکھونگا
آنکھین مری اے ناصح ہین کہنہ ستم دیدہ

پکڑا ہے یہ تنگ آکر غم سے نے مرے سینہ کو
دل سا نسکے پھر نہین ہوتا ہے خراشیدہ

بھیجا تھا دیار اسکے مین نامۂ شوق اپنا
کیا شرح کرون اسکی بہتر ہے وہ نشنیدہ

جون سگ لیے پھرتا ہو ہڈی کسی بستی مین
قاصد کنے یون میرا ہے نامۂ پیچیدہ

نہین وہ روے عرقناک جنس آب زدہ
چمن مین صنع کے اک گل ہے وہ گلاب زدہ

چمن مین کسکے صبا رخ سے اٹھ گیا ہی نقاب
کہ گل مجھے نظر آتے ہین آفتاب زدہ

کرین ہین طالع بیدار یار سے ہمخواب
سو اپنے بخت ہین روز ازل سی خواب زدہ

رکھے ہی دل کو مرے اشتیاق سینہ مین
کہ جیسے مرغ قفس مین ہو اضطراب زدہ

میکدہ مین ہی نہ اے بادہ کشان ہی شیشہ
ہمنے جس سنگ مین دیکھا تو نہان ہی شیشہ

مے پیا کر جو ترقی ہو تری بخشش مین
تیغ ہمت کے لئے سنگ فسان ہی شیشہ

دیکھکر بزم مین یارونکے نشست و برخاست
شور قلقل نہین لبریز فغان ہی شیشہ

عیش یارونکو ہے رنجیدگی نازک دل
ہاتھ سے انکے سدا گریہ کنان ہی شیشہ

ساقی مت آکے ستا مجکو تو ادھر ہی رہ
ساغر عیش ہی جیدھر کو جہان ہی شیشہ

چشم نمناک و دل پر مین رکھون ہون تجھسے
جام کیدھر ہے مرے پاس کہان ہی شیشہ

بادہ پیتے نہین محبوب سوا ہم سودا
عاشقونکا گرو حسن بتان ہے شیشہ

ہے زلف مین دل میرا مت کیجیو تو شانہ
زنجیر نہ کھلجاوے ہے سخت یہ دیوانہ

مین تجھسے نہ کہتا تھا مت گھر سے تو نکلا کر
اب شور قیامت نے گھیرا ہے در خانہ

اے آتش گل تو ہی کر خس کو مرے اپنا
ہر چند مین گلشن مین ہون سبزۂ بیگانہ

کعبے کی زیارت کو اے شیخ مین پہونچونگا
مستی مین مجھے بھولے جبدن رہ میخانہ

تنہا نہ ہمارا ہے مضحک ہے تو اے زاہد
گیدی تری داڑھی پر ہنستا ہے سدا شانہ

در خلق کے منھ پر مین باندھا ہے حباب آسا
تا دم ہے نہ کھولونگا ہرگز در کاشانہ

روزی کو نہو مضطر ٹک دیکھ تو گوہر کو
ہے ساتھ نصیبونکا ہم آب و ہم دانہ

ہر چند کہ سب عاشق مضبوط و جوان ہین پر
اڑتا ہے دھوان جس سے سودا ہے سو مستانہ

یان نہ ذرہ ہی چمکتا ہے فقط گرد کے ساتھ
جلوہ گر نور ہے خورشید کا ہر فرد کے ساتھ

زخم کی طرح زمانے مین تو کاٹ اپنی عمر
خندہ یا گریہ جو کچھ ہووے سو ٹک درد کے ساتھ

کسطرح خانۂ گردون کی بنا ہووے چسپ
معنی اس بیت کے اک ہم ہین سو آورد کیساتھ

قدر نہین دولت بے سعی کی تجھکو ورنہ
زر کو نسبت نہین عاشق کے رخ زرد کیساتھ

امن دو دل کو ہو یکجا پہ بساط دوران
چوٹ کھاتی نہین وہ نرد جو ہو نرد کیساتھ

تیغ چوبی سے کہان قبضۂ فولاد ہو نصب
نہ رہے صاحب جوہر کبھو نامرد کے ساتھ

ہم کہاتے ہین ترے بندۂ بے زر پیارے
گل نے بلبل کو خریدا ہے زر زرد کے ساتھ

صبحدم آج چمن مین لب جو سودا ہو
شعر بیٹھا وہ یہ پڑھتا تھا نپٹ درد کے ساتھ

دل کو چاہا مین کہ خالی کرون مانند حباب
ہو گئی جان ہوا اک نفس سرد کے ساتھ

شیخی تھی جام کی سو گئی جان جم کے ساتھ
وابستہ ہے طلسم جہان اپنے دم کے ساتھ

اکٹھا ہوا نہ قافلہ دنیا مین اس سوا
جو یان سے اٹھ چلا سو گیا درد و غم کے ساتھ

کیا ربط خرمی سے کرے مانند طفل اشک
پائی ہے پرورش مرے دل نے الم کے ساتھ

تھا مرد وہ کوئی کہ جو اس بزم سے گیا
مانند شمع سر بھی لگا کر قدم کے ساتھ

یون چاہیے انھین ہے جنھین عزم سلطنت
یا زیر پا سر رہے یا سر علم کے ساتھ

پروانۂ تجلی وحدت ہوا ور دیکھ
نور چراغ دیر ہے شمع حرم کے ساتھ

لے ہی چلے ہو دل کو پہ خاطر مین یہ رہے
اک وقت سینے پالا تھا ناز و نعم کے ساتھ

ہے تخم دل زمین محبت مین ٹک سلوک
ابر مژہ ضرور ہے کشت الم کے ساتھ

سودا غلام لطف و محبت ہے ورنہ یان
کن نے اُسے خریدا ہے دام و درم کے ساتھ

لٹی مے اُٹھ گیا ساقی مرا ابھی پُر ہو پیمانہ
الٰہی اسطرح دیکھون مین کن آنکھون سے میخانا

بنا ہی اُٹھ گئی یارو غزل کے خوب کہنے کی
گیا مضمون دنیا سے رہا سودا سو مستانہ

ہون سرمہ کوری سے وہ چشم تر آلودہ
مژگان نہ رہین جنکے لخت جگر آلودہ

لب تشنۂ خون ہے دل اس خون کے قطرہ کا
جس سے نہوا کچھ بن دامان تر آلودہ

مت ہنس مرے رونے پر آمان مین کہتا ہون
ٹپکے ہے ابھی کوئی قطرہ اثر آلودہ

جا عرش پہ لہراوے خون قتل تمنا کا
ہووے لب زخم دل شکوے سے گر آلودہ

آلایش ہستی مین کیونکر ملون جانا سنے
ٹک رہ کہ ابھی ہون مین گرد سفر آلودہ

مت ساتھ رقیبون کے مجکو نظر آیا کر
ڈرتا ہون نہو سرزد آہ شرر آلودہ

سودا سے کہا مینے کیون تجھسے نہ کہتے تھے
لب عشق کے ساغر سے ظالم نہ کر آلودہ

اب دیکھ تو حال اپنا ٹک رحم کی نظرون سے
ناحق کی بلا مین تو ہے کس قدر آلودہ

آنکھین تری رکھتی ہین دامان و گریبان کو
خونناب کے قطرون سے شام و سحر آلودہ

جس سمت نگہ کیجے ادھر نظر آتا ہے
لوہو سے ترے سر کے دیوار و در آلودہ

جب مین تجھے سمجھا کر رو رو آنکھین دھوتا ہون
کہتا ہے نہو دے گا بار دگر آلودہ

لیکن یہ نصیحت ہے بیفائدہ کیا حاصل
یہ ہے کہ ادھر دھویا اور پھر ادھر آلودہ

اس بات مین اے نادان تبلا کہ مزا کیا ہے
پانون سے جو تو خون مین ہے تا بسر آلودہ

جسوقت غرض ان نے یہ بات سنی مجھسے
اتنا ہی کہا بھر کر آہ اثر آلودہ

لذت کو ہلاہل کی کیا اُنکو بتاؤن مین
ہے کام و دہن جنکا شہد و شکر آلودہ

نیند سے اُٹھتے ہے جسدم دیکھے ہی تو آئینہ
دے ہے باد صبح کو گلزار کے بو آئینہ

حسن لاثانی کا تیرے دوسرا ہوگا شریک
دیکھ پاویگا کہین گر تیرے منھ کو آئینہ

چاہتا ہو سینہ کو اپنے کرون مین چاک چاک
ہاتھ مین شانے کے جب دیکھے ہے گیسو آئینہ

باز رکھے گا تماشے سے مجھے گلزار کے
روبرو ہونیکا گر پاوے گا قابو آئینہ

فیض تیرے حسن کا یہ عام ہے اے مہروش
عکس رو تیرے سے ہو جاتا ہے مہرو آئینہ

اسقدر ہے شوق نظارہ سے اپنے یار کو
روبرو دیکھوں ہوں اسکے یا بہ پہلو آئینہ

کیا لگا لیتا ہے مہرویوں کو سودا آپ سے
چشم میں اپنے مگر رکھتا ہے جادو آئینہ

حسن سے اسکے اسے دے ہے خبر آئینہ
درپئے جان ہماری ہے مگر آئینہ

عکس پڑتا ہے ترے سیب ذقن کا اسمین
حسن کے باغ سے پاتا ہے ثمر آئینہ

عشق سے صاف دلوں کو نہیں تازی نسبت
رہے تھا سنگ میں پہلوے شرر آئینہ

منعکس جلیسے ہے خورشید سے منھ کا تیرے
سمجھے ہے آپ کو ہم چشم قمر آئینہ

پانی بھر آئے ہے آگے ترے اسکے منھ میں
دیکھے ہے تجھکو باندازِ دگر آئینہ

عکس تیرے سے کے تری تیغ نگہ کے ڈر سے
منھ پہ فولاد کے رو کے ہے سپر آئینہ

خود نمائی پہ سدا اہل جہاں کے سودا
دیدہ پر آب ہو کرتا ہے نظر آئینہ

لیتا ہے تو کسی کا تو دل لے سمجھ سمجھ
بازی نہ جان اسکو بلا لے سمجھ سمجھ

کیا کیا ملی ہیں خاک میں یان صورتیں کلال
گردش میں اپنے چاک کے گل لے سمجھ سمجھ

خورشید کی کرن سے نہیں کم دلا تو دیکھ
خوبوں کی پگڑیوں کے یہ تلے سمجھ سمجھ

قابل نہیں ہے کوئی ملاقات کے دلا
ملتا ہے گر کسی سے تو مل لے سمجھ سمجھ

زاہد نہ کھینچ رنج تو سودا کی وضع کا
جا مدرسے میں کھینچ تو چلے سمجھ سمجھ

آ پہونچ ساقی کہ پھر ایام کھسکتے ہیں یہ
فصل گل کے کچھ گئے دن کچھ چلے جاتے ہیں یہ

اسقدر بانکے ہیں اے ظالم تری پگڑی کے پیچ
دل مرا اٹکا ہے زلفوں بیچ بل کھاتے ہیں یہ

کیونکہ غمازوں سے سمجھوں آہ یوں کہدینگے پھر
منھ لگاتے تم نہیں غیروں پہ جھنجھلاتے ہیں یہ

دل تو ہے آفت طلب پر کور ہو جاوین یہ چشم
جو بلا ملتی ہے اپنے اسکو دکھلاتے ہیں یہ

غیرت عشق آگے اے سودا تو پروانے سے سیکھ
شمع سے اپنا نہیں ملنا دیکھ جل جاتے ہیں یہ

دل کو ٹکڑے نہ کرائے آئینہ رو ہاتھوں ہاتھ
جنس یہ وہ نہیں جو ہو وے رفو ہاتھوں ہاتھ

روٹھ چلتے ہیں اگر ہم تو وہیں مہر و وفا
کھینچ لیجاتے ہیں پھر یار کے کو ہاتھوں ہاتھ

ہاتھ کیونکر نہ میں اس رشک سے کاٹوں اپنے
لے گیا شانہ تری زلف کی بو ہاتھوں ہاتھ

وسعت اتنی نہیں رکھتی گل و غنچہ کی بہار
مجکو پہونچا دو مغان جام و سبو ہاتھوں ہاتھ

تجکو یوسف کی خبر ہے کہ نہیں اے یعقوب
بک گیا مصر میں وہ روئے نکو ہاتھوں ہاتھ

شب ترے پانوں سے لگتی ہے جو یہ چوری چوری
ایک ہی دزد حنا باندھ لے تو ہاتھوں ہاتھ

ناصحو تار رہا اب کے گردن کا اسکو
گو کیا تم نے گریبان کو رفو ہاتھوں ہاتھ

شیخنا بزم میں رندوں کے چھپا اپنی ریش
کتر کے ہی یہ لیجاوینگے مو ہاتھوں ہاتھ

شاہ مردان تری امداد کرے گی سودا
باندھ لے چل کے جو تیرا ہو عدو ہاتھوں ہاتھ

مجھسے پہ لیے پھرتا تلوار بہت تحفہ
مقتول سے کے قتل پہ اصرار بہت تحفہ

بیمار کو تجھ غم کے دینی تھی دوا کوئی
کیا کہیے غرض سے تھے وہ غمخوار بہت تحفہ

دیکھے سے شفا جنکے ہوتی ہے مریضوں کو
رہتا ہے ان آنکھوں کا بیمار بہت تحفہ

احوال مرا کہہ کہ معذور کیا اسکو
اغیار تو تھے ہی تھے پر یار بہت تحفہ

دل معنی رنگیں سے لبریز ہے سودا کا
اس غنچہ میں پھولے ہے گلزار بہت تحفہ

سودا سے کہا میں نے کچھ ہم تجھے سمجھے تھے
پر تو تو نظر آیا اے یار بہت تحفہ

راز اپنے چھپانے سے غماز سے کہہ دینا
اخفا تو عجب تھا ہی اظہار بہت تحفہ

وہ شوخ کہ لب جسکے ہیں تشنۂ خون ناحق
بوسے کی طلب اس سے ہر بار بہت تحفہ

معقول ہیں یہ باتیں ہو جسمیں لہو کی بو
اس زندگی اپنے سے بیزار بہت تحفہ

سنکر یہ سخن مجھسے بولا وہ تبسم کر
دیوانے تو ہم تجھے ہی ہشیار بہت تحفہ

جب خوش ہو تو دے گالی اک بار سو یہ تحفہ
رنجش ہو تو کہو کس سے ہے پیار سو یہ تحفہ

چپکا ہو تو بد دی ولیکن بولے تو زبان اوپر
خاموشی میں وہ خوبی گفتار سو یہ تحفہ

ہر دم کے تفحص سے دم ناک میں آیا ہے
غم اپنے کی وہ صورت غمخوار سو یہ تحفہ

صبر و دل و دین طاقت دیکھا اسے اور سر کے
ہیں جاں سے یہ رفیق اپنے دو چار سو یہ تحفہ

اس دل کو شفا کیونکر تجھ عشق کی تپ سے ہو
آزار کڑھب اپنا بیمار سو یہ تحفہ

اب شیخ کی سبحہ و شیخ پہ کیونکر نہ ہنسیں طفلاں
ڈاڑھی ہے سو وہ نادر دستار سو یہ تحفہ

سن نظم کو سودا کے شہر پھیر لگا کہنے
آفاق میں دو شہرا اشعار سو یہ تحفہ

غیر پہ نت ہے کرم ستم ہے ہم پہ تم واہ واہ
دیکھ لیا بس تمھیں ہمنے صنم واہ واہ

پھر کرے یا جفا جس میں ہو اسکی رضا
اسکی رضا میں سدا گذرے جو دم واہ واہ

سبز کیا کشت کو برس کے عالم کے تو
تاک تو ادھر بھی کبھو ابر کرم واہ واہ

خانہ مشرب کے دیکھ تازہ بنا کو مرے
کہتے ہیں نت ساکن دیر و حرم واہ واہ

سبزۂ خط کی ترے وصف میں مجھ نطق کو
سن کے کہے طوطی باغ ارم واہ واہ

خاک نشینی کی راہ یوں ہے کہ ہو کر فنا
اٹھیے نہ جا گہ سے جوں نقش قدم واہ واہ

کہنے لگے ریختہ جو کوئی سودا کی طرح
او سپہر زمین سے ہوتا لوح و قلم واہ واہ

شیخ تو کعبے کو پہونچے ہے کرامات کی راہ
حرم دل کو جو پہونچا سو خرابات کی راہ

ہر گز اس بت میں نہیں وعدہ خلافی یارب
کن نے روکی ہے مری قبلۂ حاجات کی راہ

زلف کے پھیر نے سے دل چاہ ذقن میں ڈوبا
اسلیے کہتے ہیں چلنی ہے بری رات کی راہ

پھوٹ نکلے ہیں مری پشت قدم پر خار
آہ پیدا نہوئی تسپہ ملاقات کی راہ

اے دل اُسکے تو سہو بات نکلتے بلکہ
وہ دہن تنگ ہے اتنا کہ نہیں بات کی راہ

کس صنم نے یہ بھلایا ہے طریق دیں کو
اپنے زاہد نے فراموش کی اوقات کی راہ

ناصحو دل تو گھر اسکے یہ دیا ہیں سنکو
پر نہ سمجھے زرہ عشق مدارات کی راہ

باز آ پھرنے سے اب کوئے بتاں کے سودا
جب نہ تب چلتے ہیں دیکھا تجھے آفات کی راہ

ردیف مثناۃ تحتانی

نہ وہ ہے عاشق نہ وہ ہے معشوق جنہیں ہو نہ کچھ خامی
عبث لی ہمنے اب دنیا میں سر اپنے یہ بدنامی

اثر نے اشک مین پایا ہون نے تاثیر نالے مین
ارادہ عشق کا تجھسے ہوا بابین بے سرانجامی

تجھے جو کہئے ظالم اسکے تو برضد ہی کہتا ہی
خدا جانے بلا کیا لائیگی یہ تیری خودکامی

چلے ہی حسن ظالم سے کوئی بس عشق بیکس کا
حمایت اسکو کسکی اور اُسکے لاکھ ہین حامی

فلک نے فتنہ تو کیا کیا بہم پہونچای نام آور
جو دیکھا عشق کا فتنہ تو ہے سب سے بڑا نامی

ہین اسکو شرح سوز دل کہو کسطرح کہہ بھیجون
زبان شمع تک کٹتی ہی وان اب کے پیغامی

اسیری مانع خوش طالعی کچھ ہو نہین سکتی
ہما دیکھا باز دست شاہ پر دہ جو نہو دامی

ہوئی ہے میخوری یہ دور مین ساقی ترے رائج
بجا ہے اب جو ہر ملا کو کہئے مولوی جامی

فقیر اب جانیے سودا ہوا ہے کیسلی آنکھو نپر
سنا ہے آج لین کپڑے رنگے ہین ان نے بادامی

بولا وہ جنے تیری تصویر نظر آئی
یہ خواب زلیخا کی تعبیر نظر آئی

وے نالے جو موم اکثر کرتے ہین پہاڑونکو
آنکی نہ ترے دل مین تاثیر نظر آئی

ہین رنگ رخ عاشق مانند طلا دیکھا
گر در رہ عشق اے دل اکسیر نظر آئی

حلقے جو پڑے باہم ہے جاے گرفتاری
آنکھون ہی کے لڑنے مین زنجیر نظر آئی

دل دینے پہ جو چاہو تعذیر کرد ہم کہ
اس امر مین اپنی ہی تقصیر نظر آئی

کچھ اُسکی نگہ کا یک مین ہی نہ مسخر ہون
مجکو دو جہان کی وان تسخیر نظر آئی

مستون کا سخن ہمکو سودا یہ بہت بھایا
واعظ کی تو باتون مین تزویر نظر آئی

سودا کی مرے جسکو تدبیر نظر آئی
شمشیر کے جوہر کی زنجیر نظر آئی

مقتل پہ مرے آکر انصاف لگا کہنے
تقصیر سے یان آکے تعزیر نظر آئی

نامہ کا جواب اپنے آتے نہ کبھو دیکھا
قاصد ہی کی گلیون مین تشہیر نظر آئی

کرتے ہو مداوا کب بیمار غم اپنے کا
جب کام ہوا آخر تدبیر نظر آئی

دل پھیر نہین سکتے تجسے وہ دعا ہر گز
جس سے کہ یہان پھرتی تقدیر نظر آئی

ہے گردش چشم اسکی حلقہ در محشر کا
موج خط پیشانی زنجیر نظر آئی

اس باغ مین اک گل کو خندان جو کہین دیکھا
سو غنچہ کی وان صورت دلگیر نظر آئی

کی عمر عبث ضائع خدمت مین مہوسن کی
خاک اپنی ہی جب چھانی اکسیر نظر آئی

دیکھی نہ بنا ہمنے وہ قصر فریدونکی
جو اپنے خرابہ کی تعمیر نظر آئی

صنعت کے مصور نے کھولا جو مرقع کو — اک اُسمین نہ تیری سی تصویر نظر آئی

اُس زلف کو جب دیکھا مین ہاتھ مین سودا کے
بپھرے ہوئے ہاتھی کی زنجیر نظر آئی

یار کا جلوہ مرے کیا شہرۂ آفاق ہے — جسکو سنتا ہون سو وہ دیدار کا مشتاق ہے
ذات پر اُس شوخ کے بس ختم ہی معشوقیت — جو بشر دنیا مین ہے منجملۂ عشاق ہے
ان لبون کے قابل دشنام مجھ جیسا نہین — یہ تلطف ہی کرم ہے مہر ہے اشفاق ہے
صبر اس سے زیادہ کرنا کام ہے ایوب کا — لو خبر میری کہ اب عاشق کی طاقت طاق ہے

فائدہ اس ہرزہ گوئی سے بھلا ناصح تجھے
زندگی سودا کو اب عشق کرنی شاق ہے

سنگ پر چینی کو پٹکو گر صدا منظور ہے — دل کو عاشق کے نہ سمجھو کاسۂ فغفور ہے
لوگ کہتے ہین پری کہتا ہون مین یہ حور ہے — فی الحقیقت دونون سے جلوہ صنم کا دور ہے
کوئی تو سمجھے ہے اس چہرہ کو مہ اور کوئی مہر — ہم تو سمجھین ہین فقط اللہ کا یہ نور ہے
اے خیال یار اس سینے مین اب مت رکھ قدم — شیشۂ دل سنگ سے ہجران کے چکنا چور ہے
دل نے تو میرے سراپا پر اب حیران ہون یار — آئینے کو اتنے منہ چڑھنے سے کیا منظور ہے
دل تو نالے کی ہوس رکھتا ہے اُسکے سامنے — سانس لینے کا دیوانے وان کسے مقدور ہے

آخر اکیواسطے سودا کو ہر دم مت ستا
عاشق رنجور ہے مجبور ہے مہجور ہے

مین تجھسے کہ نہین سکتا سخن اے یار نازک ہے — نہ باندھا اس دل کو اپنی زلف سے وہ تار نازک ہے
ہمارے دل کے لینے پر تلی ہین یار کی آنکھین — کہو کیونکر نہ دو نین خاطر دلدار نازک ہے
کہون کیا موجب غم تجھسے اپنا پوچھ مت محرم — مجھے جس بات کا ہی غم سوا اے غمخوار نازک ہے
ادا کر اس چمن مین نالہ تک آہستہ اے بلبل — نہایت پردۂ گوش گل گلزار نازک ہے
کرون مین حال کس کسطرح ظاہر سخت مشکل ہے — کہ دل سے بھی زیادہ خاطر دلدار نازک ہے
مجھے مت ہاتھ سے دے بھول کر میری محبت پر — سمجھ ناداں کہ تار دوستی بسیار نازک ہے

بتون کی بات پر کیون چھوڑتا ہے اب تو کعبہ کو
نہ ہو سودا تو کافر رشتۂ زنار نازک ہے

جب یار نے اٹھا کر زلفوں کے بال باندھے
تب میں نے اپنے دل میں لاکھوں خیال باندھے

دو دن میں ہم تو ریجھے اے وائے حال اُنکا
گذرے ہیں جنکے دلکو یاں ماہ و سال باندھے

تار نگہ میں اُسکے کیونکر پھنسے نہ یہ دل
آنکھوں نے جسکے لاکھوں وحشی غزال باندھے

جو کچھ ہے رنگ اُسکا سو ہے نظر میں اپنی
گو جامہ زرد پہرے یا چیرہ لال باندھے

تیرے ہی سامنے کچھ بہکے ہے میرا نالہ
ورنہ نشانے ہمنے مارے ہیں بال باندھے

بوسے کی ہے تو خواہش پر کہیے کیونکہ اُس سے
جسکے مزاج لب پر حرف سوال باندھے

مارو گے کسکو جی سے کس پر کمر کسی ہے
پھرتے ہو کیوں پیارے تلوار ڈھال باندھے

دو چار شعر آگے اسکے پڑھے تو بولا
مضمون یہ تو نے اپنے کیا حسب حال باندھے

سوداؔ جو اُن نے باندھا زلفوں میں دل سزا ہے
شعروں میں اُسکے تو نے کیوں خط و خال باندھے

کیا کہیے جو اُس شوخ کی اوقات ہوئی ہے
انسان کا اُسے قتل تو اک بات ہوئی ہے

نوروز کو چہرے نے ترے یار ہرایا
زلفوں سے شب قدر کی اب مات ہوئی ہے

مجھ چشم کی جھڑیوں نے ڈبو ماری ہے اک خلق
کیا دشمن آفاق یہ برسات ہوئی ہے

زلفوں کے خیالات میں شب نیند جو اچٹی
معلوم مجھے کیا ہے بڑی رات ہوئی ہے

کوچے میں تم اپنے جو پھرا کرتے ہو پیارے
میرے بھی کبھو دل سے ملاقات ہوئی ہے

اے شیخ نہیں تم میں تو اک پشم کرشمہ
داڑھی کی بزرگی ہی کرامات ہوئی ہے

دعوائے غلامی تو ہے اک خلق کو تم سے
کچھ بندگی سوداؔ کی بھی اثبات ہوئی ہے

نہ میں جہان میں ہوں تیری تو آرزو یہ ہے
نباہ تجھسے وفا کا ہے ورنہ تو یہ ہے

رفو ہوا جو گریبان مرا تو کیا ناصح
جو دل سے دل کہیں پیوند ہو رفو یہ ہے

طلب کرو ہو دل اس منہ پہ گالیاں دیکے
وفا کی طرح سو وہ اور گفتگو یہ ہے

بچشم کم تو دم سرد کو مرے مت دیکھ
سموم قہر سے ہر آن دو بدو یہ ہے

میں کہہ رکھا کہ تو اُس شوخ سے نہ مل اے دل
شریر یہ ہے اثر یہ ہے جنگجو یہ ہے

غرض نہ ہم سے لئے سکو نہ غیر سے ملنا
ملے ہے گرم جو ہر اک سے اسکی خو یہ ہے

عجب نصیب لے اُترا ہے آئینہ اے یار
گرا سکو جب پا کوئی دیکھے تو روبرو یہ ہے

ڈرا تو ہمکو نہ قبضے پہ ہاتھ رکھ رکھکر
قسم ہے تیری ہی اپنی تو آرزو یہ ہے

یہ اپنے یار کے پیچھے لگا پھرے سودا
جو روہ ہے خانہ بخانہ تو کو بکو یہ ہے

محیط دل ہوئی اے شوخ تیری چاہ پھرتی ہے
سدا یہ برق ظالم گرد مشت کاہ پھرتی ہے

ہوئی تاثیر اسکے دلمین نالے سے نہ قلبوں کے
اثر کو ڈھونڈھتی اب تک ہماری آہ پھرتی ہے

یہ دل میں آئے ہے کاٹو ہمین وست نارسا اپنا
تری زلفون مین کنگھی جس گھڑی ای ماہ پھرتی ہے

نہ ہے جون تجکو رکھ حجام سے اب صلح اے ابلہ
کہ قینچی ریش کی تیری بہت بدخواہ پھرتی ہے

چلین کعبہ کو ہم بھی شیخنا گر تو قسم کھا کر
کہے یہ بات وان سے سیکڑوں کو راہ پھرتی ہے

خدا کے واسطے باز آ ستانے سے مرے دل کو
کہ اب تاثیر اسکے آہ کی ہمراہ پھرتی ہے

کہوں کیا تجسے اے سودا خرام ناز مین اسکا
دلوں کو ڈھونڈھتی اک آفت ناگاہ پھرتی ہے

جرم کے عفو کی تدبیر بہت اچھی ہے
بے گنہ رہنے سے تقصیر بہت اچھی ہے

مجکو سونپا ہے زمانے کے تئین قسمت نے
دست نامرد مین شمشیر بہت اچھی ہے

لیکے کعبے سے کیا سیر مین بتخانہ تک
خانۂ دل ہی کی تعمیر بہت اچھی ہے

ذکر کو عیش کے کہتے ہین کہ ہو نصف العیش
ہجر مین وصل کی تقریر بہت اچھی ہے

زلف مین تیری مین اسواسطے دل سونپا ہے
اس دیوانہ کو یہ زنجیر بہت اچھی ہے

کیوں ہے خاموش مری طرح چمن مین بلبل
ترے نالے کی تو تاثیر بہت اچھی ہے

کام دیکھا ہین بہت مانی و بہزاد کا یار
آنکھوں مین تیری ہی تصویر بہت اچھی ہے

نیک و بد سے نہ کرون اپنے لکھے کا شکوہ
جو کہ قسمت کی ہے تحریر بہت اچھی ہے

چلتے ہین کام ترے سونپ خدا کو سودا
تیری تدبیر سے تقدیر بہت اچھی ہے

عاشق تھا کبھی تجھپہ یہ پھر دل تو وہی ہے
گو عشق نہین اسمین پہ وہ دل تو وہی ہے

خورشید کو کیا رد جو ترا چہرہ وہ ہو دیسے
عکس آئینہ مین دیکھ مقابل تو وہی ہے

کب کر سکے وہ تیغ ادا سے ہو جو کچھ کام
گو زخم نہ معلوم ہو قاتل تو وہی ہے

ہو دینگے ترے کوچے مین یون لوٹ ہزارون
پیرا جو دل ایک لگن سے بسمل تو وہی ہے

خواہنے کو تبدیل کر آگے تھی جو تجھ مین
اب میری ملاقات کی حائل تو وہی ہے

کیا فائدہ گر خلق پہ ظاہر ہے مرا حال
جو چاہیے آگاہ سو غافل تو وہی ہے

کیا جانیے جو تجھ مین ہے لیجیے ہر یہ کس سے
جس گل سے بنا جسم ترا گل تو وہی ہے

خواری کا گلا اپنے دلا یار سے شکوہ
رسوا جو ہوا عشق مین کامل تو وہی ہے

سودا کی اذیت سے ہوا کیا تجھے حاصل
جو چاہو سو دل پر کرو مائل تو وہی ہے

کیا کہیے اپنا حال جو کچھ ہے سو ہے سو ہے
دل مین مرے خیال جو کچھ ہے سو ہی سو ہے

مانگا نہ کچھ کسو سے کبھو ہمنے زیر چرخ
اللہ سے سوال جو کچھ ہے سو ہی سو ہے

کیا گفت و گو ہی برہمن و کیا کلام شیخ
ناحق ہے قیل و قال جو کچھ ہے سو ہی سو ہے

کیا سمجھے بت پرستی کو میری خدا پرست
اس کام کا مآل جو کچھ ہے سو ہی سو ہے

کس خوبرو سے یار کو تشبیہ دیجیے
وہ حسن بے مثال جو کچھ ہے سو ہی سو ہے

کوئی تو مثل مہر کہے کوئی مثل ماہ
اس شوخ کا جمال جو کچھ ہے سو ہی سو ہے

شعر و سخن تو سودا پہ موقوف کچھ نہین
اس یار کا کمال جو کچھ ہے سو ہی سو ہے

گذشتہ حسن کا اب تک نشان باقی ہے
نہون فریفتہ کیونکر کہ آن باقی ہے

امید جینے کی اپنے کہان ہے بلبل کو
چمن تو پھر بھی ہے گر باغبان باقی ہے

سہی قدون کا نہو کام قامت خم سے
گیا ہے تیر نکل اب کمان باقی ہے

مری تو سن لے کہ مانند شمع بزم اخیر
نکل چکا ہے سراپا زبان باقی ہے

ہوئے نہ ہمسے جہان مین تو گو نہون اے یار
تو رہ جہان مین کہ تجھسے جہان باقی ہے

خط آ چکا ترے اپنی گئی نہ سادہ دلی
کہ پھر لٹے تو عدون پہ اب تک گمان باقی ہے

اسی ہی مجھلے مین روز و شب ملے سودا
بدن مین جب تئین میرے کہ جان باقی ہے

نہ درد دل ہی کے کہنے کی ہے تجھے طاقت
عجب ہی رہنے کی تاب و توان باقی ہے

کیا کہیے وہ بت آہ کس آئین نمکین ہے
سر تا بقدم کافر بے دین نمکین ہے

قطرات عرق کا ترے عارض پہ ہے وہ لطف
جون پہلو سے مہ خوشۂ پروین نمکین ہے

کب یہ گل و رنگ یہ گلشن مین مزا ہے — فندق سے جو وہ دست نگارین نمکین ہے
یہ حسن کبھو شمع کے شعلہ مین نہ دیکھا — جون سر پہ ترے طرّۂ زرین نمکین ہے
میٹھا جو لگے بوسلنے پھر اُسکی تو کیا بات — ہو ترش تو حرف لب شیرین نمکین ہے
کب چاشنہ خواران جفا مہر طلب ہین — اس دل کو تری دشمنی و کین نمکین ہے

سودا یہ مرے شوخ کو کیا چاہیے زینت
جون مہر ین آرائش و تزئین نمکین ہے

دل جنس فروشندۂ بازار ہنر ہے — دیکھو تو کہین کوئی خریدار ہنر ہے
نا قدر شناسی سے خلائق کے جہا ئین — جسکو ہنر آیا اوسے انکار ہنر ہے
آیا نہ ہنر وہ کہ پھرین جس سے گئے بخت — اس عاصی کو مدت سے سروکار ہنر ہے
عاشق جو ہنر پر ہے ہنر اُسکا ہو عاشق — دلبر ہے ہنر جسکا وہ دلدار ہنر ہے
کعبے کو نہ پوجون مین ہنرمند کے ہوتے — اے شیخ یہ بندہ تو پرستار ہنر ہے
اظہار ہنروان نہ کرون ہو نہ جہان قدر — دل اہل ہنر کا ہے سو غمخوار ہنر ہے
ردکا ہے تغافل نے ترے مجکو تہ دام — صیاد ترا صید گرفتار ہنر ہے
دیکھی نہ ہنرمند کی مین قدر جہان مین — اے وائے بران دل جو طلبگار ہنر ہے

رنگین سخن اُسکے نے دل خلق کو موہا
سودا یہ مگر طوطی گلزار ہنر ہے

پھوٹے وہ آنکھ جسمین نہ ذرہ بھی نم رہے — دل جل بجھے وہ جسکے نہ ہمسایہ غم رہے
تک ہمرہان قافلہ سے کہدے لے صبا — ایسے ہی گر قدم ہین تمھارے تو ہم رہے
دستمت حرم کو سے چلی ابلہ نسے تا بہ دیر — شاکر رہین گے دوست تا دم ہین دم رہے
غم سے ہوئی ہی کار روائی یہ دل کی بند — جلتے ہوے اب اشک ہی آنکھو نسے تھم رہے
رکھ سر کو اپنے شمع کے مانند زیر تیغ — عاشق ترا وہی ہے جو ثابت قدم رہے
مفلس ہمین نہ بوجھ جو رکھتے نہین ہین کچھ — خالی ہمیشہ کیسۂ اہل کرم رہے

سودا ہی کیا طلسم زمانے کا اعتبار
نے جام ہی رہے ہین جہا ئین نہ جم رہے

نکل پہلو سے میرا دل جو تیری کو مین بیٹھا ہی — سمجھکر چھیڑ تو دیوانہ او وہ مین بیٹھا ہی

گذر آئینہ ہو بیٹھا ہے تاب رخ سے جب تیرے
تو عکس اسمین ہین یون جون مہر آب مین بیٹھا ہے

سدا آشفتہ ہووے بوے سنبل سی دماغ اسکا
کہ دل جسکا تمھاری زلف عنبر بو مین بیٹھا ہے

جو ناصح مانع وصل بتان ہے خوب ہونے دو
بجا کہتا ہے کب وہ صحبت مہرو مین بیٹھا ہے

لگا دون مین ٹھکانے غیر کو پر ہے خدا کا ڈر
کہ غافل اس سے تو اور وہ مرے قابو مین بیٹھا ہے

نہ بیٹھے ننگ سے پھر وہ کسیکے پاس دنیا مین
تمھارا تیر جسکے اے بتان پہلو مین بیٹھا ہے

مین بندہ ہو گیا سودا اب اس نازک خیالی کا
کہ یار اپنے کو سمجھون ہون مرے پہلو مین بیٹھا ہے

ناصح جفاے عشق اگر مین سہی سہی
تو نے بھی کچھ زراہ نصیحت کہی کہی

دریاے عشق کیا مین بتاؤن کہ جسکے بیچ
کشتی بھرے ہے عقل کی تیری بہی بہی

یہ دل نہ کھول زلف سے ظالم خدا کو مان
لاکھون گرہ جہان مین تو یہ بھی رہی رہی

پکڑے ہے تیرے ہاتھ کو ہر اک یدم رقیب
ہمنے بھی گو کمر تری ذرہ گہی گہی

سودا تو چہرے کو ترے سمجھے ہے آفتاب
کہتے ہین گو کہ اسکو مثل سب یہی یہی

بیمار کی آج اپنے سر شام خبر لے
اس رات خدا ہی ہو تو ظالم وہ سحر لے

پیغمبر حسن آکے تجھے بولین گے عشاق
قرآن کی صورت جو خط اس مکھ پہ اتر لے

ہے تنگ زمانے مین بہت عمر کا عرصہ
اسمین عمل نیک کیا چاہے تو کر لے

دکھ دے نہ کسی دل کے تئین باغ جہان مین
گر نخل حیات اپنے سے چاہے کہ ثمر لے

خاک اسکی پرکھ پر جو کوئی جوہری اے شوخ
آگے لب و دندان کے ترے لعل و گہر لے

جون خضر ہوس عمر ابد کی نہین محبکو
اک دم کی تمنا ہے جو تجھ پاس گذر لے

دیکھ اسکو اکیلا جو کیا عرض تمنا
بولا کہ تجھے خیر ہے جا اپنی خبر لے

پوچھا جو مین سودا سے کہ ہاتھ اسکے لگیگا
اتنا ہی کہا بھر کے دم سرد اگر لے

اے تڑپ چین تو بسمل کو کہین تل بھر دے
یہ نہ ہو خون سے کہین دامن قاتل بھر دے

بادہ پینے سے تو خوگر مین نہین ہون اے شیخ
ہو کسی شیشہ مین لوہو تو مرا دل بھر دے

لے زمین تا بفلک خون سے تجھ بن یہ چشم
ٹکڑے سے دل کے اگر آجا دین نہ ہال بھر دے

اُسے امید ہے ٹانکون کے مرے زخمی کو
ٹوٹے شمشیر تو قیمت کے گھائل بھردے

ناس دانی کو چھپا شیخ مبادا کوئی
آستین جھٹکی چھپا کر تجھے غافل بھردے

ساغر ماہ مین جون نور بھرے ہے خورشید
ساقیا جام مجھے آکے مقابل بھردے

دیکھ کہتا ہون تو اس ضد سے مراجی مت کھو
توڑون ہون سر کے تئین لیکے ابھی سل بھردے

دام سودا کے ہین کچھ پر گنۂ زلف کے بیچ
شانے کے پاس اجارے کہو حاصل بھردے

ورنہ دو باندھ کے لٹکا کہ یہی ہے معمول
یکسر مو بھی ہو نقصان تو عامل بھردے

دنیا تمام گردش افلاک سے بنی
مائی ہزار رنگ کی اس چاک سے بنی

لخت جگر مژہ سے کرے کیا یہ دیکھیے
آتش کو یہ سنا ہے کہ نمناک سے بنی

ممکن نہین برار ہو خاشاک و شعلہ مین
صحبت مری نہ اُس بت بے باک سے بنی

تا صبح کی تار و سوزن و بخیہ کو اپکی سال
ہرگز نہ میری جیب کے اک چاک سے بنی

مسواک تو کرے ہے دہن مین جو زاہدا
لیکن یہ مین سنا ہے کہ وہ تاک سے بنی

صحبت مین اپنی نبتے نہ دیکھی کسو کے ساتھ
میری بنی تو مجھ دل غمناک سے بنی

ایسی بنی کہ ہو گئی یکسان زمین کے بیچ
سودا یہ جسم زار کی تب خاک سے بنی

جب اس چمن سے چھوڑ کے ہم آشیان چلے
اک ہمصفیر نے بھی نہ پوچھا کہان چلے

کیا لے لیا تھا ہمنے اُلجھتا جو کوئی خار
جون گل ہم اُسکے باغ سے دامن فشان چلے

ہر بات مین ہے ایسی کتر بیونت اُسکو یاد
مقراض کی طرح سے کہ جسکی زبان چلے

غافل ہماری آہ سے رہنا نہ بےخطر
کر خوف ایسے تیر سے جو بے کمان چلے

جانیکو اپنے گھر سے کہے تھا تو اور ہم
دنیا سے تیرے جور کے ہاتھ اے میان چلے

سینہ مفارقت سے نہور فتگان کے داغ
آتش فشان رہے ہے کہ جب کاروان چلے

راہ عدم بھی زور ہے سودا کہ جسکے بیچ
جسطرح پیر جاتے ہے وہین جوان چلے

جاتے ہین لوگ قافلہ کے پیش و پس چلے
دنیا عجب سرا ہے جہان آکے بس چلے

کہیو صبا سلام ہمارا بہار سے
ہم تو چمن کو چھوڑ کے سوئے قفس چلے

اے غنچہ آنکھ کھول کے ٹک تو چمن کو دیکھ / جمعیت دلی پہ ترے پھول ہنس چلے
تیرے سخن کو مین بسر و چشم ناصحا / مانون ہزار بار اگر دل سے بس چلے
نکلا جو دل سے نالہ تو سینہ سے دوڑے شک / سن مردمان قافلہ بانگ جرس چلے
صیاد اب تو کیجے قفس سے ہمین رہا / ظالم پھڑک پھڑک کے پر و بال گھس چلے

کام اُس گلی مین سرسے یہ سودا گذر چکا
کیا تاب اک قدم جو اُدھر بوالہوس چلے

یار جس سے خوش رہے مجکو وہ آئین چاہیے / اس سوا طالب نہ دنیا کا ہون نے دین چاہیے
مرتبہ تجھ حسن کا ہے زیب و زینت سے پرے / چہرہ خورشید کو دستار زرین چاہیے
چین جبین گر ہے تو دے لب پر تبسم کو جگہ / بادہ کش ہین ہم گزک کو ترش و شیرین چاہیے
ہم دعا تو مانگین اپنے حق مین پر سامان کہان / لاکھ اہل دل ہمین کہنے کو آمین چاہیے
مین کہا اُس شوخ سے ہم بھی کبھو ہون شادمان / ہنس کے یون بولا دل عاشق تو غمگین چاہیے
ہاتھ پر اپنے حنا ہرگز نہ باندھے آفتاب / حسن دیوے حق جسے کیا اُسکو تزئین چاہیے

اب تو سودا کی سبک وضعی پہ اے ناصح بجا
جو کدی ہو شیخ و زاہد اُسکو تمکین چاہیے

نہ تیرے پاٹ دامن کا نہ اُسکی آستین ڈوبی / یہ رو یا خون مین شب تا صبح کہ ہر چین جبین ڈوبی
کریگا غرق عالم کو غرور حسن کا دریا / اگر آئینہ مین اُسکی نگاہ شرمگین ڈوبی
سخن اب لعل لب پر اُسکے اس خوبی سے آتا ہے / کہ تیری قدر و قیمت سب اے حرف نگین ڈوبی
ملا جنت مین یارب ہمسے تو اُس شک جنت کو / نہین تو اشک خونین سے یہ فردوس برین ڈوبی
جہان مین اک بت چین کا مین شہرا بنہین سنتا / مگر اے یار میرے رشک سے پانی مین چین ڈوبی
ندی یہ اشک نے فرصت کہ مشت خاک سر پر بھیج / جو مین گذرا یہ خاطر مین کہ سب روئے زمین ڈوبی
بہا دریا مری آنکھون سے اور اُسکو نہ رحم آیا / مگر تاثیر کی کشتی خبر لو تو کہین ڈوبی
لبان شمع جسکا عکس آب طشت مین ہووے / ہمارے اشک مین اس طرح آہ آتشین ڈوبی

لے آئے گوہر نایاب ہی دریائے معنی سے
کہ جب غواص ہو سودا کی یہ فکر متین ڈوبی

دل تو کیا اگر طلب جان ترے من مین ٹھہرے / کونسا جی ہے پھر ایسا کہ بدن مین ٹھہرے

سیر کو باغ کی جس وقت پھرے وہ گلرو / مار ڈالو تو نہ اک مرغ چمن مین ٹھہرے
کیا کہون اس دل صد پارہ کا غنچہ سے راز / کہے اُس سے کہ سخن جسکے دہن مین ٹھہرے
یار کا ہے وہ بنا گوش کہ جسکے آگے / تاب کیا ہے جو صفا دُر عدن مین ٹھہرے
تا بہ مقدور جہان اُسکو نہ بیچین عطار / بو ترے زلف کی گر مشک ختن مین ٹھہرے
بیقرارونکو ترے چین کہان بعد از مرگ / ایک اُنمین نہین ایسا کہ کفن مین ٹھہرے
شمع رویان کی اگر اُٹھ چلے تو مجلس سے / نہین امکان کہ تا شمع لگن مین ٹھہرے
کوچۂ عشق مین ثابت جو رہے تو جانین / مانین عاشق نہ اسے جو کوئی رن مین ٹھہرے

گر زبان سے تری الفاظ نہ بندش پاوین
معنی کسطرح سے سودا کے سخن مین ٹھہرے

کیا کیا تھے چاؤ دلمین جب آئے تھے عدم سے / کھلتے ہی آنکھ یارو پالا پڑا ہے غم سے
محفل تری مبارک ہو تیرے دوستونکو / تیری گلی کے سگ کو کیا کام ہے ارم سے
اے چرخ سفلہ پرور اے آسمان بے مہر / واڑون ہے عقل تیری اوندھا ہے تو جنم سے
احمق ہین وہ جو تیری پھولین ہین کجروی پر / ٹک اسطرف نظر کر یہ بات اور ہم سے

مینا و ساغر و مے ساقی و مطرب و نے
یہ ساری خوبیان ہین سودا کے دم قدم سے

یا تو جاتے رہے اے یار ہمین دنیا سے / یا سر و کار محبت ہی کہین دنیا سے
شکل آئینۂ بشکستہ دلون کے روشن / دیکھ دنیا کو گئے چین بجبین دنیا سے
دم نہ مارا ہین کسی کام مین مانند حباب / اُٹھ گیا مار دم باز پسین دنیا سے
ہرگز اُٹھین نہ کوئے یار سے جون نقش قدم / تا فنا ہو نسکین خاک نشین دنیا سے
یاد مین یار کے جو آپ کو سمجھین ہین فنا / نے غرض دین سے لئے اُنکے تئین دنیا سے
گھر خراب اور کا گو کر کے بنائی مسجد / دین ان باتون مین ملتا ہے کہین دنیا سے

صحبت شعر و بکف جام و صراحی در دست
اس سوا سودا کو کچھ کام نہین دنیا سے

جوڑائی ہین ٹک اپنے عدو اور بکلی جم سے / لمبا کرون ہون دیکھ تو کیسا تجھے دم لے
ہم رندو نسے بخشے ہے تجھے کیا ہوا زاہد / جا گھر کو بہو پنچ خیر سے اپنا خم و چم لے

ہین کھینچنے والا ہون جفا عشق کی مانی
اے حسن کش آ گئے نہ مرے ہاتھ قلم لے

کیا تاب رقیب آگے مری تیغ کے ٹھہرے
دکھلاؤن وجود اُسکو تو وہ راہ عدم لے

گلزار محبت ہے دل سوختہ میرا
شب نالہ مین کرتا ہون چھپنے کے لیے دم لے

ٹک ابر مژہ پر تو مری کر نظر اے یار
مانع نہین جانے کا ترے بوند تو تھم لے

اک داغ پہ لالہ کے تو کیا روتی ہے شبنم
اس باغ سے کتنے ہی گئے داغ الم لے

دین و دل و ایمان و حواس و خرد و ہوش
سب کچھ گئے لیکن نہ گئے سینہ سے غم لے

وعدے کی ترے رات سب آنکھونمین ہے کاٹی
تا صبح پلک لگنے کی جا ہے تو قسم لے

سودا جو کوئی مرد ہین میدان سخن مین
خاطر مین وہ لاتے ہین کسی جی کے حملے

جب سے دل کی الفت بے پیر دامنگیر ہے
تب سے موج اشک کی زنجیر دامنگیر ہے

کر چکا تھا سادہ روئی مین ہمین آزاد یار
پر خط رخسار کی تحریر دامنگیر ہے

حسن و عشق ایسا نہین ہو جسمین دخل نصحا کو
جرم عاشق ہو نہ ہو تعزیر دامنگیر ہے

کیونکہ مین پہونچون خدا تک زاہدا دیگا مراد
حسن جس بت کا ہے عالمگیر دامنگیر ہے

دیر سے میرے نکلنا جون حرم آسان نہین
شیخنا ہر بت کی وان تصویر دامنگیر ہے

کسطرح یہ مرغ دل فتراک سے اُسکے بندھے
آہ جسکے زین کا نخچیر دامنگیر ہے

داد وہ لے دل کوئی معلوم گوش خلق ہے
گو تری فریاد بے تاثیر دامنگیر ہے

درگذر اے بے خبر تو اپنی تدبیرات سے
تیری ہر تدبیر کے تقدیر دامنگیر ہے

مخلصی سودا کی کچھ حق کے کرم سے ہو تو ہو
ورنہ یان ہر کام کی تقصیر دامنگیر ہے

ہے زاہدا عطاے ازل سے خبر مجھے
تجکو تو زہد خشک ملا چشم تر مجھے

کاٹی مصیبت شب ہجران مین بارہا
واعظ نہین ہے روز قیامت سے ڈر مجھے

بازار عشق مین غرض اس سر کو بیچنا
نے نفع پر نگاہ نہ سوجھے ضرر مجھے

جون شمع پانون گاڑ کے جاتا ہون مین کہان
درپیش آ گیا ہے کدھر کا سفر مجھے

رہتا ہے اندنون دہن یار کا خیال
بھاتا ہے ناصحا سخن مختصر مجھے

پہونچائے ہے رقیب تلک بوے زلف یار
ڈستی ہے سانپ سی یہ نسیم سحر مجھے

سودا تو پیش چشم ترے ہے سدا بہار
تجھ برگ گل سے کم نہین لخت جگر مجھے

ہین تو ملونگا ناصحا باتین یہ تینون جان کے
گو کہ عدو ہین خوبرو دل کے جگر کے جان کے

شکل تری کے اے میان بندے ہین کتنی آنکے
منھ کی مسی کی ریکھ کے لالی کے لب کے پان کے

منھ سے نقاب اٹھتے ہی حلقہ بگوش ہو گئے
خال کے خط کے زلف کے بالے کے دُر کے کان کے

بندے ہوئے پہ شش جہت ہم دل و جان سے مطربا
تال کے سُر کے ساز کے لے کے صدا کے تان کے

اُن شعرا مین ہم نہین وہ جو طلب مین پھرتے ہین
تیل کے گھی کے لون کے جَو کے گیہون کے دھان کے

خلق تمام جانتی ہی ہم بھی سخنورون مین ہین
رتبہ کے ذہن کے نام کے جاہ کے ذی کرشان کے

سودا کو تم سمجھتے تھے کہ نہ سکیگا یہ غزل
آفرین ایسے وہم پر صدقے مین اس گمان کے

بیوفائی کیا کہون دل ساتھ تجھ محبوب کی
تیری تو نسبت میان بلبل سے گل کے خوب کی

مجکو ان آنکھون نے مجبور اس تہیر سے کیا
لے گئین ہین آبرو یہ گریۂ یعقوب کی

شمع کو آنے نہ دے یار اپنی خلوت مین کبھو
شرح سوز اکبار دیکھے گر مرے مکتوب کی

محتسب ہمنے تو دی تھی دختر رز کو طلاق
پر تری ضد سے اُسے ساتھ اپنے پھر منسوب کی

کب تلک اس دل کو ظالم صبر ہم دیتے رہین
جیب مین اپنے شکیبائی نہین ایوب کی

چشم ہمت مین ہمارے قدر کیا دنیا رکھے
ہوتی ہے طالب کے آگے منزلت مطلوب کی

جو جفائین تو نے معشوقون کی سر اپنے سہین
عاشقی سودا کٹھن ہے کری اس اسلوب کی

معتقد ہرگز نہین ہین کفر اور اسلام کے
گر مرید اس دور مین ہین ہم تو ہین جام کے

ہمسے دیوانونکے عاقل درپے تدبیر ہین
بندے ہین ان پختہ مغزونکے خیال خام کے

عشق کا آغاز تو جون تون گذر جاتا ہی لیک
کہہ نہین سکتا دلا حالات مین انجام کے

نے تلاش این ہو ہمسے اور نے دنیا کی فکر
اسکی رزاقی ہی دیتی ہے ورنہ کسکے کام کے

گذرے تھی آرام سے جب تک نہ تھا دل مبتلا
اسکے لگ جاتے ہی دن جاتے رہے آرام کے

ساغر دل خون سے مالامال رہتا ہے مرا
اہل دل گر مست رہتے ہین تو ایسے جام کے

ہے بہار انکی نگاہون مین اے سودا چار فصل
مست جو ہین کے نگاہ ساقی گلفام کے

پوچھے نہ کبھو اشک وہ مغرور کسو کے
پڑ جائیں اگر چشم میں ناسور کسو کے

تو کہہ کے ہمیں سخت نہ بدنام ہو ناصح
یہ شیشۂ دل ہاتھ سے ہے چور کسو کے

قسمت کہ دل اپنا ہیں کیا ہمیں کے سر سے
تس پر بھی نہیں چشم میں منظور کسو کے

پہلے ہی سے کیسا ہی جو نزدیک تو پھر کیا
جس روز پڑا دل سے کوئی دور کسو کے

عاشق پہ تعدی ہے کوئی چرخ سے ایجاد
باندھے ہوئے ہیں دل پہ یہ دستور کسو کے

پھر کالی ہے کیا دختر رز شیشہ میں آنکھیں
قحبہ نہ رہے گھر میں ہو مستور کسو کے

پلکوں سے ترے نیش کے مارے نہ کراہیں
ہلکے وہ پڑا کاٹے جو زنبور کسو کے

ڈھلکے جو چلی جائے ہے نرگس کی یہ گردن
دیکھے ہیں مگر چشم وہ مخمور کسو کے

سودا تو عبث رہتا ہے یاد اسکی میں غمگین
وہ ساتھ شب و روز ہے مسرور کسو کے

بے چین جو رکھتی ہے تمھیں چاہ کسو کی
شاید کہ ہوئی کارگر اب آہ کسو کی

اس چشم کا غمزہ جو کرے قتل دو عالم
گوشے کو نگہ کے نہیں پرواہ کسو کی

زلفوں کی سیاہی میں کچھ اک ایام تھے اپنے
قسمت کی ہوئی رات وہ تنخواہ کسو کی

کیا مصرف بیجا سے فلک کو ہے سروکار
وہ شے دے کسیکو جو ہو دلخواہ کسو کی

دنیا سے گذرنا ہی عجب کچھ ہے کہ جسمیں
کوئی نہ کبھو روک سکے راہ کسو کی

چھینے ہے غم عشق شکیبائی و آرام
اے دل یہ پڑی لٹتی ہے بنگاہ کسو کی

کہوں کیا بات اس بے پیر دل کی
جہاں سے کہیے کہ ہے تقصیر دل کی

نہایت چیز بد ہے دل کہ ہیں سے
شکایت میں جوان و پیر دل کی

ہوا کس پر یہ دیوانہ الٰہی
کہ موج اشک ہے زنجیر دل کی

ہوا از آئینہ خانہ سے ہے مبہم
جو تجھ سے ہو سکے تعمیر دل کی

چھپا سینہ تو نیچ اُس کی انی سے
ہے برچھی نالۂ شبگیر دل کی

پر پروانہ کاغذ ہو قلم شمع
اگر حالت کروں تحریر دل کی

ٹپک دے ہاتھ سے شیشہ اگر ہو
کروں اس سے جو میں تقریر دل کی

جفا سے تیرے اٹھ جاؤں میں لیکن
دغا ہوتی ہے دامنگیر دل کی

طلا کر دے سخن مس کو زبان سے
بنا وے گر کوئی اکسیر دل کی

لہو ہو بہ گیا آنکھوں سے سودا
یہی تھی کیا مگر تقدیر دل کی

صورت نہیں اُس مہر کی پہچان اگر آوے
ہر ذرہ مین کچھ اور ہی جھمکا نظر آوے

مجھ چشم سے اب اشک نہین آنیکا ناصح
آوے بھی غم دل سے تو لخت جگر آوے

مین منتظر اس وہم سے رہتا ہون شب و روز
آیا جو نہ وہ شام تلک تا سحر آوے

پھرتا ہون ترے واسطے مین دربدر اے یار
تجھسے نہ ہوا یہ کہ کبھو میرے گھر آوے

گویا دل عاشق بھی ہے یہ فیل سیہ مست
رکتا کہین روکے سے کسو کے جدھر آوے

کہہ سکیے دکھ اپنا مین کیا مفز کو حالی
اتنا نہ ہوا سُنکے تری چشم بھر آوے

کوچے مین رقیب اُسکے ترے ہاتھ سے سودا
ایسا نہین دیکھا ہے کہ بار دگر آوے

لاکھ طوفان جہان ہمکو فلک دکھلاوے
کسی عاشق کے نہ آنسو کی ڈھلک دکھلاوے

شعلۂ طور ہو موسیٰ کو چراغ مضطر
عشق ذرہ گر اُسے اپنی جھلک دکھلاوے

جل رہا ہے ترے ہاتھوں سے اگر نہ کیون بدر
شام سے داغ جگر صبح تلک دکھلاوے

کیمیا جاننے کو اس لیے سمجھا ہے شیخ
کہ خدا تا مجھے سونیکی ڈلک دکھلاوے

چھوڑ افیون کو اگر بنگ سپیے تو زاہد
وہ ہین لیجا کے تجھے عرش تلک دکھلاوے

تیرے شوریدہ کو جسدن کہ زمین کو سونپا
زلزلہ کو بھی خدا وہ نہ للک دکھلاوے

آب ہو جاتا ہے فولاد کا زہرا سودا
یار خنجر کو جو ٹک اپنی پلک دکھلاوے

وہ غل ہے جسکا موجب تو ہی ورنہ شور بہتیرے
قیامت خیز تیرا روہے ورنہ شور بہتیرے

رہے نت اُٹھکے کشتہ خون جس غوغا سے عالم مین
وہ شور انگیز تیری خو ہے ورنہ شور بہتیرے

کیا شوریدہ سر عالم کو اُس زلف پریشان نے
یہ شور افزا اُسی کی بو ہے ورنہ شور بہتیرے

سمجھتا کون ہو وہ ذکر و اذکار اے لب شیرین
کہ جسمین تیری گفت و گو ہے ورنہ شور بہتیرے

کرے جو بات اے خونخوار عالم شور محشر کو
پر اُس غوغا سے تیری کو ہے ورنہ شور بہتیرے

وہ غوغا دیر و مسجد مین جو صبح و شام رہتا ہے
تری ہی پھر یہ جستجو ہے ورنہ شور بہتیرے

جیسے سنکر کے سودا ایل مین صوفی مست ہو جاوے
وہ خمخانے کی ہاو ہو ہے ورنہ شور بہتیرے

نہ عندلیب گرفتار کو قفس چھوڑے ۔ نہ تیرے دام کے مشتاق کو ہوس چھوڑے
چمن مین کیسے مچا دیوین دھوم جانتے ہی ۔ قفس سے ہمکو جو صیاد اس برس چھوڑے
عبث لپٹ سے پلٹتا ہے دل کو مار سیاہ ۔ صنم کی زلف مرے دل کو کاش ڈس چھوڑے
مین ایک آن مین دکھلاؤن یہ طلسم جہان ۔ جو قید تن سے فلک مجکو یکنفس چھوڑے

یہ کیا بہار ہے سودا نہ دیکھ مین جانون تو
خزان چمن مین اگر کوئی خار و خس چھوڑے

یارب کہین سے گرمی بازار بھیجدے ۔ دل بیچتا ہون کوئی خریدار بھیجدے
اپنی بساط مین تو یہی دل ہے میری جان ۔ لیتا نہین تو کیا کرون ناچار بھیجدے
دعویٰ جو ہر کسال کو آنکھون سے ہے مری ۔ ایسا کوئی تو ابر کا سر بار بھیجدے
دیتے ہین عقد حسن مین عاشق عروس جان ۔ آتا نہین تو آپ تو تلوار بھیجدے

سودا سے غمگسار کا تھا دل یہ چھین لیا
اسکے عوض بھلا کوئی غمخوار بھیجدے

جب سے کہ چشم خلق صنم تجسے جا لگی ۔ کہتا نہین ہے بات کوئی یان خدا لگی
پامال غم ہوا ہے مرا دل نہ جانیے ۔ ہاتھون سے کسکے پاؤن مین تیرے حنا لگی
بھڑکی ہے آگ لالہ سے گلشن مین باغبان ۔ کس دل جلے کی باغ مین یہ بد دعا لگی
فرہاد بیستون مین باندھے تھا نقش کو ۔ پر تب پسند تھا وہ نقش کہ جب سر آ لگی
کا فر ہون گر ارادہ ہو تجھ ساتھ عشق کا ۔ کی ایک نگہ کہان مین کہ گویا بلا لگی
تاک جلنے کی طرح نہ تھی ہر اک سے پیش از ین ۔ تجکو بھی اب زمانے کی پیاری ہوا لگی

پھاڑے نہ کیونکہ سودا گریبان کو اپنے یار
چھیان ترے گلے سے جو ہو کر قبا لگی

مری آنکھون مین یارو اشک یون موج مارے ہے ۔ کہ جیسے ساغر مینا مین صہبا موج مارے ہے
رو رہا ہے ابر دریا دل یہ کسکے حال پر یارو ۔ کہ یون سر سبز ہو کر آج صحرا موج مارے ہے
پھنسے ہین بسکہ دل دریا دلون کے اسمین اے پیارے ۔ ترے بکھرے پہ کیا زلف چلیپا موج مارے ہے

تری دریا دلی کا شور ہے اے مہرباں جب سے ہمارے دل سے دریاے تمنا موج مارے ہے

عبث تو سیر میں دریا کے مست اوقات کھو ہوا
سرشک چشم کو ٹک دیکھ کیا کیا موج مارے ہے

ہمیں کیا لطف ہو منھ دیکھنا دان یار کا اپنے جہاں وعدہ اُسے عالم سے ہو دیدار کا اپنے
ہمارا درد دل سنکر نہ بولا کچھ جو وہ ظالم مخاطب کب ہمیں سمجھے ہے وہ گفتار کا اپنے
برہمن کفر کو اور شیخ حسن اسلام تج بیٹھے جو نکتہ حل کروں ان پر کبھو اسرار کا اپنے

کیا ہو دل نے مستغنی وصال یار سے ہمکو
تصور دل میں نت رہتا ہو اُس دلدار کا اپنے

تنزل سے بھی ہم ہرگز ترقی میں نہ کم ہوتے جو ہوتے کوہ سے پتھر تو پتھر سے صنم ہوتے

ہوا ہو دیگا کیا کیا مژدہ پر سود تلطف کا
خبر کن حال بد اپنے کی سودا کاش ہم ہوتے

مجرم ہوئیں تو کہہ دو مکافات کے لیے منھ میں خدا نے دی ہے زبان بات کیلئے
وہ رات وصل دوست کی یارب نہو نصیب پھر عمر بیٹھے روئیے جس رات کیلئے
چاہو مدد جو غیر سے اغیار کیلئے تو میں بھی یار کم نہیں دو چار کیلئے

طوبا تلے میں بیٹھ کے روؤنگا زار زار
جنت میں تیرے سایۂ دیوار کیلئے

گرمی اس شعلے سے ہیہات نہونے پائی ہوں وہ پروانہ جسے رات نہونے پائی
جی کی جی ہی میں رہی یار مرے بالیں تک پہونچا اسوقت کہ کچھ بات نہونے پائی
دل نہ دیگا وہ کسو کو تو رہے گا یہ ستم کہ مرے دل کی مکافات نہونے پائی
واجب القتل تو ہم ٹھیرے ہی پر اتنی جلدی یار تقصیر بھی اثبات نہونے پائی
گل و بلبل کی بھی خو بو سے ہوں محرم اتنے اس چمن میں بسر اوقات نہونے پائی
لے گئے حجرے میں خادم کو کہ ہم جا پہونچے شیخ صاحب سے کرامات نہونے پائی
دل مرا ہے نہ کیا دیر نگہ نے اوسکی ہے وہ مسجد کہ خرابات نہونے پائی
منتظر باب اجابت یہ رہے شب کو نہیں بیدماغی سے مناجات نہونے پائی
تیرے داسوخت سے خالی میں نہ پایا کوئی شمع بھی سنکے مری اپنا ہی رونا روئی

تابمقدور کسی سے بمروت پیش آ
سنگ ہر آئینۂ دل کے لیے ہے بدروئی

حرکت جو ہے بتان کی سوا سے الفت دل
سمجھیے نار حقیقت مین ہے وہ بدخوئی

پائی محسود پہ رو رو کے نہ کر اے حاسد
لکھی قسمت کی کسو کے نہ کسو نے دھوئی

فخر ملبوس پر اپنے تو نہ کر اے منعم
پشم دونون مین تری شال ہماری لوئی

عمر ناصح نے نصیحت مین گنوائی اپنی
پر مرے دل سے بتان کی نہ محبت کھوئی

شیخ کعبہ مین خدا کو تو عبث ڈھونڈھے ہے
طالب اسکا ہے تو ہر ایک کی کر دلجوئی

پیر کی پھونک مریدون ہی کے لگتی ہے دیر
گھر کی ہانڈی مین بجز ہاتھ نہ دیکھی ڈوئی

کچھ بجز داغ نہ حاصل ہوا اسکو سودا
تخم سے دل کے زمین عشق کی جن نے بوئی

درد دل کسکو کہون مین وہ کہان ہے تو ہے
بے یقین تو ہے مری جان بگمان ہے تو ہے

گو کہ ہے زیر فلک پر زتماشا عالم
اپنی نظرون مین تو اے یار جہان ہے تو ہے

حسن کو حق کی تجلی سے نہ خالی پایا
شعلۂ طور کا جو کہئے نشان ہے تو ہے

عشق گل محض ہے تہمت چمن بلبل پر
جسکی خاطر وہ بفریاد و فغان ہے تو ہے

تجھ سوا مین نے تو دیکھا نہ کہین دشمن و دوست
دوست اپنے کا جو اک دشمن جان ہے تو ہے

کون رویا نہ مجھے دیکھ ستم کیشون مین
حال میرے پہ جو اک خندہ زنان ہے تو ہے

تیرے وعدے کا مجھے کیونکہ ہو کہہ اعتبار
جسکے جون غنچہ زبان زیر زبان ہے تو ہے

گو تو ہتھیار نہ باندھے پھرے پر شکل اجل
قاتل خلق جو بے تیغ و سنان ہے تو ہے

مہوشان مین جو کوئی شکل بہ مہر آلود
گاہ نظرون سے نہان گاہ عیان ہے تو ہے

جب کسی بزم مین آتا ہے خلیقون کا ذکر
جتنی ہے خلق وہان جسکا بیان ہے تو ہے

ایک سودا ہے دعا گو کہ ہمیشہ حق مین
پر ز دشنام کسیکا جو دہان ہے تو ہے

ناصحا ہر چند یہ بندہ سبک اطوار ہے
پر سبک ہے کب جو خاطر کا کسیکے بار ہے

عارضی سامان حکمت کب ہمین درکار ہے
ہان تو جون خورشید جو ہے ہر صبح ہی تیار ہے

بستگی ہر چیز کی ہے دل سے تا تار نفس
یہ جو سب دیکھے ہے تو اس تار کا بستار ہے

دل اٹکنے کا نہ دیکھا کوئی رنگ اے باغبان
یہ دل اس گلشن مین جون خار سر دیوار ہے

دل فروشوں کے لیے نقدِ محبت چاہیے
جنس کی قیمت کب اُنکی درہم و دینار ہے

اس چمن میں ہمکو جوں طاؤس لائی ہے ہوس
ورنہ پر جھاڑیں جہاں ہم واں گل و گلزار ہے

ضبطِ سوزِ دل سے ہر سینہ ستارہ دیکھا سا گنج
بسکہ یاں ہر دم گرہ اک آہ آتشبار ہے

صاحب توقیر سودا کو نہ ہرگز سمجھیو
ایک وہ رسوا خراب کوچہ و بازار ہے

جو طبیب اپنا تھا دل اُسکا کسی پہ زار ہے
مژدہ باد اے مرگ عیسیٰ آپ ہی بیمار ہے

خندہ زن ہیں بلبل و پروانہ میرے حال پر
زعفرانی جب سے اُسکا چہرۂ گلنار ہے

کیونکہ ہر سو سے چمن روؤں نہ جوں ابر بہار
گل کو اپنے دیکھتا ہوں تکمۂ بلبل گلزار ہے

درد اپنے کی کروں فریاد کسکے سامنے
دادرس کا آہ و نالہ آسمان کے پار ہے

اشک کا قطرہ نہ تھا آنکھوں سے جنکے روشناس
اُنکی نیرنگ فلک سے ہر پلک خونبار ہے

کیا کہوں میں حال بیخوابی کا ظالم روز و شب
آئینہ خانہ کے طالع کی طرح بیدار ہے

دیکھکر جس پیرہن کو صبر ہوگا کم ادا
پیشکش اپنا گریبان کرنے میں ناچار ہے

صبح یوں نکلے ہے وہ گھر سے کہ جوں خطِ شعاع
جیب کا بکھرا ہوا چھاتی پہ ہر اک تار ہے

دل میں جانیکا جو صحرا کی طرف رکھتا ہے عزم
جائے ہے اُس سمت دیوانہ جدھر کہسار ہے

گرد و پیش افتان و خیزاں اُسکے خویش و اقربا
کوئی کرتا ہے سماجت کوئی منت دار ہے

وہ قدم جنکو رگ گل سے بھی ہوتی تھی خلش
سجدہ گاہ سنگ ہے یا بوسہ گاہ خار ہے

ساکنان شہر جب یہ دیکھتے ہیں ماجرا
ہائے اس کوچے میں ہے تو وائے [illegible] ہے

کیا خوشی اس سے چمن سودا کو آئی ہے بہار
لالہ و نسرین سے پُر گود دامن کہسار ہے

ہر سحر خون جگر کا غنچۂ گل کی طرح
آنکھ اودھر کھولی کہ اک پیالہ ادھر تیار ہے

ہر خط آب پہ نشو و نما خط یار ہے
گلزار کی خرابی کے در پے بہار ہے

جوں توں سمیٹ کر میں گرہ دے رکھا ہوں اسے
سو بکھرے ورنہ تجھے یہ دل غنچہ وار ہے

ابر بہار رہ چمن حسن سے پرے
یاں زلف و خال و خط سے ہوا مشکبار ہے

آغاز خط نہیں ہے یہ تیری لکھی ہوئی
بیمار نظر گزر کو دعائے صبا ہے

ناصح تو آدمی ہو تو مانوں میں تیری بات
حشرات کی طرح سے زمیں کا بخار ہے

طاقت کہان ہواب کہ گنون وعدے کے مین دن
اسوقت بھی ملو تو دمون کا شمار ہے

گر ذبح اسکو خواہ رہا کر کہ مرغ دل
پر بستہ تیرے تار نگہ سے شکار ہے

ذلت نصیب کو ہے بتان مین اگر ہون مین
راہ خدا مین شیخ گدھے پر سوار ہے

سودا جو سہے ہے خون تری آنکھونسے لیکے آج
مژگان کے پنجہ سے ترے دل گرفتار ہے

نہین جون گل طلب ابر سیاہے گاہے
خار ہون خشک مین ای برق نگاہے گاہے

شمع سان دور زتاثیر ہون گریان ای عشق
اشکسے مین گر نہ اثر ہو تو آہے گاہے

خو سے تیرے نہین پاتا جو کہین جا کے قرار
دامن شعلہ مین لیتا ہون پناہے گاہے

خون اُس شوخ پہ اثبات بہ پیش قاضی
ہوتے دیکھا نہ کسیکا گواہے گاہے

تو بہم ملنے سے خوبان کے توکی ہے لیکن
دیکھ لیتے ہین کسیکو سر راہے گاہے

باغبان کا نہ کیا حق نے ہمین شرمندہ
کسی گلشن مین بیک برگ گیاہے گاہے

جنس دل کی نہ پھرے ترک سے ان آنکھونکے
پھرتے غارت نہ مین دیکھی زسپاہے گاہے

فیض ہے عشق کو ہم سے کہ نہو آتش کی
سرفرازی بجہان جز پرکاہے گاہے

اپنی اک آن نہین جرم سے خالی ہیہات
اور بدتر زگنہ عذر گناہے گاہے

بولے ہے سنکے جو آتا ہے مرا کچھ مذکور
اُسکے آگے کسی تقریب سے گاہے گاہے

وہی سودا ہے نہ کوچے مین ہمارے جو شخص
نظر آجاوے ہے باحال تباہے گاہے

کچھ عشق کے مریض کی تدبیر شرط ہے
لیکن شفا کو گردش تقدیر شرط ہے

سودا سے دل کو زلف گرہ گیر شرط ہے
دیوانے کے علاج کو زنجیر شرط ہے

نالے تو مین بہت کیے اُس بت کے سامنے
پتھر کے نرم کرنے کو تاثیر شرط ہے

ہو خاک راہ عشق مین تا قدر ہو تری
مس کے طلا بنانے کو اکسیر شرط ہے

کافی ہے اک اشارۂ ابرو ترا ہمین
کچھ عاشقونکے قتل کو شمشیر شرط ہے

دل کی شکست و ریخت کی ہے تو لے خبر
ہر گھر کی دیر پائی کو تعمیر شرط ہے

کرتا ہے کس گنہ پہ عقوبت ہمین تو یار
تعزیر کے تو واسطے تقصیر شرط ہے

سودا ہمین اس چمن مین ہون لیکن بغنچہ دل گرفت
ماتم سرا مین صورت دلگیر شرط ہے

مجھے تجھ زلف کے سنبل سمجھنے میں تامل ہے
اگر قاتل نہ ہر سے کالے کی بھی اک زہر سنبل ہے

عبور اس بحر بے پایاں کے کر نہیں تردد کیا
گداز عمر کی خاطر قد خم پیر کا پل ہے

کسو کی گوش فہم اے یار شنوا ہی نہیں ورنہ
خموشی میں ہماری شور ہے فریاد ہے غل ہے

بکیفیت ہیں ساقی جلوہ ہائے برق چشمک نت
خروش ابر سے دمساز کیا آواز قلقل ہے

بنایا صانع قدرت نے تجکو رشک گلدستہ
دہن ہے غنچہ آنکھیں نرگس شہلا ہیں رخ گل ہے

زنخدان سیب گلشن حسن قامت سرو یا بوٹا
یہ لب نیلوفری ہے خال کاکل شکل سنبل ہے

چمن میں چہچہے کرنے سے کیا ہے کام سودا کو
گرے گل نقش پائے دوست جن جا وانہہ بلبل ہے

صورت میں میں کہتا نہیں ایسا کوئی کب ہے
اک شے ہے کہ وہ قہر ہے آفت ہے غضب ہے

یوسف تجھے کہہ بیٹھے زلیخا تو کہوں کیا
عاشق وہ ہوئی واں کہ جہاں جائے ادب ہے

کیا چیز ہے وہ دل جسے کہتے ہیں الٰہی
اک قطرۂ خوں سینے میں آفات طلب ہے

تجھ بن مری نظروں میں سیہ تاریک ہے عالم
ہر روز مری آنکھوں میں سانولی سی شب ہے

یعقوب ترے عہد میں یوسف کو جو روتا
کہتا میں کہ یہ فہم پیمبر سے عجب ہے

اک طرز ہو لٹ جائیگے دل کی تو کہو نہیں
ہے جو حرکت جان کے غارت کا سبب ہے

توڑا جو مرا شیشۂ دل ہنس کے یہ بولا
مت کڑھ کہ پر از شیشہ گران شہر حلب ہے

دشنام تو دینے کی قسم کھائے ہے لیکن
جب دیکھے ہے وہ مجکو تو اک جنبش لب ہے

کہتے ہیں جسے عشق سو وہ چیز ہے سودا
جوں ذات خدا جسکی حسب ہے نہ نسب ہے

دل ہو تو نالہ کر سکے تا شیشہ سنگ ہے
اس سینہ میں معاف ہو تقصیر سنگ ہے

مٹتا نہیں لکھا جو نصیبوں کا ظاہرا
وہ شے کہ جسپہ کرتے ہیں تحریر سنگ ہے

دوں ان لبوں کو لعل سے نسبت میں کیجو
آگے انھوں کے کچھ کرو تقریر سنگ ہے

حسن بتاں کو ہے دل خارا تلک جگہ
شیریں کی جس پہ کھودی ہے تصویر سنگ ہے

بیٹھا ہے اعتکاف میں کس بوجھ بھارے سے
اے شیخ کے مرید ترا پیر سنگ ہے

پتھراؤ سے چھوٹے ہے کوئی ہم سے یہ کہے
کب عاشقوں کے زخم کی تدبیر سنگ ہے

اب نسبت ان سے خانۂ دل کو نہ دوں کبھو
دیر و حرم کی دیکھ لے تعمیر سنگ ہے

ٹھوکر لگے ہے در سے ترے جائے کس طرح
سودا کے پانوں واسطے زنجیر سنگ ہے

کچھ بھی پیش وحشت کامل زمین ہے
وسعت جہاں کی دیکھی تو یک تل زمین ہے

جیتا پھرا نہ جاکے کوئی شہر عشق کا
دیکھا تو ملک حسن کے قاتل زمین ہے

مقتول کی تو اپنے لحد کو لحد نجان
ظالم الم کی تیغ سے گھائل زمین ہے

بوٹے کو تخم عشق جہاں نہیں زمین نہیں
ہو چشم آبیار تو اک دل زمین ہے

دوری میں سر پہ خاک نہ کی چشم تر کے ہاتھ
دیکھا میں جس جگہ تو وہاں گل زمین ہے

کیونکر نہ ملک داری میں باہم ہو کشت و خون
یاں زندگی و مرگ کا حاصل زمین ہے

شیشہ دلوں کو اپنے نہ واں جاکے پٹکیو
یارو وہ شہر سنگدلاں سل زمین ہے

یوں باز اخذ نور سے ہمکو رکھے ہے جسم
جیسے خسوف ماہ کے حائل زمین ہے

گر ہو نہ دست فکر میں فہم رسا جریب
تو اس غزل کی ناپنی مشکل زمین ہے

آگہ جو قافیہ سے نہ واقف ردیف سے
اسکے لیے قصیدہ کی قابل زمین ہے

مت دیکھ خاکساری سودا بچشم کم
گر آسمان ہے تو تو مقابل زمین ہے

آتش جو عشق کی ہے سو نور بصر میں ہے
شعلہ زبان دراز مری چشم تر میں ہے

آتے نہیں نظر میں کسو کے جو ہم تو کیا
عالم تو سب طرح کا ہماری نظر میں ہے

ہے اب جہاں میں بد گہری کس ہنر سے کم
عیب اس زمانہ میں جو کچھ سو ہنر میں ہے

ہاجی کا جو سخن ہے مرے حق میں ہے وہ مدح
کب رتبہ میری ہجو کا اسکی نظر میں ہے

مجھ سے کی پرورش میں رہے کون تجھ سوا
یہ حوصلہ بہ سیر فلک کس بشر میں ہے

رخصت نہیں ہے اپنے تئیں ورنہ عندلیب
تاثیر صد ترانہ اک آہ سحر میں ہے

دندان مثال در ہیں دہن میں جو یار کے
مصرع مری زبان کا بھی سلک گہر میں ہے

خوان فلک ہی نعمت الوان سے پر تو ہو
قسمت جہاں تہاں مری خون جگر میں ہے

شمشیر جوں ہلال محرم ہے اسکے ہاتھ
شیون بسے کی طرح سے ہر ایک گھر میں ہے

جوں غنچہ ہو گرہ میں اگر اس چمن کی سیر
جھمکا ہزار رنگ کا اک مشت زر میں ہے

سودا کی سخنوری سے ہے توبہ پذیر خلق
قاضی بھی فتویٰ دیے ہے کہ خیر اسکے شر میں ہے

تجھ عشق سے سودا کا انکار نظر مین ہے
دیوانہ بکارِ خود ہشیار نظر مین ہے

خاطر مین قیامت کو کیا لائینگے وہ جنکے
جلوہ ترے قامت کا اے یار نظر مین ہے

مستوجب آمرزش ہین وہ ز جناب حق
جنکے بجہان اپنا کردار نظر مین ہے

اُنسے جو ہین نابینا وعدہ ہے قیامت کا
بینا کی ہر یک پل دیدار نظر مین ہے

مت پوچھ کہ کس شے پر مے قرض ہے ہم ہین رند
اک شیخ نمو ہے کی دستار نظر مین ہے

ہے کوچۂ ہستی مین سو طرح کا الجھیڑا
اک راہ عدم یارو بے خار نظر مین ہے

سینہ سے کھینچے کیونکر عاشق کے خدنگ عشق
جز داغ کہین اسکا سوفار نظر مین ہے

کہتا تھا نہ پھنس اے دل رشتہ مین محبت کے
اس تار کا کب تیرے بستار نظر مین ہے

پوچھا مین عیادت کو چلتا نہے تو سودا کی
بولا کہ ہماری وہ بیمار نظر مین ہے

ہم آج ایک صنم مین غرور دیکھا ہے
نظیر کبر خدا کا ظہور دیکھا ہے

قسم اودے مجلسیونکو کہ تیری آمد مین
کسی نے بھی برخ شمع نور دیکھا ہے

کرشمہ پیر مغان کا ہے یہ کہ بر در دیر
نشہ مین آج مین زاہد کو حور دیکھا ہے

کشندہ باپ کا بیٹا ہے باپ بیٹے کا
یہ تیرے عہد مین ظالم فتور دیکھا ہے

نظر تو شیخ کو رہتی ہے من و سلوا پر
پر اپنا رزق بچشم تنور دیکھا ہے

جو پوست تخت پہ ہے خوش گدا وہ شاہونکا
سریر پر نہ کبھو ہم سرور دیکھا ہے

نہین نظر مین ترے وسعت کرم واعظ
مگر ہمارا ہی فسق و فجور دیکھا ہے

کتابی چہرے کے ملا کو حسن معنی مین
کتاب فقہ سوا بے شعور دیکھا ہے

کرے ہے توبہ جو واعظ کی ہرزہ گوئی پہ
مگر بہار کو سودا نے دور دیکھا ہے

کس سے جا اٹکا ہے دل سیر عجب دیوانہ ہے
شور محشر ایک جسکی شوخی جانانہ ہے

وسعت دنیا مین اتنا تنگ یہ کاشانہ ہے
پرتو مہتاب وان موتی کا جسکے دانہ ہے

عکس روا پنے یہ کچھ آپ ہی نہین مفتون وہ شوخ
جوہر آئینہ تک اس شمع کا پروانہ ہے

کسکی زلفونکے تصور مین ہون یارب روز و شب
دیدہ تو آئینہ مژگان کی جھپک تک شانہ ہے

مزرع امید عاشق ہے تو ہے حاصل مگر
اپنی خاکستر مین جو کچھ بووے خرمن دانہ ہے

بیقراری دل کی اپنے ہمسے کیا ہووے بیان — برق سے پوچھو تڑپ سے اسکی جو ہمخانہ ہے
قدر سمجھے وسعت دل کی نہ شیخ و برہمن — ورنہ دونون کے لیے ہم کعبہ و بتخانہ ہے
تا دوئی ہے درمیان لاف آشنائی کا غلط — آشنا اُس سے ہے وہ جو آپ سے بیگانہ ہے
نشہ کو ہرگز حقیقت کے نہ پہونچیگا کوئی — جب تلک اے یار خالی عمر کا پیمانہ ہے
تا گریبان اپنے پہونچے جب تلک دست جنون — نہ فلک وان اک غبار دامن ویرانہ ہے
کیا کہون بیداری طالع کہ ہر یک شب دعا — بخت خواب آلودہ اپنے کیلئے افسانہ ہے

اپنی لیلی کا وہ کچھ مجنون سا رسوا کن نہین
راز دار عشق سودا زدہ رہ مستانہ ہے

یان صورت و سیرت سے بت کون سا خالی ہے — ہر راہ محبت کی دونون سے نرالی ہے
جلوہ تو خدائی کا دکھاتے ہے بتون ہی مین — سمجھو تو کہ پھر آگے ایک بات نرالی ہے
اک نگ کے جلوہ نے کھینچا ہے مرے دلکو — صورت تو نہ مین سمجھا گوری ہے کہ کالی ہے
خوبون کے تئین رتبہ کیا حسن نے بخشا ہے — گالی بھی جو وہ دیوین تو شعر جمالی ہے
دل کو تو کیا ٹکڑے اس زلف کے طرہ نے — چنگل سے بلا کے مین اک جان بچالی ہے
عالم مین ترے منھ کو سب بدر سا کہتے ہین — یہ بھی ہے عجب بھلا کہیا وہ ڈفالی ہے
تقلید ہماری سے نام اسکا رقیب اپنے — اوراد زبان مت کر یہ اسم جلالی ہے
جب پیر مغان سے مین جا دختر رز مانگی — بولا کہ سعادت ہے پر وہ ابھی بالی ہے

تعریف سراپا کب سودا سے تری ہووے
اک وصف مین ابرو کے دیوان ہلالی ہے

ترغیب نے کہ مجکو وان چلنے کی لے سودا — ق اس یار نے اب ہمسے یہ چھل نکالی ہے
وارد مین ہوا اسکے کل گھر مین تو یہ دیکھا — تیوری سے چڑھا صورت کچھ اور بنالی ہے
ہر بات پہ ہے میری اور وسنے سی چشمک — پھر پردہ کنایہ ہے تو کر یہ جو گالی ہے
غیر اُسکے اشارے سے جب کرنے لگے نوکین — اٹھتا ہون یہ کہکر تب یان مرغ کی پالی ہے
ایک آنکھ مین سے یون بولا کیون جاتے ہو تم بیٹھو — جاؤگے تو یہ مجلس پھر لطف سے خالی ہے
اُس شوخ نے یہ سنکر بولا کہ خدا سے ڈر — سر پر سے بلا اپنی جون تون کے مین ٹالی ہے
بس غور کر اے نادان جس گھر مین یہ صحبت ہو — وان جانے کی خوشی آنا یہ خام خیالی ہے

ہم سے لالچ پہ ارادہ کچھ اگر اسکا ہے
گھر مین جو کچھ ہے سمیت اپنے یہ گھر اسکا ہے

آگے کیا چیز رہی جسکو بتاؤن مہمات
نہین معلوم جو منظور نظر اسکا ہے

جان تک چاہے اگر وہ تو ہے بندہ حاضر
دل اسے دیوے جو کوئی تو جگر اسکا ہے

کیا مزاج اُسکے بتاؤن کہ عجب آتش ہے
شعلۂ طور بھی شاید کہ شرر اسکا ہے

حسن سے اُسکے ہوان دونو ہین دن رات کا فرق
شمس ہم چشم نہ اُسکا نہ قمر اسکا ہے

کیا ہے تجھ حسن کو تیر نگہ سے خطر
داغ اس دل پہ جو ہے سینہ سپر اسکا ہے

مہمان خانۂ آفت ہی جسے کہتے ہین دل
حلقہ جس چشم کا دیکھا ہین وہ در اسکا ہے

مین نہ کہتا تھا دلا اُس سے نہ لگ چلنا تو
بات جو سودا کی ملنے نہ ضرر اسکا ہے

ہر کسیکا نہ پڑے کوچے مین ایسے کے قدم
جو دم تیغ نہ چلتا ہو گذر اسکا ہے

شہرہ پایا ہے زبس تندی خوے اسکی
اسقدر دل مین خلائق کے خطر اسکا ہے

چشم پر آب سے سودا کے نہ ٹپکا کبھو ٹپکا
صورت آئینہ کچھ دیدۂ تر اسکا ہے

اُس کنے اب فائدہ کیا ہے کہ زبانسے تیری
شام اسکا ہے گلا شکوہ سحر اسکا ہے

حال جواب ہے یہ تیرا نہین اُسکی تقصیر
تخم بویا تھا جو تونے یہ ثمر اسکا ہے

فکر مین ہجر کے دل وصل کا دن کھوتا ہے
یان محرم ہی مین نوروز سدا ہوتا ہے

پاک میرے نہ کسی دوست نے کی جہرے سے گرد
دیدۂ دشمن جان پر مرا منھ دھوتا ہے

کشتۂ خون آج ان آنکھون نے یہ ہنستے دیکھا
فتنہ سایہ تلے مژگان کے گر سوتا ہے

عشق شبنم ہے مسلم تجکو اے مرغ چمن
ورنہ راتون کو عبث کوئی بھی یون روتا ہے

دانۂ اشک سوا کچھ نہین اس کا حاصل
عشق کا کھیت بہت ہمنے برا جوتا ہے

زیست چاہے تو نجار دبر داُس نوخط کے
طوطی خط نہین بندوق کا وہ توتا ہے

داغ کپڑے پہ لگا ہو تو دھلاؤن یارو
داغ عشاق کے دل کا بھی کوئی دھوتا ہے

جائے کم ظرف کے دروازے پہ جولے سودا
حرمت اپنی وہ گدائی کی عبث کھوتا ہے

کیا تنک آیہ کی ہمت سے پڑے کی پوری
کاسہ لبریز کہین اُس سے بھی کم ہوتا ہے

نکلے جو گھونٹ سے گھر کی پیاری جو پٹکے آنچل اٹھکے آئی
سمٹ کے گھونٹ سے ترے درس کو نین ہین جیرا اٹک رہا ہے

اگن نے تیرے برہ کے جب سے جھلس دیا ہے کلیجا میرا
ہیے کی دھڑکن مین کیا بتاؤن یہ کوئلا سا چٹک رہا ہے

جنھونکی چھاتی سے پار برچھی ہوئی ہے رنمین وہ سو رہا ہین
پڑا وہ ساونت من مین جسکے برہ کا کانٹا کھٹک رہا ہے

مجھے پسینا جو تیرے مکھ پر دکھائی دے ہے تو سوچتا ہون
یہ کیونکہ سورج کی جوت آگے ہر ایک تارا چھٹک رہا ہے

ہلوری اون لے نہ اُس کی بوند لگ سکے پھولوں کی نکھڑیسے
تمھارے کانوں مین جسطرح سے ہر ایک موتی لٹک رہا ہے

کہین جو لگ چلتے ساتھ دیتا ہو سطرح کا لشکر ہے یا پی
تجا تون پنڈرے کے دھول ہوئین جو تجھ سے پلا جھٹک رہا ہے

کبھو لگا ہے نہ آتے جاتے جو میٹھا ٹک اسے نکالون
سجن جو کانٹا ہے تجھ گلی کا سو پگ سے میرے کھٹک رہا ہے

کوئی جو مجھ سے یہ پوچھتا ہے کہ کیون تو روتا ہے کہہ تو ہمسے
ہر ایک آنسو مرے نینن کا جگہ جگہ سر ٹپک رہا ہے

گئی ہو کیسا ہے دھیان جسکا تری گنو سنے لگا ہے پیارے
گیان پربت بھی ہے جو اسکا تو چھوڑا دسکو سٹک رہا ہے

جو بات سے ملنے کی ہوے اُسکا پتا بتا دو مجھے سریجن
تمھارے بٹو نین آج برسنے یہ بٹو ہی بھٹک رہا ہے

جو مینے سودا سے جاکے پوچھا تجھے کچھ اپنے ہے من کی سُدھ بُدھ
یہ رو کے مجھسے کہا کسی کے لٹک مین لٹ کے لٹک رہا ہے

جوہر کو جوہری اور صراف زر کو پرکھے
ایسا کوئی نہ دیکھا وہ جو بشر کو پرکھے

وہ شخص بار خاطر ہرگز نہو سکیگا
جسکا ندیم ہوئے اُسکی نظر کو پرکھے

جوہر نہوے جسمین جوہر شناس کب ہے
جو صاحب ہنر ہو وہ ہی ہنر کو پرکھے

دُرِ سخن کے خواہان وہ یار ہین جہانمین
جن مین نہ جھوٹے سچے کوئی گہر کو پرکھے

خاطر مین وہ نہ لاوے رکھا ہے لب پہ نیسان
جو قطرہائے اشک مژگان تر کو پرکھے

سچ ہے کہ چشم عاشق معشوق کا ہے معدن
ظالم اگر تو میرے لخت جگر کو پرکھے

درِ سخن کو اپنے پرکھاے آدمی سے
ہرگز نہ کہہ تو سودا ہر جانور کو پرکھے

دلا تو یار کو شمس و قمر لگا کہنے
وہ شعلہ طور کا ہے تو شرر لگا کہنے

سنا ہے مرغ چمن کا تو نالہ اے ساقی
بہار آتی ہے بلبل خبر لگا کہنے

بھرا جو بزم مین یارون نے ساغرِ عیش
تو اُسکو اہلِ نظر چشم تر لگا کہنے

بیاض اسکے تو کیسہ جواہری کا ہے
سخن کو جسکے سخندان گہر لگا کہنے

کہے تھا ریختہ کہنے کو عیب نادان بھی
سو یون کہا مین کہ دانا ہنر لگا کہنے

صفا کلام کی میرے ہے شکل آئینہ
برے نے اُسکو برا دیکھکر لگا کہنے

مجھے تو بحث کا ہرگز نہین کسی سے دماغ
کوئی سخن کو مرے بد اگر لگا کہنے
بسان مہر یہ روشن ہے سارے عالم پر
جہان مین جب سے کہ مین شعر تر لگا کہنے

ہزار طرح کا بد امرے تئین سن سن
ہر ایک شاخ پہ بلبل کا گھر لگا کہنے

نہین ہی بحث کا طوطی ترا دہن مجھسے
سخن بھی سن لے تو رنگین ترا زمن مجھسے
سخن مراہی مقابل مرے سخن کے ہے
کہ مین سخن سے ہون مشہور اور سخن مجھسے
مری زبان ہے ملک سخن مین اک خیاط
عروس معنی کا ہو ٹھیک پیرہن مجھسے
سخن تراش مین وہ ہون سنگلاخ زمین
چھوئے نہ تیشہ کو بن پوچھے کوہکن مجھسے
قبول ہو یہ سخن کو مرے کہ وصف کنشت
کرون حرم مین تو ہو شیخ برہمن مجھسے
سخن کے فیض سے اتنا ہوا ہون بہناور
کہ چھار ہا ہے زمانے کا چوکدن مجھسے
سخن زبان کا مرے کب چھٹے زبانون سے
اگر چھٹے ہے تو چھوٹے مرا بدن مجھسے
سخن کو رتنے تک کے کون پوچھے تھا سودا
پسند خاطر دلہا ہوا یہ فن مجھسے

کب اسکو گوش کرے تھا جہانمین اہل کمال
یہ سنگریزہ ہوا ہے در عدن مجھسے

ہم ہین وارستہ محبت کی مددگاری سے
سب ہے آزاد ہوئے دل کی گرفتاری سے
سبب غفلت پیری ہو فقط عیش شباب
خواب آور ہو سحر رات کی بیداری سے
شکوہ ہے جور و جفا کا ترے کس کافر کو
مجھپہ گذرے ہی سو میری ہی وفاداری سے
قطع الفت نہ کرے کب عمل ناہموار
جو بسی چیز تو ہوتی ہے دو نیم آری سے
ایک مین ہی نہ تمھارا ہون جہانمین عاشق
جور کرنے سے ہو خوگر تو میان باری سے
مے پرستی ہے مری باعث آمرزش خلق
توبہ صد قوم نے کی ہو مری میخواری سے
کام دل جب تئین بخشے ہو ہمارا حاصل
کام اپنا تو ہوا جاے ہے بیکاری سے
تجھ طلب مین یہ کھوا آپ کو مینے کہ ندان
طالب اپنا مین ہوا تیری طلبگاری سے

پہونچے گر شہر بتان مین تو پرے اے سودا
رہیو بازار محبت کی خریداری سے

خورشید و مہ نے پیارے تجھ پر یہ بنوائی
ریش و بروت و ابرو سب کو صفا بتائی

سر کی خبر نہ تن کو تن کی نہ سر نے پائی — اے تیغ عشق تیری اللہ رے صفائی
بت اپنے کے مقابل صورت نہ دے دکھائی — ہو اک طرف اگر وہ اور اک طرف خدائی
کوچے سے شیخ اسکے گذرا تو دیکھتے ہی — جز سجدہ کرتے اسکو کچھ اور بن نہ آئی
اسلام و کفر کی یان کسکو ہے پاس خاطر — رندی تو کی حرم مین جا دیر پارسائی
منت تو لاکھ کیجیے پر جو غرور دان ہے — منت غریب اسکے عہدے سے کب بر آئی
تا ناخن ہلال مہ عید گھستے دیکھا — تیوری کی گانٹھ اسکے کھلتے نظر نہ آئی
آنکھون نمین تم ہمارے جبتک تھے ملے تھا — رونے نے دمبدم کی وہ بات سب ڈبائی
بد بر نہو جو شکوا اکس جا کرون مین تیرا — کھا اپنے تئین اسی مین مطلب کی بات پائی
کرتا ہون جانفشانی کیا کیا رقیب پر مین — لیکن نہین ہے اسکو کچھ پاس آشنائی
تھی سرد مہری اسکی آب حیات دل کو — چھوٹے تپاک نے تو کچھ آگ سی لگائی
گردش سے بخت کی یون ہمخانہ یار سے ہون — جون وصل و ہجر کو ہے گھر بار کی جدائی
رکھون قدم نہ اسکے کوچے مین گو کہ کچھ ہو — مجکو تو ان نے اپنے سر کی قسم دلائی
بندے کے حال کی تو تا صبح کو کب خبر تھی — پھر سوتی بھڑ یہ کسنے میرے لیے جگائی
منت سماجت الحاح سب کچھ کیے پر اپنی — یا رو کسیطرح سے امید بر نہ آئی
اب طشت و تیغ لیکر جاتا ہون پاس اسکے — اک بار رہ گئی ہے یہ بخت آزمائی
وقت اخیر سودا بالین پہ اسکے رو رو — ق بیٹھا ہوا کہے تھا ہر دوست یار بھائی
مرضی اگر ہو تیری جا اسکو ہم لے آوین — دوری نے جسکے تیری صورت یہ کچھ بنائی

سنکر یہ بات بولا اتنا ہی آہ بھر کر
ہے نزع مین اذیت بیمار کو دوائی

تری آنکھون نے نرگس سے چمن مین مار ایسی کی — کہ اب سچتے نہین آتے نظر بیمار ایسی کی
تری دوری بہار باغ جو کچھ مجھسے کرتی ہے — خزان نے کس چمن مین با گل و گلزار ایسی کی
نظر بھر دیکھ جاتا نہین نتھا افشائے راز دل — مجھے کر منع کس آسان کو تین دشوار ایسی کی
وفا اگلی کا شاکر ہون جفا کا ابکی شکوہ کیا — بہت روزون جو ویسی کی تو دن دو چار ایسی کی
جو دیکھے زاہد اسکو دے در میخانہ پہ دھونی — مغان نے دختر رز اس برس تیار ایسی کی
جدائی سے مجھے اے دوست خو گر کر جدا کرنا — کسی دشمن سے دشمن نے نہین اے یار ایسی کی

گنہ میرا نہیں جو تیرے دلخواہ ہوسکے کی مینے — نہ دیکھا جب میں کچھ چارا تو پھر ناچار ایسی کی
کسی طرح ملاقات اس سے غیرونکے بھی ملنے پر — گوارا جو نہ تھی دل پر سو وہ ہموار ایسی کی

بیک نقد محبت جنس دل ملتی نہین سودا
بتان نے داغ دے دیکر خراب و خوار ایسی کی

جدی جدی بجہان آن بان ہے سبکی — پہ مشت خاک مین جاکے ندان ہے سبکی
سمجھ نہ دوستی مین زندگی خضر کا طول — کہ عمر دوستی تا امتحان ہے سب کی
زبان وہی ہے کہ ہلنے مین جسکے ہو کچھ نفع — دگرنہ یون حرکت مین زبان ہے سب کی
متاع دین سے مین اپنی ہون اسلیے بیفکر — کہ ذات حق جو ہے وہ پاسبان ہے سبکی
جو ناز پوچھو تو دل لے ہے چھین ہراک سے — ادا جو دیکھو تو خواہان جان ہے سبکی
مآل مردم ماضی و حال و استقبال — سنا تو ایک سی کچھ داستان ہے سب کی

نہ دیر و زود پہونچنے کا شکوہ کر سودا
تنور ایک فلک جس مین نان ہے سبکی

مگر وہ دید کو آیا تھا باغ مین گل کے — کہ لو چھڑا اور ہے مین پائی دماغ مین گل کے
عدو ہی ہو سبب زندگی جو حق چاہے — نسیم صبح ہے روغن چراغ مین گل کے
چمن کھلین ہین پہونچ بادہ لیکے اے ساقی — گرفتہ دل نکلے مت کر ایاغ مین گل کے
نہین ہے جائے ترنم یہ بوستان کہ نہین — سوائے خون جگر مے ایاغ مین گل کے

علی کا نقش قدم ڈھونڈھتا ہے یون سودا
پھرے ہے باد سحر جون سراغ مین گل کے

عارض پہ حسن خط سے دمک کیا ہے نور کی — یہ دود لڑ رہا ہے تجلی سے طور کی
طوفان طرازی مژہ عاشقان نہ پوچھ — کچھ آبرو رہی ہے نہ چشم تنور کی
پاس اب ہمارے نکہت گل کو نہ لا نسیم — دل ہے ہوس چمن کی اسیرون نے دور کی
مین نخوت بتان کو دلا تجھ سے کیا کہون — فرعون کھائے تھا قسم انکے غرور کی
تیری گلی کے بیچ جو خواب عدم مین ہین — انکو طنین پشہ ہے آواز صور کی
معمار نے ازل کے فراموش کی مگر — جاگہ بنائی خانۂ دل مین سرور کی
محرم فقط تسلی سے کر دیئے سے کیا حصول — گر فکر ہو سکے تو دل ناصبور کی

توبہ چمن مین بادہ سے کن نے کی اے صبا / غنچہ کے تین ہر ایک صراحی جو چور کی
کم مت سمجھ تو شاہ گدا ے ضعیف کو / وان قدر ایک سی ہے سلیمان و مور کی
سردی کو نزد شیخ زمستان مین دخل کیا / گرمی ہے ایک ریش مین وان سو سمور کی

سودا کو عاشقی سے رکھا چاہتا ہے باز
ناصح نصیحت اپنی سے خوبی شعور کی

بولو نہ بول شیخ جی ہم سے کڑے کڑے / یان چٹ کیے ہین اس سے عمامہ بڑے بڑے
کیا میکدے مین آن کے چوے گا غلب / پیوینگے اُسکی ضد سے تو اب ہم گھڑے گھڑے
قامت نے تیرے باغ مین جا خط بندگی / لکھوا لیا ہے سرو چمن سے کھڑے کھڑے
لگ جا گلے سے اب تو مرے یار کیا ہوا / دو روز دوستی مین جو باہم لڑے لڑے
کیا قدر دل بتان کو جنھون کے گلے کے بیچ / دل خاک ہو گئے ہین کرورون پڑے پڑے
ازبسکہ تنگنا ہے گذرگاہ آخرت / جاتے ہین اُس طرف جو کرو مہ چھڑے چھڑے
دندان دہن مین وقت تبسم نہ دیکھے ہم / موتی سے کچھ ہمین نظر آئے جڑے جڑے
بوسہ تہین تو گالی سہے گالی نہین تو مار / عاشق نہین ہین سنڈ جری جس پہ اڑی اڑے

سودا کے ہوتے وامق و مجنون کا ذکر کیا
عالم عبث اکھاڑے ہے مردے گڑے گڑے

وہی جہان مین رموز قلندری جانے / بھبوت تن پہ جو ملبوس قیصری جانے
غلام اُسکی مین ہمت کا ہون کہ جو اپنے / جگر کے خون کو خوان تونگری جانے
فہیم ہے وہی آفاق مین ترا جو پائے / کہ جسمین پائے نہ تجھے اُسے پھر پری جانے
نہ ہیچ کرمری یا خواجہ شکم پرور / کہ تجھ سوا نہ کوئی بندہ پروری جانے
جو خار راہ طلب مین ہوا ہو دامنگیر / غیور اُسکو بہ از خضر رہبری جانے
پڑا ہے پالے ایک ایسے کے دل کہ جو نادان / وفا کی راہ نہ رسم ستمگری جانے
بتان کی دید سو اکب ہے تجکو بینائی / وگرنہ دیکھے تو جس زشت کو پری جانے
نگاہ لطف تری جن نے پھرتے دیکھی ہو / وہ بازگشتی اُسی تیر کی سری جانے
زبان دہن مین تو غنچے کے بھی ہے کیا لازم / کہ جسکے منھ مین زبان ہو سخنوری جانے
در سخن کو تو غواص بحر معنی پائے / وگرنہ کیسی ہی کوئی شناوری جانے

پئے جو بادہ زاہد تو دوان نکھے وہ جام — کہ دون مرتبہ تا جم کی ہمسری جانے

جہان مین قصہ یوسف ہے آئینہ کیسہ — پدر کا درد نہ جسے برادری جانے

نہ معجزہ نہ کرامت لگے نہ کشف اسکو — کرشمہ وہ جو تری چشم ابھری جانے

سخنوراب یہ ہین جسطرح آپ کو کوئی — گہر کسی کا پڑا پاکے جوہری جانے

گداز دل سے لئے کیا ہے مرا طلائی رنگ — وہ طالب اسکا ہے جو کیمیاگری جانے

ہے سادہ لوحی پہ اس دل کے آئینہ حیران — جو تیرے عہد کو سد سکندری جانے

ترا مقال رہ دین سے دور ہے اے شیخ — مرید گو اُسے قول پیمبری جانے

بتان سے نفع کوئی کیا لے جنس دل کو بیچ — جو جی بچے تو یہ قسمت کی یاوری جانے

کسی گدا نے سنا ہے یہ ایک شہ سے کہا — ق کرون مین عرض گر اسکو نہ سرسری جانے

امور ملک مین اول ہے شہ کو یہ لازم — گدا نوازی و درویش پروری جانے

مقام عدل پہ جسدم سریر آرا ہو — ہر ایک خورد و کلان مین برابری جانے

وہی ہو رائے مبارک مین اُسکے گوشہ نشین — کہ جسمین عامہ خلقت کی بہتری جانے

ملازمون سے نہ لاوے یہ اسکو بر سرکار — کہ جس سے کار خلائق کی ابتری جانے

چمن ہی ملک و رعیت ہے گل اُنھونکے لیے — بسان ابر بسر سایہ گستری جانے

ہمیشہ جود و کرم مین سمجھ ہر ایک کی قدر — مساوی از امرا تا بہ لشکری جانے

بجا جو طرح سپاہی دے اُسکو سمجھے مرد — نہ یہ کہ مرنے کو بیجا سپہ گری جانے

جو شخص نائب داور کہاوے عالم مین — یہ کیا ستم ہے نہ آئین داوری جانے

سوائے ان سخنون کے جو تاج زرین کو — خیال اپنے مین سر دھر کے سروری جانے

یہ فخر تاج تو یون نزد فہم ہے جسطرح — خروس آپ کو سلطان خاوری جانے

غرض یہ وہ غزل قطعہ بند ہے سودا
کہ اسکی قدر کوئی کیا جز انوری جانے

مرے ملنے کی اُسکو تب ہوس ہووے اگر ہووے — کہ مجھ مین یک رمق باقی نفس ہووے اگر ہووے

کمال اشفاق کا لازم نہین دل کی تسلی کو — ہمین تو یک نگاہ لطف بس ہووے اگر ہووے

زمین کشت امید اپنی ہو سرسبز کیا معنے — جو یون تخم گل تو خار و خس ہووے اگر ہووے

فلک کو وعدہ مجھ قسمت سے گر ظل ہما کا ہو — تو سر پر سایۂ بال مگس ہووے اگر ہووے

چمن گم کردہ فصل گل میں وہ آوارہ بلبل ہوں
کہ جسکا آشیاں کنج قفس ہووے اگر ہووے

نہیں شایاں زیب گنبد دستار کچھ زاہد
مگر مسواک ہی اُس پر کلس ہووے اگر ہووے

بکر ترغیب نغمات جناں خاموش اے واعظ
غنیمت ہے جو واں قوم وعدس ہووے اگر ہووے

نہ ہووے سلطنت ملک سخن کی وزد معنی کو
جو اختر چور کا چمکے عسس ہووے اگر ہووے

پہونچ سکتا ہے یاں کوئی چھٹ اُسکے داد کو اپنی
وہی بیداد گر فریاد رس ہووے اگر ہووے

وہ کب ہمسائے محمل نپے ہونے دی ہی سودا کو
مگر دنبال آواز جرس ہووے اگر ہووے

ہمارے کفر کے پہلو سے دیں کی راہ یاد آوے
صنم لکھتے ہیں جسکو دیکھکر اللہ یاد آوے

پیام اب تو دیا ہے نامہ بر کو آگے یا قسمت
وہ جا ر اُس سے ہوئے پر خواہ بھولے خواہ یاد آوے

نہ پیوے چشمۂ آب بقا پر تشنہ لب پانی
زنخداں کا کسی کے گر اُسے واں چاہ یاد آوے

لگے کس طرح جی فردوس میں تجھ بن کہ ہر دم
خدائی محو ہو خاطر سے جس دم آہ یاد آوے

برہمن آکے گر دیکھے ترے روئے مخطط کو
تو پوتھی بھولکر اُسکو کلام اللہ یاد آوے

اگر کیسا ہی کوئی مہروش جیتا چڑھ رہا ہووے
جہاں تاریک ہو نظروں میں جب وہ ماہ یاد آوے

فراموش اب کرے کیونکر نہ سودا شعر کہنے کو
کہ جو شخص آپ کو بھی گاہ بھولے گاہ یاد آوے

غنچے سے مسکرا کے اُسے زار کر چلے
نرگس کو آنکھ مار کے بیمار کر چلے

پھرتے ہو باغ سے تو پکارے ہی عندلیب
صبح بہار گل پہ شب تار کر چلے

اُٹھتے ہوئے جو دیر سے لی مدرسے کی راہ
تسبیح شیخ شہر کی زنار کر چلے

آئے جو بزم میں تو اُٹھا چہرے سے نقاب
پروانے ہی کو شمع سے بیزار کر چلے

آزاد کرتے تم ہمیں قید حیات سے
اُسکے عوض جو دل کو گرفتار کر چلے

اٹھکر ہمارے پاس سے گھر تک رقیب کے
پہنچے گا وہ کوئی جو ہمیں مار کر چلے

لو خوش رہو گھر اپنے میں جس شکل سے ہو تم
دو چار نالے ہم پس دیوار کر چلے

اندوہ و درد و غم نے کیا عزم جب ادھر
ہم کو عدم سے قافلہ سالار کر چلے

سودا نے اپنے خون کی بیت تمسے یک نگاہ
چاہی تو اپنی بات سے انکار کر چلے

پیارے خدا کے واسطے ٹک اپنے دل کے بیچ
انصاف تو کرو یہ کسے مار کر چلے

نہیں معلوم اس سینہ میں کیا جوں شمع جلتا ہے
دھواں نوک زباں سے بات کرتے ہیں نکلتا ہے

گھڑی گھڑیال کی سن سنکے میرا جی دہلتا ہے
چلی آتی ہے دو ہی رات جوں جوں دن یہ ڈھلتا ہے

ادا تو لیگئی دل کو پر اسکا ناز اے محرم
بغیر از جی لیے کافر مری چھاتی سے ٹلتا ہے

برنگ شیر اشک آنکھوں نے میری کرجوش مارے ہے
زبس ہر استخواں اب آتش غم سے پگلتا ہے

اثر نے آہ میں ہر چند نے تاثیر نالے میں
پہرا تنا ہے کان دونوں سے میرا دل بہلتا ہے

مراد عید کی شب تا صبح اندوہ تذبذب میں
پڑا ایک ایک وجب سینے کے اندر دل اچھلتا ہے

مجھے تشنیع کیوں کرتا ہے ناصح یہ جو آنکھیں ہیں
بس ان خانہ خرابوں سے کسو کا کچھ بھی چلتا ہے

خیال پنجۂ مژگاں میں یہ احوال ہے دل کا
کہ جیسے صید کو شاہیں کا چنگل مسلتا ہے

خبر لے جلد سودا کی وگرنہ میں یہ دیکھوں ہوں
سرہانے اسکے بیٹھا ہاتھ سے تو ہاتھ ملتا ہے

سینے میں ہے یوں دل کو ایام گرفتاری
طائر کو قفس میں ہو جوں شام گرفتاری

صیاد نہ مجھ تک ہے نالہ نہ مرا اُس تک
مجھ سا نہ کوئی ہوگا ناکام گرفتاری

دل قید حیات اندر کتنا خوش و خرم ہے
یارو یہ ہوا وحشی کیا رام گرفتاری

خوگر کو اسیری کے ہے تلخ رہا کرنا
خوشتر زمیں اسکو ہے دام گرفتاری

دل حال بد اپنے کا آغاز کرے شکوہ
ہوتا ہے کچھ ایسا ہی انجام گرفتاری

یارب مرے ناصح کو دکھلا دے جھلک اُسکی
دیتا ہے بہت مجھکو الزام گرفتاری

ہر چند اسیری میں ایذا ہے بہت لیکن
صیاد کی شفقت ہو آرام گرفتاری

سودا کو نہ سمجھو گے عشاق میں تم اپنے
آزاد کو مت سمجھو بدنام گرفتاری

ہر ایک شے میں سمجھ تو ظہور کسکا ہے
شرر میں روشنی شعلے میں نور کسکا ہے

دماغ خلق پر از کبر ہے میں حیران ہوں
یہ مشت خاک میں اتنا غرور کسکا ہے

جو کچھ جہان میں ہے وہ فرق ہے تعین کا
سخن مرا نہ سمجھنا قصور کسکا ہے

یہ سمجھیں ہیں کہ تو خالق ہے اور ہم مخلوق
ترے گناہ سمجھنا شعور کسکا ہے

جہان کے بزم سے یارو کسیکا اٹھ جانا
یہ کون جانے کہ نزدیک و دور کسکا ہے

صفائی چہرے پہ نازاں ہے آئینہ تو دیکھ
یہ زیر زلف سے پیارے عبور کسکا ہے

کہے ہے تند نظارے مجھے ابھی سودا
ترا سا مرتبہ اُسکے حضور کسکا ہے

نہ نرگس کی پلک تیرے تماشانے ہی جھپکائی
تو وہ گل ہے کہ جس گل کا سر اک گل ہے تماشائی

تمیز خوب و زشت اے مہرباں کب عشق نے پائی
محبت میں سبھی یکساں ہیں جسکی جس سے بن آئی

مری تیری سی نسبت گل و بلبل بھی رکھتے ہیں
ترا جلوہ مرا دلکش ہے اسکا گل کی زیبائی

براے خوش قداں ہے جنس جاں خرچ ضروری ہے
جو نقد دل تھا سو تو کر چکے ہم خرچ بالائی

سمجھ کر بول جو بولے نہیں پھر بازگشت اسکو
سخن بیروں لب منھ سے ترے جسدم زباں لائی

نہیں ہے گھر کوئی ایسا جہاں اسکو نہ دیکھا ہو
کنہیا سے نہیں کچھ کم صنم میرا وہ ہرجائی

بغیر از گور زاہد کنج تنہائی کہاں سو بھی
نکیر و منکر اُس جا ہوں تو پھر معلوم تنہائی

محبت کی کروں نجھ بل کی ہیں تقریر کیا یارو
ستم پربت ہو تو اسکو اُٹھا لیتا ہے جوں رائی

بجز خون جگر ساقی نہ دیکھا واسطے اپنے
کہ مے جام بلوریں میں ہو زیر چرخ مینائی

چکھایا تھا مجھے زاہد نے کچھ رنج دنیا کا
مغاں نے راحت دنیا کی مجکو بات تبلائی

ثمر ذلت ہے خواری برگ ہر اک شاخ بدنامی
بوئے مہربتاں دل میں کہ تخم نخل رسوائی

کہیں ہیں یار یوں مجھسے عجب ہی لطف سی سودا
چمن میں سنبل و گل نرگس انکی دے ہے دکھلائی

پر اس سے کیا کہ تیری زلف نے عارض نے آنکھوں نے
پیارے بانٹ لی باہم مری آنکھوں کی بینائی

جب اُن آنکھوں کا غمزہ پر سر بیداد آتا ہے
قضا کا قتل عالم کی لئے اسناد آتا ہے

خیال لب سے ہے یوں تقویت دلکو کہ دارو کا
اثر جیسے طبیعت کیلئے امداد آتا ہے

ستایا ہے برس کر اسکو کس عاشق کی مژگاں نے
کہ یوں ابر سیہ کرتا ہوا فریاد آتا ہے

دہن غنچہ کا جب پھولوں ہوں گوش گل پہ گلشن میں
تو اپنا درد دل کہتا کسو سے یاد آتا ہے

نہیں کچھ دل کے نرمانے کا میری آہ میں جوہر
وگر نہ آپ کر دینا اسے فولاد آتا ہے

عروس معنی کی تصویر کھینچ آتی ہے سودا کو
کوئی خاطر میں اسکے مانی و بہزاد آتا ہے

زیست قاتل ہے مری تجھ بن اجل بدنام ہے
سینے میں موج نفس اک تیغ خوں آشام ہے

شب نہ تنہا بیقراری ہے مجھی کو کام ہے
نور شمع اس شوخ بن جیوں برق بے آرام ہے

بسکہ سو جا سے نگاہ شوق نے پیدا کی راہ
دیدہ مشتاق ونکا ہر سر پردہ بادام ہے

اعتبار اوج خس کتنا میان گرد باد
کیا ہے وہ جو سر فراز گردش ایام ہے

مشت کو عریان تنون کے فیض سے خالی نہ پوچھ
جب گرہ سے چاہو گوہر کے درم اور دام ہے

عشق کے انجام سے ولکو ہے غفلت اسطرح
جیسے وہ ماہی کہ دریا مین میان دام ہے

مے خوری موقوف اپنی کچھ گل و مل پر نہین
لالہ سان لبریز خون سیر سے سیرا جام ہے

وصل کے وعدونکی شادی مین کھوا یہ آپ کو
واسطے اپنی غذا کے غم سے قرض دوام ہے

مین کہا سودا سے نسبت اور ونکے لبر ترا
کیا ہے تو جسکے لیے رسوائے خاص و عام ہے

سنکے یہ بولا کہ نادان چشم پروانے سے دیکھ
صبح کی مشعل سے روشن تر چراغ شام ہے

یان جو ہون خاموش سو تیری ندامت کیلئے
ورنہ شکوون کے ذخیرے ہین قیامت کیلئے

نازبرداری کی ہامی تب بھرون دلکی کمر
دم دلاسا دے بندھا لون استقامت کیلئے

دولت عشق اسکی شایان ہو کیا ہے جسکو خلق
ملک جانبازی کی خالق نے نظامت کیلئے

ذکر کیا سرو صنوبر کا ترے قد کے حضور
ہو قیامت بھی قرینہ تیرے قامت کیلئے

آنکھ اٹھا کر دیکھ تو اے یار میری بھی طرف
کب سے ہون مین منتظر صاحب سلامت کیلئے

کھا کے تیہا اسکے کوچے سے نہ بڑھ کہتا ہو مین
در نہ قدم بھی کم نہین اے دل ندامت کیلئے

حرف واعظ مجکو مسجد مین تو لایا ہے ولے
ہے اذان ہر وقت کی مانع اقامت کیلئے

زخم سینہ کا تو بھر آیا ہے لیکن داغ دل
رہ گیا ہے دوستی کی یہ علامت کیلئے

اسکے کوچے مین تو کیون جاتا ہے اے سودا اگر
عشق کی سر اپنے لینے کو ملامت کیلئے

نہ غافل رہ زمانے سے بسر لیجا بہشیاری
کہ خواب پاسبان ہو گرگ کو طالع کی بیداری

یہ آنکھین جون صدف کب ابر نیسان پر نظر رکھین
عطا اسکی نیا نہیں گانٹھ جو دریا کہ ہین جاری

نہین روشندلان کو وسعت روزی زمانے مین
کہ مہ کو نان گا ہے پاؤ گہ آدھی گہے ساری

ہوا زاہد کو عشق خوش لبان پیری کے عالم مین
پڑی ہے آتش یاقوت سے سینہ مین چنگاری

نہ رکھا داغ دل نے تن بدن میرے سے کچھ مجھ مین
بغل کے چور کی جون شمع کب تک ہو خبرداری

مداوا زخمی تیغ زبان کو نفع کیا بخشے
نہین ناصح ہم یہ میرا سے یار جسکا مرہم ہو کاری

شہید رسم ملک عشق ہوں سودا کہ لیتے ہیں
جہاں جرم نگہ پہ نقد جان و دل گنہگاری

کیا جانیے کس کس سے نگہ اسکی لڑی ہے
جس کوچے میں جا دیکھو تو اک لوتھ پڑی ہے

خنجر دست قضا ساخت نہ سمجھوں میں کسیکی
کب تیغ نگہ تیرے ہتھوڑوں نے گھڑی ہے

بچتی ہی نہیں چوٹ مرے دل کی تری ہاتھ
اس نرد کے یہ عشق کی بازی میں اڑی ہے

ہے خوبی دندان دہن خوبوں میں لیکن
بتیسی کہوں اسکی کہ موتی کی لڑی ہے

مت سمجھو کہ ہے گوشہ نشین بہر عبادت
خم زر کے تلے شیخ کی شاید کہ گڑی ہے

بے بادہ و ساقی بچمن ابر سیہ سے
برسا ہے تگرگ آج کہ اک بار جھڑی ہے

میں حال کہوں کس سے ترے عہد میں اپنا
روتے ہیں کہیں دل کو کہیں جی کی پڑی ہے

کوچے میں ترے کیا کہوں اللہ ری کثرت
یہ حسن کا شہرہ ہے کہ بیرنگی چھڑی ہے

محکوم تصور کی مری ہے تری صورت
آگے مری آنکھوں کے شب و روز کھڑی ہے

ٹھہرا ہے تری چال میں اور زلف میں جھگڑا
پھر ایک یہ کہتی ہے لٹک تجھ میں بڑی ہے

گو پیر ہوئی شاعری سودا کی جوانو!
تمسے نہ کھنچے گی یہ کمان سخت کڑی ہے

جسکے دل کی تری زلفوں سے میاں لاگ لگے
اسکی نظروں میں جو رسی بھی ہو تو ناگ لگے

جب مری آتش دل کو نہ بجھا دے کوئی
اپنی بھاویں دو جہاں جل نہ بجھے وہ آگ لگے

بوسہ مانگا میں تو بولا وہ کہ سبحان اللہ
منہ لگانے سے مرے تجکو بھی یہ بھاگ لگے

دل گرا ہے جو کسیکا ترے آگے جس وقت
کانوں میں تیری تو اسوقت کا وہ راگ لگے

جنسیت شرط ہے صحبت کے مزے کو ورنہ
لون کو فائدہ شیرینی کا گو پاگ لگے

سبزی وسمہ کی سیہ گر نہ کرے شیخ کی ریش
کیا تماشا ہو کہ سوئے کا سا وہ ساگ لگے

ایسی مجلس میں نہ لیجا دے خدا سودا کو
طوطی کے آگے جہاں بولنے ہر کاگ لگے

قدر دل سمجھو تو پھر ہاتھ آئے یہ جب جا چکے
چھٹ کے وہ پھنستا نہیں جو دام میں مرغ آ چکے

جان بھی دیجے جو اس جینے کا اب جھگڑا چکے
دین و دل کھو کر میاں اپنی سزا ہم پا چکے

خط کے آئے پہ جو تم کرتے ہو ہم سے اختلاط
کیا تسلی کا گلے تمہارے واسطے ہم ڈھلوا چکے

یہ نوید آمد کے پیارے مجھسے مجکو لیگئے
آپ مین آیا مین تب اُکتا کے جب تم جا چکے

تیغ ابرو کو نگہ کو تیر مژگان کو چھُری
قتل عالم مین رہا اب کیا کہ تم بندھوا چکے

گوش زد اسکے کیا اعدا نے میرا حرف عشق
کیا رہا گھر جلنے مین اب آگ وہ سُلگا چکے

کچھ علاج ایسا بتا سودا کہ دل چھوٹے کہین
یار کے ہاتھون بہت خون جگر ہم کھا چکے

خوب واقف ہین محبت کے وہ سر رشتے سے
حسن اور عشق کے جنکو ہے خبر رشتے سے

سب تن زار ملا آہ کے سر رشتے سے
سوزن گم شدہ جو آئی نظر رشتے سے

چشم اُنکی نہو جز حق کے کہین مجرائی
باندھین ہین فقر کے جو شخص کمر رشتے سے

دل عشاق مسلسل ہین بہر یک سر مو
تیرے جس دن سے گندھے گیسو کمر رشتے سے

کھلے کب بال چمن مین کہ قفس مین ہین بند
بندھے تھے وان بھی رگ گل کے یہ پر رشتے سے

توڑ کر نخل محبت سے جو پھر باندھے دل
پھل ہے جون شاخ سے باندھا ہو ثمر رشتے سے

چاک ملنے کا نہین جیب کا میرے جون گل
ناصحا تو تو سئیے شام و سحر رشتے سے

سینے مین قید علائق سے جو دل ہو آزاد
ہے صدف بیچ مبرا وہ گہر رشتے سے

سوجھے ہے دور کی کیا ہمسے چھپا ہی ناصح
ہے پرے طول اَمل کی یہ نظر رشتے سے

جکڑے زنجیر سے سودا نرہیگا پیارے
ٹھہرے تب ہی بندھے الفت کے اگر رشتے سے

دل اس سینہ مین ہے یا قطرۂ سیماب ہے کیا ہے
قفس مین مرغ ہے یا ماہی بے آب ہے کیا ہے

جھلک جس شوخ مین ذرہ نہو نور محبت کی
اگر خورشید ہے کیا ہو وگر مہتاب ہے کیا ہے

پہونچ ساقی کہ شیشے مین نہین مین جانتا کچھ ہین
مے گلگون ہے یا دل کا مرے خونناب ہے کیا ہے

ترا شہرہ عدو سے خواب ہے اتنا کہ سوچون ہن
فلک پر ماہ ہے یا دیدۂ بیخواب ہے کیا ہے

سنا کرتے ہین نام آبرو مدت سے دنیا مین
خدا جانے خذف ہے یا دُر نایاب ہے کیا ہے

پڑی جب کشتی دل عشق کے دریا مین خطرہ کیا
اگر گرداب ہے کیا ہے وگر غرقاب ہے کیا ہے

نظر مین اُنکی وہ جو دست برداران مطلب ہین
کوئی خان ہے اگر تو کیا وگر نواب ہے کیا ہے

سنے ہے شعر جب میرے تو چین ابرو ہو کہتا ہے
کیا مین فرض وہ شعر و سخن کا باب ہے کیا ہے

تجھے آزردہ دل اس بزم مین پایا ہون اے سودا
نہین معلوم تجھسے کاوش احباب ہے کیا ہے

نہین وہ بولتے آئین خبر جنکو ہے کچھ دہر کی
سنی جو ہیر کی کہتے ہین اور سیکھے ہوئے گر کی

مین دیکھی دشمن ایمان لٹک بل گوش مین ڈر کی
نگاہ سحر نگین کے کیا کہون جادو کی تھی پر کی

شب وروز اپنی نظرون مین جہانکو چھان ڈالا ہی
نہین دیکھا پر ایسا حسن گردش مین مہ و خور کی

اُٹھین طبل و علم منشا ہے چرخ سفلہ پرورنے
صدا سے کرنا جنکے بگوش فہم ہے پر کی

چلا آیا وہ ظالم اس اٹک سے رات مجلس مین
خبر رقاص و مطرب کو رہی نے کمال ذرہ کی

جو یون لاٹھی مین کھاتا ہون تو دانت اپنے نکوسے ہے
رقیب آگے ترے دوے ہے مجھے بندر کی سی گھڑکی

چڑھا پھر شیخ مرکب پہ سر کو رند ہنستے ہین
مرید و ونکے لیے ہے تو تیا خاک اسکی ہر گھڑکی

تراشا ہین باین خوبی زسر تا پا بت اپنے کو
کہ سنگ آستان میرے کو پوجے قوم آزر کی

کیت خامہ تازی ہے تراپر کیا کہون سودا
چلاوے سے تمام اسکی عراقی ہو گئی ترکی

چاہنا بزم تعیش کا ہوسنا کی ہے
دشمن دور قدح گردش افلاک کی ہے

گذر انسان کا یہا لسے جو بجا لا کی ہے
جون کمان موج ہوا جلد ہے یہ خاکی ہے

زخم شمشیر سے جو دوست کے ہین لذت یاب
ور گذر کرنی اون اشخاص سے سفاکی ہے

یہ تو ہو طرہ سنبل مین نہین ہے سچ کہہ
زلف کی کسکے صبا تونے گرہ وا کی ہے

سر کو نظر اگے مصلے پر جو بیٹھا ہے شیخ
کچھ مراقب نہین پینک مین ہے تریا کی ہے

عشق وہ شے ہے کہ معشوق سے دل عاشق کا
شکر لبریز جو ہووے تو زبان شا کی ہے

ہوش مین کیونکہ وہ حکاک رہا ہے جسکے
ہاتھ سے لعل لب یار پہ حکا کی ہے

زاہدا حور بہشتی پہ تری تو ہے نظر
ہمنے بھی میکدہ مین دختر رز تا کی ہے

عزم کعبے کا تجھے حرج بڑا ہے سودا
دل مین تین گبر و مسلمان کے اگر جا کی ہے

عاشق کو نہ کر بیار جی سے
پر اسکو نہ مار یار جی سے

جاؤن باخویش و قوم اپنے
صدقے مین ترے ہزار جی سے

گذرے ہے جو مجھ پہ خط سے تیرے
جاوے گا نہ یہ غبار جی سے

نکھر سے کہ جو [illegible]
وسے گل کو وہین اُتار جی سے

مین قول [illegible]
جون صبر کیا قرار جی سے

تجھ پر سے نثار لعل و گوہر — کرتے ہین سب اے نگار جی سے
سودا نے تو سب کچھ اب بسارا — کیجو تو یہ اعتبار جی سے
مجھ پاس تو کچھ نہ تھا نہ ہے اب — آہی مین ہوا نثار جی سے

انصاف کی شرط تو یہی ہے
تو بھی اسے مت بسار جی سے

تازہ تعلق نہین اس دل کو الم سے — تھا طفلی مین گہوارہ مرا دامن غم سے
شربت ہے مجھے زہر غم ہجر کہ میری — گھٹی جو بنی روز تولد سو وہ سم سے
باس آتی ہے گلزار محبت سے لہو کی — زخمی ہے یہ کسکی رگ جان خار ستم سے
بازار محبت مین نبوت کا بہا کیا — اک زن نے لیا مول نبی چند درم سے
محراب حرم سے ہمین کیا کام ہے زاہد — عاشق کے ہے سجدے کی رگڑ تیغ کے خم سے
ثابت ہو مرا حق وفا روز قیامت — گر آنکھ لڑا دے نہ تو محشر کے حکم سے
کوٹے ہے سدا سینہ وہ با نالہ و فریاد — عاشق کو نوازا بھی تو اس طبل و علم سے
دریا دل اس آفاق مین جتنے ہین انھون کو — بیڑے ہی رہے تو تو سدا موج کرم سے
ہمت پہ فلک کے نہ کبھو چشم سیہ کی — چاہا بھی تو کچھ اپنے ہی دم اور قدم سے
یہ رنگ ہین تصویر نہ تیری ہے نزاکت — جسکو نہ کوئی دیکھ سکا دیدۂ نم سے

خجلت سے کیا آب صدف کے تئین سودا
در ریزی یہ کچھ بار ہوئی تیرے قلم سے

پنبہ کو دور کر مرے سینہ کے داغ سے — سوز شب فراق کو دیکھ اس چراغ سے
آغاز خط کا دیکھ کے رخسار پر ترے — شرمندہ ہو بہار چلے روے باغ سے
بے بادہ یہ دہن بسخن آشنا نہو — جون غنچہ لب کھلا نہین ہین تمھارے ایاغ سے
گذرا ہے تو چمن سے کہ بلبل کے اب نگاہ — آتی ہے روے گل کی طرف کس دماغ سے

سودا اُسے وہ چاہیے بہ از تخت سلطنت
اک کنج عافیت مین جو بیٹھا فراغ سے

غفلت مین زندگی کو نکھو گر شعور ہے — یہ خواب زیر سایۂ بال طیور ہے
شمع و چراغ کو کہ مرے شب سے دور ہے — تو گھر مین ہو مرے تو اندھیرا بھی نور ہے

دل کو مرے ہے آہ سحر سے شگفتگی
غنچے کو گلستان مین حیا سے سرور ہے

بلبل چمن مین تیغ نگہ کسکی چل گئی
جس گل کو دیکھتا ہون سو زخمون سے چور ہے

حور بہشت واہمہ تیرا ہے زاہدا
لیکن نگاہ چشم محبت مین حور ہے

موسیٰ کے کچھ عصا سے کم اپنے عصا کو شیخ
گنتے نہین یہ عقل کا انکے وفور ہے

کنکر کہین جو آ سے ہے انکے قدم تلے
سودا نہین یقین ہے کہ یہ کوہ طور ہے

جب نظر اسکی آن پڑتی ہے
زندگی تب دھیان پڑتی ہے

جھیل لیتے ہین عاشق اے فرہاد
جسکے سر جیسی آن پڑتی ہے

ہے جفا سے غرض اسے جتنی
کہ وفا امتحان پڑتی ہے

نظر ان مہوشان کی ہے ظالم
کیا غضب آن بان پڑتی ہے

قدر زاہد نظر مین سچلے بعد
اتری سی کچھ کمان پڑتی ہے

بات اس دل کے درد کی یارو
گفتگو مین ندان پڑتی ہے

ایک کے منہ سے جسگھڑی نکلے
پھر تو سو کی زبان پڑتی ہے

لیکن اتنا کوئی کہے مجھسے
کبھو اسکے بھی کان پڑتی ہے

بے ثباتی زمانے کی ناچار
کرنی مجکو بیان پڑتی ہے

گرم جوشی دوستان بنظر
آتش کاروان پڑتی ہے

دل سے پوچھا مین یہ کہ عشق کی راہ
کس طرف مہربان پڑتی ہے

کہا ان نے کہ نے یہ ہندوستان
نے سوے اصفہان پڑتی ہے

یہ وہ رہ جو کفر و دین کا ہے
دونون کے درمیان پڑتی ہے

منزلت شعر کی ترے سودا
یون تو بوہم و گمان پڑتی ہے

نہین عیسیٰ تو پر سخن سے ترے
تن بیجان مین جان پڑتی ہے

زمانہ تجسے اگر ہو ناساز گر تو اس سے زمانہ سازی
جو دیکے روٹی چڑھاوے تجکو بھوگ دے پہ کبھو بتا زی

قسم نکھاوین ہم اس خاکی جو وقت اپنے کو دے رہے ہین
وہ تیر ہین اور جتنے ہوتی ہے ساتھ خلقت کے روبہ بازی

جو پاک کہتے ہین تن کا جامہ کہین ہے ناپاک دامن دل
خدا کے نزدیک اسے مصلی نہین ہین زنہار وہ نمازی

ہماری ذلت بدیدۂ فہم عین عزت ہے منعمون کی
جو سرنگون ہون نہ اُٹھکے آگے تو اُنکی معلوم سرفرازی

کسیکو یان عزۂ تاج کا ہی کسیکو یان عجب راج کا ہے
کوئی بھکاری اناج کا ہے یہ وجہ کیا ہو کہ بے نیازی

گدا ادھر بھی وہ شاہ خوبان کرے جو یکدم تو کیا عجب ہی
ہوئی ہو آگے بھی بادشاہون سے سطرح کی گدا نوازی

زبسکہ ٹوٹا ہوا انبا یا مین عشق تیرے مین شیشۂ دل
جو لوٹتے حالم کے گھر کا شیشہ مین جاؤن کھینچا شیشہ بازی

قمار خانے مین عشق کے ہم پھر آکے دیکھین خدا کرے کیا
جو نقد دل تھا اسے تو ہارے لگائی اب ہمنے جان بازی

اگرچہ عمر خضر سے بھی ہے زیادہ زلفونکا طول اسکے
نباہی لیکن اُنھون مین سودا شب فراق اپنے کی درازی

دل کسی سے کہ جب پلٹتا ہے
دین و دنیا سے جی اُچٹتا ہے

طرۂ زلف شکل چنگل باز
مرغ دل پر مرے جھپٹتا ہے

مژہ برگشتۂ بتان کا حسن
صف آرام دل اُلٹتا ہے

گل ہے عاشق ترا تبسم مت کھا
یون گریبان کسی کا پھٹتا ہے

غنچے سمٹے تو سمٹے ممکن ہے
دل جو بکھرے تو کب سمٹتا ہے

نہین شرم اتنی کم زہد نامی
اسقدر مجھسے کیون وہ کٹتا ہے

کیا کہون اس صفائے عارض کو
وان نگہ کا قدم رپٹتا ہے

عشق سے تو نہین ہون مین واقف
دل کو شعلہ سا کچھ لپٹتا ہے

خط کے آنے سے غم نہ کھا پیارے
لکھا قسمت کا کوئی مٹتا ہے

حسن و خط روز و شب سے روشن ہی
ایک بڑھتا ہے ایک گھٹتا ہے

ناصحو دل دیا ہے مین اپنا
کچھ تمھارا بھی اس مین بٹتا ہے

رات دن آکے تم مین سے ہر ایک
کیون مجھے بھوت سا چمٹتا ہے

صف مژگان کی یہ سخن ہر ایک
وصف برگشتگی مین اٹتا ہے

ملک دل قتل کرکے سودا کا
لشکر حسن یون پلٹتا ہی

جگ مین تخم شراب ہے دو ہی
ہرزہ گوئی کا باب ہے دو ہی

سیر عصہ مین لون تو کب آدین
موجب پیچ و تاب ہے دو ہی

سارے میوون مین باغ دہر کے بیچ
انہون کا انتخاب ہے دو ہی

عرق اب کھینچکر گاؤزدن کا ۔ چھڑکو اُن پر گلاب ہے وہی
بسکہ رہتا ہے اُنکو اُسکا خیال ۔ سوتے مین بھی بخواب ہے وہی
دانۂ سبحہ گر کرین اُسکو ۔ اُنکے حق مین ثواب ہے وہی
بھونے کوئی جو اُسکو گیہون مین ۔ اُنکے خاطر کباب ہے وہی
میم ہ دا اور الف کا ذکر ۔ انسے کیجے کتاب ہے وہی
انکے آگے جو لے مفصل نام ۔ بڑا افراسیاب ہے وہی
سیر اُس باغ کی کرے ہین یہ ۔ جسطرف بے حساب ہے وہی

سیر کیجو جو گالی دین سودا ۔ پاس اپنے جواب ہے وہی

جان تو حاضر ہے اگر چاہیے ۔ دل تجھے دینے کو جگر چاہیے
گھر سے نکلتے ہی تجھے ہر سحر ۔ قتل کو اک پیش نظر چاہیے
عشق سے ڈر تو وہ خاشاک کو ۔ آگ کے شعلے سے حذر چاہیے

خدا بتون مین کہان ہے یہ خلق کا کہ نہووے ۔ غرور و کبر جوان مین ہے از کجا کہ نہووے
نہین ہے لطف سے خالی بدیر یار کا ملنا ۔ نجا ہین وصل کی ہم قدر ہجر تا کہ نہووے
بہار ہو لی تجھ بن خزان تقاضے چمن کیا ۔ جو یہ نہین تجھے منظور جلد آ کہ نہووے
نہین ہے نقش پہ سیرے تک اعتنا تجھے ورنہ ۔ جو کچھ مسیح سے ہو تجھے دخل کیا کہ نہووے
ہمین خدا سے یہ امید وصل ہوگا تجھ سے ۔ وگرنہ ہے یہی تیرا تو مدعا کہ نہووے

نیم جان ہین یہ ترے چشم کے بیمار کئی ۔ مر گئے خنجر مژگان سے دل افگار کئی
کوئی سسکے کوئی تڑپے ہے کوئی ہے بےچین ۔ آج دیکھے ترے کوچے کے گرفتار کئی
عشق ہی شرط ہے کیا ہو مرض الموت تجھے ۔ یا رب انسان کے مرنے کے ہین آزار کئی
بلبلو مجھکو نہ تکلیف کرو نالے کی ۔ ڈھونڈ جاوین گے اوپن گل و گلزار کئی
شیخ مجکو نہ ڈرا اپنی بڑی پگڑی سے ۔ ایسے تو دیکھے ہین مین گنبد دستار کئی
خوب دیکھا مین جہان اہل جہان بھی دیکھے ۔ ایک زندان ہے کہ جسمین ہین گنہگار کئی

تیرے بازار مین اب کیونکہ نہ گھر کرے سودا ۔ ایک یوسف نظر آتا ہے خریدار کئی

چھڑکی تو مدتوں سے مساوات ہو گئی
گالی کبھو نہ دی تھی سو اب بات ہو گئی

باقی ہے مار کھانی سو اب آگے آج کل
سن لو گے تم اسے بھی کہ اوقات ہو گئی

اتنو مین چھوڑنے کا نہین اسکو ناصحا
ہو لی جو کچھ تھی قبلۂ حاجات ہو گئی

بس اب ستم سے در گذر اے یار تا کجا
اعمال دل کی میری مکافات ہو گئی

پیغامبر نے دیر لگائی تو ہے وسلے
دھڑکے ہے دل کہ یہ نہ کہیں رات ہو گئی

مستی سے اُس نگاہ کی سے محتسب خبر
دنیا تمام بزم خرابات ہو گئی

ملنا ترا ہر ایک سے مین کیا بیان کرون
عالم سے مجھکو ترک ملاقات ہو گئی

یارو وہ شرم سے جو نہ بولا تو کیا ہوا
نظروں مین سو طرح کی حکایات ہو گئی

سودا اسکو وہ تو ستا دے نہ بے سبب
کیا جانیے کہ تجھسے ہی کیا بات ہو گئی

توہی کچھ اپنے سر پہ نہ یان خاک کر گئی
شبنم بھی اس چمن سے صبا چشم تر گئی

دیوانہ کون گل ہے ترا جسکو باغ مین
زنجیر کرنے موج نسیم سحر گئی

کیجو اثر قبول کہ تجھ تک ہماری آہ
سینے سے ارمغان لیے لخت جگر گئی

خانہ خراب دل تو ہے لیکن مین کیا کہون
جیسے بلا سے جان ہے یہ چشم گھر گئی

نظارہ باز بزم بتان کا ہون جیسے مین
تو ہی نظر پڑا مری جیدھر نظر گئی

مت پوچھ یہ کہ رات کٹی کیونکہ تجھ بغیر
اس گفتگو سے فائدہ پیارے گذر گئی

زاہد مین کہہ رہا کہ پی اسکے عوض شراب
آخر نہ اسے گرچہ نشے مجھے افیون چڑھ گئی

سودا فغان کو خط یہ لکھا اسکے یار نے
جسوقت اسکے حال کی اسکو خبر گئی

سن اے فغان جہان مین عاشق جو ہو گیا
معشوق سے اسے روش اسکی گذر گئی

شیرین نے جو رکب نہ کیا کوہکن کے سر
مجنون پہ کیا جفا تھی کہ لیلی نہ کر گئی

کل ہی پڑی سسکتی تھی بلبل چمن بیچ
ذرہ نہ اسکے حال پہ گل کی نظر گئی

پھولنے لت شمع سے اتنے جلے کہ صبح
خاکستر انکی لیکے صبا دوش پر گئی

نین تا ندہ پوچھ کیا ہے کہ بدنامی کو ترے
آواز آہ و نالہ تری گھر بہ گھر گئی

حرمت رکھی نہ رعد کی نشتر یاد نے تری
رونے سے تیرے آج وے ابر تر گئی

لوہو سے میرے سر کے ہے دیوار گھر کی سرخ
آنکھوں سے موج خون کی بیرون در گئی

دل کو ترے نہین ہے اگر تاب درد ہجر
تو کار عشق سے یہ زبان لال کر گئی

القصہ خط کو پڑھ کے یہ اُن نے لکھا کہ خیر
تیرے ہی دل کی خیر نجانے کدھر گئی

شیرین کی ایک مین نہ کہون ورنہ بارہا
لیلیٰ جدھر تھی وادی مجنون اُدھر گئی

یا تنگ تو گھٹ مین لیلیٰ کے مجنون سما گیا
اس اتحاد سے انھین باہم بسر گئی

جاری ہوا تھا خون رگ مجنون سے وقت فصد
لیلیٰ کے پوست مال اگر نیشتر گئی

ظالم کر در گل کا گریبان ہوا ہے چاک
اک عندلیب گر اجل اپنے سے مر گئی

پروانہ کون سا نہ جلا شام کو کہ شمع
روتی ہوئی نہ بزم سے وقت سحر گئی

یہ گفتگو تو قطع نظر اس سے تجکو کیا
مجھسے جفائے ہجر کی طاقت اگر گئی

میرے لہو سے ہے مری دیوار گھر کی سرخ
میری ہی موج خون مرے بیرون در گئی

شکوا تو کیون کرے ہے مرے اشک سرخ کا
تیری کب آستین مرے لوہو سے بھر گئی

ایکی بھی دن بہار کے یون ہی چلے گئے
پھر پھر گل آچکے پہ سجن تم بھلے گئے

پوچھے ہے پھول و پھل کی خبر اب تو عندلیب
ٹوٹے جھڑے خزان ہوئی پھوٹے پھلے گئے

دلخواہ کب کسیکو زمانے نے کچھ دیا
جنکو دیا کچھ اسمین سے وہ کچھ نہ لے گئے

اے شمع دل گداز کسیکا نہو کہ شب
پروانہ داغ تجسے ہوا ہم جلے گئے

سودا کوئی بھی دیوے ہے ایسا دل ان نے ہاتھ
لاکھون ہی دل قدم تلے جنکے ملے گئے

تیرے اُن الفتون کے نشانے کدھر گئے
کیا جانیے کہان ہین نجانے کدھر گئے

ہے مدتون سے خانۂ زنجیر بے صدا
معلوم ہی نہین کہ دوانے کدھر گئے

مارے کو تیرے زلف کی لاکھون جتن کئے
لیکن ڈسا ہو کالے نے جسکو سو کیا جئے

تہمت ہمارے خون کی جراح کو نہ دو
ہے بیطرح یہ زخم کھوا اسکو مت سیئے

سلگا نہ کاروان ترے نالہ سوا اے جرس
ہمنے تو ایسے قافلے لاکھون جلا دیے

اڑ لیے اب اس چمن سے کہ موج نسیم نے
خاشاک آشیان کے مرے سب بہا دیے

آخر اڑا ایگی زر گل مفت مین صبا　　اے غنچہ فکر جمع سے مت خون دل پیے

سودا جہان مین آئے کوئی کچھ نہ لے گیا
جاتا ہون ایک مین دل پُر آرزو لیے

جب اپنے بند قبا تمنے جان کھول دیے　　صبا نے باغ مین جا گل کے کان کھول دیے
چمن مین کسکی مدارات تھی بتا تو نسیم　　کہ صبح غنچون کے تین عطردان کھول دیے
نہین یہ سرمۂ دنبالہ دار مژگان نے　　دلون پہ ہو کے صف آرا نشان کھول دیے
سمجھ کے باندھیو صیاد بال و پر میرے　　کہ تا کہے نہ یہ کوئی ندان کھول دیے
نین کو موند کے سنتا تھا قصۂ عالم　　لگے جو کہنے مری داستان کھول دیے
تھے عقدہ غنچون کے دلمین طرف سے بلبل کے　　نسیم صبح نے آ درمیان کھول دیے

سواد مین تری وادی کے کہیو سودا سے
کواڑ چھاتی کے آ درمیان کھول دیے

ساون کے بادلون کی طرح سے بھرے ہوئے　　یہ وہ نین ہین جنسے کہ جنگل ہرے ہوئے
اے دل یہ کس سے بگڑی کہ آتی ہے فوج اشک　　لخت جگر کی نعش کو آگے دھرے ہوئے
پلکین تری کہان نہ صف آرا ہوئین کہ وان　　افواج قاہرہ کے نہ برہم پرے ہوئے
آنکھونکو تیرے کیونکہ مین باندھون کہ یہ غزال　　جاتے ہین میرے دل کی زراعت چرے ہوئے
بوندی کے جد دھرونسے یہ بھڑتے ہین بگد کر　　لڑکے مجھ آنسوؤن کے سپنٹے منگرے ہوئے
انصاف اپنا سونپئیے کس کو بجز خدا　　منصف جو بولتے ہین سو تجھسے ڈرے ہوئے
نزدیک اپنے رہنے سے مت کر ہمین تو منع　　ہین لاکھ کوس جب تئے دل سے پرے ہوئے
مجلس مین چھوکرون کے جو تجربے سے شیخ جی　　آوین تو پھر خدا نے کیا مسخرے ہوئے

سودا نکل نہ گھر سے کہ اب تجکو ڈھونڈتے
لڑکے پھرین ہین پتھرونسے دامن بھرے ہوئے

وعدۂ لطف و کرم گر نہ وفا کیجیے　　پھر نہین تو ستم کچھ تو بھلا کیجیے
کنج قفس سے ہمین رکھنے سے اب کیا حصول　　ذبح کے لائق نہین ہین تو رہا کیجیے
ہجر مین تیرے ہمین اتنی نہین جائے امن　　بیٹھ کے اپنے کہین چپکے رویا کیجیے
داد طلب دل کی یان کیجے تو کیا فائدہ　　کرنا ہے جو کچھ ہمین روز جزا کیجیے

یاد کرو ہو جہان تم بد دعا غیر کو — گالی ہی اک آدھ وہان ہم کو دیا کیجیے

نبض مری دیکھکر بولے ہے اب یون طبیب — پھر تشفی کہو تو دوا کیجیے

بولے ہے واعظ کہ نے سینے تو ہے منع ہے — کہنے ہی کی بات ہے اسکو سنا کیجیے

فرصت عمر اپنی یہ لطف خداوند وہ — کہہ تو حق بندگی کیونکہ ادا کیجیے

پاس اگر زر نہو کرکے مغان ترک سے — حال مین اپنے سدا مست رہا کیجیے

پہچانون سودا تجھے کیونکہ مگر اس شوخ کے
گر وہ ترا اسم و رسم پوچھے تو کیا کیجیے

ہمت کہان کہ منت دونان نہ لیجیے — جیدھر ہوا نکی پشت ادھر رو نہ کیجیے

سوزن مین دوستی کے نہین رشتۂ وفا — اس پارہ پارہ دل کو کہو کیونکہ سیجیے

گرمی کسو طرح نہین بازار عشق مین
سودا متاع دل کے تئین آگ دیجیے

کہون مین کس سے کہ مطلب مرا روا کیجے — بھلا ہے ترک تعلق کا مدعا کیجے

یہی تلافی ہے اک دم تبان سے ہستی کی — کہ خاک ڈال کے سر پہ سدا رویا کیجے

جفا و مہر برابر ہے عاشقان کے تئین — خوشی ہو جسمین تمہاری سو ہی کیا کیجے

کہے تھا شمع سے پروانہ رات جلتے وقت — کہ حق بندگی اس طرح سے ادا کیجے

کہا طبیب نے احوال دیکھکر میرا
کہ سخت جان ہے سودا کی آہ کیا کیجے

ہر سحر نسل تری چشم کا اک مفتون ہے — بستۂ زلف پہ ہر شام ہی اور شبخون ہے

ہر مخبط بھی خیال اپنے مین افلاطون ہے — عقل پہ ہوگی اسے وہ جو ترا مجنون ہے

راز افشا نہ کرو غنچے کی خاموشی کا — تجھ جگر سوختہ کا بھی تو جگر پر خون ہے

اے فلک کس قدر رعنا کو زمین مین گاڑا — سرو جو کھینچے ہے سر خاک سے سو موزون ہے

جزو ہی کل ہے حقیقت مین ترقی ہے شرط — قطرہ بڑھتا ہی رہے یار تو پھر جیحون ہے

جی بچے سو ہی غنیمت سمجھ اے خانہ خراب — ورنہ سب اہل گلستان کا چمن مین خون ہے

گل نے شبنم سے لے الماس کو کھایا لیکن — گانٹھ مین غنچۂ لالہ کے ابھی افیون ہے

ایک شعر نے اُس ترک پسر سے یہ کہا — ہے جو سودا کوئی شاعر وہ ترا مفتون ہے

سُنکے بولا یہ کہو میری طرف سے اُسکو
باندھنا خون پہ کمر اپنی نپٹ مضموں ہے

سرو گلشن سے نہ کچھ مفتون ہے — بید بھی قد کا ترے مجنون ہے
جذب طوفان نہ زمین سے ہوتا — تشنہ لب کونسا یان مدفون ہے
مصرع آہ مرا سُنکے کہا — کتنا بے معنی و ناموزون ہے
چڑھ گیا نظرون کوئی شاہ سوار — قطرۂ اشک سراگلگون ہے
نقل مجلس جو بنے شیخ تو پھر — بھر زاہد گزک افیون ہے
بزم عشرت مین ترے حزن کچھ آج — نالۂ نے پہ نپٹ مفتون ہے
لے خبر اسکی تو جلدی ظالم — اسکے پردے مین کوئی محزون ہے
بھاگ دیوانے سے مت اے عاقل — دہین جانان ہی جہان مجنون ہے

دشت گردی سے ہے کیا سودا کو
تیرا کوچہ ہی اُسے ہامون ہے

گر تجھ مین ہے وفا تو جفا کار کون ہے — دلدار تو ہوا تو دل آزار کون ہے
نالان ہون مدتون سے ترے سایہ کے تلے — پوچھا نہ یہ کبھو پس دیوار کون ہے
ہر شب شراب خوار و ہر اک ان سیاہ مست — آشفتہ زلف و لٹ پٹی دستار کون ہے
ہر آن دیکھتا ہون مین اپنے صنم کو شیخ — تیرے خدا کا طالب دیدار کون ہے

سودا اگر جرم عشق سے کرتے ہین آج قتل
پہچانتا ہے تو یہ گنہگار کون ہے

اس چال کے سنبھلنے کا کچھ اسلوب نہین ہے — یہ کج روشی ہم سے فلک خوب نہین ہے
ہرگز مین نہ تجھے چھوڑکے یوسف کو نہ دیکھون — اس چشم کو ہم چشمی یعقوب نہین ہے
گو سیل خرابی نے کیا گھر کو مرے صاف — صد شکر کہ اب زحمت جاروب نہین ہے

الفت مین کچھ اپنے بھی اثر چاہیے سودا
ہر چند وفا شیوۂ محبوب نہین ہے

مرے گر عاشق بیکس تو ماتم دار دشمن ہے — صدا زنجیر کے گھر واسطے مجنون کے شیون ہے
جگر اور دل پہ اب میری بہار ایسی ہے داغون سے — کہ زخم سینہ گویا رخنۂ دیوار گلشن ہے

فلک گوشہ مین تنہائی کے بھی رہنے نہین دیتا
یہ ہم پیر شمع کے فانوس مین جلنے سے روشن ہے

دل لیکے ہمارا جو کوئی طالب جان ہے　　ہم بھی یہ سمجھتے ہین کہ جی ہے تو جہان ہے
ہر ایک کے دکھ درد کا اب ذکر و بیان ہے　　مجکو بھی ہو رخصت مرے بھی منہ مین زبان ہے
اس عشق کا تو ہی ہے سزاوار کہ ہر ایک　　دل دیکے ترے نام کو جو پائے نشان ہے
جو بندۂ ہر جیسے ترا یا بندہ ہے جہانمین　　جز عمر گذشتہ کہ وہ ڈھونڈھو سو کہان ہے
پیری جو تو جاوے تو جوانی سے یہ کہیو　　خوش رہیو مری جان تو جیدھر ہو جہان ہے
پہونچا نہ کوئی مرغ کبھو اپنے چمن تک　　جز طائر حسرت کہ وہ یان بال فشان ہے
تجسے تو کسو طرح مرا کچھ نہین چلتا　　جز خون کہ آنکھون سے شب و روز روان ہے
ساقی تو نظر کیجیو ٹک صبح چمن کو　　اس پیری کے جلوے کا بھلا کون جوان ہے

سودا کا ترے عشق مین طفلان سے ہے یہ حال
جیدھر وہ کھڑا ہووے تو جون سنگ نشان ہے

اٹھایا کوہ رستم نے اگر تو سخت نادان ہے　　اٹھانا دل کو دنیا سے عجب کار نمایان ہے
خوشی دو دل کو بھی یکجا نہ دیکھا مین زمانہمین　　چمن مین گل اگر خندان ہے تو بلبل بھی نالان ہے
عزیز و نیک و بد رکھتا ہے یہ دوران کمینہ کو　　گہر اور پوت کے دل مین جگہ رشتہ کی یکسان ہے

اسیری پر مرے ناحق یہ دل بیداد کرتا ہے　　قفس مین ہمنوایان چمن کو یاد کرتا ہے
عجب بیداد حسرت پر مری صیاد کرتا ہے　　دکھا دے ہے مجھے اسکو جسے آزاد کرتا ہے
جو وہ پوچھے تجھے قاصد کہ سودا خوش تو رہتا ہے　　تو یہ کہیو کبھو رو رو دل اپنا شاد کرتا ہے
عجب احوال کو سودا ستم تیرے سے پہونچا ہے　　کوئی معشوق بھی عاشق پہ یہ بیداد کرتا ہے

لبان سے ترے ہاتھون سے نالان اسکو دیکھا مین
کوئی ٹک منہ لگاتا ہے تو وہ فریاد کرتا ہے

مری آنکھون مین ہے بستا تجھے تو کیون رلاتا ہے　　سمجھ کر دیکھ تو اپنا بھی کوئی گھر ڈوباتا ہے
عیان ہے شوق ملنے کا مرے نامے کے کاغذ سے　　کہ جب کھولے ہے تو اسکو تو وہ لپٹا ہی جاتا ہے
میسر ہو اگر محراب تیرے تیغ ابرو کی　　طرف کعبہ کے سجدہ پھر تو کس کافر کو بھاتا ہے
شب مہتاب مین جاری ہین سودا کی دیکھا کر　　تجھے گر چاندنی مین سیر دریا کا خوش آتا ہے

اسقدر سادہ وہ پرکار کہین دیکھا ہی
بے نمود اتنا نمودار کہین دیکھا ہی

خواہ کعبے مین تجھے خواہ بتخانہ مین
اتنا سمجھون ہون مرے یار کہین دیکھا ہی

دکھ دہندا اور بھی ہین لیک کسو کے کوئی
دل سا بھی درپے آزار کہین دیکھا ہی

نظر آتی نہین اب شکل رہائی مجھسا
ساعت بد کا گرفتار کہین دیکھا ہی

پھرے ہی کوچہ و بازار مین تو کیون سودا
جنس دل کا بھی خریدار کہین دیکھا ہی

کیا جانیے کہ کس کے دل کا لہو پیا ہے
کنگھی سے لے آڑے ہاتھون کیا زلف کو لیا ہی

مجلس مین یہ ابھرنا پیارے حباب جو کا
بے چیز تو نہین ہے کچھ تمنے دم دیا ہی

خوش قامتون کا ملنا نت اُٹھ کے ہی قیامت
جو اُنسے مل کے آیا مر کے وہ جیا ہی

مجھ حال دل کی شاہد ہے بیکسی کہ جسکو
تو نے دکھا دکھا کر اُسکا لہو پیا ہی

شملا پڑا ہے اتنا کیون تیرے پیچھے زاہد
پگڑی کو تیری ان نے کیا آگے دھر لیا ہی

شانہ مین شیخ جی کی داڑھی پھنسی نہ سمجھو
ایک چور بال ہے یان وہ کاٹھ مین دیا ہی

اثبات کر کے مجھسے ایکبات اب کہو تمہین،
لیکن نہ کہنے لگیو مجھ پر یہ طوطیا ہی

آتا ہے یاد کوئی تزئین کے وقت تجکو
اکثر تو دے کے سرمہ آنکھون مین رو دیا ہی

رونے کی سیر سے سودا تاثیر کیا کہون مین
عالم کے دل کو جن نے خونناب کر دیا ہی

ارض و سما شفق نے لہو مین بھر دیا ہے
یا دل کسو نے جا کر خالی کہین کیا ہے

سینہ اب اپنے دل پر کرنے لگا ہے تنگی
از بسکہ زخم اُسکا پھاٹا ہے اور سیا ہے

چون گل ہی مجھپہ احسان کیا ساقی ازل کا
میرے لہو سے مجکو اک جام بھر دیا ہے

کس سے کہون بتانکے مین ڈھنگ دلبری کا
ان کافرون نے میرا دل لیکے جی لیا ہے

دل پر کبھو ہمارے تجکو نہ رحم آیا
آئینہ کو جو حیران دیکھا تو رو دیا ہے

یارو فلک جو مجکو احسان کش کرے ہے
اس سفلہ نے کہو تو ایسا وہ کیا دیا ہے

اُسکی بڑی عنایت اک دل ہی یہ کہ جسکو
چون غنچہ سو جگہ سے پیوند مین کیا ہے

سودا سے یہ کہا مین کچھ ذکر کر خوشی کا
خاموشی نے تو تیری عالم کا جی لیا ہے

بولا بیان سن کر کس کی خوشی کہوں میں
اس غمکدہ میں آ کر دل کن نے خوش کیا ہے

یاران حال کا تو ہے ذکر نوحہ آسا
مذکور رفتگان کا سینے تو مرثیا ہے

لیکن اگر کہے تو اب اس غزل کو پڑھیے
جز لفظ یا الف پر جسکا کہ قافیا ہے

یان چشم سرمہ سا کا مارا کوئی جیا ہے
ہر سرو اس چمن میں اک آہ بے صدا ہے

دراق دل نے آتش دیگر مری زبان کو
جون غنچہ شقایق خاموش کر دیا ہے

عذر ستم کو ہرگز یان رو نہیں کہ دل کا
مثل درا جابجا نت زخم کھل رہا ہے

لب تشنگان جام تسلیم ہے ہم ہیں ساقی
یا بادہ یا ہلاہل جو ہو سو واہ وا ہے

اس وضع کے بشر کو کس ساتھ ہو کدورت
کچھ خود بخود ہی اپنا دل خاک ہو رہا ہے

سمجھے اگر تو اتنا یہ زندگی مرض ہے
ہو درد جسطرح کا پھر وہ تجھے دوا ہے

دریا دلوں سے مطلب جیسا ن لعل یا ن کسی ہے
آتش نے اپنے ہمکو سیراب کر رکھا ہے

گر لے چلا وہ دل کو بیگانہ وار سودا
تو ہی کر اب تغافل جانے دے آشنا ہے

قاصد کو اپنے ظالم جو کچھ کہ دوں بجا ہے
جیتا پھرے تو اجرت ورنہ یہ خون بہا ہے

نامہ کا غور سے ٹک میرے جواب لکھیو
انشا و ظاہری کا باطن میں مدعا ہے

تیری سمجھ کے آگے ناقص نہیں عبارت
گو ہم سے حرف مطلب لکھنے میں رہ گیا ہے

آنکھوں لگے گرد میری مژگان کی ہے یہ صورت
جلیسے کنار دریا خس سب کے آرہا ہے

انعام نامہ بردان ہے درجہ شہادت
تیری گلی ستمگر صحراے کربلا ہے

احوال کی ہمارے تمکو تو کیا خبر ہے
گذرے ہے جیسے جی پر سو وہ ہی جانتا ہے

اور دل جو ہے بغل میں سو سطرح کا پھوڑا
ہرگز نہ وہ پکے ہے ظالم نہ پھوٹتا ہے

القصہ کیا کہوں میں گلشن میں زندگی کے
تجھ بن نہال سودا یا تون ہی آ لگا ہے

نسیم ہی ترے کوچے میں اور صبا بھی ہے
ہماری خاک سے دیکھو تو کچھ رہا بھی ہے

ترا غرور مرا عجز تا کجا ظالم
ہر ایک بات کی آخر کچھ انتہا بھی ہے

جلے ہے شمع سے پروانہ اور میں تجھ سے
کہیں ہے مہر بھی جگ میں کہیں وفا بھی ہے

خیال اپنے میں گو ہوں ترانہ سنجان مست
کراہنے کو دلوں کے کبھی سنا بھی ہے

زبان شکوہ سوا اب زمانہ میں ہیہات
کوئی کسی سے بہ ہمہ مگر آشنا بھی ہے

ستم روا ہے اسیرون پہ اسقدر صیاد
چمن چمن کہین بلبل کی اب نوا بھی ہے

سمجھ کے رکھیو قدم دشت خار مین مجنون
کہ اس نواح مین سودا برہنہ پا بھی ہی

سودا جو سنا ہے کسو کا نام یہی ہے
آوارۂ صد زلف سیہ فام یہی ہے

کہتا ہے بنا گوش ترا زلف کے آگے
مین صبح قیامت ہون مری شام یہی ہے

کب تاب قفس لا سکے وحشت مری صیاد
اک الفت گل بس ہے کہ سو دام یہی ہے

سودا کو کہا دیکھ کے اے مردم نافہم
جس سے کہ ہمین کرتے ہو بدنام یہی ہی

تو ست اندھیری رات ہی اغیار ساتھ ہی
جو دل مین آوے کہہ یہ گنہگار ساتھ ہی

جو گل ہے یان سو اس گل رخسار ساتھ ہی
کیا گل ہے وہ کہ جسکے یہ گلزار ساتھ ہی

خاموش عندلیب چمن تجھسے کیا ہی بحث
اپنا سخن تو مرغ گرفتار ساتھ ہی

پیغام اس نگاہ کا جس مین بدے مہر
کیا جانے کسکے آخری دیدار ساتھ ہی

عقدہ نہ یہ کھلا کہ مرے دل سا پہلوان
تجھ زلف کے بندھا ہوا یکتا ساتھ ہی

کرتے تو ہو مرے مرض دل کی تم دوا
یارو جو دل یہی ہے تو آزار ساتھ ہی

سودا کے ہاتھ کیونکہ لگے وہ متاع حسن
لے نکلین جسکو گھر سے تو بازار ساتھ ہی

لینا جو شیشۂ دل منظور ہے تو یہ ہے
ثابت جو ہے تو یہ ہی اور چور ہے تو یہ ہی

اس چشم خون چکان کا احوال کیا کہون مین
گر زخم ہے تو یہ ہے ناسور ہی تو یہ ہی

کچھ بس نہین ہی تجسے جز رو کے چپ ہو رہنا
قدرت جو ہی تو یہ ہے مقدور ہی تو یہ ہی

گردش سے آسمان کے نزدیک ہے سبھی کچھ
ہمسے تجھے ملانا اک دور ہے تو یہ ہی

عارض ترا نہ تنہا پروانہ کا دل و جان
ایمان شمع کا بھی گر نور ہے تو یہ ہی

اے دل قبول کرنا باتون کو مہوشان کی
گر فہم عاقلان مین کچھ دور ہے تو یہ ہی

لخت جگر کو یارو دیکھو مری مژہ پر
اب دار ہے تو یہ ہے منصور ہی تو یہ ہی

دیکھا نہ اے دوانے سودا کا حال تو نے
مہر و وفا کا انکی دستور ہے تو یہ ہی

عالم کی اب زبان کا دکھ کیا کہو نہین یارو
گر نیش ہے تو یہ ہے زنبور ہے تو یہ ہی

جسدن سے اس گلی مین دیکھا ہو محو تعجب
کچھ ذکر ہے تو یہ ہے مذکور ہے تو یہ ہی

ہر آن اُس سے کہنا سودا سے تو نہ ملیو
بد وضع ہین جہان کے مشہور ہی تو یہ ہی

چہرہ مریض لب کا ترے زرد ہے سو ہے
عیسیٰ کنے دوا نہ رہی درد ہے سو ہے

گذرا ہے کسکی خاک سے ظالم تو بے خبر
دامن کے ساتھ ساتھ ترے گرد ہی سو ہے

شوخی چھپی نہ حسن کی ہرگز کہ روے مہر
افلاک کے بھی پردے مین بے پردہ ہی سو ہے

ہر دم جو مجھسے پوچھے ہے تو کیا ہے دکھ تجھے
کہنے کا تجھسے فائدہ بے درد ہے سو ہے

افراد صاد خاص کا دفتر کیا نہ جمع
اپنا لکھا ہے جسپہ وہ اک فرد ہی سو ہے

ابھرے کسو ہی طرح ہمین دیکھکر فلک
نظرون مین اپنے خانہ پر گرد ہی سو ہے

تیغ و سپر بندھا کے سپاہی رقیب کو
کتنا ہی تم بناؤ وہ نامرد ہے سو ہے

سودا گلی مین یار سے گو بولتا ہے گرم
پر ہر سخن کے ساتھ دم سرد ہے سو ہے

درد میرے استخوان کا کیا کرے دمساز ہی
سقدرائے نے تری محزون کیون آواز ہی

قد کو تیرے جسجگہ مشق خرام ناز ہی
اُس جگہ شور قیامت فرش پا انداز ہی

دلکو رکھتی ہے نپٹ جنبش نفس کے بیدماغ
تجھ بن اب مجھسے ہوا ے زندگی ناساز ہی

بیقراری دلکی اُڑ جاوے جو تو جوشش کرے
طائر سیماب کو آتش پر پرواز ہی

خدا کے آتے ہی چلے اکثر غلامی سے نکل
بندہ پرور دیکھیے آگے ہنوز آغاز ہی

گو مجھے بے بال پر تو نے کیا اے آسمان
باز دے پرواز میرا چنگل شہباز ہی

شاعران ہند کا تو گرچہ پیغمبر نہین
پر سخن کہنے مین اے سودا تجھے اعجاز ہی

پروا عبث ہے ہمسے یہ خاطر نشان رہے
جب دم اٹھا یہ بیچ سے پھر ہم کہان رہے

رہیو اسیطرح سے جو پیارے جہان رہے
اک نام تو رہے جو نہ تیرا نشان رہے

جو عضو دیکھیے تو کرے ہوش سے نگاہ
تو جا جدھر ہو شوق ترا ہم جہان رہے

ہمین کسی سے گر اظہار درد آتا ہے
کبھی نفس سے بتقریب سرد آتا ہے

کسیکی ہے سر نو داد خواہ ابر بہار
کہ شہر شہر ملے منہ پہ گرد آتا ہے

جلوں ہوں رشک سے میں شعلہ سان گلی میں تری
جو رنگ کاہ نظر مجکو زرد آتا ہے

نہ پوچھ حال ہمارا کہ ایسی باتوں سے
کوئی سنے سے ترے دل کو درد آتا ہے

خبر دل اپنے کی پوچھے ہے اس سے جا سودا
تری گلی میں سے جو رہ نورد آتا ہے

گو دختر رز عشق میں یاروں کے لگی ہے
زاہد جو برا مانے ہے کیا اسکی سگی ہے

اُس شوخ سے صحبت ہی نہیں آپسے جسکو
برسوں ہی میں خوش کیجے تو پل میں خفگی ہے

کیا پوچھتے ہو حال اسیران چمن کا
یکمشت پر اب کنج قفس میں ہمگی ہے

سودا کے جو بالیں پہ گیا شور قیامت
خدام ادب بولے ابھی آنکھ لگی ہے

نہیں ممکن اسیروں کی کوئی فریاد کو پہونچے
صبا یہ مشت پر اس دام سے صیاد کو پہونچے

عبث نالاں ہو اس گلشن میں تو اے بلبل ناداں
نہیں ہے رسم یاں کوئی کسیکی داد کو پہونچے

میں پھرکے سب طرفسے دی ہی دھونی اب در دلپر
نہ دیکھی کوئی بستی اس خراب آباد کو پہونچے

کسیکا درد دل پیارے تمہارا ناز کیا سمجھے
جو گذرے صید کے جی پر اسے شہباز کیا سمجھے

رہا کرنا ہمیں صیاد اب پامال کرنا ہے
پھڑکنا بھی جسے بھولا ہو سو پرواز کیا سمجھے

نہ پہونچے داد کو ہرگز ترے کوچے کا فریادی
کسیکے شور محشر میں کوئی آواز کیا سمجھے

نہ پوچھو مجھسے میرا حال ٹک دنیا میں جینے دو
خدا جانے میں کیا بولوں کوئی غماز کیا سمجھے

کہا چاہے تھا کچھ تجسے ولیکن دل دھڑکتا ہے
کہ میری بات کے ڈھب کو تو اے طناز کیا سمجھے

جو گذری رات میرے پر کسے معلوم ہو تجھ بن
دل پروانہ کا جز شمع کوئی راز کیا سمجھے

نہ پڑھیو یہ غزل سودا تو ہرگز میر کے آگے
وہ ان طرزوں سے کیا واقف وہ یہ انداز کیا سمجھے

جسدن تری گلی کی طرف ٹک پون بہی
میں آپ کو جلا کے کروں خاک تو سہی

پہونچی نہ تجکو آہ مرے حال کی خبر
قاصد گیا تو اُن نے بھی کچھ اپنی ہی کہی

تڑپے ہے مدتوں سے مری جان پر اسے
کچھ سخت آرزو ہے کہ اتبک اٹک رہی

کیونکر جلے نہ رشک سے فانوس بیچ شمع ۔۔۔ جامہ ترے بدن مین ہے اس رات کیبھتی

سودا جو بے خبر ہے کرے وہ کرے ہی عیش
مشکل بہت ہی انکو جو رکھتے ہین آگہی

اب شہد زندگی کی نہین ہے ہوس مجھے ۔۔۔ تجھ بن ہے نیش دل سے تار نفس مجھے
شعلہ مین برق کا ہون پر افسردہ یان تلک ۔۔۔ ہر خار اس چمن مین سمجھتا ہے خس مجھے

اک گل سے بو وفا کی جو آتی ہو لے نسیم
ہر صبح اس چمن کی ہو شام قفس مجھے

منھ لگا دے کون مجکو گر نہ پوچھے تو مجھے ۔۔۔ عکس بھی دیتا نہین اب آئنہ مین رو مجھے
تجھ غم دوری سے جون دولاب یہ ممکن نہین ۔۔۔ بیقراری آن بھر رونے دے اک پہلو مجھے
جو تری زلفون سے گذرا سر پہ کر سکتا نہین ۔۔۔ جون صدا کے کاسہ چینی ہی سر سے مو مجھے
ناتوانی بھی عجب کچھ ہی کہ گلشن مین نسیم ۔۔۔ نت لیے پھرتی ہے دوش اوپر برنگ بو مجھے
جا کڑے زنجیر سے بھی ٹھہرنے نہ مدہوش ازل ۔۔۔ لے گئی مستی برنگ تاک ہر اک سو مجھے
منحصر جون شمع جلنے پر مری ہے زندگی ۔۔۔ تاب تب سے عشق کے یا تنک ہوئی ہی جو مجھے
کی ہی مین جون کو مدت سے خموشی اختیار ۔۔۔ سخت رسوا ہو کہے گر نا سزا بد گو مجھے
کسکو ہے سودا نگاہ گرم گلشن کیطرف ۔۔۔ جانتا ہو وے اگر اسکو تو بتلا تو مجھے

بولتا ہے یون زبان حال سے صحن چمن
چھاتی کے اوپر پھپھولے ہین حباب جو مجھے

سود جون شمع نہین گرمی بازار مجھے ۔۔۔ ہو نہین وہ جنس کہ آتش دے خریدار مجھے
ہی قسم تجکو فلک دے تو جہان تک چاہیے ۔۔۔ جلوۂ حسن اُسے حسرت دیدار مجھے
ہون تصدق ترے از عالم فانوس خیال ۔۔۔ گو تحیر نے کیا صورت دیوار مجھے
اے غم یار مرا خون جگر کتنا اکچھے ۔۔۔ نظر آتا ہے فراخور تری دشوار مجھے
تمکو معلوم ہے یارو چمن قدرت مین ۔۔۔ عمر گذری کہ ہے گردش سے سروکار مجھے
پر مین حیران ہون کہ جون سایۂ مرغان ہوا ۔۔۔ نہ کیا ایک قدم چلنے پہ مختار مجھے
حسرت و داغ و الم درد چلا میرے ساتھ ۔۔۔ ہجر تیرے نے کیا قافلہ سالار مجھے
مشت پر چھوٹ نہ ترے ہاتھ مین آیا صیاد ۔۔۔ مفت رسوا تو ہوا کر کے گرفتار مجھے

تخم گل پر محبت چمن دہر مین تھا عوض آب دے آتش کیا گلزار سے مجھے

نہ پھرا ملک عدم سے کوئی یار لے سودا
جانا اب اُنکی خبر لینے کو ناچار سے مجھے

اسقدر اُنکی ہوا مست ہے ویرانے کی کسی لڑکے کو نہین سدھ کسی دیوانے کی
جل موا شمع کو دیکھا جو مرے بالین پر بدگمانی سے مین اب داغ ہون پروانے کی
شکر صد شکر نہین مین کسی خاطر کا غبار خاک کعبہ کی ہون یا گرد صنم خانے کی

شیخ وہ رشتہ ہے زنار ہمارا جن نے
پھاڑ ڈالی ہے ترے سبحہ کے ہر دانے کی

نہ تاب لا سکے خورشید عشق کے تب کی نہ طاقت اب کسی مشعل کو ہے مرے شب کی
کسو نے حال سے میرے کہی نہ تجھسے بات اگر کہی بھی کسو نے تو اپنے مطلب کی
گیا نہ سر سے مرے تا ہنوز شور جنون بہار خط کی ترے ہو گئی خزان کب کی
نشان کفر سے میرے بنی علامت دین پر اس سخن کی علی الرغم رائے ہو سب کی
نہین ہے رشتۂ تسبیح صورت زنار ستم ہے شیخ تجھے اپنے دین و مذہب کی

جس روز کسی اور پہ بیداد کروگے یہ یاد رہے ہم کو بہت یاد کروگے

اس دل کی اسیری سے نہین کچھ تمھین حاصل
اک نالۂ جانکاہ سے آزاد کروگے

عشرت سے دو جہان کے یہ دل تہ نہ ہو سکے تیرے قدم کو چھوڑ سکے یہ نہو سکے
جس سر زمین پہ جا کے رو دون تیری یاد مین دہقان کچھ اس زمین مین بجز دل نہ بو سکے

جو بادہ تو نہ پیے جام لالہ ہو نہ سکے سبو سے غنچۂ گل بھی پیالہ ہو نہ سکے
جو بیچین شہر محبت مین خانۂ دل کو بغیر داغ کے پھر قبالہ ہو نہ سکے
تری گلی مین اکیلا کمین مین ہے غماز بڑا ستم ہے اگر ضبط نالہ ہو نہ سکے
ہم اپنی جان تلک دے چکین جو مانگو تم پر ایک آرزوئے دل حوالہ ہو نہ سکے

نہ رو تو وادی مجنون مین اسقدر سودا
کہ گرد سرمۂ چشم غزالہ ہو نہ سکے

ممکن نہ تیر خوردہ تڑپ کر سنبھل سکے مارا تری نگہ کا جگہ سے نہ ہل سکے

کیا کاوش مژہ سے ترے دل کا چل سکے
عہدے سے جسکی صف کے نہ محشر نکل سکے

جوں شکست خوردۂ طوفان ہوں مین کہ جو
پانی مین ہو نہ غرق نہ آتش سے جل سکے

ٹالا ہی تھا پہاڑ کو فرہاد نے و لے
آئی کو کیا کرے جو وہ سر سے نہ ٹل سکے

زور آوری سے زلف کے دل کا چلا نہ کچھ
بل جس مین ہووے اُس سے یہ کیا کر نکل سکے

اُس صاحب حیا کی اگر پیش آفتاب
منھ سے اٹھے نقاب تو پھر وہ نہ ڈھل سکے

جو پھلجھڑی کی شاخ نہ پانی سے ہون مین سبز
دے آگ باغبان کہ میری بیل پھل سکے

عرصہ تو زندگی کا نہین اسقدر بھی یان
افسوس مین کسیکے کوئی ہاتھ مل سکے

سودا جنھین دیا ہے خدا نے کچھ عقل و فہم
انکا حنائے عیش پہ دل کیونکہ چل سکے

مارینگے ایک دو کو یا آپ مر رہین گے
پیارے تری گلی مین کچھ ہم بھی کر رہین گے

اے ابر جا تو مت کم رونے پر ہمارے
یہ چشم پھوٹی پھوٹی تالاب بھر رہین گے

یارب منطجر س کے چھاتی تو پھٹ گئی ہی
کب تک ہمارے نالے دور از اثر رہین گے

اب تو تری گلی سے جانا ہی مصلحت ہے
دیکھین گے پھیر آکے جیتے اگر رہین گے

تمھاری زلف کچھ اینٹھی ہی رہتی ہے سدا ہمسے
نہین یہ کج ادائی اور سے اُسکو سوائے ہمسے

عجب واشد ہی غنچون کو صبا سے دیکھ تو ظالم
نہ کھلوایا کبھو تین اسطرح بند قبائے ہمسے

چمن مین آشیان مت کر کہو یہ جا کے بلبل سے
جلا مت مشت خس اپنا عبث تو آتش گل سے

رسائی گر سر مو بھی نہین طالع ہین گو مت ہو
پریشانی مین ہمسر ہے مرا بخت اُسکی کاکل سے

نے ضرر کفر کو نے دین کا نقصان تجھسے
باعث دشمنی اے گبر و مسلمان تجھسے

آہ و زاری سے مری شب نہین سویا کوئی
تجھسے نالان ہون مین اک خلق ہے نالان مجھسے

خار ہون خشک و لے آتش سوزان اے بخت
لوجھ کر سبز قدم کھینچے ہے دامان مجھسے

اُسکی خو سے نہین محرم انھین رونے سے کام
کیا کیا چاہتے ہین دیدۂ گریان مجھسے

نہ بر و ورد نہ نمبت نہ بصورت نہ بشکل
لیگیا کیونکہ مین حیران ہون دل و جان مجھسے

تصور مین ترے کہیو صبا اُس لاابالی سے
گلے لگ لگ مین رویا رات تصویر نہالی سے

بجز سرگشتگی ارباب صورت کو نہین حاصل
ہوا روشن یہ مضمون مجکو فانوس خیالی سے

چھکا ہون اسقدر دیکھ اُسکی آنکھونکو کہ اب ساقی
شروع بزم بہلاتا ہے مجکو جام خالی سے

تری تیغ نگہ کا اے فرنگی زادہ کشتہ ہون
مجھے کہ غسل دین خاطر شراب پرتگالی سے

مکدر کیون نہ دل تیرا ہوا شنگ وآہ سے میرے
لگے ہے زنگ لوہے کو ہوا ے برشگالی سے

رہا کرتا ہے کیا صیاد بعد از اتنی مدت کے
چمن مین جب کہ سکیے تفاوت گل کو ڈالی سے

رہے کب پستی دوران سے ہمت شیر مردان مین
نہ مین دیکھا کہ ہو وحشت کسو کو شیر قالی سے

نہوان جامہ زیبان کی کمر کا موشگاف اتنا
دلا مین تنگ آیا ہون تری نازک خیالی سے

دل بے عشق کی دشمن ہی تحریک نفس ناصح
کرے ہے کام تیھر کا ہوا مینا ے خالی سے

کہی تعریف مین جو بیت تجھ ابرو کی سودا نے
خراج و باج لیتی ہے وہ دیوان ہلالی سے

تخم گل امید چمن اس شورہ زار سے
فارغ ہو بیٹھ فکر خزان و بہار سے

کیون عندلیب کہ تو بھلا اب کہان ہے گل
جز یہ کہ دل خراشی ہے حسرت کے خار سے

رنگین شفق سے ٹک نہ رہا دست آفتاب
مانگون حنائے عیش سو کیا روزگار سے

سرگشتگی نصیب کی مرمٹیے تو نجائے
اٹھتی ہے گرد باد ہمارے غبار سے

اتنی ہے بعد مرگ بھی پاس شکست دل
ٹوٹے نہ آئنہ مرے سنگ مزار سے

ہون کشتنی ہی مین تو میان مار کر مجھے
بدنام مت ہو خنجر زہر آبدار سے

یہ زور مصلحت ہے کہ آ بھی ہون شادی مرگ
دیکھے اگر تو نیم نگہ مجھکو پیار سے

دل سے ہوس نکالی نکلتو نکی شیخ نے
پیوند کر کے ریش کو موے زہار سے

سودا نہ پوچھ کس سے وہ گلرو ہے آشنا
ہووین جو ایک دو تو بتاؤن ہزار سے

مرجان کا نخل ہون نہ پھلون برگ و بار سے
ٹپکے ہے رنگ خون مری شاخسار سے

خنجر طلب ہے مرگ سے ہرآ ہوے حرم
دل بھر گیا ہے کسکی مژہ کا شکار سے

مجھ سے بیان نہ کر طپش برق کا کہ وہ
تعلیم پر ہے کسکے دل بیقرار سے

ساقی پہونچ شتاب کہ تجھ بن نہین سے مجھے
سوجھے ہے دو آتشہ کم ذوالفقار سے

کھووے نہ مرگ صافی طینت کی قدر کو
کرتے ہین پاک آئینہ میرے غبار سے

جس جا کہ مین بیان کرون درد شکست دل
آسیب کب ہو شیشہ کو وان کوہسار سے

سودا جو مے پرست جہان کے ہین اُنسے تو
مت کر طلب شراب کی ہر جا خمار سے

اُسکو یہ مثل دانۂ انگور دین گرہ
قطرہ نیچے اُنھون کے اگر زہر مار سے

شکوہ ہے دور ظالم کر نامروتون سے
لبریز ورنہ دل ہے تیری شکایتون سے

پہونچے انہیں دل کے ممکن نہین کہ ہوئے
معلوم حال میرا انکو کتابتون سے

ہو خامہ اشک ریزان ہیش از سخن کے کہتے
کاغذ کی چھاتی پھاٹی میری حکایتون سے

مژدہ یہ ہمصفیرو پہونچے تمھین کہ تم پر
عرصہ تھا تنگ میرے نالہ کی حسرتون سے

سو مجکو آسمان نے کنج قفس کو سونپا
اب تجھے چمن مین تجے فراغتون سے

نے رات چین مجکو آہ و فغان سے اپنے
نے دن پڑوسیون کو راحت ملامتون سے

رکھیو اثر تو خاطر نالے کی ٹک ہمارے
پہونچا ہے دل سے لب تک سخت زحمتون سے

فندق چمن مین کس کی دیکھے ہو انگلیون پر
ہر شاخ سرنگون ہے گل کی خجالتون سے

کعبہ اگر نجا دین تو کیون چڑھین گدھے پر
رسوا جو شیخ جی ہین اپنی حماقتون سے

سودا وطن کو تج کر گردش سے آسمان کے
آوارہ غریبی ہے اتنی مدتون سے

شوق اب یہان تک اپنی ہم شہریون کی بھولا
نامہ جو اُسکو پہونچا اُن بیمروتون سے

کھولا اُسے تو ہرگز اک لفظ بھی نہ سمجھا
قاصد سے پوچھے معنی رو رو اشارتون سے

نہ بھولا ہی آرسی گر یا اُسکو تجھ سے محبت ہے
بھروسا کچھ نہین اسکا یہ منھ دیکھے کی الفت ہے

اگر کہیے تو کہیے سرو قد رکھتا ہے تیرا سا
پہ تیرے قد کو تشبیہ اُس سے دیجے کیا قیامت ہے

نہ کھینچو تیغ ہر اک دم ہمارے عشق سے گذرے
ملین گے اور سے جا کر جو اپنا سر سلامت ہے

ہمکو خدا جو قتل کرا اور آپ بچ رہی
باعث ہے یہ کہ یار کے جا ہاتھ سے بچ رہی

یوسف کی کب تھی گرمی بازار اسقدر
جو دھوم تیری کوچہ و بازار مچ رہی

جون بیل عشق پیچے کی لپٹے ہی شاخ پر
اسطرح زلف یار کے قد سے پلچ رہی

ہمیشہ میری چشم سے ہونیکو بار ہا
جھڑیان لگا لگا کے تو برسات مچ رہی

زاہد نے اپنے جبہ کو ہم سے دیا نہ ہضم
دستار شیخ جی کی تو سودا کو پچ رہی

دن رات ہر ایک نے میری چھری لگائی
کیا جانے آنکھ تجھسے مین کس گھڑی لگائی

دکھ چوٹ کا نہ میری دل سے گیا طبیبو
مین سو طرح سے گھس گھس بوٹی جڑی لگائی

کرتا تھا خون ناحق یہ رنگ پان دل کا
مستی کی تو نے ظالم تس پر دھڑی جمائی

جو حسن موتیون کی تول اُن دنون بکتا تھا
تو نے بہ نرخ گندم اُسکی دھڑی لگائی

تجھ عشق مین پیارے وہ زیر چوب لگ ہین
نے پھول کی کسی نے جنکو چھڑی لگائی

آیا نظر تو جسکو ہر اک پلک نے اُسکی
ملنے مین دیر باہم کتنی بڑی لگائی

غمازی مین کیونکر کاٹون زبان کہ تجھسے
جو بات کان اُسکے مجھسے پڑی لگائی

آنکھون سے آنکھین تا صبح ہرگز نہ بھی چھوٹین
زنجیر کی کڑی پر جیسے کڑی لگائی

اس شور سے ہوا ہے سودا ترا دیوانہ
لڑکون نے جُن کے پتھر گھر گھر جھڑی لگائی

حلقہ تیری زلف کا جب یار منہ کھولے رہے
پیچ جیکا وہ جسکی خاطر مار منہ کھولے رہے

چشم نرگس کی موندے کسطرح تیری سامنے
جسکے آگے تجھ سا گل رخسار منہ کھولے رہے

پائی ہے لذت اُسی نے تیری تیغ عشق کی
جسکا زخم سینہ بعد از وار منہ کھولے رہے

خون دل ان شست اندازون نے یہ میرا پیا
سیر اگر پیکان ہو تو سوفار منہ کھولے رہے

عرض مطلب کیے گئے غیر اُس سے اپنی بار ہا
رو نہ پایا اُسسے ہم ہر بار منہ کھولے رہے

کھلنا اُس منہ کا ہے نکلے جسمین سے در سخن
جون بدررو گو کہ بدگفتار منہ کھولے رہے

عالم بالا سے کب سودا کرے استادہ ماغ
جون صدف ہر دُر شہوار منہ کھولے رہے

آگے بدگو کے اُدھا دے اپنی تو ٹوٹی سی کفش
بحث کرنے کو تری بیزار منہ کھولے رہے

کوئی کرتا ہے اُس سے جو یہ مذکور بہتر ہے
لہذا دل کے دکھ دینے سے تا مقدور بہتر ہے

نہ کھینچے تجکو یہ اور کھینچے مقناطیس آہن کو
مرے نزدیک اس دل سے تو پتھر دور بہتر ہے

ہزارون نیشتر پاتا ہون یان ہین کام مین اپنے
ترے گھر سے تو ظالم خانۂ زنبور بہتر ہے

رکھے ہی مردہ دل زاہد بھی داغ عشق محبوبان
پر اتنا بے نمک جس سے چراغ گور بہتر ہے

یہ سن رکھ وقت بجھنے کے چراغ اکثر ہو نور افزا
افاقت سے مرے مت آ کہ یہ رنجور بہتر ہے

مجھے بھی خواہش ایسی زندگانی کی نہ تھی ظالم
ہوا ایسا ہی جو قتل بیگنہ منظور بہتر ہے

نہین گلشن بھی کچھ گلخن سے کم احباب اے سودا
رکھین سیر چمن سے گر مجھے معذور بہتر ہے

بلبل نالان دو ردِ عشق کچھ معقول ہے
سانس لے سکتے نہین جنکے برہ کی سول ہے

کون محشر مین ہمارے خون کی یوے گا داد
جب تو بولے گا کہ ہم قاتل ہین یہ مقتول ہے

خال کا دانا بکے ہے خرمن گوہر کے نرخ
حسن گندم گون کے مزرع کا یہ کچھ محصول ہے

روشنی کا دولت دنیا کی جو مفتون ہوا
ہے وہ پروانہ کہ رسوائے چراغ غول ہے

شیخ گل بازی کو تجسے روز للچاتا ہے دل
زرد چیرا آپ کا گیندے کا گویا پھول ہے

ضارب و مضروب پر کرتے ہین دو ملا جو بحث
ہم تو پڑھ سمجھے ہین اک فاعل ہے اک مفعول ہے

محتسب کو بھی جو مین تاڑا تو سودا اندنون
عشق مین اس چشم میگون کے سدا مشغول ہے

سر بہ پیش افگندہ اکثر میکدہ کی راہ سے
یون چلا جاتا ہے خدمت سے گویا معزول ہے

خشک رہنے سے ہمارا دیدۂ تر پاک ہے
جون حباب اس گھر مین جب دیکھو ہوا نمناک ہے

منہ لپارے کیا پھرے ہو اے فلک سمجھے ہین ہم
ایکدن تیرا دہن اور اپنی مشت خاک ہے

تند خوئی سے تری اتنا پھرے ہے دادخواہ
جسجگہ دیکھو ہون شعلہ کو گریبان چاک ہے

رہنمائی خلق کی چاہے تو راہ کج نہ چل
شیخ ہونے سے عصا محروم چوب تاک ہے

گر چمن مین ہمصفیرون سے رہا ہے کچھ نشان
آشیان کا انکی آوارہ خس و خاشاک ہے

رات یون کہتا تھا ظالم مجھسے جلاد فلک
یار مین تیری ہے سب خوبی پہ ٹک سفاک ہے

فتنۂ روے زمین آنکھون تکا ہے تیرے غلام
خادمہ غمزے کی انکے گردش افلاک ہے

مت سمجھ بیقید رہا لونگی گر رکھتا ہے فہم
توتیاے چشم نقش پا ہماری خاک ہے

کیا لکھون حال تباہ اپنا کہ سودا دادہ جو لوگ
چاہتے تھے یہ دن انکے پانسے وان تک ڈاک ہے

حیران ہون شمع کسکے لیے سوزناک ہے
پروانہ کسکے شعلۂ خو کا ہلاک ہے

زاہد نے مجھے تھا نجس ترے ہونے پہ یقین
لیکن جو چیز خشک ہوئی پھر وہ پاک ہے

قاتل سے کیون جھگڑتے ہو کیا مجھسے بیر ہے
جا بے خطر نہیں یہ سرا زخم خنجر ہے

کہتا ہے عشق عقل سے مجکو تو بیر ہے
ناصح تو کیون بکے ہے دیوانہ سا خیر ہے

ملت طلب ہوا ہے دل شیخ و برہمن
صورت حرم کی کیسی ہے کیا شکل دیر ہے

چاہا کہ جون حباب مین دیکھون یہ کائنات
کھولی نین تو اور ہی عالم مین سیر ہے

رکھتے ہین ایک طرح سے ہم وصف ذات حق
وہ شخص کون سا ہے جو سودا بغیر ہے

خاک پر بھی تیرے دیوانے کی یہ تدبیر ہے
ہر بگولا طوق ہر موج ہوا زنجیر ہے

کیا نیاز عشق سے غافل ہے ناز حسن آہ
شیرین کیا جانے کہ خون آلودہ جوے شیر ہے

رحم کچھ آپ ہی تجھے آوے تو آوے ورنہ یان
آہ ہے سو بے اثر نالہ سو بے تاثیر ہے

مت چڑھا اس ابرو کے منھ لے ماہ نو جسکے حضور
اٹھ گئی پائے صفت مژگان یہ وہ شمشیر ہے

اسقدر آغوش مین نظارہ کھینچے ہے تجھے
پشت آئینہ کی تیرا عکس رو تصویر ہے

شیخ کی بانگ و صلوۃ اور پر تو اے نادان بجا
خانۂ قصاب مین بھی روز و شب تکبیر ہے

واے اسدن پر کہ نالان ہون تری کوچے کے بیچ
ایک خاموشی ہے اب تسپر تو سو تقریر ہے

کس شکار انداز کا یا رب ہوا ترکش تہی
مرغ تک قبلہ نما کے بھی جگر مین تیر ہے

جو کوئی پوچھے کیا کس جرم پر سودا کو قتل
کہ کسیکو گر کوئی چاہے یہ کم تقصیر ہے

گل پھیلے ہین اور ون کی طرف بلکہ ثمر بھی
اے خانہ برانداز چمن کچھ تو ادھر بھی

کیا ضد ہے مرے ساتھ خدا جانئے ورنہ
کافی ہے تسلی کو مرے ایک نظر بھی

اے ابر قسم ہے تجھے رونے کی ہمارے
تجھ چشم سے ٹپکا ہے کبھو لخت جگر بھی

اے نالہ صد افسوس جوان مرنے پہ تیرے
پایا نہ تنک دیکھنے مین روے اثر بھی

کس ہستی موہوم پہ نازان ہے تو اے یار
کچھ اپنے شب و روز کی ہے تجکو خبر بھی

تنہا ترے ماتم مین نہین شام سیہ پوش
رہتا ہے سدا چاک گریبان سحر بھی

سودا تری فریاد سے آنکھون مین کٹی رات
آئی ہے سحر ہونے کو ٹک تو کہین مر بھی

نہ مجھسے کہہ کہ چمن مین بہار آئی ہے
یہ مرغ کشتنی کب قابل رہائی ہے

نہ چھوڑ پنجۂ مژگان تو دست طفل سرشک
ابھی زمین پہ گرے ہے تو رائی کائی ہے

اثر کیا ترے دل مین مجھ اشک نے تو کیا
ڈبا کے خلق کو کشتی مری ترائی ہے

ترے نکالے سے تجھ گھر سے کون جاتا ہے
وہی تو جائیگا پیارے کہ جسکی آئی ہے

غرور تقوی سے کتنے تھے شیخ جی سرکش
پر اب عمامہ نے گردن تنک نوائی ہے

گئے تھے آپ خداوند سیر باغ کہ گل
جہان کھلے ہین دہان پہ کبریائی ہے

کرین ہین در پہ ترے شیخ و برہمن سجدہ
بتوں نے حسن و ادا تیرے گھر خدائی ہے

جہان سے کندن دل سخت کار ہے فرہاد
وگرنہ کوہ کنی زور آزمائی ہے

تن گداز مین دل کیونکہ مین رکھا سودا
یہ آگ پانی مین کس سحر سے چھپائی ہے

بہار بے سپر جام یار گذرے ہے
نسیم تیر سی چھاتی کے پار گذرے ہے

شراب حلق سے ہوتی نہین فرو تجھ بن
گلو سے خشک سے تیغ آبدار گذرے ہے

گذر مرا ترے کوچے مین گر نہین تو نہ ہو
مرے خیال مین تو لاکھ بار گذرے ہے

مجھے کے قطع کر اب پیرہن مرا خیاط
نظر سے چاک کے یان تار تار گذرے ہے

ہزار حرف شکایت کا دیکھتے ہی تجھے
زبان پہ شکر ہو بے اختیار گذرے ہے

باعتبار شکم شیخنا کو دوزخ کی
ہمیشہ فکر مین لیل و نہار گذرے ہے

کہے ہے آج ترے در پہ اضطراب نسیم
کہ اس جہان سے کوئی خاکسار گذرے ہے

تری گلی سے گذرتا ہون اسطرح ظالم
کہ جیسے ریت سے پانی کی دھار گذرے ہے

مین وہ نہین کہ کوئی مجھسے ملکے ہو بدنام
نجانے کیا ترے خاطر مین یار گذرے ہے

مجھے تو دیکھ کے جوش و خروش سودا کا
اسی ہی سوچ مین لیل و نہار گذرے ہے

یہ آدمی ہے کہ سر مارتا پھرے ہے بسنگ
کہ باد تند سوے کوہسار گذرے ہے

اس دل کی تف آہ سے کب شعلہ بر آوے
بجلی کو دم سرد سے جسکے حذر آوے

ٹک داغ سے چھاتی کے سرک جاے جو پھایا
آتش کے تئین قدرت خالق نظر آوے

دے شکوے کی رخصت جو نہین شرم محبت
غنچے کیطرح ٹکڑے ہو منھ تک جگر آوے

یان تک نہ دل آزار خلائق ہو جو کوئی
ملکر لہو منھ سے صف محشر مین در آوے

سینون کو دلون سے تو نہ خالی کر اب اتنا
ڈرتا ہون نہ چھاتی کسی بیدل کی بھر آوے

پینے کو لہو اپنے غم عشق مین تیرے
تھا ایک جگر سو تو کہان تک بسر آوے
ظالم کر اب انصاف کہ سینہ مین کہان سے
ہر دم کے لہو پینے کو تازہ جگر آوے
سب سے کہے سوتا ہون یہ کہدین کہ پھر آتا
بالین پہ مرے شور قیامت اگر آوے
بیخوابی سے مرتا ہے شب ہجر مین سودا
اب اسکے کہنے کو افسانہ کوئی نوحہ گر آوے

افعی کو یہ طاقت ہے کہ اس سے بسر آوے
وہ زلف سیہ اپنی اگر لہر پر آوے
شیشہ نہ کہے راز مرے دل کا تو لے جام
سرگوشی ہی اُسکی نہ تری چشم بھر آوے
کیا ہو جو قفس تک مرے اب صحن چمن سے
دو برگ لیے گل کے نسیم سحر آوے
سب کام نکلتے ہین فلک تجھسے پہ لیکن
میرے دل ناشاد کی امید بر آوے
جب پھونکے ہے ناقوس صنم خانہ دل شیخ
کعبے کا ترے وجد مین دیوار و در آوے
نامے کا جواب آنا تو معلوم ہے اے کاش
قاصد کے بد و نیک کی مجھ تک خبر آوے
ہو مین تو ضعیف اسقدر اے مور کہ وہ آب
گذرے مرے سر سے جو ترے تا کمر آوے
دیتا ہے کوئی مرغ دل اُس شوخ کو سودا
کیا قہر کیا تو نے غضب تیرے پر آوے
اب لے تو گیا ہے پر اُسے دیکھیو نادان
پل مین نہ اُڑاتا وہ اگر بال و پر آوے

نسیم گر قدم دوستی بجا لاوے
یہ مشت پر ہین قفس مین چمن کو لیجاوے
جفا وہ کیجو جو خاطر مین اب ترے آوے
وہی ہے خوب مرے حق مین جو تجھے بھاوے
سمجھ کے رکھیو پیارے گلی مین اپنے خرام
مبادا پانون تلے دل کسی کا آجاوے
طریق عجز مین مجھ ساتھ جو مقابل ہو
سوائے خاک نہ تجھسے کوئی بسر آوے
درخت خشک ہون اس باغ مین خدا نکرے
کہ باغبان مرے احوال سے خبر پاوے

الٰہی بزم بتان سے وہ شمع ٹل جاوے
ڈرون ہون مین کہ کسی کا نہ دل پگھل جاوے
مخاطب اس لب جان بخش کا جو ہو یک دم
عجب نہین کہ مسیحا کا دل نکل جاوے
مغان مین کیا کہون زاہد پیر کی کیفیت
کہ جسکو دختر رز دیکھکر ادہر ڈھل جاوے
الجھ اندنون تری نظر دستے گر چلا ہو دل
جو دستگیری مژگان ہو تو سنبھل جاوے

بدن کو شمع سے کون اسکے دے سکے تشبیہ
مجال کیا ہے کسی کی زبان جل جاوے

دماغ خلوت آئینہ ہو تو یہ چاہے
کہ اپنا عکس بھی اس گھر مین سے نکل جاوے

گرہ تو عشق کی سودا کے سر سے ٹلتی ہے
قدم پہ زلف کے دل کو جو دیتے بل جاوے

گو غنچہ سان گرہ مین دل جمع زر کرے
آخر برنگ گل ہو پریشان سفر کرے

ناچیز کو نہ صحبت نیکان اثر کرے
رشتہ کو کہ تو آب گہر کیونکہ تر کرے

ہر دانہ میرے خوشۂ خرمن مین ہی شرر
کہ برق کو سمجھ کے ٹک ادھر گذر کرے

زاہد چلا ہے کعبہ کو اور برہمن کنشت
بندے ہین اسکے ہم جو کسی دل مین گھر کرے

ہے فخر تجھ گلی مین اگر ہو نمین مشت خاک
شاید کوئی اٹھا کے زمین سے بسر کرے

گل پر بغیر رخصت بلبل چمن کے بیچ
اے اہل درد کفر ہے گر تو نظر کرے

دیتا ہے تجھ عذار کے دھوکے سے جی پتنگ
ثابت یہ خون کیونکہ کوئی شمع پر کرے

جگ مین شراب خوار کی تشہیر کے لیے
سودا جو محتسب ہو تو زاہد کو خر کرے

بدلا ترے ستم کا کوئی تجھ سے کیا کرے
اپنا ہی تو فریفتہ ہووے خدا کرے

قاتل ہماری نعش کو تشہیر ہے ضرور
آئندہ تا کوئی نہ کسی سے وفا کرے

اتنا لکھا یو مرے لوح مزار پر
یان تا نہ ذی حیات کو کوئی خفا کرے

بلبل کو خون گل مین لٹایا کرون مجھے
نالے کی گر چمن مین تو رخصت دیا کرے

فکر معاش و عشق بتان یاد رفتگان
اس زندگی مین اب کوئی کیا کیا کیا کرے

عالم کے بیچ پھر نہ رہے رسم عاشقی
گر نیم لب کوئی ترے شکوے سے وا کرے

گر ہو شراب و خلوت محبوب خوب رو
زاہد تجھے قسم ہے جو تو ہو تو کیا کرے

تعلیم گریہ دون اگر ابر بہار کو
جز لخت دل صدف مین نہ گوہر بندھا کرے

تنہا نہ روز ہجر ہے سودا یہ ستم
پروانہ سان وصال کی ہر شب جلا کرے

ساق سیمین تری شب دیکھلے گوری گوری
شرم سے شمع ہوئی جاتی ہے تھوڑی تھوڑی

نیشکر نے کہین تجھ لب سے کیا تھا دعوے
آجتک اسکی پڑی کٹتی ہین پوری پوری

آ گیا دست مین جون دزد حنا تیرے ہاتھ
ورنہ جا پانؤن کو لگا ہی تھا چوری چوری

ابر چھایا ہے سیہ مست مجھے اے ساقی
دے تو بھر بھر کے مجھے پیالیان کوری کوری

کافر جو ہو مجھ سا اُسے دل اپنے مین جا دے
ایسا تو بت اس دیر مین معلوم خدا دے

ڈھایا مین ترے کعبہ کو تین دل مرا ای شیخ
تعمیر مین کردون اُسے تو اسکو بنا دے

اے خضر ز خود رفتگی کیا طرفہ سفر ہے
جسمین کہ نہ بھولین نہ کوئی راہ بتا دے

بیمار کو تیرے ہو شفا اُس سے نہ مانون
عیسیٰ کو یہ قدرت ہی کہ مرتے کو جلا دے

سودا جو ترے ہی تو رکھ نالے سے دل باز
اس جنس کو برسات کا موسم ہے ہوا دے

دل مین بسنے کی ترے مجکو بہت ہے شادی
چشم بد دور سلامت رہے یہ آبادی

اے گل اندام ترے ہاتھ سے مین ہون نالان
کون بلبل ہے چمن مین کہ نہین فریادی

کوچہ عشق مین ہم تیرے ہین گردن زدنی
تیغ ابروئے بتان بیچ نہ تھی جلادی

ہو گئے صاحب جوہر ترا منھ دیکھ فقیر
ہے نمد پوش سدا آئینہ فولادی

بال و پر توڑ کے سونپے ہے قفس کو صیاد
تجھ سے رخصت ہے مری اے ہوس آزادی

خون ہے جان مین سودا کے رہیگا جبتک
تیر مژگان نہ رگ جان پہ کرین فصادی

ایک دن دشت مین جا کر مین کہا سودا سے
چھوڑ بستی کو تجھے کیونکہ خوش آئی وادی

یہ کہا سنکے کس امید پہ بستی کے بیچ
غم کٹے دل کا مرے ہو مرجی کی شادی

ہے وہ بنیاد خرابی کی جہان مین اے دوست
سمجھے ہین اہل جہان جسکے تئین آبادی

تجھ تیغ تلے کہہ تو رستم ہے کہ سر دھر دے
پیارے یہ ہمین سے ہو ہر کارے دہر مر دے

ہر دن تو تجھے اپنے کوچے سے نکالے ہی
جاؤن ہون بھلا اب مین لا دل میرا دھر دے

معشوق کی الفت ہی بندہ کرے عاشق کو
کس گل نے خریدا ہے بلبل کے تئین زر دے

کب شمع مجالس کی فانوس مین چھپتی ہی
جو حسن ہو بازاری مت اسکو بٹھا پردے

دل کے تئین اک عالم کہتا ہے خدا کا گھر
اے عشق اسے آتش دے ہی تو سمجھ کر دے

پانی بھی نہ مانگ اُس سے جو ہووے تنک مایہ
کاسہ کے تئین گل کے شبنم نہ کبھو بھر دے

مین داد ستد اسے دل کی بھی نہ زمانہ کی
خاتم لے سلیمان سے چیونٹی کے تئین پر دے

دے داد مرے دل کی سوزن کہ جب آہن کا
رشتے کی گرفتاری سوراخ جگر کر دے

ق

سودا سے کہا مینے کل سیر گلستان مین
یہ وقت خموشی ہے ظالم غزلے فر دے

سنتے ہی غرض اسکے یہ شعر پڑھا اُن نے
جس شعر کا ہر مصرع آہ دل پر درد کے

کھلنے تو لگا ہے دل جون غنچہ ہمارا بھی
لیکن نہ صبا تجسے گا ہے بدم سر دے

سینہ کو ستمون کے نگہ تیری توڑ دے
آنکھون کی ہر پلک صف محشر کو موڑ دے

آیا ہے تنگ دام مین زلفون کے مرغ دل
سر تا قدم سے وار کے صدقے مین چھوڑ دے

جبدم وہ صنم سوار ہووے
تا صید حرم شکار ہووے

جو اُٹھ نہ سکے تری گلی سے
رہنے دے کہ تا غبار ہووے

محکم تو رواق بن سکے ہے
گو عمر کہ پائدار ہووے

وہ قطرہ تو چاہتا نہین مین
جس مین گل و گلعذار ہووے

وسعت مری سینہ بیچ اے دہر
ٹک دل کی شگفت دار ہووے

سوزن کی نہ جیب کیجو منت
یون پھٹیو کہ تار تار ہووے

شبنم سے بھرے ہی ساغر گل
گردون تو خراب و خوار ہووے

پانی نہین دیتے اسکو ظالم
جز زخمی بے شمار ہووے

ناصح تو قسم لے ہمسے دل پر
اپنا کبھو اختیار ہووے

کھینچے ہے کوئی بھی تیغ پیارے
جوہر کہ جب آبدار ہووے

کن زخمون مین زخم ہو کہ جب تک
چھاتی کے نہ وار پار ہووے

کھینچی ہے بھوون سے تیغ کہہ کر
سودا سے کہو نثار ہووے

دیسے ہی کا ہے یہ کام گل رو
عاشق ہے نہ گو ہزار ہووے

خط نقص صفائی رخ دلدار نہووے
گرد آئینہ کو باعث زنگار نہووے

دولاب کی ہے حق بطرف مستی سے فریاد
پیمانہ کسیکے گلے کا ہار نہووے

آہنگ سفر کب مرے سینہ سے کریگا اشک
تا لخت جگر قافلہ سالار نہووے

کب صبح وہ انکھیان نہ کھلین نیند سی ہرگز
صد فتنۂ خوابیدہ کہ بیدار نہووے

ہو دست خدائی مین تو یہ کیجے منادی
ظالم ہو جو کوئی سو طرحدار نہووے

ہم زمزمہ کب مرغ چمن ہو سکے مجھ سے
تا کنج قفس مین وہ گرفتار نہووے

کر ذبح شتابی نہ مجھے صیاد کہ یہ صید
ہاتھون ہی مین تیرے کہین مردار نہووے

سودا چمن دہر سے یہ چشم نہ رکھیو
وہ گل نظر آوے کہ جسے خار نہووے

جز لخت دل اپنے تو نہ دیکھے گل بے خار
سو بھی کہ جو مژگان پہ نمودار نہووے

پھر نظر تجکو نہ دیکھا کبھو ڈرتے ڈرتے
حسرتین جی کی رہین جی ہی مین مرتے مرتے

کھینچتے کیا ہو میان تیغ کہ یان رشتۂ عمر
صرف سینہ پہ ہوا ٹانکے ہے بھرتے بھرتے

پھر گلگشت عدم سے جو کوئی پہونچا ہے
سمت اس باغ کے طے منزلین کرتے کرتے

پھل جوانی کا نہ پایا کبھو جون طفل سرشک
مل گیا خاک مین یان پانؤن ہی دھرتے دھرتے

کیا ہمین فائدہ آنکھون سے بقول سودا
پھر نظر تجکو نہ دیکھا کبھو ڈرتے ڈرتے

کیا کیجے کہ ہمسے کچھ بات نہین بن آتی
اب سنگ تجھ گلی کے یہ سر ہے اور چھاتی

دیوانگی ہماری کیا کیا مچاتی دھومین
زنجیر پڑے کے پانؤن گر اپنے گھر نہ لاتی

جی چاہے جو کچھ تیرا سودا دشنام دے مجھکو
ہو دیگا دعا تجھکو تو میری ہی زبانی

اے آہ تری قدر اثر نے تو نجانی
گو تجکو لقب ہمنے دیا عرش مکانی

اک خلق کی نظرون مین سبک ہو گیا لیکن
کرتا ہون مین اب تک ترے خاطر پہ گرانی

ٹک دیدۂ تحقیق سے تو دیکھ زلیخا
ہر چاہ مین آتا ہے نظر یوسف ثانی

معمور ہے جس روز سے ویرانۂ دنیا
ہر جنس سے انسان کی ہاٹ گئی چھانی

اک وامق نو کا ہے سمجھ چاک گریبان
کرتی ہے جو رخنہ کوئی دیوار پرانی

بلبل ہی سسکتی نہین کچھ باغ مین تجھ بن
شبنم گلون کے منھ مین چواتی رہی پانی

ہے گوش زد خلق مرا قصۂ جانکاہ
جب سے کہ نہ سمجھے تھا تو چڑیا کی کہانی

جون کشتہ مجھے شرم ہے زنار کی اے شیخ
مالا نہ جپون رات کو بے اشک فشانی

کیا کیا ملے لیلی صفتان خاک مین سودا
گو اپنے کبھی محبوب کی دیکھی نہ جوانی

جس سمت نظر موج سراب آوے تو یہ جان
ہووے گی کسی زلف چلیپا کی نشانی

برہمن بت کدہ کے شیخ بیت اللہ کے صدقے
کہین ہین جسکو سودا وہ دل آگاہ کے صدقے

جتا دین جس جگہ ہم قدر اپنی ناتوانی کی
اگر کہسار وہان ہووے تو جاوے کاہ کے صدقے

نہ دی تکلیف جلنے کی کسو کے دل کو میرے پر
اثر سے دور رہتی ہے مین اپنی آہ کے صدقے

عجائب شغل مین تھے رات تم اے شیخ حرمت کے
مین اس ریش بلند اور دامن کوتاہ کے صدقے

نہین بے وجہ کوچے سے ترے اٹھنا بگولے کا
ہماری خاک بھی جاتی ہے تیری راہ کے صدقے

لگی وہ شب بھی اے پروانہ حق باہم دکھا دیگا
تو جل بل شمع پر جاوے مین ہون اس ماہ کے صدقے

دکھاتی ہے تجھے کس طرح سودا کی نظرون مین
جو ہو انصاف تو جاوے تو اسکی چاہ کے صدقے

اے لالچی تو کیسے غیرون کا مت ٹٹولے
جو کچھ تو چاہے یک شب مجھ پاس آ کے سو لے

کھنجن سے تجھ نین کو تشبیہ کیونکہ دیجے
وہ تو چنا کرے ہے انکے سدا ممولے

ہے میری استخوانین تیر نگہ ترازو
کتے رقیب سے کہہ شمشیر کو نہ تولے

شب دیگ کھانا کچھ بھاتا ہے سکو از بس
کھانے کو جا رہا ہے کشمیریون کے لٹولے

انصاف کچھ بھی یارو ہے عشق کے نگر مین
دل غم سے آب ہووے اور چشم موتی رولے

دہقان پسر وہ ہمسے یون صلح کب کرے ہے
بوٹون کے کھیت اور چلتا ہے جنگ ہولے

وہ تو پچی کا ہرگز ہمکو لکھے نہ نامہ
گدڑی مین جا کبوتر لیتا ہے مول گولے

کل بارے کہا مین سستا ہے آج سودا
بکتا ہے اک نگہ پر اسکے تئین کہ جو لے

کہنے لگا کہ نادان یہ حیف ہے کہ کوئی
اسپند کرنے کو بھی ایسے سیاہ کو لے

ہو شاد اس غزل سے روح آبرو کی سودا
تو اس زمین مین نادان طور اپنا کیون نہ بھولے

جون غنچہ تو چمن مین بند قبا کو کھولے
پھر گل سے اے پیارے بلبل کبھو نہ بولے

آویگا وہ چمن مین تڑکے ہی میکشی کو
شبنم سے کہہ دی بلبل پیالے گلون کے دھولے

باغ جہان مین آکر کچھ ہمنے پھل نہ پایا
اک دل ملا کہ جسمین ہین سیکڑون پھپھولے

ایسا ہی جاؤن جاؤن کرتے ہو تو سدھارو
اس دل سے کل جو ہونی سو آج ہی وہ ہو لے

کم بولنا ادا ہے ہرچند پر نہ اتنا
موند جائیں چشم عاشق تو بھی وہ لب نکھولے

چشم پر آب ہوں میں جوں آئینہ حبابی
رک رک کے ٹرٹرے ہیں چھاتی میں سب پھپھولے

کون ایسا اب کہے ہے سودا گلی میں اسکی
آ تجکو لے چلیں ہم دل کھولکر تو رو لے

اثر سے ہیں تہی نالے تصرف سے ہیں دم خالی
نیستان ہو گئے شیر ون سے یارب یکقلم خالی

تجلی سے جہاں اپنے نہ چھوڑیں ایکدم خالی
کہ جب تک آپ سے جوں بدر ہو جاویں نہ ہم خالی

نظر آیا بھی احوال جہاں اسمیں تو کیا حاصل
جو دل میں نقش ہے اپنے ہے اس سے جام جم خالی

کدورت سے زمانے کی برنگ شیشۂ ساعت
ملے ہمدرد اگر کوئی تو کیجے دل بہم خالی

تہیدستی ہماری دیکھ چشم کم سے مت منعم
کہ ہے یہ ہاتھ شکل کیسۂ اہل کرم خالی

برنگ لفظ ہو اٹھنے سے جسکے بیت بے معنی
فلک اسطرح گھر تیرا چلے ہیں کر کے ہم خالی

نہ رہیو آہ سے مجھ پیر کے اے نوجوان غافل
کہ تیر اپنے کمان کہنہ کا پڑتا ہے کم خالی

کہیں جانا ہو تو ہستی سے جا ادھر کو اے سودا
خلل سے راہ یاد یگانہ بجز راہ عدم خالی

خاتم کے جوں نگین ہیں کس کام کے لیے
گھر میں کوئی جگہ دے مگر نام کے لیے

چیرہ جو فصل گل میں گرو ہے مرا تو ہو
سر گھو دیا ہے غنچے نے اک جام کے لیے

پیش از ظہور مرغ چمن خادمان عشق
بنتے تھے رشتۂ رگ گل دام کے لیے

پہونچے سو کیونکہ منزل مقصد کو یہ قدم
پیدا ہوئے ہیں گردش ایام کے لیے

سودا ہزار حیف کہ آ کر جہان میں ہم
کیا کر چلے اور آئے تھے کس کام کے لیے

ہر آن یاس بڑھتی ہر دم امید گھٹتی
دن حشر کا ہے اب تو فرقت کی رات کٹتی

پر کا نہیں یہ چھٹنا مجھ سینہ چاک کی ہے
ہر صبح بار غم سے چھاتی فلک کی پھٹتی

کوچے میں اسکے باقی مجھ خاکسار پر اب
یا آسمان کا گرنا یا ہے زمین الٹتی

مژگان کی برچھیوں نے دل کو تو چھان مارا
اب بوٹیاں تھی باقی انکے جگر کی بٹتی

زلف سیہ میں لے دل بکھرا نہ مایۂ خاک
یہ جنس تیرہ شب میں مشکل ہے پھر سمٹتی

خون جگر کا کھانا دل پر نہیں گوارا
اس ترش ابرو کی جب تک نہووے چٹنی

آئینہ کہ رہتا تھا خوبوں کے صاف منہ پر
ہیں ایک دن یہ شکلیں سب خاک بیچ اٹنی

کیا پست فطرتوں کو بخشی ہے سربلندی
دنیا کے شعبدے سے تعلیم ہووے نٹنی

تو نے بٹھائے سودا یہ قافیہ وگرنہ
پائے قلم کو کیسے سر ہے یہ زمین رٹنی

مطلعات

اعجاز منہ تکے ہے ترے لب کے کام کا
کیا ذکر ہے مسیح علیہ السلام کا

بساط اپنی میں تھا جو ایکدل سو بھی تو کھو بیٹھا
تجھے مدت ہوئی پیارے میں اس سے ہاتھ دھو بیٹھا

یارہی بقدر حسب ہو آشنا دس بیس کا
مثل ماہ عید کے پورا جو ہووے تیس کا

خط مرغ نامہ بر نے تجھے کون سا دیا
مضمون تو نے سنکے نہ جس کا اڑا دیا

غنچوں کو گو شگفتہ چمن میں صبا کیا
لیکن ہمارے غنچۂ دل کو نہ وا کیا

کیا جانیے نگہ نے ترے کیا بلا کیا
تجھسے کے دل کو اپنی طرف مبتلا کیا

کسو نے روم لی قسمت میں کوئی شام لے آیا
ہمیں لے کچھ نہ آیا ایک تیرا نام لے آیا

ہے سخت بیمروت وہ بت وفا کرے کیا
پر اب تو لگ گیا دل دیکھیں خدا کرے کیا

نہ سرمہ چشم میں اسے شوخ خانہ جنگ لگا
چلے گی خاک جو تیغ نگہ کو زنگ لگا

دل کو اے عشق سوئے زلف سیہ فام نہ بھیج
رہزنوں میں تو مسافر کو سر شام نہ بھیج

کیا خوشی ہمکو کہ اپنی ہے یہ حیرانی کی طرح
دیکھتے ہی عید عالم چشم قربانی کی طرح

کون کہتا ہے نہ اوروں سے ملا کر مجھ سے مل
جسکے ملنے میں خوشی تیری ہو مل پر مجھسے مل

دیدۂ پر آب سی تجھ بن ہمیں کیا کم ہے جام
بزم مشتاقاں سے تیرے حلقۂ ماتم ہے جام

سننے پائے نہ دہن اسکے سے دشنام تمام
جنبش لب ہی میں اپنا تو ہوا کام تمام

سودا کے لیے بر سر بازار ہوئے ہم
ہاتھ اسکے بکے جسکے خریدار ہوئے ہم

آ گئے یا قسمت جلاوے یار یا مارے ہمیں
اب تو آنکھوں سے لگا ہر دم دکھنے بار سے ہمیں

نہ پوچھ سنگ و گل اے شیخ اس صدا کو مان
مرے صنم کی پرستش کر آ خدا کو مان

افراد

دل کو تو ہر طرح سے دلاسا دیا کرون
تغافل سے ترے اے بیوفا کب تک جفا دیکھون
فائدہ کیا خط تجھے لکھ لکھ اگر روتا ہون مین
مین وقف تماشا ہے ہر اک اہل نظر ہون
اے میان عشق کے یارون کو کہین ٹھور نہین
میکشان روح ہماری بھی کبھو شاد کرو
سنکے یہ کہتا ہے میرے نالۂ جانکاہ کو
عشق کے کوچے مین جلوہ ہے تبا نکا سنگ راہ
وہ سمندر ہے کہ جسکا نہ کہین پاٹ لگے
تبسم دیکھ تیرا کیون نہ دل بیتاب ہو جاوے
اس دل پہ تجھے رحم جفا کار نہین ہے
مسیحا سن کے اٹھ جاوے جو کچھ کہیے دوا کیجے
مین کہتا ہون دل اپنے سے کہ ننگ نام سے گذرے
کہون کیا عشق کی آتش سے یارو مجھپہ جو گذری
کہا مین داغ مرے دل کا جون چراغ جلے
چمن مین بلبلون نے جب نباہے عشق کر چہکے
کل جو بیٹھا پاس مین اک جا ترے ہم نام کے
قاصد یہی پیام تو جا کہیو یار سے،
اشراف یا کمینہ طلبگار ہو کوئی +

آنکھین تو مانتی نہین مین اسکو کیا کرون
خدا وہ دن کرے تجکو کسی پر مبتلا دیکھون
نامۂ اعمال دل لکھتا ہون اور دھوتا ہون مین
گوہر نہ سمجھ قطرۂ خوناب جگر ہون
دل نہین صبر نہین آپ نہین اور نہین
لوٹے گر بزم مین شیشہ تو ہمین یاد کرو
کیون نہ مجھے ایسا بنایا کیا کہون اللہ کو
خضر بھی بچکر چلا دیکھا جو انکا رنگ راہ
کشتی عمر مری دیکھئے کس گھاٹ لگے
اگر بجلی اسے دیکھے تو زہرہ آب ہو جاوے
جس دل سے دل مور کو آزار نہین ہے
محبت سخت بیماری ہے یارو آہ کیا کیجے
نہو یہ بات گر اس مین تو کیا آرام سے گذرے
سنی جو شمع نے بھی سرگذشت اپنی تو رو گذری
دیا جواب مجھے ترک شوخ نے کہ بلے
لگی سارے چمن کو آگ جتنے تھے کنول دہکے
رہ گیا بس نام سنتے ہی کلیجہ تھام کے
اک شخص جان بلب ہے ترے انتظار سے
دونگا اسی کو دل جو خریدار ہو کوئی

تو ٹک جگر تو مرے مرغ نامہ بر کا دیکھ،
کہ وان اڑے ہے جہان پر جلین فرشتے کے
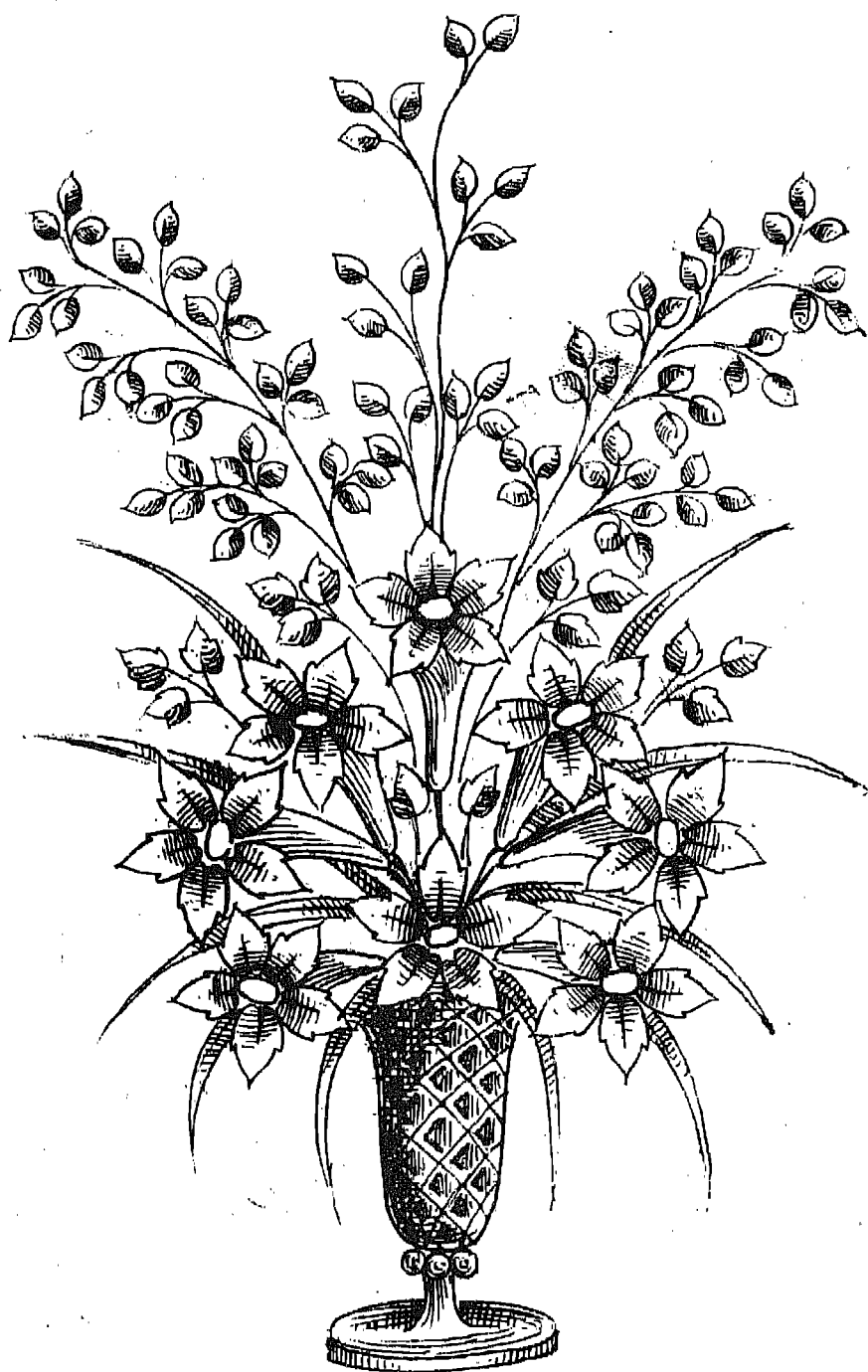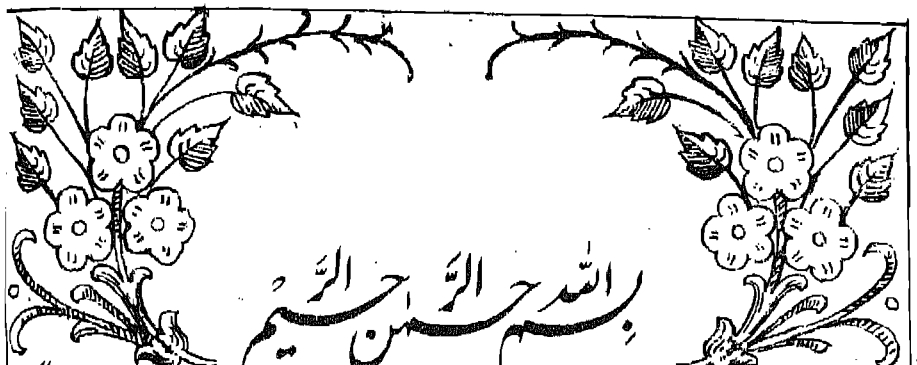
مدحیات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رفیع ترین کلامی کہ رفعت بخش دیباچۂ سخن تواند شد حمد مبدعیست کہ با آمیزش کاف و نون رنگ تکوین نقوش گوناگون کلیات و جزئیات و ممکنات را بر صفحۂ ہستی ریختہ و نہ ترجیع بند افلاک نہ گانہ و ثمن ہشت بہشت و مسبعہ معلقہ ہفت آسمان و ہفت بند سبعہ ستارہ و مسدس جہات ستہ و مخمس حواس خمسہ و رباعی ارکان اربعہ و مثلث ارواح ثلاثہ و مثنوی روز و شب و فرد بند رتبہ آفتاب و قصیدہ کہکشان و قطعہای ابر و مصراع برجستہ برق بنظم آوردہ و ذات فصاحت آیات سرور انبیا سالار اصفیا مطلع نور خدا مہر سپہر صفا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم را کہ نور انورش فاتحۂ مصحف نبوت و پیکر اطہرش خاتمۂ رسالۂ رسالت است بیت القصیدہ نبوت گردانیدہ و ذات بلاغت سمات افضل اوصیا ابو الائمۃ الہدےٰ امیر المومنین علی مرتضےٰ را کہ بسم اللہ قرآن وصایت است مطلع غزل امامت ساختہ و زوارات مقدسہ باقی حضرات معصومین صلوات اللہ علیہم اجمعین را کہ ہر یک از ایشان از کمال علویت در صفحۂ روزگار خود فرد بیت و شاہ بیت دیوان ایجاد بیت اللہ واقع است انتخاب نمودہ صلی اللہ علیہم اجمعین و علی جمیع الانبیا والمرسلین بعد صریر کلک فقیر عزلت گزین اصلح الدین بگوش اہل نیوش میرساند این دیوان رفیع بنیان فصاحت بیان ریختۂ خامۂ سحر پرداز از قلم نکتہ طراز ریختہ آفتاب براعت و رسیدہ حدیقۂ بلاغت مجموعۂ کمالات وہبی و کسبی مجموعۂ کلام ہندی و فارسی و عربی دو دو الریاستین الفاظ و معانی مؤسس قوانین سخندانی یگانہ کشور افضال نقادہ دودمان کمال اورنگ نشین مملکت فصاحت خسرو اقلیم بلاغت ؎

مراست طبع روان لیک نام اوست رفیع	چگونہ آب رود از نشیب سوی فراز

اعنی دقیقہ سنج نکتہ سرا ملک الکلام میرزا محمد رفیع سودا سلمہ اللہ تعالےٰ است کہ از نام ریختہ کار ریختہ گوئے کوس صاحبقرانی بنامش صدا دادہ و تسلیم فرمان کلامش بر گردن

جهانیان لازم افتاده بر سر گلزار کلام رنگینش سحاب تحسین پیوسته ریزان و از اشعار بر شبیهٔ عاشقانه‌اش
درد و سوز و گداز متصل حیران جواهر زواهر مضامین و معانی در کان خاطرش معدن معدن
و گلهای گوناگون الفاظ شگفته و رنگین در باغ فکرش چمن چمن زبان‌ها از شیرینی گفتارش چاشنی
گیر و دیده‌ها از مشاهدهٔ اشعارش سواد پذیر سوداهای زلف سنبل آسای سخن وران را طبعش در سر
سواد کار سیاه سیاه قلم سخنش نور افزای بصر روانی آب در جوی سلسبیل ریخته جواهر معانی تا بدارش آتش رشک
از دل یاقوت انگیخته هنگام تعریف کلام شیرینش عجب که لب بیان بهم نچسپد و نی خامه نیشکر نگردد هر بیتش
شاه بیت دیوان فصاحت و هر قطعه‌اش بهشت بلاغت غزال غزلش را صحرای دلها چراگاه و مردمک
مردم آگاه را برابر سر هر شعرش مانند نقطهٔ انتخاب جایگاه رباعیات بلند پایه‌اش درگاه کعبهٔ معنی چار
آخشیج عالم روحانی ترجیع بندش تبدغم از دلها گشوده مثنویش از سبع مثانی ثناها ستوده هر مطلعش از
مطلع خورشید روشن تر و هر مخمس از حواس خمسه گران بها تر بحسن مطلعهای زیبایش عشق بابید و رزیده
اسیر زنجیر زلفش مصرعهای رعنایش توان گردید از میوهٔ نخل قصاید عالی رتبه‌اش لذت و پختگی قصاید
عرفی پیدا و از رباعیات بلند پایه‌اش ریزش باران معانی سحابی هویدا هر مطلعش خورشید مثال پرتو
حسن آفتاب بر ستان سخن انداخته و هر مصرعه‌اش هلال آسا گوشهٔ ابروی ناز خود را انگشت نمائی نور
نظرها ساخته بلبل شیراز قصیده گوی عرفی شیرازی اگر گلشن آرای هندوستان حیات شدی بهزار
زبان نغمه سنج هزار داستان و آفرین گشتی و اگر کلیم طور سخندانی ابوطالب همدانی از تجلی زندگانی دوباره
اقتباس نور کردی ید بیضای او را در سخنوری دیدی بپای تعظیم ایستاده دست ادب بسینه گذاشته دست
بوسش نمودی و اگر انوری و خاقانی را رد آفتاب زندگی شدی از انوری خطاب فلک آفتاب
سخنوری یافتی و خاقانی خاقان مملکت بلاغت گستریش خواندی ۵

به بزم میکه خوان بیان می‌نهند	سخن را سخن در دهان می‌نهند
ز نطقش چپان منشیان کام گار	که بر نثر شان زهره گردد نثار
غزلهای از پخته و نیم خام	غزالان رم کرده را کرده رام
ز حرفش لب مطربان بهره مند	سرایند از وی بیانگ بلند
مناجاتیان ذکر خوان وی‌اند	خراباتیان خود از آن وی‌اند

از انجا که تعریف حلاوت قند سخنش که قناد طبع رفیعش بقالب شعر ریخته ریخته
در قالب بیان نمی گنجد اولی آنکه طوطی ناطقه را شکر ریز دعا سازم و بختم قرآن دعا

پردازم الٰہی تا دیباچہ صبح پدید شعاع خورشید بخاتمہ شام تواند پیوست پیوستہ صبح اوراق این دیوان کہ گلدستہ معانی ست از ظلمت شام شامت حرف گیران محفوظ بادبہ حرمت النبی و آلہ الامجاد

جمع این اوراق باد از پریشانی مصئون
ہست تا بر لوح امکان نقش ہستی آشکار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قصیدہ در نعت حضرت سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبٰی محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

ہوا جب کفر ثابت ہے وہ تمغاے مسلمانی
نہ ٹوٹی شیخ سے زنار تسبیح سلیمانی

ہنر پیدا کر اول ترک کیجو تب لباس اپنا
نہ ہو جوں تیغ بی جوہر دگرنہ ننگ عریانی

فراہم زر کا کرنا باعث اندوہ دل ہووے
نہین کچھ جمع سے غنچہ کو حاصل جز پریشانی

خوشامد کب کرین عالی طبیعت اہل دولت کی
نہ جھاڑے آستین کہکشان شاہونکی پیشانی

عروج دست ہمت کو نہین ہے قدر بیش وکم
سدا خورشید کی جگ پر مساوی ہی زر افشانی

کرے ہے کلفت ایام ضائع قدر مردون کی
ہوئی جب تیغ زنگ آلودہ کم جاتی ہی پہچانی

اکیلا ہو کے رہ دنیا مین گر چاہے بہت جینا
ہوئی ہے فیض تنہائی سے عمر خضر طولانی

اذیت وصل مین دونی جدائی سے ہو عاشق کو
ہست رہتا ہے نالان بفصل گلمین مرغ بستانی

موقر جان ارباب ہنر کو بی لباسی مین
کہ ہو جو تیغ با جوہر اسے عزت ہے عریانی

برنگ کوہ رہ خاموش حرف ناسزا سنکر
کہ تا بد گو صدا لے غیب سے کھینچے پشیمانی

یہ روشن ہے برنگ شمع ربط باد و آتش سے
موافق گر نہووے دوست ہے وہ دشمن جانی

نہین غیر از ہوا کوئی ترقی بخش آتش کا
نفس جبتک ہے داغ دلسے فرصت کیونکہ ہو پانی

کرے ہی دہر زینت ظالمون پر تیرہ روزی کو
کہ زیب ترک چشم یار سرمہ ہی صفاہانی

طلوع مہر ہو پامال حسرت آسمان اوپر
لکھونگا پھر غزل کر اس مین مین مطلع ثانی

مطلع ثانی

عجب ناداں ہیں جنکو ہے عجب تاج سلطانی
فلک بال ہما کو بیچ سونپے ہے مگس رانی

نہیں معلوم ان نے خاک میں کیا کیا ملا دیکھا
کہ چشم نقش پا سے تا عدم نکلی نہ حیرانی

ہماری آہ دل تیرا نہ نرماوے تو یا قسمت
وگرنہ دیکھ آئینہ کو پتھر ہو گئے پانی

تری زلفوں نے اپنی روسیاہی کہہ نہیں سکتا
کہ ہے جمعیت خاطر مجھے اون کی پریشانی

زمانہ میں نہیں کھلتا ہے کار بستہ حیراں ہوں
گرہ غنچے کی کھولے ہی صبا کیونکر بآسانی

جنوں کے ہاتھ سے سر تا قدم کا ہیڈ انا ہوں
کہ اعضا دیدۂ زنجیر کی کرتے ہیں مژگانی

ترکھا جگمیں رسم دوستی اندوہ روزی نے
مگر زانو سے اب باقی رہا ہے ربط پیشانی

سیہ بختی میں اے سودا نہیں طول امل لازم
قط خامہ کے سر کٹوائیگی ایسی زباں دانی

سمجھ لے تا قباحت فہم کبتک یہ بیاں ہوگا
ادائے چین پیشانی و لطف زلف طولانی

خدا کیواسطے باز آ تو اب ملنے سے خوباں کے
نہیں ہے اُنسے ہرگز فائدہ غیر از پشیمانی

نظر رکھنے سے حاصل اُنکی چشم و زلف کے اوپر
مگر بیمار ہو وے صعب یا کھینچے پریشانی

نکال اس کفر کو دل سے کہ اب وہ وقت آیا ہے
برہمن کو صنم کرتا ہے تکلیف مسلمانی

زہے دین محمد پیروی میں اُسکے جو ہو دیں
رہے خاک قدم سے اُسکی چشم عرش نورانی

ملک سجدہ نکرتے آدم خاکی کو گر اوسکی
امانت دار نور احمدی ہوتی نہ پیشانی

اسیکو آدم و حوا کی خلقت سے کیا پیدا
مراد الفاظ سے معنی میں تا آیات قرآنی

خیال خلق اوسکا گر شفیع کا فراں ہووے
رکھیں بخشش کے سر منت یہودی اور نصرانی

زباں پر اُسکے گذرے حرف جیسا گر شفاعت کا
کرے واں ناز آمرزش پہ ہر اک فاسق و زانی

لکھا جب سے قدم مسند پہ آ اون نے شریعت کا
کرے ہے موج بحر معدلت تب سے یہ طغیانی

اگر نقصان پر خس کے شرر کا ٹک ارادہ ہو
گرہ کو آگ کے دو ہیں کرے غرق آ نکر پانی

موافق گر نہ کرتا عدل اوسکا آب و آتش کو
تو کوئی سنگ سے بندھتی تھی شکل لعل رمانی

یہ کیا انصاف ہے یارو کہ طیر و وحش تک جگمیں
اس امن و عیش سے اپنی بسر اوقات لیجاتی

پلے ہے آشیاں میں باز کے بچہ کبوتر کا
شباں نے گرگ کو گلہ کی سونپی ہے نگہبانی

ہما آسا ہے پرواز ملخ اوج سعادت پر
کرے ہے مور چڑھکر سینۂ دو پر سلیمانی

کھلے ہے غنچہ رگل باغ مین خاطر سے بلبل کے
جواب اوراق جمعیت کو ہوتی ہے پریشانی

جہان انصاف سے ہرگاہ اب معمور ہے اتنا
تو اُسکے آگے ہوگی عدل کی کیا کچھ فراوانی

ہزار افسوس ایدل ہم نہ تھے اُسوقت دنیا مین
وگرنہ کرتے یہ آنکھین جمال اُسکے سے نورانی

نہونے سے جدا سایہ کے اُس قامت سے پیدا ہی
قیامت ہوویگا دلچسپ وہ محبوب سبحانی

جسے یہ صورت و سیرت کرامت حق نے کی ہووے
بجا ہے کہیے ایسے کو اگر اب یوسف ثانی

معاذاللہ یہ کیا حرف بیموقع ہوا سرزد
جو اُسکو پھر کہون تو ہون مین مردود مسلمانی

کدھر اب فہم ناقص لیگیا مجکو نہ یہ سمجھا
کہ وہ مہر الوہیت ہے یہ ہے ماہ کنعانی

جو صورت اُسکی ہے لاریب وہ ہے صورت ایزد
جو معنی اوسمین ہین بیشک وہ ہین معنی ربانی

حدیث من رآنی دال ہے اس گفتگو اوپر
کہ دیکھا جسنے اسکو اون نے دیکھی شکل یزدانی

غرض شکل ہین ہولی کہ پیدا کرے ایسے کو
خدا گر یہ نہ فرماتا نہین کوئی مرا ثانی

بس آگے مت چل اے سودا مین دیکھا فہم کو تیری
کر استغفار اس منھ سے اب ایسے کی ثنا خوانی

قصیدہ در نعت و منقبت حضرت امیر المومنین اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب

چہرۂ مہروش ہے ایک سنبل مشکفام دو
حسن بتان کے دور مین ہی سحر ایک شام دو

ہین دو تنک شراب اور ساقی کی چشم مست یہ
کیونکہ نہ بگڑے صحبت اب بادہ کش ایک جام دو

میرے سے تیرے یہ ربط ہے جیسے میان بحر و موج
واقعی مین تو ایک ہین گو کہ ہوئے بنام دو

خون جو کیا ہے بیگنہ تونے مرا دل و جگر
لیوینگے تجھسے حشر مین اپنے یہ انتقام دو

تجھسے وفا دھر کی دیدہ و دل کو ہے طمع
کرتے ہین اوٹھ ہر ایکدن ملکے خیال خام دو

ابروے یار کا خیال دلمین رہے ہے روز و شب
ہووے جو تیغ آبدار کیون نہ کرے نیام دو

فکر معاد اب کرین یا کہ معاش کا تلاش
زندگی اپنی ایکدم کیجیے کیونکہ کام دو

پھینکے ہے منجنیق چرخ تاک کے سنگ تفرقہ
بیٹھکر ایکدم کہین ہو دین جو ہم کلام دو

خورد و بزرگ دہر مین نسبت جام و شیشہ جان — بادہ تو ان مین ایک ہے گو کہ ہوئے نیام دو
دلکو میان خط و زلف تین جو رکھے یہ عدل ہے — ایک یہ مرغ ناتوان جسکے لیے ہین دام دو
کہتی ہے مجھسے مغفرت ہو ویگی خوب یہ غزل — ہمرہ نعت و منقبت کر اسے انصرام دو
اپنی یہ عرض اس سے ہے کہہ تو بھلا یہ کیونکہ ہو — ایک زمین ہو سنگلاخ اسمین تو ہو دین کام دو
دے ہے جواب مجکو وہ ایک غزل تو کیا ہی یہ — ایسے کہے قصیدے تو صبح سے لیکے شام دو
مطلع نعت و منقبت کہہ تو چکا ہے میر یجان — بس نہ مجھے آگے مانگ لے کرکے تو اب کلام دو
مثل زبان خامہ ہین گر بنی و امام دو — معنی تو ان مین ایک ہین گو کہ ہوئے نیام دو
ہونے ندے غروب ایک بہر نماز مہر کو — ایک کرے اشارے سے قرص مہ تمام دو
جاکے انھونکے رتبہ تک باندھے ہون جو خیال و وہم — وقت مراجعت جو کچ ایک کرین مقام دو
انکے طواف روضہ کو پہونچے کبھو نہ جبرئیلؑ — رکھ کے زمین پہ ایک گام تا نہ کرے سلام دو
موسی و خضر اور مسیح در پہ انھونکے وقت طوف — ایک سے جو جدا کرے لیتے ہین اہتمام دو
سجدہ کرین ہین مہر و مہ در پہ انھون کے روز و شب — مہر ہین اس سے یون ہوا داغی ہین یہ غلام دو
ہوتے حکیم کس سبب معتقد قیام دہر — دیتے نہ گر زمانہ کو مل کے یہ انتظام دو
وصف براق و دلدل اب کہہ تو ہین کیا بیان کرون — شرق سے تا بغرب تک جسکے تئین ہین گام دو
مرضی حق نہین ہی یہ دو ہون ملا ور ایک نام — ورنہ ٹھہرین دو عرش پر ایسے ہین خوشخرام دو
تیرش انھونکے تیغ کی مجھسے بیان نہو سکے — خامہ کی اب زبان ہوئی لکھنے سے جسکا نام دو
اسکے خیال مین کوئی دیکھے جو اپنے آپ کو — احولون کی طرح اسے آوے نظر تمام دو
یاد ہین اسکے گر عدد دیکھے جو اپنے باپ کو — مائی کہے بجھے حلال ایک ہے اور حرام دو
سودا اب آگے کیا کہون مجھسے کہے ہی انکا ذکر — قطع کلام کرکے تم مدح کو اختتام دو
چاہے تھی طبع یہ مری طول دے اس کلام کو — کہین علی نبی سے یون اسکا صلہ تمام دو
ہے یہ امید اسے یہی یون علی سے نبی کہین — اورون کو دو جو ایک جام دیجیو اسکو جام دو

یہ بھی صلہ نہین ہے کم عرصۂ حشر مین اگر
یاد کرین جو مجھسے کو ایسے باحترام دو

قصیدہ در منقبت شیر بیشۂ شجاعت میر میدان سخاوت حیدر کرار صاحب ذوالفقار

بسان دانۂ روئیدہ ایک بار گرہ،
کھلے جو کام سے میری پڑے ہزار گرہ

معقد اتنی ہے خاطر میری کہ جائے نفس
کرون گا مین بدم واپسین شمار گرہ

عجب نہین عوض اشک چشم سے میرے
جھڑے برنگ سحاب تگرگ بار گرہ

نہ لٹ دھوئین کی ہی یاربّ زلف محبوبان
رکھے ہے کیون مری خاطر کو روزگار گرہ

کھلے نہ تجھ پہ تمنائے دلکی میری بات
رہی زمانہ مین اک یہ بھی ایکبار گرہ

فلک کو پہونچے سر گرد باد مجھ دل کا
جو ساتھ آہ کے پیچش کے ہو غبار گرہ

طرح ہلال کے ہوتا ہے ناخن تدبیر
کشادہ کار ہمارے مین بدروار گرہ

گیا ہے چھوڑ کے یون دلمین عقدہ غم تیرا
کہ بند یار مین دیجاے جیسے یار گرہ

جہان مین جو ہی گرہ اسکو پائداری ہے
نہین جو بستگیٔ دل کی پائدار گرہ

کھلے نہ اب جرس دلکے نالہ کرنے کو
ہمارے اشک کے ہی قافلہ مین یار گرہ

برنگ شیشۂ مے وقت اشک ریزی کے
گلے سے پڑتی ہے دل تک ہزار بار گرہ

سوائے ناخن دست فنا میرے دل سے
کھلی نہ بحر جہان مین حباب وار گرہ

علاج قتل ہی واشد کا اب میری کہ ندان
پہونچتی ہے بدم تیغ استوار گرہ

کرور مرتبہ فصل بہار مین کھولی
صبا نے غنچوں کی جا سوے لالہ زار گرہ

ق

ہزار حیف کہ یہ میرے دلکے رشتہ کی
کھلی نہ اے نفس سرد ایکبار گرہ

غلط ہے تو جو زمانہ مین سمجھے یہ سودا
کہ کار بستہ سے یارون کی کھولین یار گرہ

بغیر ناخن شیر خدا جہان مین کوئی
کسیکے کام کی کھولین نہ زینہار گرہ

غضب کے پنجہ سے جسکے برنگ دانۂ اشک
نہ آسمان کی ہو جاے تار تار گرہ

ثبات چرخ پہ اسکے نہیب کے آگے
کہ جون دھوئیں کی نہین رکھتی اعتبار گرہ

جو ضرب گرز کی پشت فلک پہ اسکے آئے
تو کہکشان وہین ہو جاے شکل مار گرہ

جو اسکے عدل مین خس منہ پہ موج کی آجائے
تو ہو سمٹ کے وہین بحر بے کنار گرہ

کیا ہے دلمین خیال اُسکے وصف گلگون کا
ہوئی ہے غنچہ مین اب باد نو بہار گرہ

ثنا مین اسکے وسلے کیونکہ اب بندھے مضمون
ہوا کو دے نہ سکے کوئی زینہار گرہ

ہر ایک اپنے مولی کے کیون نہ خاطر سے
کھولے روز نبرد اسکی ذو الفقار گرہ

رکھے ہے جسکی برش آ کے کوئی چرخ یہ حکم
کہ جیسے پیش دم تیغ آبدار گرہ

کیا مین فرض کہ اتنا ہے سر عدو کا ترے
کہ جسکے جوف مین گردون سے آئین چار گرہ

پرا و سپہ تیر جو بیٹھے تیرا تو یون پھوٹے
کہ جیسے ہوتی ہے منکی کے وار پار گرہ

وغا کے روز عدو کو جو تو اوٹھا لیوے
سنان یہ بھالے کے سینہ سے کردے چار گرہ

تو نیزہ باز کبوتر کی طرح سے ہر دم
لگی وہ کرنے ہوا پیچ بار بار گرہ

زبس رواج ترے عہد مین ہے بخشش کا
برنگ آبلہ دل ہے یہ ناگوار گرہ

گدائے در نے ترے گھر کے تئین زر سرخ
دیا ہے کھول کے دامن سے اپنے بار گرہ

شہا مین کیا کہون انگشت دست کے اُسکے
جنھون کے گھس گئی گنتے ہوئے شمار گرہ

کبھو نہ کھل سکے مرضی سوا ترے تقدیر
کسیکے کام سے کھولے اگر ہزار گرہ

خصوص مین کہ معقد ہے یہ میری خاطر
کہ ہر گرہ مین ہزارون ہین جون انار گرہ

پس اب تیا کہ اس ولجھیڑے کی سوا ترے
کھلا وے کس کنے جا کر وہ خاکسار گرہ

وہ تیری ذات ہے مشکل کشا کہ جو کھولے
جہان کے کام سے کیا لیل و کیا نہار گرہ

امید مجھکو بھی ہے تیرے حول و قوت سے
نکر سکے میری خاطر مین اب قرار گرہ

سپند گرمی آتش سے جون گریزان ہو
میرے بھی دل سے کرے اسطرح فرار گرہ

کرون ہون ختم دعائیہ پر سخن کہ ادب
زبان کو دے ہے خموشی سے شعلہ وار گرہ

موالیانکی دلون کی شگفتگی کے ساتھ
ہمیشہ گل کیطرح دیوے روزگار گرہ

برائے خاطر اعدا زمانہ ہر ایک آن
طلب کیا کرے غنچون سے مستعار گرہ

قصیدہ در منقبت حضرت امیر المومنین اسد اللہ الغالب علیؑ ابن ابی طالب

یار و مہتاب و گل و شمع بہم چارون ایک
ہین کتان بلبل و پروانہ یہ ہم چارون ایک

ہے مجھے ابر و ہوا شیشۂ و جام اب کے ہولی
یار اگر کلبۂ احزان مین نہو دے تو ہمین
آہ کس کس سے بچے دل کہ ہوئے ہین تیرے
باد تند و شرر و برق و خس و خار اے یار
ناز اسکو ہے جسے تجھ سے رضا و تسلیم
جسکے تو پاس نہووے تو اوسے عالم مین
سبزہ و ابر و ہوا گل نہ سدا ہون یک جا
اون کے نزدیک جو ہین خاک نشین دربار
زاہد و پیر مغان برہمن و شیخ اے یار
کردیے بلمین کرشمہ نے تیرے آنکھون کے
خرد و ہوش دل و دین کرین ہین پیدا
کاغذ و خامۂ تحریر و مرکب سودا

شاہ مردان تیری خلقت جو نہوتی منظور
دشمن و دوست بد و نیک زمانے کے بیچ
ماہ نو پشت فلک قوس قزح تیر شہاب
خلق سمجھے ہے کہ ہین نزد ترے بخشش کے
یہ غلط فہمی ہے ہین ورنہ تیری ہمت پاس
طبع انسان مین تیرے عدل نے رکھتے ہین اثر
ستم و ظلم و تعدی و جفا عالم سے
آفت و قہر و بلا و غضب آفاق کے بیچ
در پے عدل ہے اتنی جو لگے وہ دو پر
حکم رکھتے ہین بمیدان سخن تیرے پاس
شیر و پیل و نبرد و رد با تیرے آگے سے
رنگ عشاق و ہوا برق زمانے کے بیچ
وہم و اندیشہ خیال اور وہ معشوق نژاد

گریہ و نالہ دل و دیدۂ نم چار دن ایک
خلوت و شمع دل و داغ الم چار دن ایک
غمزۂ و ناز و ادا عشوہ صنم چار دن ایک
خو تیری خلق ہوئی ہو گئے ہم چار دن ایک
لطف و اشفاق ترا جور و ستم چار دن ایک
مجلس و شادی و تنہائی و غم چار دن ایک
ساقیا جام کہ ہین یہ کوئی دم چار دن ایک
مسند و روے زمین تخت و علم چار دن ایک
دلمین رکھتے ہین تیرے ہاتھ سے غم چار دن ایک
مسجد و میکدہ و دیر و حرم چار دن ایک
دیکھکر یار تجھے صورت رم چار دن ایک
ہو گئے کہتے ہین بیک اہل کرم چار دن ایک
ہوتے عنصر نہ کبھو مل کے بہم چار دن ایک
حکم رکھتے ہین تیرے پیش کرم چار دن ایک
بار احسان سے تیرے رکھتے ہین خم چار دن ایک
اشرفی روپیہ اور دام و درم چار دن ایک
در مکنون و خزف قطرہ و یم چار دن ایک
حنظل و آب بقا شربت و سم چار دن ایک
ہو گئے آپسمین گر سے عدم چار دن ایک
ہو گئے آپسمین تیرے تیغ کا دم چار دن ایک
ناپے اونکو تو نے بیش و نہ کم چار دن ایک
نیزہ و تیر قضا سیف و قلم چار دن ایک
بھاگ جاتے نہین ہین دم کر کے علم چار دن ایک
تیرے توسن کے ہوئے مل کے قدم چار دن ایک
رکھتے ہین قطع مسافت مین یہ دم چار دن ایک

انوری سعدی و خاقانی و مدّاح ترا
رتبۂ شعر و سخن مین ہین بہم چارون ایک

ایک ٹکا ہے اب اقلیم سخن مین انکا
رکھتے ہین زیر فلک طبل و علم چارون ایک

سخن و نطق زبان اور فصاحت اُنکی
سنکے سحبان کہے یہ لا و نعم چارون ایک

عیب بین ہوکے جو دیکھے کوئی اُنکے اشعار
آنکھین اُس شخص کی اور گوش اصم چارون ایک

جوہری ہووے جو بازار سخن کا سو کہے
قدر و قیمت مین ہین باہم یہ قسم چارون ایک

ہجوگران کی ہو منظور کسی شاعر کو
کر جدا ایک کو اسنے کہے ہم چارون ایک

کر دعائیہ پہ سودا تو سخن ختم کہ ہین
اثر و وقت زبان دست بہم چارون ایک

یا الٰہی طرب و جشن و نشاط و ممدوح
رہین آفاق مین تا حشر کے دم چارون ایک

در منقبت امیر المومنین اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب صلوٰۃ اللہ علیہ

زخمی ہین ترا اور گلستان ہے برابر
سرخ مین گل گنج شہیدان ہے برابر

کہتے ہین جسے سرو گلشن کی ہے وہ آہ
نرگس لب جو دیدۂ گریان ہے برابر

فریاد کنان بلبل و دیوار چمن مین
جو رخنہ ہے سو چاک گریبان ہے برابر

ہے سینۂ تفسیدہ ہر اک تختۂ گلزار
جو غنچہ ہے سو وہ دل سوزان ہے برابر

سوز دل عشاق تماشا جو ہو تجھکو ن
یہ سینۂ پر از داغ چراغان ہے برابر

دریا میری آنکھون سے یہ بہتا ہے لہو کا
مژگان سے مرے پنجۂ مرجان ہے برابر

آنسو نہ تھمے تجھ سے کبھو میرے کہ تجھ پاس
لخت دل و گلبرگ بدامان ہے برابر

یکسان ہے وجود و عدم انسان کا ترے پاس
یان سر بہ تن عاشق و بہتان ہے برابر

خونریزی مین تیر کو لئے تیرے چشم ہین ہمسر
خنجر سے آنکھون کی صف مژگان ہے برابر

آنکھون سے مروت تری اور دل سے ترے رحم
قسمت ہے یہ اپنی کہ گریزان ہے برابر

پردے مین جو ہے تیر اجل یار سوا اسکے
تیر نگہ دیدن پنہان ہے برابر

حیران ہون ترے سامنے کسطرح مین ٹھہرا
جانے مین ترے آگے دل و جان ہے برابر

کیا درد بیان تجھ سے کرون مین کہ ترے پاس
میرا سخن اور کذب رقیبان ہے برابر

سنتا ہی نہین بات میری تو جو سنے بھی — وہ بات بھرا اور طائر پران ہے برابر

تو نے وہ کہا کیا کہ جسے مین نے نہ مانا — یان حکم قضا اور ترا فرمان ہے برابر

دلداری سے مجھ کے کرنی کسو کی نہین آتی — تو سب کے دل و جان کا خواہان ہے برابر

ظالم مین نواحی مین ترے گھر کے جو دیکھا — ہر سمت صف گور غریبان ہے برابر

یونہین ہے جو خاطر مین ترے مین بھی ہون حاضر — یہ زندگی اور روح کا سوہان ہے برابر

آزادمنش مجھسے کا اے یار شب و روز — دل مرغ گرفتار کے نالان ہے برابر

لے شام سے اور صبح تلک صبح سے تا شام — اشک آنکھون سے میرے در غلطان ہے برابر

رہتی ہے تپ غم یہ سدا مجکو ن کہ میری — آہ سحر و شمع شبستان ہے برابر

اعضا مرے جسطرح جسے جلتے ہین کہون کیا — وہ سوزش و آتش بہ نیستان ہے برابر

عزت کی کہون اپنی سو کا ہے کو کسیکی — عزت ترے در کی سگ دربان ہے برابر

کیا درد کہے سامنے تیرے کوئی اپنا — یان زخم دہان و لب خندان ہے برابر

فریاد کرون کس سے کہ ردداری کی تیرے — کہنے کے لیے گبر و مسلمان ہے برابر

نالش کرون اب دان کہ جہان حق بطرف ہین — مور و ملخ و دیو سلیمان ہے برابر

وہ ختم رسالت نہین جسکا کوئی ہمتا — اور ہے بھی جو کوئی شہ مردان ہی برابر

ہے علم الٰہی سے وہ اُمّی لقب آگہ — وان عقل کل و طفل دبستان ہے برابر

دونون کا نہین امر کم از امر الٰہی — دونون کی حدیث آیۂ قرآن ہے برابر

یکقطرہ جو ہوا ابر سے رحمت کے اُنھون کے — وہ نار سقر کے لیے طوفان ہے برابر

ہے وزن مساوی اُنھونکین حلم خدا کا — خالق کے وہ دو پلۂ میزان ہے برابر

اس حرف مین جو شبہ رکھے ہے کہ مسلمان — اُس شخص کا الحاد سے ایمان ہی برابر

سودا بدولی بول مت آگے کہ نبی سے — اس مرتبہ وہ اشرف الانسان ہے برابر

جسطرح تجلی کو خدا کے نہین انکار — حیدر بھی محمد سے بدنیسان ہے برابر

اے خامہ چل اب جلد مدینہ سے نجف کو — منظور سعادت ہے تو یان وان ہے برابر

شاہا در درگاہ کا تیرے جو ہے قندیل — کب جلوے سے اوسکے مہ تابان ہے برابر

جو خاک ہوا اور کے تیرے خاک کا اُسکے — جو ذرّہ ہے سو مہر درخشان ہے برابر

ناقہ تیرے مشتاق زیارت کا برفتار — صرصر سے سحر کی بہ بیابان ہے برابر

دان مرتبہ رکھتا ہے جو سن خضر کے دل کا
داؤد کے رتبہ سے حدی خوان ہے برابر

جو صاحب تحقیق ہین اون سے نہین مخفی
چشم اوسکے مین تو ظاہر و پنہان ہے برابر

یا زہر کی اور زہر کی شاہا بہ نباتات
جون پرورش موسم باران ہے برابر

تیرا بھی اسی طرح سے خلقت مین خدا کے
ہم دشمن و ہم دوست پہ احسان ہے برابر

لنگر جو ترے حلم کا جاری ہو زمین پر
پانی پہ زمین کشتی پہ طوفان ہے برابر

بیشہ مین عدالت کے ترے گرگ سے تا شیر
گلہ کی نگہبانی کو چوپان ہے برابر

ہر خاک مین ذرہ کے صبا عہد مین تیرے
گلشن مین ترشح کے نگہبان ہے برابر

شاہا تو وہ عادل ہے کہ شمشیر سے تیرے
دو حصہ عدو ہو تو لمیزان ہے برابر

جون مہر ترے رخش فلک سیر کے آگے
ہند و عربستان و صفاہان ہے برابر

تو راز آلہی ہے کرون کیا تری تقریر
گو منھ مین زبان ابر در افشان ہے برابر

شایان ہے ترے وصف کے قرآن کی فصاحت
یان اسکے سوا طوطی و سحبان ہے برابر

جس جا چمن وصف سے گل تیرے کیا ہے
سوسن کی زبانسے یہ زبان دان ہی برابر

سودا بدعا ختم کرے ہے اسے شاہا
تجھ مدح مین یہ نظم ہذیان ہے برابر

یارب یہ سدا گوش زد اپنے ہو کہ باہم
دل دوستونکا خرم و شادان ہے برابر

کہتے پھرین دشمن کہ تپ غم سے ہمارا
آتشکدۂ وسینہ سوزان ہے برابر

در منقبت امیر المومنین اسد اللہ الغالب علیؑ ابن ابی طالب صلواۃ اللہ علیہ

اوٹھ گیا بہمن و دے کا چمنستان سے عمل
تیغ اُردی نے کیا ملک خزان مستاصل

سجدۂ شکر مین ہے شاخ ثمردار ہر ایک
دیکھکر باغ جہان مین کرم عز و جل

قوت نامیہ لیتی ہے نباتات کا عرض
ڈال سے پات تلک پھول سے لیکر تا پھل

واسطے خلعت نوروز کے ہر باغ کے بیچ
آبجو قطع لگی کرنے روش پر مخمل

بسکہ ہے گل نورستہ کی رنگ آمیزی
پیشش چھیپٹ قلمکار ہر دشت و جبل

عکس گلبن یہ زمین پر ہے کہ جسکے آگے
کارنقاشی مانی ہے دوم وہ اول

تار بارش مین پروتے ہین گہرہاے تگرگ — ہار پہنانے کو اشجار کے ہر سو بادل
بار سے آب روان عکس ہجوم گل کے — لوٹتے ہے سبزہ پہ ازبسکہ ہوا ہے بیکل
شاخ مین گل کی نزاکت یہ بہم پہونچی ہے — شمع سان گرمی نظارہ سے جاتی ہے پگل
جوش روئیدگی خاک سے کچھ دور نہین — شاخ ہین گاؤ زمین کے ہے جو پھوٹے کونپل
دم عیسیٰ سے فزون فیض ہوا ہے یان تک — دین مین قسم جمادات سے شاید ہو خلل
فکر رہتی ہے مجھے یہ کہ زبان سے اپنے — کہین دعواے خدائی نکرین لات و ہبل
حد ایام کی پیش از مدد نامیہ سے — بچۂ مرغ چمن تخم سے آتا ہے نکل
سبز ہوتا ہے فصیحی کے سبب سے ہر بار — جو زبان سے سخن اب طوطی کے آتا ہے نکل
وست گل خوردہ و شاخ گل و گلزار بہم — بجہان نشو و نما کرتے ہین ہین ضرب مثل
غنچہ پہ کچھ نہین موقوف عجب فصل ہے یہ — گل بہم پہونچے ہے عقدہ ہو کسی طرح کا حل
آوے ہے ان کے نظر لاکھ طرح کا وہ پھول — اون گلون چھٹ جو نگہہ کے ہین سدا مستعمل
یاسمن رنگ جو رکھتی ہے خزان سے مانا — چاہتی ہے کہ سماجت کرے سبزے سے بدل
چشم نرگس کی بصارت کی زبس ہے درپے — غنچۂ لالے نے سرمہ سے بھری ہے مکحل
اسقدر محو تماشا ہے کہ نرگس کی طرح — چشم سیار گلستان مین جھپکتی نہین پل
آب جو گرد چمن لمعۂ خورشید سے ہے — خط گلزار کے صفحہ پہ طلائی جدول
سایۂ برگ ہے اس لطف سے ہر اک گل پہ — ساغر لعل مین جون کیجئے زمرد کو حل
سنگ سے نے رتبۂ آئینہ کیا ہے پیدا — تیغ کہسار ہوئی بسکہ ہوا سے صیقل
برگ برگ چمن ایسی ہی صفا رکھتا ہے — گل کو دیکھو تو نگہ جا رہے سنبل پہ پھسل
لڑکھڑاتی ہوئی پھرتی ہے خیابان مین نسیم — پانو نرکھتی ہے صبا صحن مین گلشن کی سنبھل
اتنی ہے کثرت لغزش بزمین ہر باغ — جو ثمر شاخ سے اوترا سو گرا سر کے بل
فیض تاثیر ہوا یہ ہے کہ اب حنظل سے — شہد ٹپکے جو لگے نشتر زنبور عسل
دانہ جس شور زمین سے نہ بھلا دہقان سے — سبز وان دانۂ شبنم سے ہوا ہے جنگل
کشت کرتے ہین ہر ایک تخم سے از فیض ہوا — گرتے گرتے بزمین برگ پہ آتا ہے نکل
سبز فام اندنون آتا ہے نظر ہر گلرو — خواہ ہو شیخ پسر خواہ ہو فرزند مغل
جوہری کو چمنستان جہان مین اس فصل — آ گیا لعل و زمرد کے پرکھنے مین خلل

تا کجا شرح کرون مین کہ بقول عرفی
اخگر از فیض ہوا سبز شود در منقل

نسبت اس فصل کو پر کیا ہے سخن سے میرے
ہے فضا اُسکے تو دو چار ہی دن مین فیصل

اور میرا سخن آفاق مین تا یوم قیام
رہے گا سبز بہر مجمع و ہر یک دنگل

تا ابد طرز سخن کی ہے میری رنگینی
جلوۂ رنگ چمن جا نہ سکیگا اک آن مین ڈھل

تام تلخی نہین مجھ نطق مین جز شیرینی
یک طرف نار گلستان مین ہے کیسو حنظل

ہین ہر دم سند سخنور مرے ہر مصرع سے
مصرع سرو سے پایا ہے کسینے بھی خلل

ہو جہان کے شعرا کا مرے آگے سر سبز
نہ قصیدہ نہ مخمس نہ رباعی نہ غزل

ہے مجھے فیض سخن اسکے ہی مداحی کا
ذات پر جسکے مبرہن کنہ عز و جل

مہر سے جسکے منور رہے دل جون خورشید
رو سیہ کینے سے جسکے رہے مانند زحل

بغض جسکا کرے جون مور سلیمان کو ضعیف
مور کو حب سے ملے جسکے پیلونکا سا بل

جاے وصلت بہ تہی جسکو ندے غیر ز عرش
فرش گلزار زمین حق نے سمجھ مستعمل

شیر یزدان شہ مردان علی عالی قدر
وصی ختم رسل اور امام اوّل

خاک نعلین کی جسکی مدد طالع سے
ہو پہنچے اُس شخص کو جو شخص ہو اعمائے ازل

وہ نظر آئے اُسے دہر کی بینائی سے
رہ گیا اور رہیگا جو ابد تک اجہل

مرح غایب سے کھلے اوسکے نہ مداح کا دل
روبرو مطلع ثانی سے یہ ہو عقدہ حل

دید تیرا بدوئی حق سے نگہ کا ہے خلل
ایک شے دو نظر آتی ہے بچشم احول

تیری قدرت بجہان قدرت حق کے خاطر
خلق کے وہم غلط کار مین ٹھہرے ہے مثل

مرضی حق تری مرضی سے ہے جون تا جو ہر فرد
اس یقین مین نہ گمان کرسکے زنہار خلل

علم تیرا نہین کچھ علم خدا سے باہر
ہے عمل بھی وہی تیرا جو خدا کا ہے عمل

راے تیری کے موافق جو نہ لکھے نسخہ
کرے تاثیر نہ عیسے کا مداوا بہ کسل

سر کے ہیکان نہ قبضے سے کمان کے سر مو
ہو اشارہ جو ترا تیر قضا کو کہ نکل

ٹک تری مرضی سے باہر جو کرے کام جہان
ہاتھ سے کام زمانیکے دو ہین جانے بچل

معنی علت غائی جو نہ ہو تو اون کا ÷
خانۂ ہر دو جہان پھر ہون دو بیت مہمل

سایہ ہین دست کرم کے ترے ہر صبح و مسا
دولت ہر دو جہان سے ہو غنی عبد اقل

دین و دنیا کی ہے اشیا سے کہیں وہ اعلی
ہو وے جو شے ترے اشیا مین سبھو سے اسفل

جو گدا ہے بجہان تیرے گدائے در کا
اسکی درگاہ و گدا کہیے جسے اہل دول

ایسی بخشش نہوئی تجھسے کہ جسکی لشمار
حدِ تعداد ہے جتنی نہوئی ہو منفصل

وصف تجھ تیغ دو سر کا مین کرون کیا شعر مین
دل مجنونکی جو میدان مین کرے ہے صیقل

اُسکے قبضہ پہ جو ہو دست مبارک تیرا
نرہین دین محمدؐ کے سوا اور ملل

کھینچ اُسے گر تو عدو پر کرے میدان مین نشیب
استقامت کا زمانینکے قدم جاوے نکل

عرض مین سے دو طرف تیکے لگے بہنے طول
پڑے دریا مین جو وہ تفرقہ انداز اوگل

جمع کب رہ سکین اعدا کے حواس خمسہ
دیکھکر اُسکو علم ہاتھ مین تیرے یک پل

تو ام اجزا جو موالید کے ہین یکدیگر
منجمد رہنے مین اُنکے وہین آجاوے خلل

نرم اور سخت مساوی ہے کسو پر آوے
خواہ بر روے قمر و خواہ وہ بر پشت جبل

اسکو آسیب نہین صورت شمشیر قضا
نہ مجبر ہے وہ نہ مرے وہ نہ پڑے اسمین بل

زیر ران ہے جو ترے رخش فلک سیر شہا
ہے وہ محبوب جسے کہیے نہایت اچپل

شکل کیا اُسکی بتاؤن کہ جسے شوخی سے
دائرہ بیچ تصور کے نہیں پڑتی کل

اُسکی سرچوٹی کا مین حسن کہون کیا جسکے
زلف معشوق کا دیکھے سے نکلجاوے بل

برغہ دگام سے باہر ہے کچھ اُسکی رفتار
ہے چھلاوے کیطرح چال مین اُسکے چھل بل

یلہ وہ ہاتھ سے شاطر کے اگر ہو جاوے
پڑ سکے پیچھے نہ اُسکے کوئی جز اُسکے کفل

حسب دخیز اُسکی بیان کیجیے گر پیش حکیم
اعتقادات حکیما نہ مین آجاوے خلل

قاش سے زین کے ذرہ جو ادھک جاوے عنان
ماسے جون رشتے زمین پشت فلک کو وکھنڈل

میخ سے نعل کے اُسکے مین اگر دون تشبیہ
کرے دوری کو تمام اپنے سبک آن زحل

اُسکی جلدی کا تو کیا ذکر ہے سبحان اللہ
نسبت اُسکی فرس ایسا کہ جسے کہیے اجل

توسن وہم کو دوڑاے جو ساتھ اُسکے تو ہو
بازگشت اُسکا تمام اُسکے بگام اول

خانۂ زین کب اُسکا ہے کم از بیت اللہ
تجھسے معنی کی نسبت آ اسمین ہو جب روز ازل

ہیبت عدل یہ تیری ہو کہ ہر دشت مین شیر
واسطے درد سر آہو کے گھسے ہے صندل

سامنے بز کے یہ کیا دخل کہ نکلے آواز
گرگ کے پوست کو منڈھوا کے بجاوین جو دہل

مور دسنگ ہو شیشہ تو غضب سے کر دے
کوہ کو ہر دو کف دست مین ملکر خردل

ذکر واذکار ترے حفظ کا گر آجاوے
کسی محفل مین تبقریب زبان پر یک پل

شعلۂ شمع کی گرمی سے یقین ہے دل پر
شب سے تا صبح قیامت نہ سکے موم پگل

معدلت کیش تری ذات ہے ایسی شاہا
آنچ سے آگ کے ٹک خس مین جو آجاوے پل

کرۂ نار تجھ آتش سے غضب کے جل کر
چشم لولی فلک کے لیے ہووے کاجل

مرغ زرین فلک عہد مین تیرے شاید
بوجھ کر دانہ گیا ہے کسی اختر کو نگل

تار تار اُسکے جو یہ بال و پر آتے ہین نظر
باز قدرت نے ترے پنجہ سے ڈالا ہے مسل

امر سے نہی کے تیرے یہ جہان یا شہ دین
کام پہونچا ہے مناہی کا کبھی یا تنک بزلل

کہ حیا سے بچمن غنچہ سر اپنا کیا دخل
نسبت شکل صراحی سے اُٹھا دے یک پل

جب سے گل بولتے بلبل نے قماری کو سُنا
عشق گل تب سے دھو یا کرتی ہے دل سے بلبل

جوش مین آوے یہ کیا معنی نجم لالے شراب
چشمہ سے مین یہ ڈرون ہون نہ سکے آ ابل

رقص بید خل کچھ اب ردی مین پر ہی نہین
سمجھے لولی فلک کے بھی نہ بلجے منڈل

کیونکہ آواز مغنی ہو گلے سے باہر
شرم سے ساز کے پردو مین سدا ہے او جھل

امر حق سے جو ملائک نے یہ چاہا سو نہین
علم کا بار ترے کوہ و فلک کو ہے ازل

عرض دونون نے کیا یون بجناب اقدس
بوجھ اسمین ہے بہت ہم ہین گرفتار کسل

آخرش تجکو ہی پایا متحمل اوس کا
جب یہ دیکھا کسی سے نہین سکتا ہے سنبھل

دشت ارزن مین جو سلمان کو ملے تجھ سے نجات
کچھ ترے وصف سے نسبت نہین رکھتا یہ عمل

گر اسے کر کے بیان سمجھون ثنا کی مین نے
خلق سمجھے گی دماغ اُسکا ہوا ہے مختل

جبھ سا جو کوئی ور کا اسد اللہ کی ہے
کلہ شیر کو روبہ کے نہ سمجھے پشکل

محرم کنہ جو تیرا ہو کرے تیری مدح
سو تو جز علم خدا علم ہے سب کا مہمل

وصف تیری کی ہے شایان زبان تیری ہی
سمجھے تو آپ کون یا تجکو خداوند اجل

مدح اپنی نہ سمجھ یہ جو کیا مین اس سے
رتبہ تجھ مدح کا اعلیٰ ہے سخن ہے اسفل

عرض احوال ہے اپنا ہی مجھے اس سے غرض
تا بآخر جو یہ موزون مین کیا از اوّل

سو تو وہ کیا ہے رہا ہووے جو تجھ سے مخفی
سادہ لوحی یہ مرے سمجھیے یہ نظم حمل

سب کا احوال ترے پیش ضمیر روشن
ایک سے دونون مین کیا ماضی کیا مستقبل

پر کرون کیا مین کہ ہے آٹھ پہر دل میرا
گردش چرخ سے جون شیشۂ ساعت بیکل

نہ تو روزانہ مجھے اس سے خورش کا آرام
نہ میری چشم مین خواب اس سے شبانہ یک پل

کہی جاتی نہین وہ مجھسے جو اُس ظالم نے | جسطرح جلکے مری اوقات مین ڈالے ہین خلل
لا بٹھایا مجھے گھر بار چھڑا اس شکر مین | پال بے چوب تلے اپنے بغیر از بر تل
اس ستمگار سے جب زور مرا کچھ نچلا | تب مین ناچار کہی شکوہ مین اسکے یہ غزل
داد کو کسکے فلک پہونچے کہ از روز ازل | صبح جو نکلے ہے خورشید تو لیکر مشعل
سامنے اسکے اُٹھے دست تظلم اسکا | جو ہر عقل مین جس شخص کے آجاے خلل
خود یہ ظالم ہے تظلم پہ کرے اسکے نظر | آسیا کب کرے فریاد یہ دانہ کو ہل
راست کیشون سے کجی اتنی ہو اس ملعون کو | کہ دیا سرو کو ان نے نہ کبھو پھول نہ پھل
سات یہ فتنہ ہین کہتے ہین جسے ہفت فلک | ایک سے ایک بڑا ایک کے اک زیر بغل
مین جو دیکھا نہ کہ از نخل حیات انسان | بر لے آوے عمل اوسکا کبھو امید امل
ہے کہین مہر کہین کین جو اُسے عالم سے | علم اس کا ہے عجب عقدۂ ما لا ینحل
اس ستمگر کے تلون سے یہ عالم ہرگز | شادی و غم مین نہ دیکھا مین تفاوت اک پل
سینہ کوٹے ہے نکلتی ہے وہ دروازے پر | گر کسی گھر مین کوئی جاکے بجاتا ہے دہل
حلقہ مارے یہ وہ افعی ہے محیط عالم | زہر کا جسکے نہین ہے کوئی پازہر بدل
فی الحقیقت ہیں یہ سب آبلے اختر نہ سمجھ | اسکے اندام پہ مہتاب سے لیتا ہے زحل
زہر اپنے کو جو ہیبت سے تری یا حیدر | آپ پتیا ہے گیا ہے بدن اسکا سب پھل
کرکے دریافت اس احوال کو اب یا مولےٰ | تجھسے یون عرض کرے ہے یہ ترا عبد اقل
یہ نکر مجھ پہ گوارا کہ گزند اسکے سے | ہند کی خاک مین اجزاے بدن جاوین گل
جلد پہونچا بہ زمین نجف اس عاصی کو | کہ اسے عمر ابد ہے وہ جو وان آئے اجل
یان معاش اپنی نہ سمجھون ہون مین اپنی معاد | اخذ و جر مین ہون بد و نیک سے بالکل دو غل
تجھسے جز راستی کیا عرض کیا جاتا ہے | علم میرا ہے یہ علم اور عمل ہے یہ عمل
تجکو کچھ عذر نہین اسمین ترا ہون مین غلام | خواہ تعذیر کر اب اسکی پہ مجھے خواہ بہل
مدعا اتنی عرائض کا مرے ہے یہ عرض | سرفرد ہو نہ مرا یان بدر اہل دول
میری قسمت کے موافق تو معین کردے | اپنی سرکار سے وان ماتحلل کا بدل
ہاتھ پھیلائیے جا زیر فلک کسکے حضور | دست ہمت نظر آتا ہے جہان کا یہ بغل
لیکن اس امر مین ہے حق بطرف خلقت کے | کر کے جب یہ دہ قسمت ہے سبھو نکے اوجھل

جوہر جود و کرم تھا جو بروزِ تقسیم
لکھ گیا ہووے ترے نام پہ قسمتِ ازل

طاقتِ طولِ سخن آگے بھی ٹک سودا کو
بخش اے قوتِ بازوے بنی مرسل

چاہتا ہے کرے آخر وہ دعائیہ پر
نظم تجھ مدح کی بہتر ز کلامِ اول

برگ پیدا کرے تا باغ میں ہر ایک نہال
پھوٹتے تا نامیہ سے شاخِ شجر میں کونپل

تا ملے خلعتِ نوروز بہ بستانِ جہان
پاوے تا نیرِ اعظم شرف از برجِ حمل

خوشہ رویدگی خاک سے تا پہونچے بہم
دانہ کو جب تئین کھینچا کرے خرمن سے کل

تا کرے سبزہ بر رخسارِ گل اندام نمود
تا پڑے سنبلِ پیچیدہ محبوب مین بل

تا رہے داغِ دلِ سوختہ عاشق کون
پھولتا لالۂ خودرو رہے جب تک جنگل

بحر میں قطرۂ نیسان سے ہو جب تک گوہر
کرٹکے تا وقتِ ترشح کے ہوا مین بادل

لبِ معشوق کو تا شہرہ دین شاعر بہ شفا
چشمِ نرگس کے تئین تا کرین نسبت بہ کسل

بوی گل مست کرے باغ مین تا بلبل کو
تا کرے بادِ سحر عقدے کو غنچہ کے حل

موج ہو آب کے تا سرو کے پائین زنجیر
جب تلک طوق رہے گردنِ قمری کا گل

تا لبِ جو پہ کرے خیمہ کو استادہ حباب
تا بچھاوے بروش سبزہ فرشِ مخمل

شاخ کے ہاتھ مین تا ہو بہ چمن ساغرِ گل
گل کے جب تک رہے غنچہ کے صراحی بغل

تا بہ میخانہ پئین بادہ گلگون مے خوار
ساتھ مطرب کے بجے تا دف و نے چنگ دہل

پھرے تا باغ میں ہر ایک روش پر سرخوش
راہ چلتے مین قدم مست کا تا جاے پھسل

مہ کے پرتو سے ہو تا چاک گریبانِ کتان
گل خورشید سے تا عشق پہ کھیلے اہلِ طل

قدر ہو عود کی تا مجمرہ آتش سے فزون
لطف ہوتا رہے عالم مین بخوبِ صندل

تا مسلّم رہے یہ نظمِ مبابِ الجنت
جب تلک اس سے بر آوے مری امید و امل

نخلِ امید سے اپنے ہون برومند محب
ہو محبت نہ تری جنکو نپاوے وہ پھل

در مناقب حضرت امیر المومنین امام المتقین علی ابن ابی طالب صلوٰت اللہ علیہ

سنگ کو اتنے لیے کرتا ہے پانی آسمان
منہ پہ لاوے آسی تا عیب دے ہی مردمان

مستعد اتنا ہے یہ افعی گزندِ خلق پر
پیچ اسکی چال کا دیکھو تو ہے شکلِ دہان

خوان پر اس روسیہ کے مت سمجھ تار و نجی نقل ۔ چمکین ہین تو دکین خاکستر کے یہ چنگاریان
ختم اسپر ہو چکی بدخلقی و بدخصلتی ۔ پھر نہ آیا اسکے گھر اسکا گیا جو میہمان
کام عالم کا بسان جو ہے تصویر اسکے ہاتھ ۔ بند رہتا ہے یہ معنی گو بصورت ہو روان
کھولتا ہرگز نہین ہے کار بستہ سے گرہ ۔ تا نہ باندھا چاہیے محکم کر اسے یہ بدگمان
تنگی اوقات کرتا ہے نصیب حسن و لطف ۔ غنچۂ گل اس سبب سے رنگ و بو کا ہے مکان
ناتوان کو دے توانائی اگر اسکی مدد ۔ خار ہوجاوین دو ہین زنجیر پاے رہروان
دیکھ ٹک احوال عنقا کا کہ اس ظالم کے ہاتھ ۔ نام پیدا گر کرے کوئی تو مٹتا ہے نشان
در پے رنج و تعب رہتا ہے اہل درد کے ۔ دکھ دہندہ کی ہوا خواہی مین دے ہے اپنی جان
پا برہنہ در بدر مجلو پھراوے دھوپ مین ۔ خار کے سر پر کرے داماں گل کا سائبان
میل کھینچے دیدۂ بینا مین یہ باریک عقل ۔ پر کرے کحل الجواہر لیکے چشم سرمہ دان
ابر دریا بار کو برساوے دشت یاس پر ۔ خشک دیکھے مزرع امید ہر پیر و جوان
ہنس کو موتی چگاتا ہے سدا یہ بے تمیز ۔ پوست کھینچے ہے ہما کا دیکے مشت استخوان
رشتہ کے خاطر کرے سوراخ گوہر کا جگر ۔ پھر سوزنا کسان اس سے کسانکا ہو زیان
گر اسے منظور ہو تن کی کسیکی پرورش ۔ فائدہ اسکو نہین کچھ بلکہ ہو نقصان جان
چشم مطلب یہ دے روشن دیکھکر قصاب کو ۔ فربہی سے بز اگر ہو جاوے مثل پہلوان
دور مین اس روسیہ کے اب بجز بخل و حسد ۔ دوستی کا تو نہین ہرگز کہین نام و نشان
نور سے یہ شمع کے دیکھے تو جلتا ہے پتنگ ۔ دشمنی معشوق و عاشق تک ہے اتنی درمیان
ہاتھ سے خست سے اسکے جگین مثل خاص و عام ۔ حال روشن دل کرے اب مطلع ثانی بیان

ماہ کے خاطر مقرر وقت شب ہے ایک نان
پھر جو یہ ہیا ہے سدا ساری وہ ہووے سو کہان

ایک لب نان کے لیے حیران ہوتے شہر شہر ۔ مثل ماہ نو ٹرے پھرتے ہین عالی ہمتان
کیا کرون اسکی طبیعت کے تئین کوہین نقل ۔ کیا کرون نیرنگی گردش کا اب اسکے بیان
آن مین اوج حسب کو پہونچے مجہول النسب ۔ خاک ذلت پر گرے ملبین فلان ابن الفلان
چتر ہوتا کاسۂ فقر اکثر آیا ہے نظر ۔ بار ہا تختہ پہ دیکھا صاحب تخت روان
تا کجا کیسے غرضوں سے سفلہ دونکے مزاج ۔ یک وتیرہ پر نہین گاہے چنین گاہے چنان

پس جو ایسا ہو سن اے دل تو نہ کیجے اسکا ذکر
آشنا کر اب غزل خوانی سے تو اپنی زبان

گر شمیم زلف کا تیرے چمن مین ہو بیان
نکہت گل سے پریشان ہو دماغ بلبلان

طوطی تصویر اُسکی روبرو کرتی ہے نطق
محو جو دیدار کا تیرے ہوا آئینہ سان

مشرب عشاق پر تنہا نہین ہے دست برد
نازنے تیرے کیا پامال زہد زاہدان

عشوہ کرتا ہے ترا جو کچھ جہان کے سر پہ اب
چاہیے ہو تربیت اُس سے جفائے آسمان

جس سے پوچھو ہون تو کیون نالاں ہے سو کہتا ہے یہ
ہاتھ سے ان کافرون کے نام جنکا ہے بتان

دل مرا دکھیا رہا ہے کاسۂ چینی کی طرح
مو برابر ٹھیس لگتی ہے تو کرتا ہون فغان

ناز معشوقان جو دیکھو جور گردون سے ہے زیاد
ہے عجب احوال دنیا مین کوئی جاوے کہان

منھ کرو جیدھر کو تو ہوتی ہے آفت روبرو
جسطرف جاؤن تو ہے درپے بلائے ناگہان

اب کہین عالم مین اے سودا نظر آتا نہین
جز پناہ اُس آستان کے موضع امن و امان

جسکا پایہ قدر ایسا ہے کہ دیکھین ہین جسے
تھام کر دستار اپنی عرش کے باشندگان،

کرسی اُس گھر کی جو کچھ رکھتے ہے قدر و منزلت
دیدۂ تحقیق مین یہ عرش کا پایہ کہان،

سطح پر اُسکے ملک پھرتے ہین باذوق تمام
صحن مین کرتا ہے روح القدس نخ اجالے وان

اُسکے قندیل و چراغ آگے یہ خورشید فلک
جون چراغ مضطرب یک قمقمے کے درمیان،

شعلہ کوہ طور سے کیا کم ہے اس روضہ کی شمع
دونون آپسمین ہین گویا خلقت یک دودمان

عالم لاہوت ہے اُسکی نگہ کا سیرگاہ
دیوین جس آنکھی کو گرد اُسکے سے کر کسیر دان

ہے عنایات و کرم کا مبدع عالم مین وہ
دست فیض جود اُسکے سقف کا ہے نردبان

ملتجی اُس در پہ ہر یک صبح محتاج و غنی
ملتمس ہر شام دربان سے گدا و خسروان

کیا بتاؤن ہے جو کچھ اُسکی کتابہ کو شرف
جسکو سمجھے وہم رشک سرنوشت مرسلان

کھولے یک ناخن سے وہ کار دو عالم کی گرہ
معجزہ محراب کا اس در کے ہوتا ہے عیان

ایکدن پوچھا مرے دل نے یہ پیر عقل سے
کس مکین سے یہ شرف رکھتا ہے کہو وہ مکان

یہ کہا سنکر معاذ اللہ اے نادان خموش
کیون کٹایا چاہتا ہے خلق سے میری زبان

مطلق اس معنی سے آگاہی نہین میرے تئین
مجھ پہ اس تحقیق پر مت رکھ یقین بلکہ گمان

واقف اسرار اُسکا کون چھٹ اسرار حق
راز کا اُسکے نہین جز راز حق کے رازدان

لیکن اتنا تجھسے کہتا ہون اگر ہے تجکو ہوش
سنکے یہ کرلے اسی سے اپنی تو خاطر نشان

کعبہ کو بتخانہ سے ہرگز نکرتا کوئی فرق
یہ سخن نکلا زبان سے جو ہین پیر عقل کے
پس یداسد بیشک ولاریب بازوے نبی
گوہر بحر حقیقت لعل کان معرفت
اُسکے شمع راے سے روشن ہوجن جاگہ چراغ
اُسکے چشم فہم کے آگے سدا اپنے تئین
گر حقیقت کے چلے پردے کی سمت اُسکی نگاہ
بار جب کرتے ہین بخشش اسکے سائل کیلئے
قصد جانے کا کیا چاہے اگر اُس طول کے
اسقدر ماندہ ہو پہونچے اسکے گر عشر عشیر
لا چکی ہووے عمل مین وہ منہیات خلق
کان کے پردے تلک پہونچی ہوئی مشت حنا
کھینچ کر اپنی سشرائین سے شراب خورد کو
اُسکے حفظ عدل مین ہو کس توانا کی مجال
بندوبست ایسا ہے عالم مین کتار عنکبوت
اسقدر رکھتی ہے صولت اُسکی شمشیر و دسر
ڈالدین رو ئین تن اُس ہنگام میدانمین سپر
کب ہو جلاد فلک مین اوسکو ڈری یارا ے نطق
اونگلیان اوڑجاوین دم پر اُسکے دست وہم کی
کس مین یہ قدرت جو کوئی منھ پہ اُسکے آسکے
دھار پانی کی دو رین لپٹے زمین کے قعر کو
صور اسرافیل سے کچھ کم نہین اوسکا نیام
جتنی ہے جمعیت افلاک ہووے منتشر
کیا بتاؤن جسقدر اُسکی برش کا ہے صفا
زور میدان سامنے آوے گر اُس تن کا عدو

گر نہو تا اُسکا وان پاے تولد درمیان
سنتے ہی اس حرف کے دل نے کہا اُس سے کہ ہان
قوت ہر یک ضعیف و طاقت ہر ناتوان
نور مہر لامکان چشم و چراغ قدسیان
عقل کل گرد اُسکے بال افشان پھر پروانہ سان
ہے دو عالم مین جو کچھ مخفی سو رکھتا ہے عیان
نکلے ہے اودھر سے استقبال کو راز نہان
اسقدر رہتا ہے تب طول قطار بختیان
اس سرے سے اُس سرے تک پیک وہم فرمان
تا ابد چاہے کہ اودھر سے پھرے طاقت کہان
حکم اسکا بازگشت اسکے پہ گر ہووے روان
پھر کے اودھر سے چلی سووے وہان مطربان
دانۂ انگور کے شیشہ مین کردین میکشان
دیکھ سکتا ہو حقارت سے جو سووے ناتوان
کر گدن کیواسطے رکھتا ہے حکم ریسمان
گر صف اعدا مین جاکر کیجیے اوسکا بیان
موے باریک اپنی گردن کو بتادین سرکشان
ہونٹ لاگے چاٹنے لکنت کرے منھ مین زبان
آبداری اوسکی گر کیجے قیاسا امتحان
آشنا ہووے گر اُسکے عکس سے آب روان
کاٹ کر اودھر کو نکلے پردۂ نہ آسمان
نکلے وہ اسمین سے تو شور قیامت ہو عیان
تاب کیا باہم رہین اجزاے ارضی توامان
کیا کرون مین زور بازو اپنے مولا کا بیان
کوی نہ گردون سا جسکے سر کا ہووے استخوان

جب کمر سے کھینچکر مارے وہ اُسکے فرق پر　　موے سر سے ناخنِ پا تک نہ ٹھہرے درمیان
ہے غرض جو سر تو یہ اُسکا جو کچھ تمنے سُنا　　شکل و نام اُسکا بتاؤن کیا تمھین اے دوستان
ہے دو انگشتِ قضاے مُبرمِ اعدا کے لیے　　ذوالفقار اُسکے تئین کہتے ہین لیکن مردمان
اُسکے توسن کا جو پوچھا خامے سے وصفِ جمال　　پڑھ کے یہ مطلع کیا معذور ہون اے مہربان
حسن و لطف و شگفتگی کا جسکے کانون کا بیان　　باغ مین سوسن نہین کر سکتی باچندین زبان
دین خراج آنکھون کو جسکے چشمِ خوبانِ عرب　　باج دیوین بال و دم کو زلف و جعدِ مہوشان
اُسکے پٹھے کو سمجھکر قہقہا کہتی ہے خلق　　کیا یہ چرتا ہے سجا کے کاہ کشتِ زعفران
خوش کمر اتنا کہ جون پیوستہ ابرو مین ہو خال　　جاے زین ہے یہ گریبان و کفل کے درمیان
خوش بدن از بس کہ ہے جون اخترِ چرخِ کبود　　جلد کے نیچے سے ہر قطرہ لہو کا ہے عیان
نقش سُم جس دشت ہو اُسکے پے جست و خیز کا　　دین غزالانِ حرم تک نعلبندی آ کے وان
گرم ہووے وہ پری پیکر تو اُسکا حُسن و لطف　　دیکھیے سو جل نہ سنئے سے کسیکے ہو خاطر نشان
ہر گلِ رنگِ حنا پر یون عرق دے ہے بہار　　لالہ زار اوپر ہو شبنم جسطرح گوہر فشان
ہے چلاوے مین یہ اُس گلگونکے دم و اریکا لطف　　جون پون بہنے سے لہراتا ہو سروِ بوستان
جب قدم رکھتا ہے وہ محبوب تب ہر گام پر　　صدقے کرتے ہین خرامِ ناز اپنا دلبران
ٹک اُچک جاوے عنان سین جو قاشِ زین سے　　اسطرح اڑ جاے جون چہرے سے رنگِ عاشقان
گر صفِ اعدا پہ سیدھا ہو تو جون تیرِ تفنگ　　ڈانٹیے اُسکو تو پہونچے پیش از آوازہ ہان
پر غلط ہے یہ کوئی اُسکو ڈھٹاوے کس جگہ　　صفحۂ روے زمین کا اسقدر عرصہ کہان
ہو اگر یہ شرق مین اور سامنے ہو اُسکے غرب　　ٹک اُسے اک بار کہے اتنا ہی منہ سے لیک ہان
پہونچنے پاوے ہوا سے ہان نہ منہ سے تا لب　　پہونچے ہے یہ باد پیما اپنے وان اور انسے یان
پس جو ایسا ہو تو کر سکتا ہے کوئی اُسکا وصف　　جز درود اُسکی ثنا مین کیا کہے میری زبان
سُن چکا سودا زبانسے میری اُس مرکب کا وصف　　اسکے لائق ہے ثنا و مدح اور تیرا دہان
ہو کے گر دوڑون کو سن شعر و شاعر ایسے اوسکی مدح　　دیکھیو کرتا ہے اب زورِ طبیعت امتحان
مرتبہ ہے جس جگہ اُسکا خیالِ عقلِ کل　　پہونچنے کا قصد وان رکھے تو ڈھونڈے نردبان
وہ جنابِ عالی ایسا ہے کہ جسکی مدح مین　　ہو سکے آدم کی خلقت سے کوئی رطب اللسان
انما کی آیہ نازل ہونے سے پیدا ہے یہ　　مدح مین اُسکے ہے خلاق زمین و آسمان

یہ سخن سنکر کہا مین نے کہ یا نتک اے قلم — دور عقل و ہوش سے میرے تئین ہست گرگمان
ہے یہ میدا ہی خیال ایدھر کہ مین کرتا ہون مدح — مور سے ہیہات کب وصف سلیمان ہو بیان
ہے غرض اس نظم سے اتنی کہ تا کچھ کیجیے — عرض اپنے حال کا نزد شہ ہر دو جہان
یا ولی اللہ ہے مجھپہ تیقن گرچہ یہ — ہے وہ کیا مخفی جہان مین جو نہین تجھپر عیان
لیکن از بس جور گردون نے کیا ہی مجکو تنگ — مضطرب ہو کر مین اپنا حال کرتا ہون بیان
آفت نو گر بہم پہونچے کسیکے واسطے — کھینچتا ہے اسکو یہ مجھپر برائے امتحان
خانۂ چشم خلائق سے اٹھا کر خراب کو — ہین جہان طالع میرے اس گھر مین دیتا ہی مکان
ہر کسیکے بھیجے ہے اوج سعادت کیلئے — مژدہ دینے کہہ ہما کو میرے مشت استخوان
گلشن امید سے لیکر نسیم صبح دم — دے چراغ بخت کو میرے ہمیشہ ارمغان
گوش زد میرے کئی ان نے کبھو آواز خوش — جب سے مینے آکے دیکھا ہے جہان کا گلستان
بانگ چغد دشت کر دیتا ہی اسکا انقلاب — سمع تک پہونچے اگر میرے نوائے بلبلان
کب تلک بے امتیازی کیجیے اس ملعونکا ذکر — تا کجا اسکے جفا و جور سے کیجے بیان
ڈالتا ہون جسطرف بنیاد اپنے گھر کی مین — اسطرف کرتا ہے یہ سیل خرابی کو روان
گرچہ ہون بے خانمان اسکی عداوت سے ولے — خوش ہون مین نہ رنج در کا ہے نہ فکر پاسبان
پر مجھے ہے دغدغہ اتنا کہ یہ ظالم کہین — سرزمین ہند کو سونپے نہ میرے استخوان
اے شہ دنیا و دین تجھسے ہی میرا اک سوال — مطلع نجم سے ہی اس نظم مین جسکا بیان
تجھ ہمم سے نفع کو پہونچے زمین و آسمان — مہر و مہ لیکن سیم و زر اور لعل و گوہر بحر و کان
تجھ عنایات و کرم سے اپنے مجھکو بھی دلا — لیکن اس داد و ستد کی شرط ہی یہ درمیان
خواہش دلکے موافق اپنے جو چاہون سو لون — ورنہ جو ہمت ہی تیری کیا کرون اسکا بیان
مانگے جو زیرکا دانہ پا دے وہ کرمانکا ملک — چاہے جو طوطی کا پر اسکو ملے ہندوستان
ایسی بخشش کی کہین عہد سے بر آتا ہون مین — تیری ہمت کے موافق لون تو مین رکھون کہان
ہان مگر یون ہو کہ تیرا یہ سحر معجز طراز — ایک مٹھی پیچ کر دیوے نہ مجھے دونون جہان
اور بعد از مرگ ہویا شاہ دین مشت عبیر — واسطے جیب و کفن کے تیری خاک آستان
پر مرا مطلب تو یہ کچھ ہے کہ تیرے در سوا — سر فرد لاؤن نہ مین پیش در نواب و خان
اس سوا اور کیا تمنا ہے کرون مین جسکو عرض — چیز کیا ہے مایۂ دنیا بہ پیش عاقلان

گر تو سودا اب قصیدہ کو دعائیہ پہ ختم ۔۔۔ گو خطاب اسکو دیا ہے تو نے بحرِ بیکران
تا کہ ہئیت کو زمانے کی ہے یا مولا قرار ۔۔۔ منجمد جب تک ہے اجزائے زمین و آسمان
دوستون کو تیرے نت اوج سعادت ہو نصیب ۔۔۔ خاک ذلّت مین رہین یکسان ہمیشہ دشمنان

قصیدہ در منقبت گل گلزار انّما نور دیدۂ رسول خدا سرور سینہ علی مرتضیٰ ابا عبداللہ الحسین صلواۃ اللہ علیہ

سوائے خاک نہ کھینچون گا منت دستار ۔۔۔ کہ سرنوشت لکھی ہے میری بخط غبار
چمن زمانہ کا شبنم سے بھی ہے محروم ۔۔۔ اگر نہ رو دے میرے روزگار پر شب تار
کرون ہون تیز مین دندان اشتہا ہر صبح ۔۔۔ زمانہ سنگ ملامت سے توڑتا ہے نہار
عجب نہین ہے کہ جاتی رہی ہو دنیا سے ۔۔۔ زبس خوشی نے میرے دلسے اب کیا ہی کنار
شراب خون جگر ہے مجھے گزک دل خویش ۔۔۔ صدائے نالۂ دل ہے مجھے ترانۂ یار
رہی نہ شیشۂ صحبت کے بیچ کیفیت ۔۔۔ نت اُٹھ کے سنگ سے اس سر کا توڑتا ہی خمار
زمانہ دل کو میرے اور عہد یار کو اب ۔۔۔ شکست سے نہین دیتا ہی ایک آن قرار
زبسکہ دل ہے مکدّر میرا زمانہ سے ۔۔۔ بجائے اشک مین آنکھو نسے پونچھتا ہون غبار
کہان تلک وہ کرے روزگار کا شکوہ ۔۔۔ کہ جسکے بخت کی سوگند کھائے ہوا دبار
دلا تو اپنے غم دل کو اب غنیمت جان ۔۔۔ بدل خوشی سے اسے دور مین بحر ز نہار
کسو ہی سے غم دل یون نہ لیگیا دوران ۔۔۔ کہ شادی مرگ کیا ہو نہ اسکو آخر کار
جو گوش ہوش تو رکھتا ہے تو برابر ہے ۔۔۔ صدائے نغمۂ داؤد و نالۂ دل زار
تو سادہ لوحی سے ایدل ہلانکے ہی کج فہم ۔۔۔ کرے ہے راستی اپنی سے ہر زبان گفتار
مین حرف حق کو سنا ہے زبانی منصور ۔۔۔ کہ راست گو کو زمانہ مین کھینچتے ہین دار
عجب نہین کہ ہے ابلیس اس سبب مخفی ۔۔۔ کہ ہو جیے گا عبث مردم جہانسے دوچار
شب گذشتہ بہت دردسے مین تھا بیتاب ۔۔۔ گذر گیا چمن فکر کی طرف ناچار
سنی مین ایک غزل بلبل طبیعت سے ۔۔۔ کہ لخت دل گرے آنکھو نسے اب ہزار ہزار
نہ پوچھ مجھسے کدھر ہے خزان کہان ہی بہار ۔۔۔ کہ بلبل قفسی کو ہے گل سے کیا سروکار

عجب نہین ہے کہ بادِ سموم ہو جاوے — نسیم گر کرے یکدم مرے چمن سے گذار
نہین ہے شادی ہنگم چمن مین دنیا کے — کہ گل ہنسے ہے گریبان پیرہن کو پہاڑ
کہان بہار کہان ساقی اور کہان ہے شراب — کہان مغنی و مطرب کدھر ہے ناخن و تار
فلک کے ہاتھ سے اتنی بھی دار ہے نرہے — کہ جو بیٹھیئے دل کھول کر پکار پکار
شکستگی سے مجھے دل کے یون ہوا معلوم — فلک نے گوشۂ خاطر کو بھی کیا مسمار
پڑا پھرے ہے اسی فکر مین سدا ظالم — کسو طرح سے کسو دل کو دیجیے آزار
رکھے ہے مجھ سے خصوصاً عداوتِ قلبی — خیال خام کو یون دیکھے اپنے دل مین قرار
کہ خاک کر کے اسے ہند مین بناؤن گا — چراغ بتکدہ و خشت خانۂ خمّار
کدھر خیال کو اب لیگیا ہے یہ بے مغز — زبس بھرا ہے سر اسکا ہوا سے کج رفتار
دکھاؤن گا اسے اب مردیون کرین ہین عزم — مشیّت ازلی بھی جو ہووے ہم سے برار
تو روسیاہ کر اس ہند کا کوئی دن مین — اُسی دیار کے گلیون کا ہو جیے گا غبار
بھاگی خاک کو ہے یہ شرف عجب کیا ہے — کہ فخر عرش ہے گر ہووے اُسکے قرب جوار
جہانکے مرگ کو کہتا ہے خضر عمر ابد — خدا نصیب کرے مجکو زندگی یکبار
جو لیجیو کہ مجھسے سُنے صدق سے تو باور کر — محمدی سے فرنگی ہو جو کرے انکار
خدا نخواستہ گر آسمان کی گردش سے — قضا طبیب ہوئی گر مسیح ہو بیمار
فلک سے اسکو ملائک کے آگے وان ہو دین — جب اُس دیار کے جاروب کش سے منّت دار
اگر وہ خاک دے اسکو شفا کی نیت سے — قضا قضا ہی کرے ٹک اگر کرے تکرار
ہے اسقدر وہ زمین نور سے ہے مالامال — کہ جسکی رات کے آگے نہین ہے دیکھو قرار
اسی ہی غم سے جہانمین ظہور کرتی صبح — ہمیشہ پنجۂ خورشید سے گریبان تار

ہوا کے وصف مین اوسکا کے کر لکھون مین غزل
مرا سخن رہے سرسبز تا بروز شمار

زبس ہوا کو طراوت نے وان کیا ہے نثار — شرار سنگ مین ہے رشک دانہ ہائے انار
گر اُسطرف سے ہو جاوے صبا چمن کیطرف — نہو سواے زمرد عقیق وان زنہار
جو نخل خشک کی تصویر کھینچے وان نقاش — ہر ایک شاخ دو ہین سبز ہو کے لادے بار
عجب نہین ہی کہ ہون اس ہوا سے دانۂ سنگ — اگر زمین پہ گرے ٹوٹ سبحۂ زنّار

غرض مین کیا کہون یارو چمن مین قدرت کے
عجب ہے لطف کی اُس قطعہ زمین پہ بہار

یقین ہے دل کو اگر ساکنان جنت سے
جو کوئی سیر کرے اس دیار کا گلزار

زبس تماشے سے آنکھون کو وان نہو سیری
پلک کو موندنا نرگس کی طرح ہو دشوار

انکھون کی نظرون مین ہوگی بہشت کی کیا قدر
جنھین ہے مسکن و ماوا کیواسطے وہ دیار

بہشت عرض کرین یہ جناب اقدس مین
عجب نہین کہ اسی شرم سے بروز شمار

جو کربلا کے ہین ساکن اُنھون کو ہو یہ امر
سوائے عرش نہ بھیجے کسی طرف کو گذار

تری تو ذات پہ روشن ہے جزو کل کا حال
بھلا ہے پردے ہی مین رکھیے جنت کا وقار

غرض کہ دیکھکر اس جا کے مرتبے کے تئین
لگا زمین سے کرنے فلک یہ استفسار

خبر دے سکی مجھے اے زمین کہ تجھ مین سے
ہوا ہے کس لیے اُس خاک کو یہ عز و وقار

دیا جواب زمین نے کہ اے فلک ہیہات
نہ دیکھ مجھسے تناسب اسے تو دیگر بار

نہین ہے خاک وہ ہے آبروے آب حیات
نہین وہ خاک ہے کحل الجواہر ابصار

اگر نہ چشم کواکب کو پہونچے اسمین سے
نکر سکے شب تاریک بیچ تو رفتار

مجھے ہے نسبت اب اُس خاک سے کہان حسین
ابو تراب کے فرزند نے کیا ہو قرار

امام مشرق و مغرب شہر زمین و زمن
رموز دان خداوند لجۂ اسرار

زہے امام کہ جز خاک در سے یہ جسکے
قبول ہو نہ کبھو سجدۂ نماز گذار

اگر نہو قلم صنع ہاتھ مین اوس کے
تو لوح دفتر قدرت مین نقش ہو بیکار

مہندسان قضا اپنے ہندسون سے اگر
سوائے مشورت اُسکے جسے لکھین یکبار

عجب نہین ہے کہ نکلے نہ تا دم محشر
زبان خامہ سے کچھ لفظ غیر استغفار

خدا نخواستہ دیوے چہار عنصر مین
گر اُسکی راے بدلنا طبیعتون کا قرار

ابھی فنا کرے منفذ ہوا کا ذرّۂ خاک
نچھوڑے پانی کا قطرہ جہانمین ایک شرار

گر اُسکا حکم اٹھادے جہانسے رشتۂ کفر
مجال کیا جو سلیمانی مین رہے زنار

یقین تو جان کہ میزان عدل مین اُسکے
ہوا ہے دانۂ خردل برابر کہسار

اوسکے عدل مین ہے یہ کہ چیونٹیونکے حضور
مجال کیا ہے کہ دم مارے اژدر خونخوار

شکوہ خیمہ کا اُسکے بیان کرون لیکن
کہان خیال کو ہے پہونچنے کا وانتک بار

کہ جسکی دیکھکے رفعت فلک ہے جگر مین
اوسیکے بوجھ سے ہے صفحۂ زمین کو قرار

نہین ستارہ ہین یہ بلکہ لوٹتا ہے گا
کرے ہی عرش اُسے اپنی جبہہ چسندل
کمیت خامہ نے اب اُسکے وصف گلگون
چمن مین صنع کے جسکے سبکرو ہی آگے
غرض وہ گرم عنان ہوکے جب حمکتا ہی
بیان جلدی کا اُسکے کہا نلک مین گردن
چڑھا براق کے راکب نے دوش پر اپنے
امیدوار ہون غلبیت سے اب بلا مجکو
کھے سے ہے اشہد ان لا الہ الا اللہ
مقابلہ سے کمان کے ترے عدو تیرا
جہان نہ پہونچے ہے تیر خیال کا پیکان
ترے دیار کے چیونٹی کے زور سے شاہا
امور سلطنت اُسکے بغیر مرضی کے
نمط حباب کے قالب تہی کرین دریا
بیان حلم کا تیرے مین کیا کرون ہیہات
کرین ہین نہ ورق آسمان کو تا ہی
بھرا ازبس کہ شکم حرص جو لنے تیرے
گہر نہون جو ترے ابر فیض کے آگے
نگاہ فیض تیری کیمیا اثر اتنی
نہ نکلے کان سے فولاد تا ابد ہرگز
شہا ہمیشہ ترے بندگان عالی کے
بہار عرض سے اب عرض ولیکن یہ ہے
صدمت نغال میں اپنے بلا کے دے جا گہ
سوائے خاک در اپنے سے اسکو یا مولا
سیہ ہم اگرچہ سراپا ہے جوہر ذاتی

اسی حسد سے انگار دن یہ چرخ لیل و نہار
گر اُسکے فرش کا جاروب نے اُٹھے ہے غبار
کیا ہے صفحۂ کاغذ کو تختۂ گلزار
کبھو نہ ایک قدم چل سکی نسیم بہار
نہین پہونچتی ہے برق اسکے گرد کو زنہار
ملک کو جسکی سواری کا عزم ہو دشوار
سکھائی جسکو سواری ہی ہوا و سیہ سوار
حضور یا خلف الصدق حیدر کرار
عدم میں کفر سدا یاد کر تیری تلوار
کبھو نہ بچ سکے رد زنر دکر کے قرار
کرے ہے وان سے گذر تیرے تیر کا سوفار
کہان زبان کو ہے طاقت جو کیجیے گفتار
جو ہو دین لاکھ سلیمان نکر سکین زنہار
کرین جو اونبہ ترے آتش غضب سے شرار
تو ہے گواہ جو کچھ تجھ سے ہو چکا ہموار
شہا اگر تری بخشش کا کیجیے طومار
نہین اب اُسکے تئین درد امتلا سے قرار
کرے نہ گر عرق انفعال ابر بہار
اگر وہ ہو کرۂ خاک کی طرف بیچار
عجب نہین ہے بغیر از طلائے دست فشار
جناب مین یہی سودا رکھے ہے عرض چہار
کہ ہند بیچ پریشان نہو یہ مشت غبار
کہ نور معرفت اس کے تئین ہو شمع قرار
دو دم ہے یہ تو کسی در سے اب نہ رہے سروکار
ولے ہمیشہ تہی دست ہے برنگ چنار

چہارم آنکہ ہمہ دوستان ہر دو جہان
قبول ہو وین بحق المسر اطہار

رہے فلک پہ مہ و مہر جب تلک قائم
ہمیشہ دیکھے اسیطرح چشم لیل و نہار

موالیان کے قدم سے لگا رہے اقبال
جدا نہو سر اعدا سے چنگل ادبار

قصیدہ در منقبت قرۃ العیون الحسنین اعنی حضرت امام کاظمین صلوٰۃ اللہ علیہ

ہے پرورش سخن کی مجھے اپنی جان تلک
جون شمع زندگانی ہے میری زبان تلک

خاموشی آئینہ کی کہے حال رفے خلق
روشن دلون کا کام نہ پہونچے بیان تلک

ہے ظالمون کو سختی دوران مدد کہ تیغ
کاٹے دو چند پہونچ جو سنگ فسان تلک

بے ماتم اس چمن میں نہین خندۂ طرب
ہے کسوت کبود گل زعفران تلک

افتادگان نہ لین مدد غیر سے ہراج
سایہ کو احتیاج نہین نردبان تلک

گرداب تک پہونچ کے شناور ہوئے ہیں غرق
ٹک رہ ادب ہے آن کے سرگشتگان تلک

سیدھون سی منحرف ہو سوا اپنا ہے وہ عدو
بہکا جو راستے سے گیا رہزنان تلک

کیا اسکی قدر ہو جو سیاہی نہو نجیب
شمشیر ناصیل کی قیمت کہان تلک

لاف سپہ گری نہ بکے مرد راست باز
پاوے نہ راہ حرف زبان سنان تلک

پابوس پر کسو کے نہ پیدا کرین غرور
پہونچا وے یہ سخن کوئی گردن کشان تلک

رکھین وہ ایک شب تو سر شمع پر نگاہ
پہونچے ہے تا سحر دہن شمعدان تلک

بار گران تلے ہے سبکروح روز و شب
تن کا اٹھائے پھرنا ہے موقوف جان تلک

رہتی ہے پاک طبع بزرگون کی زنگ سے
کیا کام تیغ کوہ کو صیقل گران تلک

راحت انھین کہان ہے جنھین شوکت و شکوہ
پھرتے ہی دیکھتا ہون سدا آسمان تلک

گر بن کجی ہو راستی دنیا میں پیش رفت
وابستہ ہو نہ تیر کا چلنا کمان تلک

سختی سے گذری اہل سعادت کی یان معاش
ہے منحصر غذاے ہما استخوان تلک

ہرچند گریہ عشق میں نقصان چشم ہے
لیکن یہ سمجھے ناصح نادان یہان تلک

آتش بلند ہووے تو غیر از تلاش آب
ہووے غرض کسو کو نہ سود و زیان تلک

تنہا نہ سبز ہو یہ قصیدہ ہے جون چمن
کیفیت بہار ہے گلشن مین یان تلک
صحن چمن مین پھرتے ہین مستی سے لوٹتے
نشو و نمائے سبزۂ و ریحان و یاسمن
سوسن پہ اس نمک سے ہے شبنم کہ جون عرق
ساقی اٹھائے شیشہ و ساغر کو لا بیاض
آیا نہ ایک گل کبھو اس بوستان تلک
وہ مرغ ناتوان ہون کہ صحن چمن سے مین
کیفیت اپنی سے ہین لگون ہون بنا لکے منھ
روشن ہوا کہ چراغ سے جون نخل شمعدان
میٹھا لگے ہے منھ کو میرے زہر دشمنی
مشکل بہت ہے امر قناعت جہلکے بیچ
ہمنے زیادہ تا شب ہفتم سے ماہ کون
تھا مجکو رات کنج قناعت مین فکر شعر
گذرا دہین یہ دل مین کہ اس فن کی راہ سے
تو چند بیت مدح مین اس کے قصیدہ طرح
تا ہو یقین کہ صفحۂ ہستی سے اسکا نام
چھوڑون نہ اس کنے کچھ اس ابیات کا صلا
القصہ گذری تھی مجھے شب اس خیال مین
ایسا ہی مارا ایک طمانچہ کہ تا ہنوز
کہنے لگا وہ مجھسے کہ سودا ہزار حیف
یہ قصد ہو ترا کہ مین لیکر بیاض ہاتھ
پھر فلاح دامن ہمت نچھوڑیئے
عزت کی گر ہو گوشۂ دامن پہ نیم نان
روزی کو مضطرب نہو تا کہ آئینہ کو دیکھ

ایسی غزل کہون کہ پڑھین بلبلان تلک
بلبل سے مست ہو گئے اب باغبان تلک
لیکر ہوا کی موج سے آب روان تلک
ہے طعنہ زن نمود خط گلرخان تلک
آتا ہے عارض بت ہندوستان تلک
ٹک اس غزل کو پڑھتے چلین گلستان تلک
جسکی بہار پہونچی نہو وے خزان تلک
بے نردبان پہونچ نہ سکون آشیان تلک
ورنہ نہ پہونچے ساغر بے مے لبان تلک
پہونچا ہے داغ دل کا مرے استخوان تلک
پہونچے ہے شہد دوستی جب امتحان تلک
لیکر زمین سے چرخ کے باشندگان تلک
قانع نرہتے دیکھا کبھو نیم نان تلک
تا کہ طمع کو حرص نے جنبش دی یان تلک
جا پہونچون مین اگر کسی نواب خان تلک
ایسی ہی کہہ کے لاؤن قلم کی زبان تلک
اٹھے کسو ہی طرح نہ دور جہان تلک
لے کھود کر زمین کو گنج نہان تلک
ناگاہ پیر عقل نے آ دس مکان تلک
پہونچے ہے رنگ چہرۂ گل ارغوان تلک
آخاہ مین نے تجھکو نہ سمجھا تھا یان تلک
پہونچا کرون گا ہر در و ہر ایوان تلک
تنگی سے گر ہو چاک گریبان جان تلک
دستار خوان گو نہ تجھے پانسے وان تلک
نان آبرو سے پہونچے ہے روشندان تلک

پس فرض کیا گیا ہے کہ اشعار رتبہ دار
لیجا کے تو بڑھا کرے ان ناکسان تلک

جو نخوت و غرور سے تحسین کے محل
ابر و سوا سخن کو نلا دین زبان تلک

نزدیک جنکے ہے وہ بڑا صاحب کمال
منصب کی جسکے رتبہ ہو فیل و نشان تلک

گر بوعلی سلام کرے آن کر او نھین
سینہ ہی پر وہ ہاتھ رکھین ہین جہان تلک

چاہین کہ ہم کلام ہون اس سے تو یہ کہین
پہونچے ہے تیرا سلسلہ کیخاندان تلک

آدم تلک انکے پاس عرض آدمی نہین
پہونچا دے تا نسب کو نہ شایستہ خان تلک

سودا تو انکی مدح کریگا کہ جسنے دروغ
یک حرف راست دل سے نہ پہونچے زبان تلک

حیران ہون مین کہ مثل نگین بہر نام غیر
اپنا تو روسیاہ کرے گا کہان تلک

رکھئے قلم کو مدح مین ایسون کے سرنگون
سجدہ کرین ہین جنکو زمین و زمان تلک

کرتے ہین جنکے امر سے عالم مین زندگی
لیکر کے جن و انس سے کرو بیان تلک

گر ہو نہ انکے پر تو حفظ کے تلے
پہونچے نہ خضر زندگی جاودان تلک

روضہ مین جنکے حلقۂ چشم ملک سوا
پہونچا نہ پاسے شمع کبھو شمعدان تلک

خاک مزارا ون کی سدا بہر توتیا
پہونچی ہے روم و شام سے لے اصفہان تلک

لیکن انھون کے دیدۂ اعدا کیواسطے
آتش سوا نہ میل گئی سرمہ دان تلک

ہنگام طوف بسکہ ملائک تمیناً
لیتے ہین خاک آنکے اس آستان تلک

خادم کہین ہین دانکے منھ آستین دیکھ
پہونچے ہے کوئی ذکو زمین آسمان تلک

از بس اب انکے عدل سے معمور ہے جہان
پہونچا ہے کارخلق اس امن و امان تلک

بچہ جو گوسپند کا گم ہو تو گرگ و شیر
پہونچا دین تا نہ ڈھونڈھ کے تسکو جہان تلک

دہشت سے اس خیال کے زہرہ ہو انکا آب
پہونچین نہ ہم مبادا کسیکے گمان تلک

رہنے کو جگ مین صورت افسوس کے تئین
احکام خرمی نے کیا منع یان تلک

انگشت چوسنے کے تئین طفل شیرخوار
ممکن نہین کہ لا سکے اپنے دہان تلک

جب سے ہوئی ہے گلشن دنیا مین یہ بہار
کچھ کام بلبلون کو نہین ہے فغان تلک

گلچین کی کیا مجال جو توڑے چمن مین پھول
صورت سے گل کے لرزے ہے باغ خزان تلک

ہرگز نہین اس عہد مبارک مین یہ مجال
پہونچے کسیکا زور کسی ناتوان تلک

بہ جائے ایک خس کبھو ریلے مین موج کے
زنجیر سے بندھا پھرے آب روان تلک

قوت سے اُنکے عدل کے اب نے یہ آسمان
ناطاقتی ہے آفت ارضی کو یان تلک

مار سیہ لیتے ہین وہ کام اندنون
وابستہ جانتے ہین جسے ریسمان تلک

کب اُنکے ابلقون کی ثنا مجھسے ہو سکے
ق میں کیا کہون کہ جلدی ہے اونکین کہان تلک

باندھے اُنھونکے پانوٗن سے گر مہر و ماہ کو
تو روز و شب کے پھر نہین سرعت ہو یان تلک

پھر نوبت شمار مہ و سال زیر چرخ
آدے نہ انکو ہین یہ منجم جہان تلک

ہیبت کی اُنکے تیغ کا مین کیا کرون بیان
کاٹا ہے کوہ کفر کو اب جن نے یان تلک

ہذیان خواب مین جو پڑھے پوتھی برہمن
کلمہ جگا کے اسکو پڑھا دین یہان تلک

بس جو کوئی کہ ایسے ہون اُنکا حضور چھوڑ
ہذیان بکنے جائے تو نواب و خان تلک

جسوقت یہ سخن ذہن پیر عقل سے
پہونچا گہر کی طرح مرے گوش جان تلک

آیا یہ دل مین جاؤن مین کیا لے کے بہر نذر
کب دسترس مجھے ہے کسی ارمغان تلک

ناگہ اُنھین کے ذرۂ خورشید فضل نے
پہونچا دیا یہ مطلع انور زبان تلک

موقوف تھا ظہور خدا تم پہ یان تلک
جون بن حروف معنی نہ آدین زبان تلک

جاگہ جو کفش کن کے لیے حق نے دی تمھین
رخصت خیال عرش نے پایا وہان تلک

جسجا کہ مرغ قدر تمھارا ہے بال زن
جبریل کا نہ وہم گیا اُس مکان تلک

محراب نقش پا کے تمھاری ہے جس جگہ
وہ سرزمین پہونچی ہے اس عز و شان تلک

سجدہ گر اُسطرف کرے ابلیس ایکبار
بخشش کو پھر نہ کام رہے لاین آن تلک

ہیم ضیِ شریعت قضا گر کرے کچھ امر
جاری کسو طرح نہوا اُسکی زبان تلک

ذرہ ہو گر رسائی کا مانع تمھارا امر
پہونچے نہ نور مہر کبھو خاکدان تلک

شوکت کا بارگاہ تمھاری کا اب بیان
کیا ہو سکے ہے مجھسے کرون مین کہان تلک

انجم تگرگ وار زمین پر ٹپک پڑین
صدمہ جو پہونچے اُس سے یہ ہفت آسمان تلک

لکھے ثنائے جود تمھاری تو جز گہر
نقطہ نپاوے راہ قلم کی زبان تلک

اسکی غرض ستایش ہمت نہو سکی
جسکا کہ ایک رتبۂ بخشش ہو یان تلک

تب لرزہ پیچ مہر کو رکھتا ہے یہ خیال
قوت ہو جسکی بازوے ہمت مین یان تلک

بل مالینے مین چاہیے تو ذرہ کو بخش دے
ایسے کا ہاتھ پہونچے کبھو آسمان تلک

بس جبکہ تم سے آقا ہون وہ پھر احتیاج
جائے کہو تو کس در و کس دربان تلک

یا کاٹین چرخ ستمگر کے ہاتھ سے — پہونچی ہی کار د آکے میرے استخوان تلک
سد رمق نہ مجھے ہو تمھاری جناب سے — محتاج تا نجاؤن کسی ناکسان تلک
اس چرخ دون پرست تلے ہرشت جو — مانند آسیا کے پھرون اب کہان تلک
لیکن جو یہ قصیدہ کو وہ دو سپکر آب — چاہے صلے مین ہندسی لے اصفہان تلک
ہرگز نہ لینے دون اسے جز ایک مشت خاک — سودا کو دو بلا کے گر اس آستان تلک
تا ہے فراخ دامنی چرخ منحصر — جون مہر دست اوج رہے دوستان تلک
تا شکل کہکشان رہے اژدر سے یہ شبیہ — پہونچا کرے گزند و حسد دشمنان تلک

قصیدہ در مدح قرۃ العین رسول زمان حضرت امام ضامن علی موسی رضا شاہ خُراسان

اگر عدم سے نہو ساتھ فکر روزی کا — تو آب و دانہ کو لے گر گہر نہ ہو پیدا
نہین مین طالب رزق آسمان سے کہ مجھے — یقین ہے کاسۂ واژ و نین کچھ نہین ہوتا
نکل وطن سے ہے غربت مین زور کیفیت — کہ آب تحت ہی جبتک ہے تاک مین صہبا
ہنر کو مفلسی ہرگز ضرر نہین کہ نہین — عیار کو تہیدستی سے نقص جوہر کا
بلند ہمت اگر ہون نہ زیر چرخ ضعیف — ہلال عید ہو عالم کا کیونکر روزہ کشا
جو ناتوان نکرین دست گیری دشمن — تو خار و خس نکرے شعلہ کو کبھو برپا
فتادگی مین یہ عزت ہے دیکھ اے سرکش — کہ رنگ و ہر نے کیا نقش پا کو راہنما
نہو سکین میرے اشکون کی سدرہ مژگان — پکڑ نرکھ سکے خاشاک دامن دریا
ہوا ہون بزم جہا نمین ہلاک غیرت شمع — کہ زیر تیغ سر عجز اون نے خم نکیا
نکوئی جو کرے دنیا مین ہو وے وہ پامال — بسان جادہ کسیکو تو راہ مت بتلا
بنے گی زینت دنیا سے نحس شکل تری — لباس زر کو پہنکر نہو تو بوم طلا
کلام شیرین پہ مت جا تو اہل دنیا کے — بنام زہر ہلاہل بھی ہو وے ہے میٹھا
کشندہ تر ہے مرض سے مجھے عیادت غیر — بھلی ہے اُن سے تو بالین پہ صورت نیبا
خفا کرے ہے دل اینا مین بیٹھنا اہل کر — وسلے مین کیا کرون ہے تنگ عرصۂ دنیا

جہان کے باغ مین جون شاخ بے ثمر مینے
کسیکی دوستی سے نفع حسن ضرر نہ لیا

لیا عزیز بہت جنبنے دیکھکر مجکو
اُٹھا کے تیغ ستم کے تلے اوسی نے دیا

چنون مین کب بر امید نخل دہر تلے
نہ خوش کیا مری ہمت نے قد کو خم نکیا

جفاے دہر کرے سنگدل کو نازک دل
بنے ہے شیشہ جہان مین گداز ہو خارا

مرے سخن کی مرے بعد زیادہ ہووے قدر
گہر یتیم جو ہو دے تو ہو فزود بہا

نہین ہے کام مجھے شعر و شاعری سے ولے
خرد نے مجکو نصایح سے بارہا یہ کہا

زبان پہ لا سخن خوب تو تر کھ دل مین
کہ اُس گہر کی نہین قدر جو صدف مین رہا

برنگ عکس سبکبار بحر دنیا مین
تو رہ کہ موج حوادث نہ دیوے تجکون بہا

کسیکی دل شکنی سے جو خوش کرین دل کو
وہ کون لوگ ہین کیسے ہین کیا ہین مجکو بتا

یقین تو جان گیا ٹوٹ دل میرا وہ ہین
جو خار چبھ کے میرے پانون مین ذرا ٹوٹا

ولے شکست یہی اس فقیر کو بھاوے
قدح طمع کا اگر توڑے سنگ استغنا

ضرر کی اپنے مکافات نفع گردون سے
طلب نکر کہ نہوا ایک بام پر دو ہوا

چمن مین دہر کے خوش ہو کے جو ہنسا دو ہین
برنگ گل اسے گردون نے شادی مرگ کیا

رکھی فلک نے مرے سر پہ منتِ دستار
جو زخم سنگ بلا کے سبب یہ سر باندھا

غرض مین دیکھ کے یہ تنگ چشمی گردون
شبِ گذشتہ اسی فکر بیچ مرتا تھا

کدھر کو جاؤن مین تا دل کرے مرادا شد
دو ہین خیال مین قدسی کا یہ سخن گذرا

دمے بہ بزم حریفان شگفتہ شو چون قدح
کہ جان براے تو دارد در آستین مینا

یہ سنکے مژدۂ جان بخش میکدہ کیطرف
چلا مین گھر سے جھپٹ خوش ہو یہ غزل پڑھتا

مطلع

یہ سنگ پا ہے یہ دل اسے خدا نہین ہے جینا
تبان کرین ہین اسے پائمال کیون اتنا

شکست وعدۂ ساقی سے دل ہی اتنا چور
کہ جاے اشک نکلتے ہین ریزۂ مینا

جو درد دل کے مزے سے ہو آشنا بیدرد
عجب کہ ہر بن مو پر نہ دل کرے پیدا

بجاے سرمہ کرون میل گرم مین آہین
نمک سے اشک کے جس چشم نے مزا چکھا

گرہ مین غنچہ صفت زر کرے دنی گو جمع
ولے سخی ہی اوڑا دینگے اوسکو مثل صبا

کرے نہ چاک گریبان صبح پنجۂ مہر | جو شور عشق نہووے بعالم بالا
تصور اب کسی زلفون کا چشم و اشک مرے | عجب ہے لطف کہ جون موج کشتی دریا
ہے سخت تنگ زمانیسے دل مین حیران ہون | کہ مہر سنگدلان کیونکہ پان گئی ہے سما
گداز عشق ہون اتنا کہ چند قطرۂ اشک | ملا ہے شمع سے ہر بند استخوان میرا
غرض کہ میکدہ آیا شغف سے اتنے مین | بتان کی چشم مین جون آئے نشۂ صہبا
وے نگاہ جو کرتا ہون میکدہ کی طرف | گئے حواس مرے مجھسے دیکھتا ہون کیا
کہ مست چاک گریبان و جام چشم پر آب | ہے آہ و نالہ مین نے گریہ در گلو مینا
یہ حال دیکھکے وان کا خرد سے پوچھا مین | جگہ طرب کی مین آیا ہون یا کہ جائے عزا
دیا جواب خرد نے مجھے کہ اے نادان | خوشی ہے دہر مین یہ غم سے پوچھتا ہے کیا
نہین ہے امن کہین زیر آسمان ہرگز | بجز زمین خراسان کہ ہے وہ عرش آسا
رہے زمین کہ شاداب اسقدر جسمین | ہمیشہ سبز ہے کشت امید شاہ و گدا
شرف یہ کیون نہ ہے اُس سرزمین کو رب کریم | تو غور کر کہ قدم درمیان ہے کسکا
رضا ہے جسکی وہی ہے جو کچھ رضائے حق | رضائے حق بھی وہی ہے جو کچھ ہے اسکی رضا
جدی ہو موج بھی پانی سے جو ہر آئینہ سے | اگر خلاف ہو معمول کے جو حکم اوسکا
عجب نہ کر تو اسی دو طبیب سر و علن | کرے ہے جب مرض الموت کی کسیکی دوا
شفا کو بر طرف اسطرح سے کرے نہ اجل | اجل کو بر طرف اسطرح سے کرے ہے شفا
جو طشت شمع نہو اُسکے روضہ مین جاکر | تو آفتاب نہ ہر شب نظر سے کم ہوتا
نہ ہے وہ گنبد زرین کہ جسکا ہے یہ شکوہ | فلک نے دیکھ جسے دلمین پیچ کھاکے کہا
کہ کہنہ جانکے مجکو جناب اقدس نے | نیا کیا ہے سر نو سے آسمان طلا
شعاع نور سے خورشید جسکے سقے کی | پلک جھپکنے سے یک ذرہ بھی نہین رہتا
زبس کیا ہے مرصع اوسے جواہر سے | ہے کان لعل سے خالی گہر سے ہی دریا
اگر نہووے یہ کم یاب ان کے مصرف سے | نپاوے لعل یہ قیمت نہ در کو ہو یہ بہا
جبین آئینۂ مہر و مہ نہو روشن | غبار در سے یہ اُسکے اگر نپاوے جلا
ہر ایک حلقۂ زنجیر سقف مین اُسکے | عجب ہی لطف سے ہے ملتقمے کو نصب کیا
بیان مین کیا کرون اس لطف کے تئین جس سے | پھنسا ہو زلف مین محبوب کے دل عاشق کا

بسان دیدۂ پر آب عاشقان جاری
ہو اُسکے صحن مین ایک حوض فخر کوثر کا

دکھاؤن کسکو مین اس گنبد طلا کا عکس
کہ جسطرح ہے پانی مین اُسکے جلوہ نما

ہوا ہے دل کو یقین یہ کہ حوض کوثر مین
کرے ہے آن کے گرد و لنے آفتاب ثنا

زہے وہ حوض کہ خجلت سے جسکے چشمۂ خضر
ہمیشہ پردۂ ظلمات مین رہے ہی چھپا

دلا طویل نکر مدح عنا نیانہ کو
نیاز لیکے یہ مطلع حضور مین تو آ

مطلع

ثنا کرون تری ہر وجہ مین قلم آسا
جو سر کٹے تو گریبان سے کرزبان پیدا

نہون ثنا مین جو تیری زمین کے آسودے
تو سبزہ شکل زبان ہوئے خاک سے اوگتا

کہان زبان کو ہے طاقت اگر بیان کیجے
ترے دیار کے جیوٹے کا حد استغنا

وہ اپنے مردمک چشم کے برابر کب
خیال ملک سلیمان کو گر کرے شاہا

جو کچھ لکھا نہو تقدیر مین اگر اُس کے
جو کوئی در پہ ترے آکے مانگتا ہے دعا

نہ دل سے حرف زبان تک ہو پہنچنے پایا ہے
کہ ہو چکے ہے وہ مطلب قبول یا مولا

تجھ ابر فیض سے قطرہ اگر زمین پہ گرے
بجاے دانہ زراعت سے ہو گہر پیدا

گدا ہے در کا ترے نقش پا ہے جس جاگہ
کرے ہی اوج سعادت کو واسطے قرض سما

چراغ راہ خضر مین اگرچہ یا شہ دین
نہودے نور کبھو تیرے شمع بنیش کا

کہان سے پردۂ ظلمات بیچ جا کر خضر
شراب عمر ابد سے یہ زندگی پاتا

گئی نباے تعدی جہان سے اب اتنی
جہان کے ناز و ادا مین رہا نہ ظلم و جفا

سواے عشق ترے عہد مین تعدی سے
کٹا وہ ہاتھ کسی جیب تک اگر پہونچا

شہا سحر کا گریبان چاک کرتے تو وقت
اسی ہی خوف سے کانپے ہی دست مہر سدا

ہے جس جگہ مین ترا حفظ ناتوانون پر
ہٹے ہے دیکھ کے خاشاک اس جگہ دریا

زبسکہ عہد مین تیرے ہے رسم دادرسی
جرس کی بھی کوئی فریاد سن نہین سکتا

بہشت ہے ترے بستان مہر کا یک گل
سقر شرار ہے تیرے غضب کے آتش کا

سمدم قہر تیرے بر و بحر پر جو چلے
پگھل کے آب ہون کہسار خشک ہو دریا

زبسکہ خوف ہے اسباب منع کے ولین
شہا اس عہد مین تیرے غضب کے صولت کا

شراب پینۂ مینا سے چاہتی ہے نمک
صدائی نغمہ سے کہتی ہے نے کہ آ چھپ جا

تیری کمان کے آگے حریف روز نبرد
کہانسے لائے یہ طاقت جو ہو سکے سیدھا

کہ جسکے تیر کی ہیبت سے آسمان نے کبھو
بغیر خم کیے پشت اپنی سر اُٹھا نہ چلا

ق
کہ آسمان کو اٹھا کر سپر کرے منھ پر
ترے عدو مین یہ قوت ہے مین نے فرض کیا

جو روز رزم مقابل ترے کمان کے ہو
صفائے شست ترا اوسکو دیجیے دکھلا

کہ جس صفا سے نگہ پار نکلے شیشہ سے
اُسی صفا سے نکل جائے تیر بھی تیرا

شہا عجب ہے وہ شمشیر جسکی صولت سے
ترے عدو کو نہ ہیبت سے شوق ہو اتنا

گر اُسکے بعد مصور جو کھینچے اوسکی شبیہ
تو رنج اوسکی پکارے کہ پہلے پانون بنا

ترے سمند کے میدان مین نقش پا جو پڑے
کرے وہ خون مین اعدا کے روز رزم شنا

شرار قطرۂ خون ہون ٹپک پڑین وہین
ملے جو کوہ کو گر پنجۂ غضب تیرا

ہے عرض حال غرض مجکو ورنہ مدح تری
بجائے ہر بن مو ہو زبان نہووے ادا

نہین ہون گر کسی لایق ولے ہی شرم تجھے
کہ دو جہان مین حامی رکھون ہون مین تجھسا

کیا ہی دہر نے عرصہ کو مجھپر اتنا تنگ
کہ جان بلب ہون ولے جی نہین نکل سکتا

نہ اتنی کی رگ پے نے کسو کے تن مین جگر
جو گھر کرے ہے مرے تن کے بیچ تیر بلا

ہین آنکھین خنجرِ دیوار سیل اشک لیے
غبار غم مرے چہرہ پہ اسقدر چھایا

یہ عرض حال ہے سودا کا جو سنا تو نے
تری رضا ہو جو کچھ آگے یا امام رضا

در مدح حضرت امام ثامن ضامن علی موسی الرضا شاہ خراسان صلوات اللہ علیہ و کنایہ و طعن بر شاعر فاخر مکین و اکسیر استاد او

مستغنی ذاتی نہ ہوس کی ہو تسخیر
معدن ہی جہان سونے کا وان خاک ہے اکسیر

لبریز ہے کیسہ دُر مکنون سے جن کا
کب شبہ فروشون کو حضور انکے ہے توقیر

ہے لعل سے نسبت نگہ چشم کو جنکے
جاتی ہے وہ ٹھیکلے پہ نظر انکی بہ تحقیر

ہین وہ دُر یکتا بجہان جنکے زبان کی
لڑتی ہے سدا ابر گہر بار سے تقریر

یون صفحہ پہ بوسے ہے صریر انکے قلم کی
تعلیم ہے منشی فلک کو میری تحریر

ہوتا جو سخن فہم تو بہزاد سمجھتا
پرواز کو معنی کے جو کھینچی ہے وہ تصویر

تیر اون کے کرے فہم رسا کا اُسے غربال
مضمون جو چھپے کوہ مین ہو صورت نخچیر

معنی کے جو ہو نام سے مشہور موکل
اُسکو بھی پچھوڑین وہ کبھو بن کیے تسخیر

اون سا نہو کوئی کبھو آفاق کے اندر
تا فیض سخن اُسکی نہ طینت مین ہو تخمیر

روکش ہو وہ ایسون کے جنھین حق نے دیا فہم
نادانی سے کب کرتے ہین اپنے تئین تشہیر

یہ بات جُدی ہے کہ وہ مہر آپ کو سمجھے
دم کر یک شب تاب کی چمکے جو شب قیر

پکڑی جو لٹورے نے کہین جھپتی سے چڑیا
سمجھا کہ نہین باز کوئی مجھ سا کلان گیر

یا شب کو بیا گھونسلے مین جگنون کو لاکر
جانے یہ دل اپنے مین کیا ماہ کو تسخیر

صاحب سخن اس طبقۂ شعرا مین کئی ہین
ہم بزم سخندان کو نہ اُنسے کرے تقریر

مصرعہ مین اگر پشۂ معنی ہو قلمبند
زعم اپنے مین سمجھے ہین کیا پیل کو زنجیر

نقارہ کا مضمون بدرستی جو بیاندھین
کوس لمن الملک کے ٹھونکین جو بم و زیر

سمجھین ہین کلام اپنا بہ از سورۂ یوسف
معنی جو ہین سو خواب فراموش کی تعبیر

کرتے ہین مجالس مین پھر اُسکو بہ بدی یاد
سامع کرے تحسین مین یا اُنکے جو کبھو دیر

اس خبط کے عہدے سے وے وہ نہ بر آوین
جو ملک سخن کے ہین مہنتون مین مشاہیر

استاد کی انکے ہے اُنھون کو یہ نصیحت
لفظی نہ تناسب ہو تو کچھ مت کرو تحریر

اتنا تو تلازم رکھو الفاظ کا ملحوظ
بے پنجہ و ناخن نہ لکھو دودھ کو تم شیر

جب تک کہ نہ منظوم ہو پاسنگ ترازو
باندھو نہ کبھو شعر مین تم لفظ شکم سیر

تم شعر و سخن اپنے کی بندش مین کمان بن
بولو نگہہ یار کو یارو نہ کبھو تیر

چہرہ کو نہ معشوق کے دو شمع سے تشبیہ
تا زلفون کو باندھو نہ کسو شکل سے گلگیر

مضمون جو قد و زلف کا معشوق کے باندھو
لکھو الف و لام کے سیپارہ کی تفسیر

ملحوظ قراین رکھو ہر آن نظر مین
مرجع ہو مونث تو ضمیر اُسکی ہو تذکیر

استاد کی اس پند پہ کی اور ترقی
شیوہ وہ لیا غیر کی جس مین کہ ہو تحقیر

مضمون جو ہو ریختہ کا تازہ کسی کے
کرتے ہین اُسے فارسی مین باندھ کے تشہیر

پھر کہتے ہین یون ہے کسی اُستاد کا یہ شعر
سرقہ یہ کیا جن نے بُرا ہے کوئی بے پیر

اور اون کا کوئی فضل و کمال آکے جو دیکھے
ہین طرفہ وہ معجون جو ہو خبط سے تخمیر

سرقہ کو نہ سمجھین نہ توارد کو گران سے
پوچھے جو کوئی کیا ہین یہ دونون کرو تقریر

پھر بعد تامل بجواب اسکے یہ ذی ہوش
رو بہ کہین سرقہ کو توارد کو کہین شیر

محسود نشانہ ہے تخیل مین اونھون کے
ہووے نہ کمان حسد انکی سے جدا تیر

اتنا یہ سمجھتے نہین نادان کہ جہان مین
حاصل نہین ہوتی ہے کچھ ان باتون سے توقیر

سررشتہ ہے عزت کا فقط ہاتھ خدا کے
افزایش قدر اپنی مین چلتی نہین تدبیر

قطرہ دو ہی پانیکا ہے قسمت کی ہے تفریق
ہوا ایک تگرگ ایک گہر ہو کے گرہ گیر

انکا ہو اگر بو علی سینا بھی معلم
تعلیم کرے کس روش اُسکی نہین تاثیر

نسبت سے فلزات کے مس عمدہ ہے سونا
پتھر کی جو ہو جنس تو وان کیا کرے اکسیر

ہے جلسۂ اوستادی و شاگردی مین لازم
یہ ہو نہ تو دونون مین کسو کی نہین تقصیر

بلبل کو جو بھر عمر سنی پرورش اوسکے
ہرگز نہ کرے زمزمہ کستوری کشمیر

صحبت سے نہو فائدہ ناجنس کو ہرگز
یہ بات ہے بر صفحۂ دل قابل تحریر

شمشیر مین کیسی ہی اصالت ہو یقین جان
پیدا نہ غلاف اُسکا کرے جوہر شمشیر

شیرین نہ کبھو ہووے وہ ثمر باغ جہان مین
حنظل جو کرے نشو و نما پہلوے انجیر

سودا تجھے کیا سو وجہ انباے زمان کے
نافہمی و بے ربطی سے کرتا ہے تو تقریر

کر اُسکی عوض مدح شہ ہر دو جہان کی
تا عفو جرایم تیرے طالع مین ہون تحریر

وہ شاہ خراسان نگہ فیض سے جسکے
ہوتے ہوئے اکسیر نہ ماٹی کو لگے دیر

جسکے در مسجود کا معمار ازل نے
پارس کے عوض سنگ کیا مصرف تعمیر

مانگا کرے ہے ہاتھ کو پھیلا کے فلک پر
مہر اُسکے سدا قبۂ درگاہ سے تنویر

کیا تاب جو صیاد اجل منہ کرے اُس سمت
لیجاے پناہ اسکے اگر سایہ مین نخچیر

سجدے کو دو عالم کے وہ محراب ہے اوسکی
زایر کا جہان نقش قدم ہووے زمین گیر

مومن بہ تصور جو نہو مقتدی اوسکا
مقبول نہ اُسکے ہو صلوٰۃ اور نہ تکبیر

عدل اُسکے سے لرزے ہے خس و خار سے شعلہ
عہد اُسکے مین سم رکھے ہے تریاق کی تاثیر

جس دشت میں باجے دہل جرم بزا کبار
ہیبت سے ادھر آنکے جہا سکے نہ کبھو شیر

مفقود عداوت یہ عدالت سے ہوئی ہر
ضدین کو ہے ربط بہم جیون شکر و شیر

شاہا تو وہ ہے عالم و آگاہ کہ جسکے
تدبیر کے ایا سے نہ باہر ہوئی تقدیر

جسکا تیرے ایما سے خداوند جہان نے — بخشی ہے اگر ایک گنہگار کی تقصیر
وہ جا ہے بلاشبہہ و شک عفو گر اوسکی — جو خلق ہے نزدیک خدا واجب تعذیر
وہ جز و کہ کہتے ہین جسے لایتجزّے — تو اور خدا ہے جو نمانون تو ہے تکفیر
راندہ جو ہو درگاہ کا تیرے تو وہ یان تک — آنکھون مین خلایق کے نظر آوے بہ تحقیر
سایہ تلک اوسکا نکرے پھر ہی اوس کی — ہمرہ اوسے لینے مین کرے کیسی ہی تدبیر
اشجع تو نہین آپ ہے پشتین سے تیرے — ہوتے ہی سب آئے ہین شجاعت مین مشاہیر
اثبات ہوا جو ہر فرد اوس سے بہ تقسیم — سیف دو زبان ہے جو تیرے جد کی وہ شمشیر
وہ ٹکڑے ہلاک مار لئے ہووے مگر وہ — تجھ تیغ غضب کے جو ہو سایہ کے سرازیر
جون مردمک چشم مین چیونٹے کے پڑے گل — چھیدے ہے تیر القطۂ موہوم کو یون تیر
تو بار نہ حلم اپنے کا گر آپ اوٹھاوے — ہو چرخ کے جھولے مین زمین خاک کا اک ڈھیر
خوبی کا تو مذکور ہے تیرے خرش کا یکسو — کیا منھ جو کرون گردسم اوس کے سے مین تقریر
وہ گرد ہے آنکھون کو محبون کے تو سرمہ — ہو جسکو محبت نہ تری اوسکے گلے گیر
شاہا وہ تیری ذات منزہ ہے کہ گویا — مخصوص تیری شان مین ہے آیۂ تطہیر
شہباز تیرے رتبہ کا نا ہے ہی جہان پر — اوہام ملائک کو ہے وان حکم عصافیر
جس قصر مین شوکت ہے تیری پہونچے تو پہونچے — باصد تگ و دو عرش کا وہم اوسکے سرازیر
تیرا ہے جو کچھ مرتبہ سو عقل کل اوسکے — ہر مو ہو زبان تن پہ تو کب کر سکے تقریر
جو کچھ یہ لکھا مین نہ سمجھ اپنی اسے مدح — کیا مین ہون میری کیا ہے قلم کیا مری تحریر
تجھسے کی کرے مدح جو مجھسا کوئی نادان — ہوتا ہے وہ نزدیک خدا واجب تعذیر
کرتا ہون سخن کو مین دعائیہ یہ اب ختم — امید کرم سے ہے کہ ہو عفو یہ تقصیر
یارب جو تیرے دوست ہین از قلزم ہستی — ہوتے ہوئے پار اونکی نہ کشتی کو لگے دیر
اور اوسمین جو بدخواہ ترا ہوئے لگے غرق — سچ اوسکو نکلنے نہ دے ہو پانو مین زنجیر

قصیدہ در منقبت فخر دودمان نبوی خلاصۂ خاندان مرتضوی امام عسکری صلوات اللہ علیہ

عیب پوشی ہو لباس حرص سے کیا ننگ ہے — ہان اسے آئینہ بہتر اس صفا سے زنگ ہے

وضع سے کم مایہ اپنی کیا ترقی کر سکے
چاہیے دریا ہو یہ کب اب گہر من ڈھنگ ہے

غش ہم پہونچا نہ محروم تجلی دل کو رکھ
صیقل اس آئینہ کی گرد شکست زنگ ہے

مردہ اپنی ہنر پوشی سے جو مارے ہے دم
فی الحقیقت تیغ کو جوہر سے بہتر زنگ ہے

اپنے بھی مرہون منت ہون نہ عالی ہمتان
کوہ کی شمشیر کو کب احتیاج سنگ ہے

ٹک پرے رکھنا قدم اس آستانے سے گرد باد
خاکساری کو ہمارے سرکشی سے ننگ ہے

ابروان نے کھینچی ہے شمشیر مژگان نے چھری
حسن کی خوبی مین تیرے تجھسے باہم جنگ ہے

آہ کس منھ سے کہون تجکو کہ ٹک ادھر تو دیکھ
تشکل سے میری سدا بیزار ہیرا رنگ ہے

ہو حیرت کے تئین ہے دوست اور دشمن سے کیا
آئینہ تصویر کا دور از غبار و سنگ ہے

صبحدم سودا انجمن مین مجکو آیا تھا نظر
اندنون شاید وہ کچھ شور جنون سے تنگ ہے

پاے گلبن بیدماغانہ سا کچھ بیٹھا ہوا
اک غزل پڑھتا تھا یہ مطلع کا جسکے ڈھنگ ہے

مطلع

شمع کا میرے صداے خندۂ گل تنگ ہے
ٹک پرے جا یون البلبل کہ تو سیر آہنگ ہے

ہو سکین نازک دلان کب روکش حرف درشت
عکس بال طوطی اپنی آئینہ پر سنگ ہے

یان سموم عشق سے کسکو ہے جوشش کا دماغ
شعلۂ آتش مرے کانٹے پہ گل کا رنگ ہے

گرد ہون مین تو نہیں خاطر نشینی کا دماغ
آئینہ ہون تو صفائی میری مجھپر زنگ ہے

ٹک پرے گلشن سے میرے شور کر ابر بہار
یان صداے رعد آواز شکست سنگ ہے

اسمین جرات سے مین اُسکا قطع کرتا ہوں کلام
یہ کہا چرخ منقش کیا زمرد رنگ ہے

گوشۂ خاطر سے کرتا ہے عوض اس قصر کو
سر اوٹھا دیکھا تو ٹک اتنا ہی بولا تنگ ہے

تا گر اس اثنا مین اک منعم نے آ اُس سے کہا
بندہ خانہ کیا تمھین تشریف لانا ننگ ہے

ہر مکان مین مسند و ہر ایک جا فرش سمور
ہر طرف مطرب پسر ہر سو رباب و چنگ ہے

نوش کرنے کو کباب اور پینے کی خاطر شراب
دیکھنے کو رقص محبوبان خوش آہنگ ہے

یہ کہا سنکر جو ترغیب آپ کرتے ہین مجھے
اسکو باور کیجیے گا یہ خیال ننگ ہے

نازپرورده جو استغنا کے ہین اُنکے تئین
ایک قدم راہ طلب طے کرنی سو فرسنگ ہے

دیکھنا راہ اجل اون کو تماشا رقص کا
درد دل سُننا کسی کا اُنکو عود و چنگ ہے

غم کسی دل سوختہ پر اون کو کھانا ہے کباب ❊ نت انھین خون جگر پینا سے گر ننگ ہے،

خاک در ایک ایسے کے ہین وہ تیرے سجدہ کیا ❊ عرش کے دامن پہ گر بیٹھین تو اونکا ننگ ہے،

قبلۂ دنیا و دین یعنے **امام عسکری** ❊ جسکی میزان عدالت اتنی بے پاسنگ ہے،

ایک پلہ مین ہو کاہ اور دوسرے پلے مین کوہ ❊ کاہ کو پادر تو کرنا کوہ سے ہمسنگ ہے،

پشت خار آہوی صحرا ہووے پنجہ شیر کا ❊ باز کا چڑیا کی خاطر آشیانہ چنگ ہے،

ہے حباب و دراب شہر مین ربط فانوس و چراغ ❊ گلشن انصاف پر اسکے یہ آب و رنگ ہے،

روے کار حشر سے پردہ کا اوٹھنا ہے محال ❊ پردہ پوشی پر جو اوسکے حلم کا آہنگ ہے،

ہو سموم قہر کا جس بر و بحر اوپر خیال ❊ خشک دامان دریا مین پانی کوہ سے پاسنگ ہے،

نہی سے تجھ امر کے اب یا امام المتقین ❊ بسکہ منہیات پر عرصہ جہان کا تنگ ہے،

چشم خوبان مین شراب آتی ہے لینے کو پناہ ❊ گلرخان کے خط نہین آتش کے اوپر زنگ ہے،

مطرب اپنی آخرت کر یاد نالان ہے سدا ❊ روز و شب ہر ایک ڈھولک کے تئین سرچنگ ہے،

استخوان و پوست سے کھینچے ہی رکھتا ہے رباب ❊ زیر چوب سنگ نت اُٹھ روسیہ مردنگ ہے،

مین گدا اون کا ترے در کے کہون ہمت سو کیا ❊ اُسکی ہے یہ گفتگو جو اون مین لنج و لنگ ہے،

کہہ سلیمان سے نگین اپنے پہ تو نازان نہو ❊ پیش ارباب ہمم یہ دست زیر سنگ ہے،

اُس زمین کو جس پہ اُسکا دست ہو سایہ فگن ❊ کچھ سوا گل اشرفی کے سبزہ کرنا ننگ ہے،

منہ پہ تیغ برق دم الماس پیکر کے ترے ❊ یک قدم آنا عدو کو راہ سو فرسنگ ہے،

گر سر دشمن پہ ہو میدان مین وہ سایہ فگن ❊ خود و قاش زین دو حصہ تابجدے تنگ ہے،

پر نہین یہ وصف اُسکے جو بیان مینے کئے ❊ بلکہ یہ تعریف تو اوسکی برش کا ننگ ہے،

آسمان سے تا زمین اور گاو سے ماہی تلک ❊ امتحان گر کیجیے اُسکو تو اک چورنگ ہے،

لیتی ہے تعلیم وان ہر روز آ کر گرد باد ❊ جس جگہ سرگرم کاوے پر ترا شبرنگ ہے،

گرد جولانگاہ کو اوسکے کہون مین کیا دماغ ❊ عارض خوبان کے خط ہونے سے جسکو ننگ ہے،

جھانکی ہے ہفت آسمان کو جلدی اُسکی ہر قدم ❊ بسکہ عرصہ شش جہت کا اُسکے اوپر تنگ ہے،

بگڑا ہی جاتا ہے باتون مین جلو لینے کو وقت ❊ نکلا ہی پڑتا ہے رانون سے یہ اُسکا رنگ ہے،

اسمین بھی ٹک گرم ہو آیا تو بس پھر اوڑ گیا ❊ ہے تو گھوڑا ہی پہ کچھ سیماب کا سا ڈھنگ ہے،

ہمت پرواز تیرے باز کی مین کیا کہون ❊ اسمین گر سیمرغ بندھ اوترے تو اُسکا ننگ ہے،

طرۂ محبوب مین ہو جسطرح عاشق کا دل ۔ مرغ دور از دہم یون اُسکے میان جنگ ہے
گر قصیدہ کے تئین سودا دعائیہ پہ ختم ۔ قافیہ کر وسعت اب آگے نہایت تنگ ہے
مانگ لے جو مانگتا ہے تو صلہ اُسکا یہان ۔ نہ خراج روم مالیت نہ باج زنگ ہے
سر گل امید سے محروم تیرے دوست کا ۔ ہو نہ جب تک گلشن دنیا مین آب و رنگ ہے
لالہ سان ہو غرق آتش مین عدو سر تا قدم ۔ پر شرر جب تک دامان کوہ و سنگ ہے

قصیدہ در منقبت خلیفۃ الرحمٰن امام مہدی الہادی آخر الزمان صلوٰۃ اللہ علیہ

جون غنچہ آسمان نے مجھے بہر عرض حال ۔ دین سو زبان دہن مین و لیکن سبھی ہین لال
ہرگز کسی گرہ کے لیے جز خراش دل ۔ مارا نہ آسمان نے کبھو ناخن ہلال
اجزاے کار بند ہے عالم کا اُسکے ہاتھ ۔ جز چشم عاشقان کے ہین جاری باتصال
روشن ہے شمع کشتہ کے پھر کر جلانے سے ۔ یعنے کہ بعد مرگ بھی آرام ہے محال
روشن طبیعتون سے بُرا ہے یہ تیرہ عقل ۔ کرتا ہے نور مہر کو سایہ سے کے پایمال
رکھتا ہے پر غرور کو جون نیزہ سربلند ۔ جون جادہ خاکسار کو دے ہی زمین پہ ڈال
یک تن نوالہ خوار نہوا اس سے تا ابد ۔ ہے سرنگون ازل سے یہ ابکا سۂ سفال
ہر دو نعمتون سے کرے سفلہ کو غنی ۔ محتاج نان شب ہو سدا صاحب کمال
پارے کو دے ہے رتبۂ اکسیر بعد مرگ ۔ دولت کبھی کسو کو نہ دی اون نے بے زوال
گرپاے سوختن نہ ہے اُنکے درمیان ۔ ہرگز کرے نہ شمع سے پروانہ کا وصال
سو پردے مین رکھے بوے گل کو یہ بے تمیز ۔ پھاڑے نقاب روے حیا کی یہ بد خصال
ڈھانپے ہے جانماز تلے زاہدونکا عیب ۔ دیتا ہے راز عشق کو پردہ سے یہ نکال
ہم پر سدا رکھے ہے گل و رنگ کو حرام ۔ خون بہار تیغ خزان پر کرے حلال
ہر روز ادھر کے غنچۂ گل کو کرے ہے تنگ ۔ ہر شب رکھے ہے خاطر بلبل کو پر ملال
بوجھ اُسکے ہاتھ سے دل ہر دشت خار خار ۔ گر لخت لخت ہے جگر کوہ کو خیال

اےدل غرض کسیکو نہ دے چین آسمان
حاصل نہو سوائے مشقت کے اور کچھ
ہم پست فطرتون پہ چلی کب نہ تیغ چرخ
گر ہو شعور اس سے نچاہین کشاد کار
گردون سے کار بستہ کھلے کیونکہ ہو محال
پس کیا ضرور تھا جو کیا شکوۂ سپہر
خواہش ہے دو جہان کی اگر تو زبان سے
مہدی ہادی وہ کہ گر اسکا نہووے حفظ
کھلجائے سب زمین کی گرہ آب مین ابھی
جسکے قدم سے گلشن دنیا نے یہ شرف
شبنم نہین کہ چہرۂ گل پر ہر ایک رات
مین قدم سے اسکے جہان مین خوشی کے ساتھ
ممکن نہین کہ رات کو شاخ درخت پر
اسکا قدم نہووے جہان کے جو درمیان
اس خاکدان اوپر جو نہو اوسکا بار حلم
ہووے زمین زیر و زبر آسمان کے ساتھ
کھینچے خدا نکردہ طرف آسمان کے سر
کروے فتیلہ کاہکشان کا وہ مشتعل
ہم نسبتی سے مے کے جدا انگور کی طرف
یک آن بیچ خوشۂ پروین کے واسطے
جسدن سے اسکے عہد نے جگ کو دیا شرف
اوس آب کے نمط کہ جو کائی کے ہو تلے
بعد از بہار رہے خزان پر طپاں بخیہ زن
گر اسکو تو یقین کہ درندو گزند سے
آہو کی دشت مین جو سنی ہے صدا لے پا

شکوہ نکر تو اس سے کہ ناحق ہے یہ جدال
آہن کو سر و کو ٹیے گر تا ہزار سال
دوڑے ادھر ہی اب کہ جدھر ہو زمین پہ چھال
اس مطلع دوم کو پڑھین جسکے حسب حال
ہرگز نہین ہے عقدہ کشا ناخن ہلال
اےدل تو ہرزہ گوئی سے اپنی زبان سنبھال
بجز مدح شاہ ستر و علن مت سخن نکال
مرکز کہ خاک کے تو قوی ہے یہ احتمال
لے شرق تا بغرب جنوب اور تا شمال
پایا کہ وہ سما نہ سکے عرش کا خیال
کرتا ہے عرش سے عرق شرم انفعال
زائل ہوئی ہے اسقدر اب صورت ہلال
رکھتا ہو مرغ سر کے تئین اپنے زیر بال
کب چار عنصرون مین رہے حد اعتدال
اہل جہان کے آئے سر اوپر عجب وبال
مانند ریگ شیشۂ ساعت باتصال
اسکا اگرچہ ایک شرر آتش جلال
گردون کف ہوا سے یہ اوڑجائے مثل رال
گر ٹک بدو اعتراض کو کرتا ہے احتمال
تاک فلک پہ آئے خدا جانے کیا زوال
ہر خم کے بیچ تب سے تو مے پر ہے یہ بال
چھپتا ہے تیشے در و کے دہشت سے یہ زلال
گلشن مین اسکے عدل سے ہر برگ ہی نہال
یہ خوف اسکے عدل سے نے دلمین پائے جال
چھپنے کو بہر ڈھونڈھتے ہین خانۂ شغال

اژدر ہوئے ہین سہم کے یانتک ضعیف و خشک
کرتے ہین ان سے مُنھ مین سدا مور رحیہ خلال

جو کچھ لکھو نہین اسکی سخاوت مین ہے بجا
یہ مطلع حضور مری بات پر ہے دال

مطلع
چاہے اگر کوئی دو جہان کا متاع و مال
تیرے گداے در سے کرے آکے وہ سوال

برسے ترا جو ابر کرامت زمین پر
پیدا بجاے دانہ گہر ہون ہر ایک سال

مرضی مین گر چلے نہ ترے ایکدم سپہر
دستِ قضا بٹھاوے اوسے دیکے گوشمال

جون موم تفتہ آن مین ہو جاے مضمحل
گر تجھ فشار پنجہ سے آگاہ ہون جبال

شمشیر گر علم ہو تری جن و انس کا
ہیبت سے آب ہو جگر و زہرہ و طحال

ہر مُرغزار کے رگِ گردن مین خوف سے
ہو جاے خشک خون رگ یا قوت کی مثال

مارے اگر تو برکمر آسمان اوسے
گاو زمین کے تن سے نہ لاگا رہے دوال

شاہا ترے جو نشتر خنجر سے ایک دم
دشمن کے دلمین سہو سے گذرے اگر خیال

ہے کیا عجب کہ خوف سے ہر عضو کی رگین
جا مغز استخوان مین چھپین شمع کے مثال

تیرے سمند کی مین ستایش نکر سکون
تعریف نقش سُم کی ہے اُسکے بہت محال

آئینۂ سپہر مین پڑتا ہے اُس کا عکس
نادان جانتے ہین کہ نکلا ہے یہ ہلال

سرعت مین اُسکے راہ سے یہ کرکے ہمسری
ساتھ اُسکے دوڑے گر نگہ دیدۂ غزال

جب تک وہ مردمک سے نہ پہونچے مژہ کے پاس
پہونچے وہ اس جگہ کہ نہ پہونچے جہان خیال

کیا یہ اسکو تخت سلیمان سے کم سجان
ہووے جو تو سوار عدو کے لیے قتال

سب جن و انس و دیو پری اور وحش و طیر
حاضر نہون رکاب سعادت مین کیا مجال

شاہا ترا بیانِ شجاعت مین کیا کرون
ہیہات اس زبان کے تئین کب ہے یہ مجال

دعواے بندگی ہو جسے اوس جناب مین
اُسکے تئین ہے فن شجاعت مین یہ کمال

مستک مین فیل مست کے مارے اگر وہ تیر
گردن مین استخوان کے کچھو بند ہووے بحال

سوفار اسطرح سے نمودار ہو رہے
جون اژدہا پہاڑ سے جھانکے ہے سر نکال

پس جسکے ہر غلام مین قدرت ہو اسقدر
خالق جھپٹ اوسکی مدح ہے مخلوق کو محال

تیری ثنا و مدح کوئی مجھسے ہو سکے
ہے کیا لب و دہن مجھے کیا فضل کیا کمال

دریاے طبع سے یہ کئی گوہر سخن
تیرے نیاز کے لیے پہونچے مجھے رسال

اے شاہ دین پناہ شتابی سے کر ظہور
تا دوست ہو وین شاد تو دشمن ہون پائمال

آگر جو اختلاف ہین دین نبی کے بیچ — اس مجھلے کا تجھسے ہے موقوف انفصال
سوداکو آرزو ہے کہ جب تو کرے ظہور — اسکی یہ مشت خاک ہو تیری صف نعال
تیرے ہر ایک دوست کا مانند صبح عید — صفحے مین روزگار کے روشن رہے جمال
جون شام سلخ ماہ محرم تمام عمر — ظلمت ہی مین بسر کرین اعدائے بدخصال

در منقبت خلیفة الرحمن امام مہدی الہادی آخر الزمان صلوات اللہ علیہ السلام و طعن بر شاعر کہ ایراد بر شعر میرزا گرفتہ بود

سنکر خلاسے کیون نہ حکیمون کی ہو زبان — جب شہرہ سے مرے ہوئیلا اسقدر جہان
ممکن نہین کہ اب سخن غیر کون ملے — راہ اسقدر جو پہونچے وہ تا گوش سامعان
نام آوری کیواسطے حاسد بحر تلاش — جاگہ کسیکے نام کو اس عہد مین کہان
گر یہان سکے ہے تو ریختہ ایران مین فارسی — جا ہے جگہ جو شہرہ کو ہو تو نہ یہان نہ وہان
عالم کی السنہ پہ مرا اسقدر ہے شعر — گویا ورق بیاض کا ہر شخص مین ہے زبان
سنتے سنا کہ تجکو مرے ایک شعر پر — زردی کا اپنے معنی کے ہے وہم مہربان
شاید باتفاق توارد ہو پر مجھے — لفظون کا اپنے غم کہ ہوے کیسہ رائگان
گذشت کو نبھاؤ کسی رنگ کا لباس — خوبی نہین اُسکے جا نہین جز پہلوے بدان
از راہ دوستی مین کہون تجھسے ایک بات — طبع شریف پر جو نہ آوے ترے گران
زنہار ہمسری کا مرے تو نکر خیال — ہوگا غریب مضحکہ نزدیک شاعران
ایسی نہین بندھی ہے سخن کی مرے ہوا — کھلنے کا جسکے زیر فلک دل کو ہو گمان
اسکو یقین تو جان کہ حیران ہے اب تلک — عیسی سے یہ معالجہ نفخ آسمان
منشی نہ فلک مری تحریر دیکھکر — سمجھے بغیر گر غلطی کا کرے بیان
پاوے مرے قلم سے وہ فی الفور یہ جواب — چپ رہ کہ وہ نہ سمجھے غلطی سے تری نشان
حک کردہ سطر ہے وہ ترے ہاتھ کی لکھی — کہتے ہین جسکا اہل زمین نام کہکشان
دفتر سے فن شعر کے تجکو ہے کیا خبر — تو جلد آسمان کا محرر حسابدان
روشن جہان ہے نظم طبیعی کی میری شمع — پروانہ دان ہے طائر روح سخنوران

مضمون تازہ یون چمن فکر سے مجھے — پہونچا دے ہے ہمیشہ طبیعت کا باغبان
جو گل سر بہار کوئی جا کے سوئے باغ — لاتا ہے بہر گوشۂ دستار دوستان
رنگینی سخن ہے مری اسقدر کہ گل — عاشق ہے میرے نظم سخن کا بہ گلستان
موج نسیم گل کی جو زنجیر پا نہو — شوق سخن مرا دسے لا دے کشان کشان
سعدی کی روح پاک کی خاطر ہے سیر گاہ — دیوان کا ہر ورق یہ مرے بہ زبوستان
ہر سطر اسکی معنی رنگین سے شاخ گل — سمجھا کرے ہے بلبل طبع سخنوران
نام اپنے سے کوئی جو مرے شعر کو پڑھے — بولے فصاحت اسکا نہین یہ لب و دہان
اسکا یہ شعر ہے کہ قلم جسکی روز و شب — ایسے جناب کی ہے ثنا مین گہر فشان
جسکا جناب حق سے یہ نسبت کہ جسطرح — نظم سخن مین لفظ و معنی ہین توامان
حاضر حرم مین دل کے وہ مانند ذات حق — غائب ز چشم خلق و لے ہے جہان تہان
مطلع کہہ اور اسے قلم اب لائق حضور — تا دو جہان صلہ دے مجھے شاہ خسروان

مطلع

اے وہ کہ کارجن و بشر تجھ سے ہے رَوان — تیری وہ ذات جس سے دو عالم ہی کامران
تجھ خاکپا سے فیض جو اکسیر کو نہو — مس کو طلا نہ کر سکین اُس سے مہوسان
شاہا علو مرتبہ تیرا جو کچھ کہ ہے — جز عالم الغیوب بشر پر ہے وہ نہان
اپنی نگاہ چشم کو قاصد جو کر کے وہم — بھجوا سے طول راہ کی کر سکیو امتحان
پاسے نگہ مین اول منزل ہو آبلہ — پہونچے نہ وان تلک ہے تیری منزلت جہان
قربان مین خاندان کے ترے شاہ دین پناہ — جس عزت و شرف سے کہ تیرا ہے خاندان
جبرئیل کی جگہ وہ نہین جس مقام مین — پشتین سے دیا ہے تجھے حق نے عز و شان
جو امر کارخانۂ ایزد مین ہو ترا — کیا تاب عقل کل کرے کچھ اُسمین اینٹ آن
نا قون کیواسطے ہو جرس مرسلون کا دل — نکلے جو تجھ قدم کی زیارت کو کاروان
اس مرتبہ کا سرمہ ہے اُس کاروان کی گرد — جسکے لیے ہو چشم ملائک کی سرمہ دان
پہونچے فلک کو موج گہر ابر فیض سے — تیرے گرے جو قطرے بدریا سے بیکران
ہیبت سے تیرے عدل کے شاہا بہ زیر چرخ — خلقت کو اب نہ ہے اس امن کا مکان

آتا ہے جس گھڑی کہ تمازت پہ آفتاب
بال عقاب ہے سر کنجشک کا سائبان

نشو و نما بکوہ کرے جس طرح سے کاہ
سرکوب یون قوی پہ جہان مین ہے ناتوان

آتش کو آب سے یہ تیرے عہد مین ہے قدر
جون لعل آبداری سے قیمت مین ہو گران

سوزن ہو چاک دامن شعلہ کے واسطے
وہ خار جسکو حفظ ترا ہوگا سائبان

اس دہر سبک کی ہے خلائق مین گر ترا
ہووے نہ بار حلم تو اے شاہ انس و جان

دل پر مرے یقین ہے کہ بحر محیط کا
لطمہ اولٹ دے موج کا کشتی خاکدان

خوگر تو خلق و علم و حیا سے اگر نہو
اور ہو تری نگاہ بر اعمال عاصیان

تجھ آتش غضب کے شرارے کے سامنے
باروت کا ہے تو وہ زمین اور آسمان

کھینچا قضا نے تسمہ سنگ فسان کہ جب
شمشیر تیری چرخ چڑھی بہر دشمنان

اسکی برش کرے ملک الموت جب خیال
بے اختیار ہو کے پکارے کہ الامان

شمشیر تو یہ کچھ ہے کہ جسکو کیا مین عرض
گلگون ترا سو ہے بہ جمال پری نشان

رکھتا ہے یہ قدم کہ نہ پہونچے رکاب تک
باد بہار بوسہ کو تا آمد خزان

بطلان شے ہو آگے سے حق کے فنا کہ جب
وہ تیغ ہو یہ اسپ ہوا اور تجھسا ہو جوان

جن بن کے سنگریزہ ترے جلوہ گاہ سے
طایر ہین جتنے سدرہ نشین عرش آشیان

وان کر کے فرش آنکھون کو اپنے ہین منتظر
تیرے قدم کے رہتے ہین یا صاحب الزمان

سودا بجز دعا کے تری کیا ثنا کرے
الکن ہے اس مقام مین جبرئیل ع کی زبان

یارب ترا ظہور رستا بی ہو تا بدہر
روشن ترے جمال سے ہون چشم مومنان

در ستایش مدح ابو العدل عزیز الدین محمد عالمگیر ثانی بادشاہ غازی

رکھے ہمیشہ تری تیغ کار کفر تباہ
بحق اشہد ان لا الٰہ الا اللہ

فلک پہ سبحۂ سیارہ تا قیام جہان
پھرا کرین تری مرضی شریف کے ہمراہ

ترا چراغ رہے تجھسے اسطرح روشن
کہ جیسے پرتو خورشید سے ہو مشعل ماہ

سجود در سے ترے بہرہ ور رہین اہل زمین
رہے رکوع مین تا قامت سپہر دوتا

بسان رشتہ کہ دانۂ سبحہ کے ہووے
تیری دلا کو رہے اسطرح دلون مین راہ

یہ نام پاک کہ کہتے ہین جسکو عالمگیر
خدا ہمیشہ رکھے زیب و زینت افزاہ

بجا ہے تجھکو سلیمان جلال گر کہیے
کہ ہے وزیر کا تیرے خطاب آصف جاہ

علو مرتبہ تیرا نظر کرے جو کوئی
یہ ہے فلک ہی کو اُسکے برنگ شمع نگاہ

شہا نسب جو تیرا آفتاب کو پہونچا
ہر آسمان نے پھینکی ہے آسمان پہ کلاہ

نہین کلف یہ فلک سیر کا ترے لیکر
بغل مین غاشیہ اپنے چلے ہے ہر شب ماہ

کہے جب آنیکا تو عزم پشت پر اُسکے
رکاب داب کے اقبال بولے بسم اللہ

جدھر کو ہو تو جلو ریز پھر ترے آگے
ظفر جو طرقوا بولے تو فتح پیش نگاہ

جہان پناہ ترے درگہ عدالت مین
کسیکو دیوے اذیت کوئی معاذ اللہ

چلے جو شام کو پروانہ بزم مین تیرے
تو صبح شمع کے آتا ہے سر پہ روز سیاہ

شرار سنگ سے خاشاک کو جو پہونچے ضرر
لے آوے کھینچ کے دیوان کوہ کو بر کاہ

کرم بھی اتنا ہی تیرا ہے خلق کے اوپر
کہ اب دور سے خالق ہی جسکے ہے آگاہ

امید عفو ترا گر نہ بیچ ضمن ہو
کوئی نہ کر سکے ہرگز کسی طرح کا گناہ

جو دست فیض تو کھولے کسی پہ مثل صدف
تو موج آب گہر سے وہ نکلے کرکے شناہ

کرے ہے عرض یہ سودا جناب اقدس مین
زمانہ چاہے تھا مجکو رکھے بحال تباہ

مجھ آستان پہ دلے اب مدد سے طالع کے
ہوا ہے آن کے حاضر یہ بندۂ درگاہ

بس اب جہان مین کوئی خوش نصیب ہے مجھ سا
امید جسکی بر آئی ہو اتنی خاطر خواہ

کیا مین عرض کہ آنے سے زیر بال ہما
جنھین حصول ہو جمشید کی سی شوکت و جاہ

پر اُنکو اوج سعادت سے ہے کیا نسبت
وہ پہونچے ظل ہما تک مین تا بظل اللہ

غرض کرون ہون دعائیہ پر مین ختم سخن
ادب کی مرضی ہے طول کلام ہو کوتاہ

الٰہی تا ہو جہان تو ہو اور دنیا ہو
جہان خراب ہے تو اے جہانیون کے پناہ

قصیدہ در ثنای شاہ جم جاہ خسرو فلک بارگاہ عالی گوہر محمد شاہ عالم بہادر بادشاہ غازی

ہے استہار تجھسے مرا اے فلک جناب
رخشندگی ذرہ ہے از فیض آفتاب

یک تخم ہون مین خاک نشین زمین شور — نشو و نما دے مجکو ن کرم کا ترے سحاب
ہے یہ جہان مین وہ درِ دولت سراکہ یان — ناکام مجھسا آن کے ہوتا ہے کامیاب
قطرہ تجھ ابر فیض سے پہونچے جو سوے بحر — جا وے رگڑ نے چرخ کو موج دُرِ خوش آب
دریا کو سیر کشتی سے تیرے ہو یہ شرف — لا دے عجب نہین جو ہُما بیضۂ حباب
روشن دلون کو گر نہو مسجود در ترا — رکھے نشان سجدہ جبین پر نہ ماہتاب
معراج وہ نبی کی جو ہو عرش کے پرے — معراج امت اسمین جو اسجا ہو باریاب
یہ عدل ہے ترا کہ قوی کو ضعیف پر — کرنیسے اب تعدی کے اتنا ہے اجتناب
کنجشک کے چلے نہ وہ تیر آشیان تلک — پرگیری مین لگائیے جسکے پر عقاب
پہونچا نہ تیرے عہد مبارک مین ایک روز — از دست محتسب کوئی تا پای احتساب
ہیبت سے کانپتی ہے مناہی اب اسقدر — ہو جاے کیا عجب عرقِ بید گر شراب
سامان تیرہ روزی ہے ہر سر عدو — تیری وہ تیغ قبضہ ہو جسکا سیاہ تاب
کیا تاب ہے عدو کی جو ٹھہرے ترے حضور — سنکر نہیب قہر کو تیرے کرے عتاب
ہر برپت پرت کوہ کا یون اوڑ چلے کہ جون — کھل جاوے باد تند سے شیرازۂ کتاب
جز ماہِ نو قرینہ نہین تجھ کمان کا — ترکش کا چھٹ خطوط شعاعی نہین جواب
اس رخش برق وش کی ترے وصف مین شہا — بینے کیا ہے مطلع روشن یہ انتخاب

مطلع

رانون مین اُسکو صورت سیماب اضطراب — چالاک تر خیال سے اور وہم سے شتاب
گلگون بھی اُسکو کہیئے تو ہے یہ سخن بجا — آتی ہے باس جسکے عرق سے بہ از گلاب
ٹک رہ عنان کشیدہ تو ادسپر گہ خرام — ہے آرزو صبا کو کہ بوسہ دے بر رکاب
بخشی جو تجکو حق نے جو آنے مین سلطنت — شیب زمانہ کو یہ ہوئی خواہش شباب
نزدیک شام کچھ یہ شفق پھولتی نہین — کرتا ہے چرخ پیر حنا باندھکر خضاب
اس بارگہ کو کیون نہ فلک مرتبت کہون — جسکی بلند کاہ کشان سے بھی ہو طناب
استاد ہونے مین ہے یہ کچھ اُسکی عظم و شان — اوٹھتا ہے جسطرح شفقی رنگ ہو سحاب
رفعت ہر ایک چوب کی بر تر خیال سے — کولی مین قطرہ وہم کے آوے یہ کیا حساب

خوبی میں بادریسونکی اسکے کہوں سو کیا
جوں معجز نبی سے ہو دو حصہ ماہتاب

اس اس روش کی تا لین گلگون ہی آمین فرش
دیکھی نہوگی موسم گل نے جسے بخواب

برج حمل کیطرح سے ہے اسکے بیچ تخت
تو اسمین یون شرف کے ہو جون گھر مین آفتاب

سودا کرے ہے ختم دعائیہ پر سخن
اسجا نہیں ہے طول سخن مقتضای داب

اس تخت پر بمسند اقبال بیٹھ کر تو
کرتا رہے تو شادی نوروز اے جناب

قصیدہ در مدح نواب وزیر الممالک عماد الملک مدار المہام آصف جاہ نظام الملک بہادر غازی الدنجان

فجر ہوتے جو گئی آج مری آنکھ جھپک
دی دو ہیں آکے خوشی نے دردل پر دستک

پوچھا مین کون ہے بولی کہ وہ مین ہون غافل
نہ لگے شوق بین جسکے کبھو شائق کی پلک

ہے خوشی نام مرا ہون مین عزیز دلہا
زندگانی کی حلاوت ہے جہان مین مجھ تک

کھول آغوش دل اور لے مجھے جلدی نادان
پھر خدا جانے یہ دن کب تجھے دکھلائے فلک

سنکے یہ مژدۂ جان بخش جو مین کھولی آنکھ
اشعۂ نور کی سی مجکو نظر آئی جھلک

آنکھین ملکر کے جو دیکھون ہون تو اک بادلہ پوش
سر سے لے غرق جواہر مین وہ ہی پانون تلک

حسن ایسا کہ جسے ماہ شب چاردہم
یک بیک دیکھے تو گچند ہی رہجائے ٹھٹھک

صبح

چہرے مین ایسی ہے گرمی کہ شب ورو زجسے
باؤ کرتی ہی رہے دامن مژگان کی جھپک

زلفین یون چہرے پہ بکھری ہوئی ناگین تھی دل
جسطرح ایک کھلونے پہ ہٹین دو بالک

جعد وہ تھر کے گھٹنے مین ہو جسکے ہر لہر
ٹھر ٹو دبا دینے کو عشاق کے دریا لے اٹک

ناگنی پیچ مین آ اونکے نہ مانگے پانی
کھیل جاوے وہ ہین کالا جو ڈسے اسکی لٹک

جبین ایسی کہ جگر ماہ کا ہو جاوے داغ
اسکی تشبیہ سے جب اسکو تجاوز دے فلک

قتل کرنیکا یہ جوہر نہو شمشیر کے بیچ
اسکے ابرو سے مشابہ نہ بنا دین جبتک

ڈھیٹ وہ تیر کہ عالم مین نہین جسکی پناہ
چشم وہ ترک کہ ہو قوم جنھون کا ازبک

فتنہ اس چشم کا ایسا کہ مژہ سے خونخوار
متصل جو نکتے پا کر دیا کرتے ہین تھپک

حسن سے کان کے آویزہ مین یہ لطف کہ جون
مستعد قطرۂ شبنم کہ پڑے گل سے ٹپک

بحر خوبی کی گویا مچھلی ہے قلاب کے کے بیچ ۔ تھڑ کے حلقے مین جو دیکھے کوئی تھنسکی ٹھہرک
نظر آیا نہ دہن بینی کو تنگی کے سبب ۔ منخرین اپنی سے گو اون نے تراشی عینک
مسی آلودہ لب اخگر تھے تہ خاکستر ۔ کر ہوا سے وہ سخن کہنے کو جلتے تھے دہک
سلک گوہر کی صفا وام لے اُن دانتوں سے ۔ برق دریوزہ کرے موج تبسم کی چمک
دونون عارض گویا شیشے ہین مئے گلگون کے ۔ زنخ اون دونون مین یون جیسے نمکدان گزک
وصف مین اُسکی ملاحت کے پڑھون اک مطلع ۔ جسکے آگے نہ رکھے مطلع خورشید نمک

مطلع

رنگ رخسار سے شرمندہ ہو کندن کی دمک ۔ آگے غبغب کے خجالت زدہ سونیکی ڈلک
ڈھیلے پیچ اُسکے لے گردن کا بڑھایا یہ حسن ۔ جلوہ گر شمع ہو جیسے تہ دامان شبک
ساعد و دست حنا بستہ کی ایسی حرکات ۔ شاخ مین گل کے یون ہلنے سے جون آوے لچک
دیکھے جو اُسکے کچون کو یہ تیقن ہووے ۔ تعبنو یہ نان کے یان کام کا ادترا ہی کنک
یا وہ معجون بھی کی ہین ڈبیان ایسی ۔ آوے ہیجان مین چھیڑ لیے جنھین روح ملک
پیاری پیاری وہ لگین نظر مین ایسی کہ نگاہ ۔ یہی چاہے ہے کہ کبھو پاس سے اُسکے نہ سرک
لیجئے یہ قصد رکھے ڈال دے تو ہاتھ ان پر ۔ لنک کے دل مین بھی آجاوے کہ لے بھاگ اُچک
ناف کے حسن کو اُسکے جو کیا مینے قیاس ۔ دلنشین یون ہوا میرے کہ بلا شبہ و شک
نرگسی چشم کوئی ہوگا کہ جس کی یہ آنکھ ۔ لگ کے چھاتی سے صفا کے سبب آ لی ہے ڈھلک
کمر اُسکی مین نہ دیکھی کہ کرون اوسکا وصف ۔ تھی وہ اک آہ وے دل کے لیے جلتے کی لپک
آگے تو کہ نہین سکتا مین کچھ اُسکی تعریف ۔ یون حیا کہتی ہے مجھسے کہ بس اب زیادہ نہ بک
بس مین زانو کو کہون کیا کہ وہ ہین آئینہ ۔ اُس سے کبھی چھوٹے نہ آنکھ انسے اگر جاوے اٹک
آوے جس بزم مین اُس ساق بلورین کا ذکر ۔ جابجا شمع کا پامال حسد ہووے تمک
پشت پا پچھنے روے لیلی سے مجنون کا دل ۔ خون فرہاد سدا شیرین سے چاہے وہ کفک
وقت نظارہ مری جب نگہ دیدۂ غور ۔ سر سے لے اُس قد رعنا کے گئی پانون تلک
خندق پا لگی کہنے کہ نہ دیکھا ہوگا ۔ سرو کی بیخ سے پھولا گل اور نگ اتبک
قامت ایسا ہے کہ ہنگامہ حشر اُسکے اگر ۔ آگے آجاوے قیامت تو یہ بولے کہ سرک

قدم اس وضع سے رکھے ہے کہ سرِ عالم کا
کج و لج چلے جسطرح وہ اٹکھیلی سے
زرق برق ایسی ہی پوشاک ہین اُسکے کہ جیسے
جلیسی سج سے تھی گلے بیچ حمائل گل کی
کیفی یان تک کہ یہ انداز سخن مین اُسکے
بات اس لطف سے بہکے تھی دہن سے اُسکے
غرض اس شکل سے آئی جو نظر وہ کافر
ناگہ اُس شوخ نے مجھسے یہ کہا اے سودا
یہ بھی کوئی طرز ہے رہنے کا زمین پر نادان
نہ ترے گھر مین کبھو ناچ مین ہوتے دیکھا
آدمی کے تئین کچھ گرمیِ صحبت ہی شرط
گو ترا وضع زمانہ سے ہے دل افسردہ
ایسے مہمان کی تو لازم ہے کہ خاطر ہو عزیز
بزم آراستہ بلوا کے کرار باب نشاط
آج وہ دن ہے کہ جس گھر مین تو دیکھے او یہین
یان تلک شیخ و برہمن ہین طرب کے مصروف
تار تنبور نہین رشتۂ زنار فقط
بادہ کو ہاتھ سے زاہد کے نہ پیوے ملا
محتسب کے چلے ہے مست رگڑ کر کاندھا
سنکے مینے یہ کہا اس سے کہ اے مایۂ ناز
بے سبب کیونکہ مین اندوہ کی لفت چھوڑون
وجہ کچھ ہووے تو کر مجھ سے تو اُسکا اظہار
کرکے دریافت یہ مجھسے کہا اُسنے کہ مگر
آج اُس شخص کی ہے سالگرہ کی شادی
یعنی نواب سلیمان فر و نام آصف جاہ
موجبِ شور ہو خلخال کی پاؤن کی چھنک
موج دریا بھی اُسے دیکھے تو رہجائے ٹھٹک
کوند بجلی کی کہون یا کہون شعلے کی چمک
ویسی ہی عطر کی بو ویسی ہی سوندھی کی مہک
کیسکو ہشت کہ اُٹھنا کسیکو دیتا بک
بادہ جون ساغرِ لبریز سے جاتا ہے چھلک
کہا مین دل کی طرف دیکھکے اللہ معک
اسپتو شیشۂ مے اندوہ کا پتھر سے ٹپک
یہ کوئی طور ہے جینے کا ترے زیرِ فلک
نہ ترے در پہ سنی آکے پکھاوج کی گمک
وہ بھی انسان ہے دنیا مین جو اتنا ہو ننک
پر ہم آئے ہین ترے گھر مین ادھر دیکھ تنک
بادہ بھر شیشے مین رکھ لا کے نمکدان مین گزک
پاس لے بیٹھ ہمین سب کو جھکا آپ بھی جھک
کہین ہوتی ہے بھگت اور کہین ہے اولک
دیر مین بجتی ہے مردنگ حرم مین ڈھولک
لگے سرسانج مین تسبیح کے بھی دانون تک
پر یہ راضی ہے کہ پڑون یہ جو چھڑکے تو چھڑک
مغبچہ آیا چلا قاضی کے آگے ندھڑک
خیر ہے بات سمجھکر تو کہا اتنا نہ بہک
کسطرح دوستیِ غم کرون دل سے منفک
کچھ جہت ہو تو بیان کر کہ سنون مین بھی تنک
سمع مین تیرے یہ مژدہ نہین پہونچا اب تک
کہ بصورت ہے وہ انسان و بسیرت ہے ملک
عہد مین جسکے یہ غیور بزرگ کو چاک

کسکے آگے کوئی ہاتھ پسارے کیا دخل
مٹھی باندھے ہوئے پاتا ہے تولّد کو دک

عدل یہ عصر مین اُسکی ہے کہ ہر ایک طبیب
شعلۂ تپ کو بھی تبرید لکھے خارخسک

کرنے دیوے نہ رفو چاک کتان کو انصاف
تا نہ رشتہ کے لیے ماہ کی کھوے لپچک

رائج اتنی ہے مروت کہ غزالون کو پلنگ
اسطرح سمجھے ہے فرزند گو یا لے پالک

دور مین اُسکے یہانتک تو منہیات ذلیل
کشمکش مے پہ نت اُٹھ بنگ سدا ازسرتک

ہمت اسکی پہ نظر کیجیے تو اک آن کے بیچ
دل سے پہونچے ہے دو صد بار یہ مطلع لب تک

مطلع

تجھسے ممنون نہ فقط ارضِ زمین پر ہر یک
بار احسان سے تیرے ہے دوتا پشت فلک

ہو گہر بار تجھ آگے جو سحاب نیسان
برق ہوکر تبسم اُسے مارے چشمک

آگے تجھ بحر کرم کے صدف پر گوہر
مٹھی اُسکی ہے جیسے نکلے بشدت چیچک

چل سکے ہے نہ کسی امر مین تدبیر حکیم
مہر سے راے کے تیرے وہ نہ لے تا چشمک

حلم تیرے کے جو ہو وزن فلک سے کچھ شے
ڈال دیوے زرہ سہو و خطا کوئی ملک

بار تجھ حلم مین ہے یہ کہ ترے وقت خرام
ہووے ذرہ بھی اگر مرکز خاکی کو دھمک

صدمہ ایسا کمر گاو زمین کو پہونچے
شاخین ہر چند وہ کھجلائے تو نکلے نہ کسک

دست دوران سے موالید کا سر رشتۂ کار
نعرۂ قہر کی ہیبت سے ترے جاے ٹھٹک

ہیل دنیا نہین کچھ ہیل کا پیشہ کو کلام
حول قوت سے ترے چاہیے ٹک اوسکو لک

تجکو للکار کے میدان مین صف مردان کے
سامنے آئے ترے کون ہے ایسا مردک

وہ جوان تو ہے کہ آگے سے ترے رستم بھی
گاو سر مار بغل جاے دبے پانون کھسک

اور ٹھہرے بھی کوئی آن تو حق نے دی ہے
دست و بازو مین ترے قوت و قدرت یانتک

اسکے مرکب سے ملاکر دو ہین مرکب اپنا
ہاتھ ٹیکے مین دبے اور زین کے خانہ سے اچک

مارے جب زور سے دے چرخ زمین پر تو اُسے
گرد اڑ ہ خاک مین آدے سیہ لچک

کوہ ہر ایک اچھل کر جو زمین پر بیٹھے
توڑ کر رو دے سما چور کرے پشت سمک

کیون نہ کوس لمن الملک تو مارے ہر دم
جب تری تیغ مین ہو جوہر سر برش یانتک

کھینچکر اپنی کمر سے جو تو مارے اک ہاتھ
شکل نقارہ کی جوڑی کے دو حصہ ہو فلک

نہ چلے خامہ اب آگے نہ سیاہی ہو زان
باد پا کا ترے کچھ وصف نہ کیجے جب تک

چڑھ کے اُسپر جو ترے طبع مین گذرے خیال
قاش سے زین کے ٹک لیجے اگر باگ اُچک

گاہ آجاے نظر گاہ نظر سے غائب
پھر ہوا بیج وہ شبرنگ ہے جگنون کی دمک

روبرو سے اگر آئینے کے اس گاگون کو
پھینک دے چڑھ کے جو تو شرق سے لے غرب تلک

اتنے عرصے مین پھر آوے کہ اسے باور کر
عکس بھی آئینہ سے ہونے نپاوے منفک

شوکت و شان کہون کیا مین ترے ہاتھی کی
چرخ پر جون مہ نو ماتھے پہ یون اسکے کجک

وصف مین اُسکی بزرگی کے پڑھون اک مطلع
گوش دل سے جو سخن رس متوجہ ہو تنک

مطلع

اسکے کجگاہ کی اللہ رے چہرے پہ لٹک
کہکشان جون شب یلدا مین نمایان فلک

بیٹھنے مین ہے وہ کوہ اُٹھنے مین ہے ابر سیاہ
عرش رفعت مین وہ اور چلنے مین جون چرخ تھک

شبحر طور کا چہرہ پہ ہوا اُسکے جلوہ
زنگین تزئین کیلیے جسگھڑی اوسکی مستک

جھول پر اُسکے ستارونکا کہون کیا مین حسن
تارے جسطرح رہین رات اندھیری مین جھٹک

لیکے خرطوم مین زنجیر پھر آوے وہ اگر
اُسکے دانتون کو یہ سمجھے جو کوئی ہو زیرک

لیلی نے ہاتھ نکالے ہین سیہ خیمہ سے
ملنے کو مجنون سے سن سلسلۂ پاکی جھنک

روز میدان اُسے دیکھو تو دلاور اتنا
سر کے وانسے نہ جانے کہ زمین جاے سرک

سامنے اُسکے وہ چھوٹے ہے پٹا خونکی لڑی
داغین اک مرتبہ سو توپ جو ہم سنگ اٹک

پھنکی کیا چیز ہے لادے وہ جسے خاطر مین
بان بجلی کی کڑک کا کبھو پہونچے اس تک

چھاپے وہ توڑ کے جون نیشکر اوسکی چھڑ کو
پانون کھجلانے لگے سونڈھ مین لیکر یولک

بے تکان اسقدر اوسکا ہے چلاوا جیسے
مہر مین ابر کے آنے سے ہو سایہ کی ڈھلک

اسقدر ہے وہ سبکرو کہ کبھو چلتے وقت
پانون بھی اُسکے دل مور کو پہونچے نہ دھمک

اُسکے ہودج پہ تجھے دیکھکے سمجھے یہ خلق
کرسی پر عرش کے ہے صورت انسانکا ملک

خیمۂ جاہ کا تیرے سو کرون کیا مذکور
ہو دے استادہ جہان تیرے جلو کی اسپک

آسمان کو نہ کرین اُسکے تلے بے چوبہ
کہ سپٹ کہنہ ہے یہ اور نہایت کو چکپ

اللہ اللہ ترے مطبخ کا تجمل جسکا
طبق رحمے زمین سے ہے بڑا خوان چنگ

کافی دہان زیرے کو محصول نہو کر مانکا
حاصل ہند سے پورا نہ پڑے انہین نمک

چرخ دکہسار کو مصرف سے ہی دہشت و انکے
آپ کو پا کے مشابہ بہ پیاز و ادرک

اُسکے مصرف کے جو دیہات ہین لیں انہین سے
اپنے مداح کو بھی کر دے مقرر صحنک

تو ہی اب دل مین کر آپ عرض مرے کا انصاف
جا ے کس در پہ کہو پہونچ کے ایسے در تک

جبہہ سائی ہے پر کھڑیان زر انسان کے لیے
آستان کا ہے ترے سنگ بہ از سنگ محک

ختم کر اب تو دعا یہ پہ سودا یہ کلام
آمین کہنے کو گئے باب اجابت پہ ملک

یا الٰہی جو یہ تیرا ہے چراغ دولت
تا ابد اُس سے منور رہے قندیل فلک

تا قیامت رہے مسجود خلائق وہ جگہ
مسند جاہ کی تیرے بچھے جس پر توشک

جو ترا دوست ہو اب آئینۂ گیتی پہ
اُسکی تمثال کبھی ہونے نپاوے منفک

کاتب دست قضا شکل عدو کی تیری
صفحۂ ہستی سے جون حرف غلط کر دے حک

ایضاً قصیدہ در مدح نواب وزیر الممالک عماد الملک مدار المہام آصف جاہ نظام الملک بہادر

لکھے ہے کاتب دوران سے منشی تقدیر
سمجھ کے دفتر قسمت کیا کر اب تحریر

یہ روز و شب تو بنائیگا تا کجا اسطرح
کہ جام مہر مین آتش دے مہ کو کاسہ شیر

گمان وعدہ نہ کر اب تو بحر دنیا سے
گہر نکالے تو عریان حباب پہنے حریر

رہائی اسمین ہے تیری کہ کاغذ سابق
درست کرلے عطارد کو کر کے اپنا مشیر

وہ سلطنت کہ نمونہ جسے خدائی کا
کہین ہین شرق سے تا غرب ہر صغیر و کبیر

سنا نہین ہے کہ غازی دین عماد الملک
جو میر بخشی تھا دانکا سو اب ہوا ہے وزیر

اگر طلب کرے کاغذ وہ تجھسے اے نادان
تو کر سکیگا پھر اُسوقت اُسکی کچھ تدبیر

دیا جواب یہ اُن نے کہ میرے کاغذ مین
حضور اُسکی کسی وجہ کی جو ہو تقصیر

یقین ہے خامۂ دست کرم سے اُسکے مجھے
سوائے عفو مرے حق مین کچھ نہو تحریر

مری خطا بھی ہے کچھ چیز اُسکے ہمت پاس
ہر ایک لحظہ جو بخشا کرے ہے گنج خطیر

گہر فشان ہے سدا دست فیض کا اُسکے
تگرگ بار نہو جسکے ابر شمشیر

غنی ہوا ہے یہ اُسکے کرم سے ہر محتاج
کہ فرق ہو نہین سکتا باہم امیر و فقیر

تمیز کیا کہوں اجرائے کار کی اُسکے
کہ جسکے رمز کو پہونچے نہ آسمان کا دبیر

دوام زلف بتان سے کرے اُسے تنخواہ
جو مانگے فرقۂ عشاق سے کوئی جاگیر

بیان مین کیا کرون اُسکی شجاعت اب جسکو
یہ کہتے ہین صفِ مردانین کیا جوان کیا پیر

عجب نہین ہے کہ قالب تہی کرے مریخ
اگر وہ چرخ پہ چڑھتے سنے تری شمشیر

برش کی اُسکے جو دہشت نہو زمانے کو
تو ہووے رنگ نہ اُسکا ہر ایک دم تغییر

جہان کے باغ مین نقاش تیرے گلگونکے
جو چاہین شکل بنا دین تو کیا کرین تدبیر

کہا مصور باد بہار نے جسکو
اگر قیاس مین ٹھہرے تو کھینچیے تصویر

ندونگا اسکو مین تشبیہ برق و آتش سے
ترے حضور کرون جست و خیز کی تقریر

نہین ہے مرکز خاکی پہ اُسکے جلدی کا
بجز طبیعت معشوق کچھ عدیل و نظیر

رکھا کرے ہے سدا اُسکے گرد جولانگاہ
دماغ آہوے تاتار پر زبوی عبیر

تری رکاب کے بوسے کی آرزو تھی ولے
نہ آیا اپنے تئین ماہ نو سمجھ کے حقیر

ثنا مین صفحۂ کاغذ پہ تیرے ہاتھی کی
قلم کو ہاتھ مین لے کیا بیان کرون تحریر

صفِ عدو کے لیے رزم مین ہر روز سیاہ
ہے شمع بزم محبان کیواسطے شب قیر

بجا ہے گر کہون اُسکو اندھیری ساون کی
چوئے ہے مستی سے اسطرح جون سحاب مطیر

تکان پا کے صدا اُسکی جو سنے سو کہے
سیاہ خیمۂ لیلی مین قیس ہے زنجیر

برہمن اُسکو تو گنیش دیوتا بولے
کہین ہین شیخ ہوا کعبہ روان تعمیر

غرض ہے بات علیٰ قدر فہم انسان کے
چنانچہ مجھ سے جو پوچھو تو یون کرون تقریر

زمین کی چھاتی کو دابا ہے آسیا ہی نے
زبان خلق اُسے کچھ کیا کرو تعبیر

مآل پر بہی اس گفتگو سے ہے سب کا
جہان تک اُسکے ہین طرح یہ صغیر و کبیر

کہ جسدن اُس پہ عماری تو باندھکر ہو سوار
تو گویا برج حمل مین ہے آفتاب منیر

بیان مین کیا کرون سامان تیرے لشکر کا
کرے ہے کوچ کسی سمت جب وہ جمع کثیر

گمان مین خلق کے آتا ہے دیکھکر یہ نگاہ
زمین پہ ابر یہ چھایا ہے یا چلی ہے بہیر

ستم جہان سے ترا عدل یون کرے معدوم
کہ جیسے خاصۂ تریاق زہر کی تاثیر

یہ پرورش ہے جہانکی تری عدالت سے
کہ شیر کا بچۂ گوسپند ہے ہمشیر

جو کھینچے یاد مین تجھ خلق کے چمن نقاش
تو بو مشام مین عالم کے دے گل تصویر

نہیب قہر ترا ہو جو بحر و بر ادبیر
جگر نہنگ کا تیرے ہو آب زہرۂ شیر

وہ کنہ کونسی ہے پردۂ عدم کے بیچ
کہ تیرا مدرکہ اُسکا ہوا نہووے مشیر

مدبری کی تری کیا ثنا کرے کوئی
کہ جسکے حق مین یہ مطلع ہے مثل مہر منیر

مطلع

نہین ہے معجز عیسیٰ سے کم تری تدبیر
کیا ہے زندہ سر نو سے جن نے عالمگیر

رواج دین نبی کا یہ عہد مین تیرے
کہ شکل انس یہ عائد نہووے اب تکفیر

شکست دے ہے تبوتکو جو سومنات کے بیچ
صدا نکلتی جرس سے ہے کیا ہے تکبیر

اگرچہ فتح دکن بیچ جا کے اکبر نے
کیا ہے بھاگ نگر اور قلعۂ آمیر

عزیمت اسم کو تیرے اگر پڑھے کوئی
کرے وہ ہند مین بیٹھا ستارہ کو تسخیر

جو تیری ذات سے ہر نیک بد نے اپنا کام
کیا درست سوا دسکو مین کیا کرون تقریر

کہ جیسے اہل مذاہب نے جلد قرآن سے
لکھی ہر ایک نے اپنے طریق پر تفسیر

غرض نہ خلق ہو دنیا مین آدمی تجھ سا
کرین جو خاک کو آدم کے لاکھ بار خمیر

بس اسطرح کے بشر کی کوئی ثنا مجھ سا
اگر کرے تو وہ ہوتا ہے واجب التعذیر

اگرچہ مین یہ قصیدہ کہا تو ہے لیکن
تری ثنا کی مصنف ہو یہ زبان تقصیر

کرے ہے عرض یہ سودا ہمیشہ عالم کا
رہے ہے تو کارکشا اے امیر ابن امیر

گرہ جو کام مین اعدا کے تیری ہو انگین
پڑے ہزار گرہ شکل دانۂ انجیر

قصیدہ در مدح نواب وزیر الممالک اشجع دلان

مینے دُرِ سخن کو دیا سنگ رنگ ڈھنگ
تھا ورنہ اس قلم مین کب اس رنگ رنگ ڈھنگ

میزان جہان ہو فہم کی وان کسکے حرف کا
پہونچے مرے سخن کے بیاسنگ رنگ ڈھنگ

ٹک دیکھون اپنے مصرع موزون کو مین بغور
تیغ سخن بھی رکھتی ہے کیا انگ رنگ ڈھنگ

کسکو ہے فن شعر مین مجھ ساتھ ہمسری
قطرہ بنا دے بیٹھ لب گنگ رنگ ڈھنگ

بلبل کے زمزمے کا چمن بیچ کیا مجال
پیدا کرے کلاغ بد آہنگ رنگ ڈھنگ

سمجھے ہے مرغ معنے عرش آشیاں اوسے
رکھتا ہے باز کا جو مرے چنگ رنگ ڈھنگ

نقاش میں تو وہ ہوں سخن کا کہ سیکھتا
شاعر ہو مجھ سے مانی ارژنگ رنگ ڈھنگ

میرا وہ مرتبہ ہے کہ خلقت کے شعر کا
رکھتا ہے شاعری کا مرے ننگ رنگ ڈھنگ

جس گلزمین پہ ہو نہیں تو اشعار کا مرے
پہونچے ہو واں سے لاکھوں ہی فرسنگ رنگ ڈھنگ

اصلاح ہو نہ میری تو اوروں کے شعر کا
پھر وان سے نہ نکلے کسی ڈھنگ رنگ ڈھنگ

پیدا کیا ہے معنے بیرنگ خلق نے
کھا کھا میری ہی خامہ سے سرچنگ رنگ ڈھنگ

کردوں نہیں اس زبان کو رواں جس زبان کا
مارا ہوا ازل سے ہو ادھرنگ رنگ ڈھنگ

لقمان شاعروں میں اگر ہو تو شعر کا
یاں سیکھنے کا اسکو ہو آہنگ رنگ ڈھنگ

فیضان نفس ناطقہ میرے سے دہر میں
پایا سخن نے جوں گل ارژنگ رنگ ڈھنگ

جس جا کہ میں لغات فراہم کروں تو واں
ذرہ رکھے نہ صاحب فرہنگ رنگ ڈھنگ

آئینۂ سخن پہ معانی کے شکل کا
رکھتے ہیں جنکے لفظ تہ زنگ رنگ ڈھنگ

زنہار اوس سے یہ نہ پھریں انکے جسطرح
کہتے سخن کا وسوسۂ سنگ رنگ ڈھنگ

صنعت میں شعر کی غزل پنج بیت کا
کرتا ہے ان پہ قافیہ کو تنگ رنگ ڈھنگ

مجکو نہنگ بحر معانی سے کام ہے
سمجھے سخن کو کیا کوئی خرچنگ رنگ ڈھنگ

یعنی شجاع الدولہ بہادر کے فیض کا
پہونچا ہے جسکے لاکھوں ہی فرسنگ رنگ ڈھنگ

کر اس غزل کو غور کہ تیری جناب میں
داد اسکا چاہتا ہے بہر رنگ رنگ ڈھنگ

غزل

دیکھا جو دیر و کعبۂ ہمسنگ رنگ ڈھنگ
کچھ ایک سا رکھیں ہیں بہم سنگ رنگ ڈھنگ

کرنا پرستش انکی جو پاتا انھوں کے بیچ
یا رو وقار دے لگے میں ہمسنگ رنگ ڈھنگ

کیا تجھ لبوں سے لعل کو نسبت کہ انکی طرح
پہونچا سکے ہے کوئی بہم سنگ رنگ ڈھنگ

ساقی نے بھر کے جام زمرد کو یہ کہا
ہم بادہ آہن خوب ہے ہمسنگ رنگ ڈھنگ

سودا میں کیا کہوں در و دیوار باغ کا
رکھتا ہے یار بن غم و ہم سنگ رنگ ڈھنگ

بس مجکو مغتنم ہے کہ میرے سخن کے بیچ
اتنا بھی دہر کا جو رکھے ڈھنگ رنگ ڈھنگ

تیری توں زبان ہے کہ جسپر ہر آن نطق
جوں گلستان رکھے ہے ہر رنگ رنگ ڈھنگ

مریخ تک ہے لیکے عطارد سے چرخ پر
سیف و قلم کا دیکھ ترے دنگ رنگ ڈھنگ

لیکر قلم جو ہاتھ کرے کوہ پر نگاہ
یاقوت کو تو بخشے ہے سنگ رنگ ڈھنگ

جلتا کبھو عدو کے تئین تیرے سیف کا
جانے نہ دے زدائرہ جنگ رنگ ڈھنگ

اک سیل اک نہنگ ہوا دردہ ہون کر گدن
دیکھ اسکی پھر برش کی بجو رنگ رنگ ڈھنگ

چنچل یہ بادپا ہے کہ جسکا طویلے بیچ
سیماب سا ہو کھینچنے مین تنگ رنگ ڈھنگ

جون حلقہ ہوشان کے بیچ عارض پیچ زلف کا
کاوے مین یہ رکھے ہے وہ شبرنگ رنگ ڈھنگ

عاشق کا رنگ بولون کہ معشوق کی مزاج
چالاکی کا اسکے دیکھ کے ہون دنگ رنگ ڈھنگ

اسکی کمان کا وصف کرون کیا مین اب کہی
مشہور جسکا روم سے تا زنگ رنگ ڈھنگ

تیر اس سے یون چلے ہے کہ ازبس کے کتنونکو
کردے ہے جسکے توڑ کا چیت نگ رنگ ڈھنگ

مطلع یہ جا حضور پڑھون گر دقار کا
پیدا کرون مین کوہ کے ہمسنگ رنگ ڈھنگ

مطلع

دریائے فیض کا ہے ترے ننگ رنگ ڈھنگ
پاوین کہان ترا جمن و گنگ رنگ ڈھنگ

دامن کشا د ابر گہر بار جیب کرے
بخشش کا تیرے کردے لئے تنگ رنگ ڈھنگ

یہ عدل سے ہے ترا کہ زمانے مین اب نہین
فریاد کا بجز جرس و زنگ رنگ ڈھنگ

قصیدہ در مدح نواب وزیر الممالک اشجع زمان شجاع الدولہ جلال الدین حیدر بہادر ہزبر جنگ

مرغ معنی کے اگر صید پر اپنا ہو خیال
ہوش پرواز ہو تو کھل نہ سکین اسکے بال

نہ بچے طائر مضمون نظر انداز مرا
فکر عالی کی ہے شاہین میری راہ نوال

آوے ہے شعر و سخن پر جو طبیعت میری
معنی پردے سے عدم کے کرے ہین استقبال

کچھ مجھے تازہ مضامین کی نہین سعی و تلاش
پھرتے ہین ناطقہ میرکیے سدا دہ دنبال

شست و شو دون ہوئین الفاظ کو جن پانیسے
درد ہے آب گہر سامنے اسکے وہ زلال

نورِ خورشید ہو شب گھر سے فلک کے زائل
نورِ معنی سے مری بیت کے ہی دور زوال

جس زمین پر مین کرون مٹھ کے مصرع موزون
وان بجز سرو ہے روئیدگی نخل محال

جو زباندان متتبع ہو زبان کا میری
بہرہ ہونیکی نصیبی کو نہیں اُس سے مجال

خامہ کہتا ہے مرا ہے جو فصاحت اک چیز
سو زبان کی ہے مری خادمۂ بے زر و مال

یہ زبان مجھسے کی خامہ کو عطا کرنے سے
مین سمجھتا ہون جو منشی ازل کا ہے مآل

کہ زہے مدح مین ایسے کی جسے تا بابد
پرورش کرتے نہین گذرے کہ و مہ کی سہ سال

یعنی نواب فلک رتبہ شجاع الدولہ
قائم اسکا رہے تا حشر یونہی جاہ و جلال

مطلع تازہ کرائے خامہ رقم اب ایسا
کہ بہ از مطلع انوار کیا جاوے خیال

مطلع

بتمنائے جبین بدر بھی ہوتا ہے ہلال
بسکہ یان سجدے کے مشتاق ہین ابنائے کمال

یہ وہ در ہے کہ جہان آکے بہم پہونچاوے
رتبۂ بال ہما ہر مگس بے پر و بال

آستان ہے یہ وہ عالم مین کہ جسکے در پر
جلنے ہین خاک نشین باغ کرم کے ہین نہال

کرم انسان پہ جو ہر ہے طبیعی تیرا
خواہ ہو نیک کوئی خواہ کوئی بد اعمال

کام کرنے کا اگر یہ تغافل فرماوے
سایۂ تیر اگر اوٹھے عوض یہ تجھسے کہ سنبھال

جس جگہ تیری مروت کا زبان پر ہو ذکر
شعلہ وان خس کی اذیت کو سمجھتا ہو وبال

پدری کی ہے انھونکی جو ترے دامن تک
مادر گیتی کی بہری سے پہونچے اطفال

مفلسی سے نہ مکدر کوئی خاطر پائی
آب زر سے جو دھوئی تونے زبس گرد ملال

قول پر اونکے نہو لی تری ہمت جو دلیل
پوچھتا مین حکما سے ہے خلا کیونکہ محال

ہاتھ تیرے کا اگر عکس پڑے دریا پر
در مکنون سے ہو مشت صدف مالا مال

چاہیے ابر گہر بار پسارے دامن
پونچھ چہرے سے عرق جھٹکے جو تو اپنا رومال

جس گھڑی دہر مین تیرا ہو کف جود بلند
اور اسوقت کوئی تجھسے کرے آکے سوال

جو یہ انبار طلا دست تلے سائل کے
کہ جسے پنجۂ خورشید کا پہونچے نہ خیال

نطق نے تیس حروف سے ترے عہد کے بیچ
سین و واو و الف و لام کو ہے ڈالا نکال

تو وہ عادل ہے جہانمین کہ قلم دیمیں ترے
چیونٹی دست تعدی سے نہووے پامال

اسقدر سنگ نہ ہو بھاری ہو زمانہ مین اگر ارمغان حلم ترا بار نہ پہونچے یہ جبال

صولت و قہر کے آگے ترے یون دیو سیاہ آنچ سے آگ کی جس تاب مین آجاوے بال

روز میدان قدم اپنا تو جہان گاڑے ہے کوہ کا سینہ پھٹے دیکھ ترا استقلال

شرق سے غرب تلک رعب ترے نیزے کا دھاک ہے تیغ جنوبی کی تری تا بہ شمال

اسکی خونریزی سے یون فوج عدو گھٹو گھٹ کھاوے جون مہ نو سے محرم کے پلٹتا ہے سال

کافر حربی و موذی و منافق ملحد ایک چورنگ ہے چارونکا اسے استیصال

کیا بیان تجھسے کرون وصف سپر کا تیرے سایۂ مہر نبوت ہے تری پیٹھ پہ ڈھال

شست اندازی سے تیرے ہو عدو کب جانبر وا کم انگشت قضا تیر کے تیرے ہے بحال

تیرے شبرنگ کے جلوے کے تئین جو دیکھے کہے وہ اسکو کنہیا زرہ حسن و جمال

پہونچے کب اسکے چلاوے کے تئین وہم و گمان سالہا گر وہ کرین دوڑنے کا استعمال

دیکھے اسیر جو تجھے وقت کمانداری کے رہے حیران نشانیکی طرح چشم غزال

تیرے پیکر مین جو دیکھا ہو مین اسکا تھا برق کے ابر وہوا مین نظر آئی تمثال

روز میدان وہ اگر فوج عدو پر کڑکے بدتر از صاعقہ لاوے صف اعدا پہ زوال

تیرے ہاتھی کا بیان تجھسے کرون نہین لیکن چھوٹا منھ اور بڑی بات نہین اپنا قال

رفعت و شان بزرگی مین کہون کیا اسکی مرتفع جیسکے سر و جہر سے ہو دین گھنٹال

اسطرح مستک رنگین پہ ہے اسکی جھباگ جون فلک پر شفق شام مین نکلے ہے ہلال

جلوہ گر ہین شب دیجور مین گویا دو شمع حسن کو دانتون کے اسکے جو کیا مینے خیال

پائل اتنا وہ چلے ہے کہ اسے باور کر بخشے دشمن کے تئین عمر ابد جسکی چال

باندھ دین پانون سے اسکے جو عدو کو تیرے پھر اجل چاہے کہ پہونچے اسے ہے امر محال

اسکی خوبی کا تو کیا ذکر ہے سبحان اللہ وصف مین اسکے رزائل کی زبان میری ہے لال

کوئی کہتا ہے سیٹے کھڑی ہے آپ کو رات کوئی بولے ہے نہین چہرے پہ ڈبکے ہے خال

فی الحقیقت وہ جو ہے ایک پون نام نثار اکٹھی کر اسنے گرہ دے رکھے ہین اپنے بال

تالکی حق نے عطا کی تجھے ایسی جس سے ہند کے تخت کو تا حشر رہے استقلال

تو ہے خورشید جہان تاب کی صورت اور وہ بے تصنع نظر برج حمل کی ہے مثال

خلق کو شادی نوروز سدا ہوتی ہے دیکھ مسند پہ تجھے اسمین بدوش اقبال

غرض انسان نہ کبھو پہونچے بہم تجھ جیسا
آسمان گر کرے خلقت کو جہان کے غربال

کون ایسا ہے مین تشبیہ نہ تجھے دون جس سے
توہی آئینۂ ہستی مین ہے اپنی تمثال

توہے جون مہر جہانتاب بذرات جہان
مہر کو ذرہ سے تشبیہ ہے تحمیق پہ دال

ختم کرتا ہے دعائیہ پہ سودا یہ کلام
دوست ہون شاد ترے اور ہون دشمن پامال

قصیدہ در مدح نواب وزیر الممالک شجاع الدولہ جلال الدین حیدر بہادر ہزبر جنگ

اشجار کا بستان جہان کے ہے عجب ڈھنگ
جلتا ہے چنار اُس سے رُخ گل پہ جو ہو رنگ

بیھری مین سیار گلستان کے کہون کیا
پھل دے نہین جو نخل اُسے مارین ہین یہ سنگ

جلتا ہے انھین بخل وحسد اس سے ہو افزود
چشم انکی ہو جون غنچۂ دل اسنے بھی کچھ تنگ

ہو خام طمع کو قدح چشم سے ان کے
بادہ کی مروت کے طلب وسوسۂ ننگ

اظہار کرین گو رسے دین چشم مین سرسہ
وان اوٹھ کے لگین دوڑنے بیٹھا ہو جہان لنگ

اُبھرتے ہوئے انکے دل و دیدہ کے اطراف
نت مہر و وفا عار کرین شرم و حیا ننگ

مہمان سے گر نفت اتنی ہو یہ ماحضر اوپر
دل مرغ کے سینے پہ گویا باز کا ہے چنگ

ہے اسنے غلط چاہیے صہبائے ترحم
شیشے کا اُنھو نکے ہے ٹھکانا جگر سنگ

دنیا مین توقع نہین انسان کو کسو سے
چھٹ اُسکے وزیر اب ہے جیسے ہند کا اورنگ

کیا منہ مرا اور کیا لب لہجہ ہے کہ اوسکا
لون نام مفصل نہین آداب کا یہ ڈھنگ

اس بحر مین وہ نام بزرگ آوے سو کیونکر
چلو مین سمندر نہین آتا ہے کسی ڈھنگ

ان بیتون کے ہر حرف سر مصرع نظر کر
جو اسم شریف اُسکے سمجھنے کا ہے آہنگ

شمہ جو بیان کیجئے انصاف کا اُسکے
جو خوبی ہے دنیا مین لگے اُسکے نہ پاسنگ

الطاف و کرم کا جو شمار اُسکے کرو نہین
عاری رہین امواج کو کنکر لب گنگ

انصاف یہ اب عہد مین اُسکے ہو کہ فریاد
لائے نہ لبون تک کوئی غیر از جرس و زنگ

دیکھا نہ یہ مین حوصلہ حزاوسکے بشر کا
وسعت بھی زمانیکی حضور اُسکے ہے کچھ تنگ

لعل اُسکے تئین بخشنے کنکرے مین گرسر
ہمت کا جہان بیچ بھلا کسکی ہے یہ ڈھنگ

بازو کا اُسے زور شہ ہند کا سا کہیے
ہیبت بجہان اُسکے بہر صاحب اورنگ

آمد کی خبر اُسکی جو ہو وے طرف روم
دہشت سے لرزتی ہی رہے مملکت زنگ

رو جب کرے میدان مین تو کیا تاب کہ اعدا
دکھلائین نہ پشت اپنی وہ در معرکۂ جنگ

لکھ وصف شجاعت مین قلم مطلع ثانی
دل مدح سے غائب کے مرا اب ہے بہت تنگ

مطلع ثانی

رستم کو خبر ہو کہ ترا اوس پہ ہے آہنگ
جیوے بھی جو یہ سنکے تو کھایا نہ لگے انگ

بل جیونٹی کا پاوے تو کرے چھپنے کا وان قصد
بہمن یہ تجھے دیکھ کے عرصہ ہو نپٹ تنگ

طائر کے جو تو صید پہ لے تیر و کمان ہاتھ
ارجن کے وہین چہرے پہ پرواز کرے رنگ

حربے سے یہ دہشت پڑے سادنت کو لیکن
بچ جاوے اگر جان سے کھاکر ترا سر جنگ

ہاتھ اُسکے مین دیکھ کبھو شمشیر برہنہ
اک آئنہ دکھلاؤ تو بھاگے وہ دو فرسنگ

چار آئنہ گردون ہو اگر تن پہ عدو کے
آگے تری شمشیر کے ہے بھیڑ کا جو رنگ

عرصہ ترے گھوڑے کے جو سرپٹ کا ہی ائمین
پاے فرس باد سحر کرنے لگے لنگ

کچھ برق سی تڑپے ہے سدا ابر سیہ مین
تیہا جو کہون سو نہین رکھتا ہے وہ شبرنگ

جسوقت تبرزین کو رکھ ٹپکے مین اسنے
اُس رخش فلک سیر کا تو آنکے لے تنگ

آہن کا کہین گڈھ ہو تو دروازون پہ اُسکے
قالب ہتی سنتے ہی کرین جتنے ہون سرہنگ

ہمو زن ترے علم کا ہے وقر ہی تیرا
کہسار تو دو دلون مین نہین ایک کی ہمسنگ

خاطر یہ خلائق کی ہے تجھکو کہ سوے باغ
بے رخصت بلبل نکرے سیر کا آہنگ

دل تجھسے ہو میلا کسی طوطی کا یہ کیا دخل
آئینہ تلک عہد مین تیرے نہ لگے زنگ

کھینچا ہے زبس سر بفلک عدل نے تیرے
میزان کی طرف دیکھ کہ ذرہ نہین پاسنگ

آتش لسے ہے یون آب مین انصاف سے تیرے
آئینے مین جس شکل ہو عکس رخ گلرنگ

کچھ چشم کا ہے نرگس شہلا چمنستان،
پاتا ہون مروت کے تئین اُنمین بصد رنگ

دل بھر نہ گیا شیوۂ احسان سے تیرے
خالی ہو کوئی دُرّ عدن سے چمن دنگ

بس جوکوئی سمجھا ہو ثنا اُسکی ہو نمجھسے
ہرگز نہ اسے مانو کب مجھ مین ہین یہ ڈھنگ

جس مرتبہ مین تجکو سمجھتا ہو نہین ممدوح
یہ مدح تو وان عار رہے مداح سو ہی ننگ

کتنے سخن واقعی مین عرض کیے ہین — خواہ انکو گہر سمجھے تو اب خواہ انھین سنگ

سودا نہ چل آب گے کہ یہ جاے ادب ہے — کر قطع سخن کا تو دعائیہ پہ آہنگ

قبضے مین ترے قوت شمشیر سے تیرے — لے شام سے تا روم رہے روم سے تا زنگ

پرواز ہما جب ہو سوے اوج سعادت — شہباز کا طالع کی ترے اُسپہ رہے چنگ

در مدح نواب وزیر الممالک شجاع الدولہ بہادر ہزبر جنگ

خون مرے دل مین نہین تشنہ ہے گویا ترا ناز — شرم سے خوکی تری ہو پہنچی ہے آتش بگداز

گردش دہران آنکھونکی بلا گردان ہے — بخت برگشتہ کا مژگان کے تصدق انداز

جنبش لب سخن آبروے چشمۂ خضر — دم عیسی کے لیے موج تبسم دمساز

ہے سر دہر مین تجھ زلف سے سودا کہ ہوا — پابزنجیر اُسے سلسلۂ عمر دراز

تذرہنگام ادا ایک جہان کا دل ودین — ناز کے وقت گریبان دو عالم ہے نیاز

تیوری کی گانٹھ کا کب ہمیشہ کھلے ہے عقدہ — ہو دیگی کوئی گرہ زہر کی بان محرم راز

رخصت آفت نہو تقدیر سے جبتک تیری — گر نہ لے گوشۂ ابرو کے اشارے سے ساز

نگاہ نرگس نظر آوین گے آہو گے ترک — انکھڑیان مین تری ظالم کہ کوئی شعبدہ باز

کینہ جوئی کا تو کیا ذکر ہے سبحان اللہ — مہربانی کا ترے جور فلک پا انداز

تو جو کہتا ہے نہین دلکو ترے صبر وشکیب — اس سخن سے تو ہے انصاف رہ دور و دراز

عہد مین حسن کے تیرے جو ہمیشہ ہو کوئی — معجزات اُسکے مین ہے صبر بڑا ہی اعجاز

کون وہ دن تھے کہ جب تب مری نظاریکو — تیرے آئین مین پریشان نظر یکا تھا جواز

سو وہ صحبت ہے یہ بالعکس کہ پیش آئی ہے تو — مجھسے ہر روز بہ ناز اور سے ہر شب بہ نیاز

نالہ وآہ سے میرے بجہان رات کو خواب — لبے ہے چشم خلائق سے رہ دور و دراز

ایک طالع کی تو اپنے نہ کہون مین ورنہ — اُٹھ کے جب دیکھیے تا دیدۂ مہتاب ہے باز

امتحان میری وفا تا بہ کجا کیجئے گا — صف عشاق مین سب جانتے ہین اے طناز

یون خم تیغ جفا سے ہون ترے سر بسجود — آگے محراب کے جسطرح سے ہو پیش نماز

کوئی سکتا نہین فریاد کو میری ورنہ — آہ کی طرح مین ہو جاؤن سراپا آواز

دل کی گو کہہ نہین سکتا مین در اندازون سے
کس لیے مین کہون کچھ تجھسے کہے کچھ غماز

مال و زر تھا سو دیا عشق مین تیرے برباد
نقد جان پر نہین راضی جو کرون اسکو نیاز

کسطرح سے یہ ستم جا ہیگا انصاف اُسکا
استخوان کو ہو مرے جور ترا تو تیا ساز

دہر مین دادرس خلق ہے اب جسکی جناب
اور انبائے جہانمین ہے سبھون سے ممتاز

یعنی موسوم بہ نواب شجاع الدولہ
ذات سے جسکے زمانیکو ہے فخر یہ و ناز

کیا بیان اسکی عدالت کا زبانپر لاؤن
سحر ہے صولت عدل اُسکے تئین گر اعجاز

باز و گنجشک کی کھینچے جو مصور تصویر
رعب گنجشک سے پرواز کرے صورت باز

پیش خس تاب نہ آتش کو بجز خاموشی
نہ یہ طاقت کہ زبان اپنی کرے شعلہ دراز

عدل جسکا یہ ہو لازم ہے کہ اب اُسکے حضور
جاؤن اس مطلع ثانی کے مین کرنے کو نیاز

مطلع ثانی

دُر ہو قطرے سے اے بحر سخا کے ممتاز
گر ترا دست کرم ابر سے ہووے نا ساز

ہمت عام نے تیری یہ جہان انبا کو
ہاتھ پھیلانے سے باہم کے رکھا یا نتک باز

سیر چشمی ہے اب اتنی کہ کسی باغ کے بیچ
شاخ بانا نہ پڑے نخل کے با دست دراز

یہ مسلم ہے کہ ہر دمسہ پہ کہ آفاق کے بیچ
زندگی بخش مسیحا کا ہے لا شک اعجاز

لیکن انجام کو پہونچائے ہے تو کار شفا
مفلسی کی جو مرض کا ہو کسیکو آغاز

عہد مین اپنے شجاعون کے وہ اشجع ہے تو
کہ تہور کو ہے تجھ دل کے شجاعت پرناز

نعرۂ قہر کو تیرے جو سُنے رو ئین تن
استخوان اُنکی طرح شمع کی ہو جائین گداز

شعلہ پیرا وہ تری تیغ ہے جسکی ہیبت
کوہ کی تیغ ملک رکھتے ہین جلنے سے باز

لاکھ پانی سے بجھائے ہو وہ آتش لیکن
شعلۂ برق سے ابتک ہے زبان اُنکی دراز

اطلس ہفت فلک ہو جو عدو کی جلبتہ
کٹے سطرح وہ اس سے کہ چھرے جون پیاز

کام صحت سے نہین اُسکے جراحت کو مگر
عیسٰی کار دبہ بھی لاوے تو لاوے اعجاز

ورنہ جراح کی کب بخیہ و مرہم کے ساتھ
ناخن شیر اجل کی ہو نہ آٹے کو ساز

حکم انداز ہے وہ تو کہ کمان کا قبضہ
ہاتھ اپنے مین کیا جسلگھڑی جون چنگل باز

چشم نے دہر کے دیکھا نہ ہوا مین ہرگز
طائر روح سوا مرغ کو کرتے پرواز

زیر ران ہے وہ ترے رخش صراحی گردن
جلد پر اسکی صفا سے ہے یہ کچھ کیفیت
بوی خوش باد سحر یال سے اوسکے تحفہ
گوش سے تا بہ دم اوسکے ہین گل خوبی سے
اچپلاہٹ سے تو پڑتی ہین یہ ادگلی آنکھین
پور یہ اوسکی بہ از غنچۂ سوسن کہ جسے
سولد اوسکا ہے مگر سخید کہ رکھتا وہ ہے
اوس سیکرو کو جو پھینکے تو روے دریا پر
خندق و قلعہ نہو اوسکے ڈپٹ کے حائل
کرلک اوسکی مین کہون کیا ہے جو کچھ سرپٹ مین
اوڑکے رہجاے جہان اوسکے تگاپو کی گرد
کیا کرون وصف ترے فیل فلک پیکر کا
یون مہاوت کی ہے اوس مست رنگین یہ کجک
حسن مین سیاہ قلم کی ہے وہ تصویر اوس سے
اسطرح دانتون مین خرطوم ہے اوسکے جیسے
پایل ایسا کہ عجب کیا ہے بوقت رفتار
بے تکان پیرے ہے دریا مین وہ اسصور سے
اسقدر ہے وہ دلاور کہ بروز ہیجا
لاکھ گر توپ دغے اوسکے محاذی تو وہ
غرض اس نظم سے تو یہ نہ سمجھیو ممدوح
خلعت و اسپ کہ تیرے ہی نہ آگے کچھ چیز
ہے تصدق جو مقرر میری خاطر او سمین
پھر پوشش مجھے ملتا ہے وہ جامہ جسکا
تجکو کچھ کام نہین تو نے مجھے جو چاہے رکھ
مطلب اس سے یہ جو سودا ہے ترا پیر غلام
شور قلقل سے بہ از شیہہ کے جسکی آواز
دیکھکر جسکے تئین جھک رہے صد آئنہ ساز
لیکے جاتی ہے سوے زلف بتان ہر نیاز
صد چمن جسکے طویلے کا نہو یا انداز
رشک سے دل ہو جسے دیکھ چکا ریکا گداز
کسی گلرو کا لگے کب دہن خندہ طراز
سیکھے ہین غمزہ خوبان عرب کا انداز
ٹوٹے ہرگز نہ حباب اوسکے بزیر تگ و تاز
جون ہوا اسکو مساوی ہے نشیب اور فراز
باج وہ جسکے تئین صاعقہ کی ہے آواز
طائر وہم کو پہونچاے نہ وان تک پرواز
تا بلند اپنی زبان سے نہ سخن ہو آغاز
ماہ نو جون شفق شام مین ہو جلوہ طراز
خامۂ صنعت حق کی نظر آوے پرداز
موسم دے کے ہون کوتاہ دن اور رات دراز
سایہ اپنے کو رکھے ہمرہی اپنے سے باز
رشک کھاتے ہین جسے دیکھ سواران حجاز
استقامت کرے اوسکی جگر کوہ گداز
سمجھے پشہ کی طنین اونکی دعا مین آواز
کہ طمع پر ترے مداح کی ہو عرض نیاز
نہ وہ ہین اسلیے تجھ پاس کرون بیت دراز
تمکین شیرین کو ہے ذائقہ سے میری ساز
دامن آلودہ کی گو حرص سے رہتا ہے باز
مین ہون بندہ ترا اور تو ہے مرا بندہ نواز
اور کیا ہو سکے جز یہ کہ دعا بعد نماز

تیرے اعدا رہین نظر دنیں زمانیکے ذلیل | حق دو عالم مین رکھے تجکو سدا باعزاز

ایضاً قصیدہ در تعریف تیر و کمان و صفائی شست و اصابہ تیر بہدف نواب وزیر الممالک

احکام پر ترے نہ کرے کیونکہ کام تیر | ہے یان کمان حلقہ بگوش و غلام تیر

اتنا ہی چست بیٹھے ہے جتنی کمان ہو سست | خوبی کا حق کرے ہے ادا یان بتمام تیر

قربان چاہیے لب معشوق او سپہ ہو | اس طرح سے تجہ کمانکا پڑے ہے دوام تیر

تو دے پہ تیرے ہاتھ سے بوسے تبھی کہ جب | پہونچے ترے عدو کو اجل کا پیام تیر

پہونچا دے سکے ہاتھ سے جز ہاتھ کے ترے | کار صفائی شست باین انصرام تیر

جزن میل کھینچتا چلے سرمہ بجبہ مور | ہے تیر کے سوا ترے ایسا کدام تیر

بلہ کرے کمان تری تیر جس جگہ | پہونچے نہ وان قیاس کا با صد مقام تیر

چشم قضا کا حلقہ ہے لاشک تری کمان | اس چشم کی نگہ کو کہے ہے عوام تیر

چھوٹے ہے تجھسے یہ کہ نکل کر کمان سے | جس جا زمین کے تودہ مین پاوے قیام تیر

کھودا کرے جو واہمہ خلق جس جگہ | نکلے تو نکلے صبح سے لے تا بہ شام تیر

ہمسر ہے کس کا تیر ترے تیر سے کہ یہ | انگشت ہے قضا کی کہین ہین بنام تیر

جا تیری تیر خوردہ کی ہے اسلیئے سقر | حربے ہین تیرے جتنے ہین انمین امام تیر

تجسے پھڑکے صید چھپے گر پہاڑ مین | لو چھانکر پہاڑ کو کر دے تو دام تیر

لیکر کمان کرے جو تو عزم شکار مرغ | ہرگز رکھے ہوا مین نہ طائر کا نام تیر

اُڑتے کہین نہ دیکھ سکے ملک ہند بیچ | جز اپنے اک پرند کو تا روم و شام تیر

سودا کی یہ دعا ہے کہ تیرے مراد کا،
بیٹھا کرے نشانے پہ یارب مدام تیر

درمدح نواب وزیرالممالک جلال الدین حیدر شجاع الدولہ بہادر ہزبر جنگ درفتح کردن بحافظ رحمت خان

آیا عمل مین تیغ سے تیرے وہ کارزار
بے سر ہوئے ہین آج یہ سرکش کہ گر نہال
سر جنگ اسطرح کی نہ کھائے گرتا یہ چشم
آتش غضب کی تو نے یہ اُنکی فسردہ کی
نام اُسکا تیری تیغ نے معدوم یہ کیا
اک خُم تھا دل اُنھونکا پر از بادۂ غرور
تھا عزم یہ ہر ایک کا گاوینگے بیٹھ ہم
آئے تھے وہ چنانچہ اسیطرح روز جنگ
گاتے بجاتے نلچتے اور کودتے ہوئے
وہ جھنڈیان نظر پڑین اکدم مین اسطرح
بر حق بجانب اُنکے ہی تھا کچھ اس امر مین
جو غول تیرے سامنے آیا تو سمجھے یہ
جیسی ہی اُس گروہ نے پی تھی شراب کبر
اسباب پر حریف کے آپسمین لگتے دانت
حق ناشناس قوم یہ تھی غرہ اسقدر
لیکن خدا کے فضل سے یان ناگرفتہ قرض
شمشیر و دست و بازو کے ہین یہ بہت بلی
یہ وہ جو ہین غلام غلام اس جناب کے
جرأت مین اُنکے حرف نہین پر یہ کیا کرین

دیکھا جسے نہ ترک فلک نے بروزگار
خاک انکی پر ہو تو نہ ثمر لاوے شاخسار
مدفون ہون جس زمین پہ تو وان اُٹھسکے غبار
تن مین نہین ہے قطرۂ خون صورت شرار
نہ عف کرے ہے سگ ہی نہ قان نزاع کوہسار
تین اُسمین کر دیا نمک تیغ آبدار
تا نون کو کھینچ کھینچ کے قلقاری بار بار
پایا تھا جون دلونمین خیال اُنکے نے قرار
سائے مین جھنڈیون کے صفین باندھ ہشیار
گاڑ ذریچہ دین پارچہ جون نہر کے کنار
تیرے دلاوران کا نہ دیکھا تھا کارزار
اک کھیت روبرو ہے ہمارے پر از خیار
کھینچا ہے اُسکے نشہ نے ویسا ہی کچھ خمار
لشکر مین اپنے بیٹھ کے جب کھیلتے قمار
غارت پہ ہر ہنر دکے لیتے تھے سب اُدھار
جو لائے تھے سو دیگئے رکھا نہ ایک تار
اپنا تو حرف حق سے گذرنا نہین شعار
آگے قدم اُنھون کے نہین اُنکا استوار
صحبت نہ دلسا ونکی تہورنے کی برار

اونمین سے اس غلام کے تھے اکثر آشنا
یک قوم و یک برادری و یک گروہ کے
حافظ کی لاش ڈال گئے معرکہ مین تم
اونمین سے ایک نے بدم سرد یہ کہا
لیکن جو کچھ کہ واقعی دیکھا سو ہم کہین
تھی سامنے ہمارے جو فوج ہر اولی
سنتے ہین اب ہر ایک سے اُس فوج کی ہی
محبوب اور لبسنت و لطافت تھی یکطرف
لیکن اُنھونکو آدمی کہیے کہ دیو دو
ادھر سے بان ورہکلہ و توپ متصل
بڑھ بڑھ کے آخرش وہ لگے توپین داغنے
لیکن مین تجھسے کیا کہون اے یار اسگھڑی
تھی کرتیان تلنگون کی مانند لالہ زار
توپین جو داغتے تھے فتیلو لئے آن آن
گجنال مثل رعد کے کڑکے تھی دمبدم
بارود و گولہ توپ مین تھا یا وہ باد تھی
فرصت کسو نے اتنی نپائی کہ وہ کرے
ہر ایک جا یہی نظر آیا ہر ایک کو
اوڑتے تھے یون پیادہ کہ تو دیکھو روئی کے
تھے ہاتھیو نپہ بیٹھے جو حافظ کے ہمنشین
وہ بھاگے اسطرح کہ یہ کہتی تھی نکو خلق
نے لڑنیکے حواس تھے نے بھاگنے کا ہوش
باور ہی کیجو اسکو تو اسے یار اوسگھڑی
جیدھر کو اُسکا منھ اُٹھا اودھر کو وہ چلا
ہو یہ غضب تو لاش کی حافظ کے ذکر کیا

مینے کہا انھون سے کہ تم جیسے جانگسار
ہو سامنے حریف کے بیحد و بیشمار
فتح و شکست مردون کو ہے پر یہ اضطرار
خواہش خدا کی یون تھی نہ تھا اپنا اختیار
آوے تجھے سخن کا ہمارے گر اعتبار
ہونگے وہ دس ہزار تلک پیادہ و سوار
سرکردہ تھے سمیت فرنگی کے پانچ چار
یکسو تھا میر سید علی مستعد کار
اُنکا قدم وغا مین یہ پایا ہم استوار
پڑتی تھی پر وہ بڑھتے ہی آتے تھے سرگذار
اس پلے پر جہان سے جزائر کے ہووے نار
دکھلائی تھی اجل نے عجب طرحکی بہار
تھا دود توپ ابر سیاہ تگرگ بار
رنجک مثال برق چمکتی تھی باربار
آواز شترنال تھی طاؤس کی جھنکار
جن جیکہ قوم عاد اوڑائی تھی جون غبار
بندوق و تیر و تیغ سے جا اونین کا زرار
گھوڑا ادھر جو تڑپے ہے اودھر پڑا سوار
ندافت کا کمانچہ جون دسے ہے انتشار
ساتھ اُسکے ہم پیالہ و با ہم نوالہ خوار
بھاگا وہ دیکھو جاوے ہے میدان سے کوہسار
نے سوچ مرنیکا ہے نہ جینے کا کچھ بچار
آیا جو کچھ عمل مین نہ تھا اسمین اختیار
سونچھے بغیر یہ کہ فلان جا کرون قرار
بیٹا نسکتے چھوڑ گیا باپ نے فرار

حافظ کی لاش ہمسے نہ اوٹھی تو نزد فہم
جاگہ نہین ہے طعن و تعرض کی ہمیہ یار

لازم نہ تھا اسے کہ ہوا ایسے کے سامنے
ہمت مین اور کرم مین جو ہے طاق روزگار

لے زر سے تا جواہر و از اسپ تا بہ فیل
جسکے ہم کے آگے نہ رکھے کچھ اعتبار

نہ رتبہ زر کو ہے نہ جواہر کو منزلت
نے قدر اسپ کی ہے نہ کچھ فیل کا وقار

خلعت کسیکو اسپ کسیکو کسیکو فیل
بخشے کسیکو لاکھ کسیکو دیے ہزار

حافظ یہ چاہے عہدہ سے اوسکے بر آوہین
پیادے کو دیکے تین روپے نو روپے سوار

کیا کیا کرون مین اوسکی شجاعت کا اب بیان
ہمت کا اوسکے کیا کرون اظہار بار بار

حافظ نے سر دیا نہ دیا زر ہوئی ہے یہ
تاریخ اوسکے فوت کی کرکے عدد شمار

تاریخ فتح عرض کی سودا نے یون کہو
یہ فتح نو مبارک نواب نامدار

قصیدہ در مدح نواب وزیر الممالک آصف الدولہ یحیی خان بہادر رستم جنگ

گر فلک اب یہ مہربان ہووے
جون تگرگ ابر دُر فشان ہووے

دخل کیا ہے کہ اوسکے جینے کا
کسی انسان پر گمان ہووے

خلق کو اسقدر ہے استغنا
نہین ممکن کہ وہ بیان ہووے

رہرو آگے اگر پڑا ہو گہر
دور ٹھوکر سے کر روان ہووے

کبھو دیکھا نہ یون کہ زر بے قدر
اسقدر زیر آسمان ہووے

رہ نوردون کی نظرون مین اکسیر
بدتر از گرد کاروان ہووے

در گنجینہ پر نہین اب رسم
کنجی اور قفل پاسبان ہووے

متمول یہ خلق ہے جسکی
قاصر اب کہنے مین زبان ہووے

جو گدا روز و شب کہ سائل تھا
چاہیے رشک خسروان ہووے

در و دروازہ یون ہے اب کسکا
کہ نہ دان فیل و فیلبان ہووے

کون ہے جسکے تازی د ہکھی
نہ پھڑکتا بزیر ران ہووے

نہین برہن کسیکے اب وُہ لباس
کہ نہ قیمت مین جو گران ہووے

نہ کوئی باندھے جب تلک ہتیار
نہ طلا یا نہ تہ نشان ہووے

خوان نعمت نہین ہے ایک کا یون
جس پہ تا سو نہ میہمان ہووے

عیش و عشرت سے ہے سدا دمساز
پیر ہو کوئی یا جوان ہووے

ہے جو کچھ جس کنے ہے اسکی عطا
آصف الدولہ اوس جہان ہووے

دیکھکر جسکو خلق یون لے ہے
تو ہوا اور عمر جاودان ہووے

پرورش کسکو یون ضعیفون کی
تجھ سوا زیر آسمان ہووے

در دولت سے اتلک تیرے
پہونچے پشہ تو پہلوان ہووے

کم بغل جو نظر پڑی تیری
وہ بذیل تونگران ہووے

ہے خلا تو محال ہے یہ سخن
حکما کا غلط گمان ہووے

سب جگہ ہے ملا مگر خالی
تیری بخشش سے بحر و کان ہووے

کین سے گردون کے عمر بھر ہے دو
جس پہ یکدم تو مہربان ہووے

چیز بے قدر کو جو دے تو قدر
قدر دانون مین ارمغان ہووے

کیا عجب ہے تری مروت کا
جس جگہ ذکر اور بیان ہووے

لعل و یاقوت کی طرح اس جا
آب و آتش کے تن مین جان ہووے

دہر مین حسن خلق سے تیرے
خلق رطب اللسان جہان ہووے

بو سے مذکور خلق کے فی الفور
دہن خلق عطر دان ہووے

جا سے بیجا تیرے قلمرو مین
کب توانا سے ناتوان ہووے

ذرۂ خاک کی حفاظت کون
باد تند آکے پاسبان ہووے

سنگ اس عہد مین ہو وان پانی
شیشہ گر کی جہان دکان ہووے

آگے تجھ تیغ کے عدو کا اگر
دل پہاڑ آہن استخوان ہووے

کاٹ اوسکا سپہ گری اسکی
روز میدان سب امتحان ہووے

کوئی اسکا نہین جو روے لے کو
دیدۂ زخم خون چکان ہووے

تیر تیرا نگاہ چشم قضا
اسکو دیدار دشمنان ہووے

بادشاہیا ترا تعالے اللہ
جلوہ گر آکے وہ جہان ہووے

زیر ران دیکھکر تڑپ اوسکی — خلق کا اوسپہ یون گمان ہووے
کیا عجب ہے کہ برق کا شعلہ — اسکے تہے کے درمیان ہووے
صرصر اُسکے قدم کو پہر نہ لگے — تک کشاد اوسکی گر عنان ہووے
جہد کرنیکا دل مین ہو جو خیال — مجھ سے آگے تو کیا بیان ہووے
اُس جگہ تک جہان مین جسکا بعد — دور از وہم انس وجان ہووے
لاکھ بار ایک پل کے عرصے مین — پہونچے جسجا سے پھر یہ وان ہووے
فوج کا تیرے کر سکے نہ شمار — گو عطارد حسابدان ہووے
کثرت اُسکی ہے جب تو ہووے سوار — بسکہ پر گرد آسمان ہووے
آنکھیں مل مل یہ مہر ہووے نور — جیسے شیشہ بتابدان ہووے
دود ہو یہ بلند توپون کا — آتش انگیز جب دہان ہووے
سقف حمام جس طرح ٹپکے — قطرہ زن چشم اختران ہووے
اُنکی آواز سے بدشت و کوہ — زلزلہ یہ جہان تہان ہووے
بکف دست جسطرح سیماب — حالت کوہ یون عیان ہووے
دی ہے جو حق نے تجکو حشمت وجاہ — فہم دان تک رسا کہان ہووے
تیرے خیمے کی ایک ہو جو طناب — نصف اُسکی نہ کہکشان ہووے
بچھی اس بارگہ مین جب مسند — رشک صد تخت خسروان ہووے
قالین اُسکے ہر ایک پا انداز — بہتر از باغ و بوستان ہووے
دیکھیے تب سمجھے کہ تو جس دم — بیٹھکر اُسپہ حکمران ہووے
اور سرکردہ جتنے ہین اونہین — کوئی نواب کوئی خان ہووے
دست بستہ مطیع فرمان کا — روبرو زیر سائبان ہووے
تجھسا آفاق مین ہو جب ممدوح — اور سودا سا مدح خوان ہووے
نہین شایان کہ عرض مطلب کی — اسکی ہر بار پر زبان ہووے
اب دعاوم کردن ہون سنکے جسے — آمین آمین بحاضران ہووے

شادی وعیش جشن می ہر روز
آ کے تجھ دل سے توامان ہووے

قصیدہ در مدح نواب وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر رستم جنگ

کیا قلم کو رقم سے ہے منظور / کہ صریر اوسکے سے ہے دل کو سرور
نور صبح بہار کاغذ پر / خط خط گلعذار کا دستور
زلف خوبان چین سے خوبی مین / کھینچے ہر سطر جسکی آپ کو دور
ہے تبسم قلم کے منہ پر مشق / قلم اتنی رقم سے ہے مسرور
خامہ بینش از گیاہ کیا ہے جیسے / ہو رقم سے یہ خوشدلی کا وفور
مگر اس امر پیچ کرتا ہے / اُس طرف انتقال ذہن شعور
کہ لکھا چاہتا ہے اسکی مدح / خلق مین جسکے خلق ہے مشہور
یعنے نواب آصف الدولہ / ہو سلیمان پہونچکے جس تک مور
ہے توان بخش ناتوان کا وہ / شاہد اسکا ہے متفق جمہور
لیگیا پیل پیل کو پشتہ / اُسکے آگے کیا جو با ہمہ زور
شعلہ پیدا ہو جسدم اُسکی تیغ / ہو وے خاک سیہ عدم مین تنور
اُسکی تیزش کا وصف کیا مین کرون / سخت اور نرم پر باین دستور
سخت پر جیسے تار صابن مین / نرم پر جون ہوا مین بال طیور
یاد مین اُسکے باندھے جو کمر / رن سے پھر لے مظفر و منصور
مدح غایب سے دل ہے اپنا تنگ / ہو تک اے خامہ باریاب حضور
وہ جو تیری کمان کی سیر ہے / کسکو اُسکے اٹھانے کا مقدور
وصف شوخی مین بادپائی ترے / کرتی ہے اب زبان برق قصور
ہے فرس کسکے زیر ران ایسا / جسکے جلوے کا ہو وے یہ مذکور
کر دے پل مین تمام روے زمین / سینۂ باز نقش لعل ستور
اگر ایسی ہی تیرے ہاتھی کے / جسکا پروردہ نہنگ ہے غرور

دیکھ او سپہر تجھے یہ بولی خلق — ہے تجلّی حق بکوہ طور

فتنۂ دہر مین سلق سے ترے — کون ہووے ممد کیا مقدور

خس و آتش ہو جس جگہ وان سے — راہ جیب کردہ جاوے باد سحور

ٹانک دے عدل دیدۂ شاہین — پھر نظر دیکھے گر سوئے عصفور

گر ہو آتش پہ تجھ غضب کی نگاہ — ہو حرارت کا اوسمین بھی یہ وفور

زندگی کے لیے سمندر بھی — چاہیے مسکن بہ معدن کافور

تیری فیض نگاہ کو پرکاہ — پہونچ کر چاہیے نہو مغرور

کوہ ہو جاوے شکل شیشہ کے — گر کے نظرون سے تیری چکنا چور

تو وہ دریائے فیض ہے جس سے — واہمہ کر سکے کبھو نہ عبور

تیری بخشش ہے یہ کہ گوہر سے — جون صدف مشت خلق ہے معمور

مطلب اس نظم سے ترے آگے — کچھ خوشامد سے مجھے نہین منظور

بسکہ ہے لائق ثنا یہ جناب — مدح کرنی ہوئی مجھے بھی ضرور

میری ہی اعتقاد ہے یہ مدح — ورنہ رتبہ ترا ہے اتنا دور

کہ جو چاہے خیال وان جائے — پہونچنے کا اُسے کہان مقدور

کہکشان خامہ آسمان کاغذ — ہو مرکب اگر شب دیجور

اتنے سامان پہ تیرے سب اوصاف — آوین تحریر مین یہ کیا مقدور

ختم سودا کرے سخن بدعا — آمین سب بولین بندگان حضور

فضل سے حق کے تو بہ حشمت و جاہ — رہے تا حشر خرم و مسرور

قصیدہ در مدح نواب وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر رستم جنگ

سودا پہ جب جنون نے کیا خواب و خور حرام — لائے گر اُس طبیب کے ہے عقل جسکا نام

احوال اُسکا دیکھ کے کہنے لگا طبیب — اب فصد و مسہل اسکے لیے ہی مفید تام

کہنے لگا مین اسکو وہ دیوانہ درجواب — مجھ مین لہو کہان یہ ترا ہے خیال خام
جو کچھ کہ میرے تن مین لہو تھا سو ابکی سال — عامل نے خیرآباد کے پی کر کیا تمام
مسہل طلب کرے ہے غذا کی زیادتی — مجھکو سو ماہ عید بھی گذرا مہ صیام
کیا سودا اس علاج سے کہا اسکے ماسوا — تا اپنی مین دوا کرون اب کرکے قرض وام
تب اُن نے یون کہا کہ بتاؤنمین وہ علاج — اس درد سے تو پاکے شفا ہو جو شاد کام
اسکے حضور عرض یہ کر جسکے سایہ مین — مور ضعیف پیل سے لے اپنا انتقام

سنتے ہی یہ نوید قصیدہ براے نذر
لیکر اب اس جناب مین حاضر ہوا غلام

اے وہ کہ تیرے عدل کی نسبت بخاص و عام — نوشیروان پہ عدل کا گویا ہے اتہام
دنیا ہے تیرے عصر مین اے عادل زمان — زخم جگر کو سودۂ الماس التیام
کیا کیا ہی خوبیون سے کیا حق نے تجکو خلق — ابناے روزگار کے اے فخر و احترام
مذکور حلم کا مین کرون یا بیان خلق — یا مین تری شجاعت و ہمت سے اب کلام
تیرا ہی بار حلم ہے اے صاحب وقار — کشتی خاکدان کا جو پانی پہ ہے قیام
آوے نسیم اگر چمن خلق سے ترے — خوشبو جہانونکا ابد تک رہے مشام
تجھ نعرۂ غضب کی یہ صولت ہی گر سنین — فیصل ہون بر و بحر کے باشندگان تمام
زہرہ ہو آب سینہ مین ہیبت سے شیر کا — تڑپے نہنگ پیاس سے ماہی ہو جون بدام
اشجع تو اسقدر ہے کہ میدان مین روز جنگ — کیا تاب روبرو ہون ترے رستم اور سام
قالب تہی کرین وہ قلم اوسکی دیکھکر — تصویر تیری تیغ کی کھینچے جو بے نیام
تیغ سخا بھی ایسی ہے جس سے ہلاک دل — پاتے ہین گرد ہر غمون کی بیک ساعت انہدام
سائل کے گھر مین کب تری بخشش سما سکے — تا اُسکے گھر کا تا بفلک ہو نہ پشت بام
باغ جہا نمین آج تو وہ نخل سبز ہے — پہونچی ہے جا بفضل ثمر تجھسے روم و شام
تیرا ہی اب بروی زمین اے فلک جناب — بے قفل و بے کلید در فیض ہے مدام
پیدا خواص سایہ مین اسکے ہما کا ہو — تجھ مزرع کرم سے چنے دانہ گر حمام
مین رخش باد پا کی ترے شکل کیا کہون — بچا تو حور کا ہے ولیکن فرس بنام
اوڑتے غبار سم سے نہ دیکھا کہ جب عنان — اُچکے جو قاش زین سے زمین پر لگا نہ گام

پہونچا نہ اُسکا سایہ بھی اُسکے قدم تلک
تا اُسکی تو نے ردین عنان کو لیا نہ تھام

اعداے بدخصال کی تنبیہ کے لیے
اس برق وش کی پشت پہ تیرا ہو جب قیام

ہو طرفوکنان تیرا اقبال پیش پیش
نصرت کرے جلو تری اور فتح اہتمام

کچھ کم نہین جہان مین سلیمان سے تیرا جاہ
گو السنہ پہ آصف دولہ ہے تیرا نام

تو وہ وزیر ہند کہ حیران ہو رہین
شاہانِ عصر دیکھ کے تیرا یہ احتشام

مطبخ کا ایک خرچ ترے گر بیان کرون
اس ذکر کو کفایت نہو صد زبان بکام

فیض اُسکا اسقدر ہے جو اُسکے ہین ریزہ چین
خوان کرم پہ اپنے وہ دیے ہین صلاے عام

رتبہ ترا ہے وہ جو کرے قصد اودھر کو وہم
پہونچے نہ ماندگی سے بیک کوچ دو مقام

ذرہ کرے ہے خاک کا اُسکی فلک پہ ناز
جس گلزمین پہ سیر مین کرتا ہے تو خرام

تجھسے کی کوئی مدح و ثنا مجھسے ہو سکے
مین کیا ہون کیا زبان مری اور کیا مرا کلام

اس نظم سے غرض ہے مجھے عرض مدعا
مقصد مرا قلیل ہے پہونچے بانصرام

اپنی تری جناب مین اتنی ہی عرض ہے
کس کسکا ملتجی ہون کہا کر ترا غلام

انصاف ہے کہ ہو وہ عطا اس جناب کی
اور انکی مین سماجت و منت کرون مدام

دیہات جو ہین مصرف مطبخ کے اسمین سے
اس نقدی کے عوض ہو مجھے صحنک طعام

اے گنج بخش خلق مرا ہے جو مدعا
کرنا روا حضور ترے کسقدر ہے کام

سودا بس اب خموش کہ جاے دعا ہے یہ
اس نظم کا تو کر بدعائیہ اختتام

تابندہ جب تلک بفلک ہو دین مہر و ماہ
تا جلوہ گر رہین بجہان صبح اور شام

دنیا ہو اور تو ہو الٰہی بخور رمی
تیرے نصیب جام مے عیش ہو مدام

در مدح نواب وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر رستم جنگ

تیرے سایہ تلے ہے تو وہ تہنت
پشہ کر جاے دیو دو سے لڑنت

نام سن بیل کو وہ بیکر کے
بہ چلین جسکے شیر ہو کر دنت

سحر صولت کے سامنے تیرے
سامری بھول جاے اپنی چھنت

تیری ہیبت سے نہ فلک کے تلے
کانپتی ہے زمین کے بیچ گرنت

تکلے کی طرح بل نکل جاوے — تیرے آگے جو وہ کرے اکڑنت
دیکھ میدان مین تجکو روز نبرد — منھ پہ راون کے پھول جاوے بسنت
کمتک پا اگر سمنے تیری — داب کر دم کھسک چلے ہنونت
آوے بالفرض سامنے تیرے — روز ہیجا کے سورما ساونت
تن کا انکے زرہ مین ہو یون حال — مرغ کی دام مین ہو جون پھڑکنت
شعلہ پیرا اگر ہو تیری تیغ — کاہ سے کوہ تک ہو سب بھسمنت
فرق پر جب عدو کے وہ بیٹھے — زہ فلک بولے اور ملک حسنت
گرے تجھ تیر کا جہان پیکان — قوت بازو سے ترے سرکنت
ہاتھ سوفار تک نہ پہونچے کبھو — کرے بھر عمر دان کوئی جو کھدنت
زہرۂ برق آب ہو جاوے — تیرے توسن کی گرمئی کڑکنت
وہم آسا ہے اس پری وش کی — شرق سے تا بہ غرب کی ڈپٹنت
بیشۂ عدل مین ترے ہر موش — سامنے ببر کے رہے جو دنت
کوئی کیسا ہی ہو قوی اُس سے — نہین دل کو ضعیف کے دبکنت
وہ بھی روباہ جسکو ہو خارشت — سمجھے ہے شیر کو ہے کیا پشمنت
حلم کا بار گر نہو تیرا — ارض شکل سمالے ہے نہ تھنبنت
دست زر بخش کا ترے خورشید — ڈھنڈھے بھر عمر تو نپاوے لنت
آگے سائل کے تو کرے بزمین — اشرفی اور روپے کی یون بکھرنت
جلوہ نظر و نہین اسطرح وہ دے — جون فلک پہ ہو تارونکی چھٹکنت
ختم سودا دعا یہ کرتا ہے — وصف کا تیرے کون پاوے انت
رہے نواب آصف الدولہ — دل سے تیرے خوشی کو نت لپٹنت
حال یون روسیہ عدو کا ہو — جاہ و دولت کی تیرے دیکھ بڑھنت

مہر کے جون حمل مین آئے سے،
شب کو آفاق مین لگے ہے گھٹنت

در مدح نواب وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر رستم جنگ

کیا تجھکو سجی مسند دیوان وزارت | مین شوکت شاہی کہون یا شان وزارت
اس مرتبہ کے چار تب انکو ہی پھبھی ہے | پشتین سے جو ہوتے ہین شایان وزارت
دادے سے ترے تجھ تئین تقدیر نے زنہار | توڑا نہین ما بین مین پیمان وزارت
شاہی پہ مدلل ہے جو منشی ازل نے | لکھا ہے ترے واسطے فرمان وزارت
یہ جاہ ہے تیری کہ سدا خسرو خاور | ہے دنگ ترا دیکھ کے سامان وزارت
ہم چشم عطارد کو نہ سمجھے کبھو اپنا | تیرا جو اٹھاتا ہو قلمدان وزارت
آصف ہے ترا نام سلیمان سے بڑی جاہ | بخشین ہین کروڑون ترے ارکان وزارت
دیکھین جو ترا خرچ سلاطین جہان کے | لکھین وزرا مین تجھے سلطان وزارت
سودا کی ترے حق مین دعا ہے یہ شب روز | اے باعث سرسبزی بستان وزارت
سر سے نہ خلائق کے جدا ہووے الٰہی | تا حشر ترا سایۂ دامان وزارت

در مبارکباد عید رمضان نواب وزیر الممالک آصف الدولہ

صباح عید ہے دل ہے خوشی سے مالامال | سے طرب سے ہین مست اپنے اپنے حال
جو کوئی خلقت انسان سے ہے بزیر فلک | مصمم آچکے دن دلمین اسکے ہے یہ خیال
کہ پہونچے اس در دولتسرا پہ لیکر نذر | جو تجھ جناب مین مقبول ہو خوشا احوال
کوئی تو سیم کوئی زر کوئی گہر کوئی لعل | ہر ایک سے ہے شرف اندوزیان بدینموال
ہوا ہے بندہ بھی حاضر دُر سخن لیکر | پے حصول سعادت بدرگہ اقبال
اگرچہ تو ہے مسمی بہ آصف الدولہ | ترا فزود سلیمان سے بھی ہے جاہ و جلال
تری تجلی طالع ہے وہ کہ جسپر خ اوپر | غلام داعی ہے اختر کا تیرے بدر کمال

علو جاہ کی آگے ترے نہین کچھ قدر
کسو طرح کا کوئی نذر یان کرے زر و مال

مگر یہ نذر ہے شایان اس آستانے کے
نشاط عید جو لایا ہے غرۂ شوال

یہی جناب مین حق کے دعا ہے سودا کی
جہان ہو جب تئین اے میرے قبلۂ آمال

رہے محبون پہ سایہ ترا سپھر کی طرح
سدا بخون عدو تیغ جون شفق مین ہلال

قصیدہ در مدح حکیم میر محمد کاظم

علم ظنی ہے طبابت تو یہ سن رکھ ہمدم
متفق اسپہ اطبا ہین جہان مین باہم

قاعدہ فن طبابت کا بیان تجھسے کرون
فہم کی گوش جو اپنی تو نہ رکھتا ہو اصم

کام اس فن مین رکھے سب سے ہے تشخیص مرض
یہ نہو جسمین تو پھر سیف سمجھ اسکی قلم

فی الحقیقت ہے اطبا مین وہی شخص طبیب
جو کما ینبغی ان چیزون کا ہووے اعلم

جنبش نبض سے اور لون سے قارورہ کے
ہووے فی الفور جسے اصل مرض مستفہم

ادویہ مین کرے تنقیح خواص مفرد
ہووے ترکیب مرکب کے وزن سے محرم

سن بیمار پہ کر غور مداوا وہ کرے
اور ملحوظ رکھے آب و ہوا اور موسم

چار چیزون سے مرکب بدن انسان کا ہے
دم و سودا ہے ہر اک جسم مین صفرا بلغم

حد سین ان چار ونمین ہووے متجاوز جو چیز
حکما کرتے ہین انسان کا مزاج اسکے ضم

ہے یہ لازم کہ کسل کا سبب اونمین ڈھونڈین
ٹھہرے جو خلط کرین اسکا تدارک پیہم

بعد تشخیص دوا کیجئے مرض کی بالضد
حفظ صحت کے لیے نسخہ ہو بالمثل رقم

غور اخلاط و کیفیت و کمیت پر
ہو نہ منظور جسے اسکی دوا ہوتی ہے سم

زیادتی چار ونمین جسکی ہو مرض کا موجب
عقل کی رو سے یہ تدبیر ہے اسکی سُدم

رکھ کے منظور طبیعت کی مرض پر قوت
تنقیہ کرکے مناسب کرین اس خلط کو کم

قاعدہ یون ہے پھر آگے ہے شفا اسکے ہاتھ
جسکے ہے قبضۂ قدرت مین علاج عالم

سو توان باتون مین ہے خوض طبیبون نمین کسے
اس زمانے مین بجز میر محمد کاظم

خالق انکے تئین دنیا مین سلامت رکھے
ایسے انسان خلائق مین بہت ہوتے ہین کم

شرف اسکو ہے سیادت سے نہ اس فن کا فخر
اسکا اک گوشہ نشینی مین ہے یہ فیض قلم

حق تعالیٰ نے دیا اپنے کرم سے اُسکے ‏ دست تدبیر مین دامان شفا مستحکم
دفتر عمر طبیعی مین بحالی کی سند ‏ ہے وہ نسخہ قلم اُسکی جسے کرتی ہے رقم
وصف مین اُسکی طبابت کی کسی شاعر کی ‏ فکر عالی سے ہوا مطلع تازہ یہ رقم

مطلع

نسخۂ میر نہین نقش سے عالم کے کم ‏ گر مرض جن ہو تو اُسکا نہ کہین ٹھہرے قدم
یہ عجب کیا ہے جو اچیا وہ کرے موتی کو ‏ نامے مین اُسکے قلم کے ہے مسیحا کا دم
چلتی ہے عہد مین اُسکے رہ ہر شہر و دیار ‏ ہے جو مسدود جہا ئین تو رہ شہر عدم
گھر تک آتے کرے پیدا وہ خواص تریاق ‏ اُسکے کوچہ سے مرے باندھ جو لے آئے سم
بولین ہین جسکو کہ تشخیص دکھین ہین تدبیر ‏ دو کنیزین ہین گھر اُسکے مین بہ بیدام درم
ہوش اس فن مین تو یہ ہے یہ حواس خمسہ ‏ ہین نصیبونکی علاج اپنے مین درہم برہم
عہد مین اُسکے ہے وہ خوان کرم پر جسکے ‏ ریزہ چین ہند مین ہے لاکھ طرح کا عالم
اسم پاک اُسکا ہے نواب شجاع الدولہ ‏ منبع جود و سخا یعنی وزیر اعظم

قصیدہ در مدح نواب سرفراز الدولہ حسن رضا خان بہادر

صباح عید ہے اور یہ سخن ہے شہرۂ عام ‏ حلال دختر رز بے نکاح در روزہ حرام
پھرا ہے آج بمقصود بادہ خواران چرخ ‏ ہے اب بروی زمین دور دور ساقی و جام
بعیش گاہ جہان خوش ہو خرمی نے آج ‏ کئے بدل بمباحت مناہی کے احکام
معانقہ بجہان آج مے پرستون سے ‏ کرے ہے محتسب آکر بانبساط تمام
نشہ نے مے کے یہ سرخوش کیا کہ کاغذ باد ‏ خیال بادہ کشان مین ہے قاضی کا اعلام
سرور ہے یہ جہانمین کہ شیخ و زاہد و رند ‏ بہ ترہات و ظرافت بہم کرین ہین کلام
وہ اُسکو غنچۂ گل سمجھے ہے جو زاہد کے ‏ دھرا ہو سامنے مینائے بادۂ گلفام
یون آج ہین بہم اطفال دیکھے ہے ملّا ‏ کہ جیون رعایا پہ عامل تغیر کا احکام
نہ دل مین یاد سبق ہے نہ خطرۂ آخوند ‏ بہم ہر ایک ہے مشغول لعبت اقسام

ہر ایک گھر مین صدا لئے مغنی و مطرب
ز شام تا بسحر اور سحر سے لے تا شام

دلون مین سب کے خوشی نے جگہ کی اتنی کہ آج
عدم سوا کہین اندوہ کو رہا نہ مقام

ہین عطر مال بنا کر لباس رنگا رنگ
زبس خواص سے لیکر جہان مین تا بعوام

نظر مین گل کی طرح یکدگر ہین اہل زمین
زمین تمام چمن زیر چرخ نیلی فام

ہر ایک دست نگارین مین یون ہے دست حنا
شفق مین پنجۂ خورشید جون قریب شام

کچھ آج اور ہی بو ہے دماغ خلقت مین
زعطر خرمی از بسکہ پر ہوئے ہین مشام

فقط نہ شہ کی ہے سر ہی ملا سوے دیہیم
رکھی گدا نے کلہ تاج رکھکے اسکا نام

ہر ایک چلنے کا ہے عیدگاہ کے مصروف
پہن لباس نو آقا لباس شستہ غلام

جدھر کو سینئے ہے آواز شادیانۂ عید
جدھر کو دیکھئے طبل و دہل بہر در و بام

خوشی نے جوش یہ مارا ہر ایک دلمین کہ اب
نہین قبا مین سماتا ہے خلق کا اندام

عجب نہین ہے کہ بالیدہ وہ بھی ہو جاوے
کرین جو کندہ نگین پر کسو بشر کا نام

نہ دیکھی ہوگی خوشی ایسی خلق نے جب سے
ہلال عید کو دیکھے ہے بعد ماہ صیام

اسکی عید مبارک کا ہے مگر یہ سبب
جسے افتخار زمان کا حسن رضا خان نام

زہے وہ خان رفیع المکان عالی قدر
زہے وہ خان فلک مرتبت وذی الاکرام

کہ جسکی ذات فیوضات سے کہاتی ہے
جہان مین صاحب فرزند مادر ایام

بہو نچکے ہو در دولتسرا تلک اوسکے
وہ کامیاب جو ہو سرنوشت کا ناکام

جو وہ کیا نہ کرے دستگیری نجبا
قدم کا ایک کے اس سرزمین پہ ہو نہ قیام

ہے چشم کان مروت دل اسکا معدن مہر
ذخائر کرم و جود دست فیض مدام

ہے خلق واسطے خلقت کے اسکے گویا خلق
حیا و شرم ہوئی ختم اسپہ حلم تمام

وہ اسکا خوان نعم ہے کہ جسکے مطبخ مین
صدا کھڑکنے کی ہے دیگ کی صدائے عام

یہ قصد خامہ ہے اب اسکی مدح غائب سے
کرے یہ مطلع انور حضور مین ارقام

مطلع

ترا وہ عدل ہے اے ملجاء تمام انام
کہ باز بچہ نکالے ہے سب کے تخم حمام

کرے نظر جو سوے صید عہد مین تیرے
جو کور دیدۂ صیاد شکل دیدۂ دام

بروز جمعہ سدا ہاتھ لے کے ناخنگیر
پھرے ہے شیر کو بیشے مین ڈھونڈھتا حجام

اسی امید پہ تاقصر کر کے ناخن شیر
برائے ہیکل اطفال دیکے لے انعام

بیان ہو کب تلک انصاف و عدل کا تیرے
یہ معدلت کا تری جز رسی سے پہونچا کام

کہ تار و پود سے اُسکے ہے دیو بھی لٹکا
بجرم خون مگس عنکبوت کو ایام

سخا مین حاتم طائی کو تجھسے نسبت کیا
مرے سخن کو یقین کر وہ ہے زبان زد عام

بزیر سقف فلک شہرۂ سخا اوسکا
طنین پشہ صدا فیل کی ہے در حمام

تری وہ تیغ کہ فتنہ کا رو ہو سوے عدم
سنے جو جو کتے اُسکو بجز ابگاہ نیام

اگر وہ ہو دے علم اُسکے سایہ کے آگے
عجب نہین سپرافگن ہون آکے رستم و سام

جو تیرے تیر کے ہو تا وہ توڑ سے آگہ
کمان کے گوشے سے آتا ترے کھنچا بہرام

کرون مین وصف سپر کیا کہ تیری پشت پناہ
علی بہر صف میدان ہے جسکا ہے تو غلام

تراسمند سبکرو ہے اسقدر کہ نہین
بغیر خانۂ زین اُسکے حنانہ آرام

نہ پہونچے موج ہوا اُسکے لطف خوبی کو
سوار ہو کے جو ہانکے تو ایبیا یا گام

حضور اُسکے کڑک برق کی جھڑپا نی
عنان اُچک سکا اُسے جب کرے تو گرم خرام

تنامین ہاتھی کے تیرے کہا تو ہی یہ سخن
کہ مارتا ہے دم پہلو بچرخ نیلی فام

پر اپنی بات کی کرتا ہون آپ ہی تکذیب
خدا نکردہ جو یون ہو پنٹ ہی کہنہ یہ بام

ہے عکس اُسکے کلاوہ کا کہکشان بہ فلک
نظر جو آوے ہے اہل جہان کو بعد از شام

رگڑ یہ رکھتی ہے زنجیر پا کہ چلتے وقت
درا پہاڑ مین ہو مور ہو نہ لے آرام

کرہ زمین کا طرح آسمان کے پھرتا ہے
پر اُسکی عظمت بھونا س نے رکھا ہی تھام

زمانیکی ہے زبس دوستی تری منظور
یہ فکر قتل مین دشمن کے تیری ہو وہ مدام

کہ لیوے چمچۂ چوبی سے کار کفچۂ مار
اگر تو خلق سے شربت کا دے عدو کو جام

نہ عدل و عمل کا تیرے صفت ہو کچھ مجھ سے
کہ عزت و شان تیری بردے مین خوش فرجام

سوائے وصف کے تیرے مجھے نہ بھاوے کچھ
خدا ہمیشہ رکھے اُسکو باعزو اکرام

مرا ہمیشہ یہ مقصد بدل نہفتہ ہے
رہین بحلقۂ طاعت یہ بندگان و غلام

ترے مخالف مذہب ہین کیسے ہی عابد
سمجھیو کہ انھون کا بخیر ہو انجام

خدا کو اُنکی عبادت سے ہے یہی منظور
ثواب روز جزا اُنکا آوے تیرے کام

ہے اسقدر ترا آلودگی سے دامن پاک
کرین طواف حرم اُسکو باندھکر احرام

یقین ہے یہ کہ دمہ کے تئین کہ نزد خدا
نہین جو دوست ترا ہے وہ دشمن اسلام

بس اب جہا نمین کوئی ہو جو تجھسے کا بدخواہ
ہے زہر مرگ حلال اُسپہ شہد زیست حرام

ہمیشہ حق کی طرف سے وہ مورد لعنت
زبان خلق سے دائم ہے مورد دشنام

عروس دولت دنیا نے کا رہیسہ اپنا
کیا ہے تجھپہ ہو عاشق باشتیاق تمام

اگر ہزار طلاق اسکو دیوے تو لیکن
نجا وےگی ترے دلسے یہ تا بروز قیام

غرض کہ اسلئے تیری یہین نہین کی مدح
کہ چاہون تجھسے مین اسکے صلے مین درہم و دام

عوض مین اسکے صلہ کے کرونمین تجھسے عرض
قبول ہو جو مرا حرف اے ذوی الاکرام

مجھے تو گوشۂ خاطر مین اپنے دے جاگہ
کہ تا بسر کرون لیل و نہار با آرام

کرے ہے ختم دعائیہ پر سخن سودا
ادب سے دور ہے خدمت مین تیرے طول کلام

الٰہی باغ جہانمین ہو جب تلک مانا
شبیہ غنچہ صراحی سے شکل گل سے جام

مے سرور تجھے دے ہر ایک عید کے دن
طرف سے ساقی کوثر کے ساغر گلفام

قصیدہ در مدح سرفراز الدولہ حسن رضا خان بہادر

عزیز عقل کو سودا کی تھی جدائی شاق
سواد سن کے وہ پھر آیا ہے بسکہ تھا مشتاق

وہ پوچھتا ہے کیا تو نے کہہ تو کیا حاصل
باتفاق جنون کر کے یار مجھسے نفاق

یہی نہ تجکو ملا نفع اُسکی صحبت سے
کہین ہین سب تجھے دیوانہ زیرکہنہ رواق

مگر تنا ہین جنون کی وہ شعر لکھ لکھکر
بہ رنگ نامہ کے اپنے سیہ کیے اوراق

ملی نہ دولت دین اس سے تجکو نے دنیا
ہو آبروے زمین کو تو شہرۂ آفاق

اسی ہی وضع سے پیدا جو تو نے کی شاید
کیا ہے مادر گیتی نے سب مین تجکو طاق

جواب دے ہے یہ سودا کہ وضع پر میری
سخن ترے کا نہین ہے کسو طرح مصداق

جو کچھ کہ دولت دنیا تھی میرے حصے کی
ازل سے منشی دہر اوسپہ لکھ گیا ہے طلاق

مین از قبیل جواہر ہون یا ز زیر فلک
ولیک سختی طالع مری ہے سنگ سحاق

کرون ہون کشت مین جب گلزمین یہ تخم آبلہ
تو چرخ نیلو فری کو بھی سبز کرنا شاق

کہا یہ سنکے اُسی پیر عقل نے اے یار
اگر زمانیکو اسطرح سے ہے تجھسے نفاق

دلوں کے درد کا سامع حسن رضا خان ہے
جہانمین اہل جہان جسکے مورد اشفاق

چنانچہ کرتا ہے تعلیم پیر عقل یہ عرض
زبان پہ ہے مرے سن یگانۂ آفاق

دیا ہے قوت اعضا نے دلکو میرے جواب
سبب ضعیفی کے طاقت ہولی ہے میری طاق

سپہ گری مین تو گذرا شباب کا عالم
نہین وہ عمر کہ اب آوُن مین بکار سیاق

جو باندھون اسپہ کمر اب تو بندھے اسطرح
کہ جون کمان کا قبضہ بندھے مقابل فاق

جو دست دپا مین نہ اسکے رہی ذرا طاقت
لیا مین فن سخن کھول کر کمر سے یراق

سو اب مین تیغ زبانسے لڑون ہو بخت کی ساتھ
ہون فتحیاب عدد کی جو ہووے تیسری فاق

سلامتی مین تو اپنے روا نہ رکھ مجھپر
ذلیل و خوار رہون مین بچشم اہل نفاق

پھرا کرون مین لیے مشت استخوان اپنے
میانہ مین پہنے عمال زیر کہنہ رواق

سو اب تو اس سے بھی نوبت گذر گئی ہے مگر
گلے مین کرتہ ہا کفش ہاتھ مین ہو چماق

سپرد تجکو ہے سر رشتہ سب کی حرمت کا
کیا ہے اتنی وہ مخلوق کا ہے جو خلاق

سو طالب اتنے مین حرمت کا اب ہمین جس سے
کرون معاش بسر اپنا مین بہ طمطراق

عوض مین دے مجھے اس نقد کے تو ایسا گانون
بسر ہو عمر مری جس سے زیر کہنہ رواق

نہ ایسا گانون کہ جس سے بر دے دسترخوان
ہزار طرح کی نعمت ہو نان خشک رُقاق

نہ شکل نور علیخان ہون کھا کے مین فربہ
نہ سوکھکر ہون طرح میرزا رفیع کے قاق

نہان دوال مین سازش کر ایک گوشے مین
مدام مدح مین تیری لکھا کرون اوراق

دعا پہ ختم کرے ہے یہ عرض منظوم
ہے اس زمانہ مین سودا جو فن شعر مین طاق

ترا قیام حکومت رہے قیامت تک
مطیع خلق کو تیسرا اسدار سطے خلاق

کرے عید کی شادی نصیب ہو تیرے
ہمیشہ نذر تری دیوین ساکن آفاق

بسر کرے جو ترا دوست ہو بعشرت عیش
عدد ترا ہو زمانے کا مورد شلاق

قصیدہ در مدح نواب سیف الدولہ احمد علیخان بہادر پسر سید صلابت خان

برج حمل مین بیٹھ کے خاور کا تاجدار
کھینچے ہے اب خزان پہ صف لشکر بہار

کہتے ہین یون زبانی پیک صبا یہ حکم
پہونچا حضور سے طرف باغ روزگار
مرکب جو شاخسار کے ہین اُنپہ اب شتاب
پہونچین سوار ہو کے جوانان برگ و بار
ہین بخشی دو زیر جو مریخ و ماہتاب
انکو یہ امر ہے کہ امیدہ ان نامدار
منھ کھولدو خزائن گل اشرفی کے تم
پکڑو قلم کو ہاتھ رکھو پیادہ و سوار
چہرہ لکھا کے سرخ نگہداشت اکیو
تعداد پوچھتے ہو تو بیحد و بیشمار
کردو یہ حکم پیر فلک کو کہ اے دبیر
ہووے محرّرونکا تغافل اگر شعار
اہل قلم جو دفتر بخشی گری کے ہین
اونسے کہین برائے تقید یہ بار بار
گلگون لالہ گر کہین بیداغ رہگیا
چیرین سے گے بیٹھ ہر متصدی کا غنچہ دار
لینا ہے کام مجکو جوانان باغ سے
بھر بھر سپر گلون کے تئین وو زر عیار
ابلاغ خانسامان کو ہووے اس امر کا
تا یہ کہے بلا کے وہ اپنے بھی پیشکار
معمول سے زیادہ مقید ہون ابکی سال
جسطرح چاہیے کرین اس فوج کا سنگار
پس اہلکار لالہ خودرو سے یہ کہین
رنگین شتاب مستک فیلان کوہسار
دگلے ہزار رنگ کے پہنا دین ابر کو
موج ہوا ملک ہو زرہ پوش ابکی بار
تقسیم کردین فرقہ غنچون مین چلتہین
دین ودپٹے رسالہ گل ہو امیدوار
کہدین کہ چار نہر سے گلشن کے صحن باغ
چار آئینہ کو سج کے رہین مستعد کار
بارود گولی پیر مغان میکدہ کے بیچ
رکھین نہ اب سوائے کمر کیسۂ بہار
بندوقین بدلے شیشو نکے بھر بھر کے مینچے
آکر شتاب صحن چمن مین کرین گزار
جلتے ہین نے نواز جہان بیچ اب کرین
پیشہ وہ کرنا سے بجانے کا اختیار

باور اگر نہین تو اسے آن دیکھ لو
پایا ہے امر مطلع تر نے یہ اشتہار

ترکش لگا کے دینے کو نصیحۂ بہار
گلگون پہ اپنے ترک ہزارا ہوا سوار
لازم ہے تجکو پیکے شراب طرب کا جام
گر مرد ہے تو سیر گلستان کر ابکی بار
یک گلزمین نہین کہ جہان آب تیر سے
کرتا نہووے کھینچ کے شمشیر آبدار
غصے سے یگدگر سے کٹے مرتے ہین یہ کہ موج
گرداب ڈھال دسکے ہو مارے ہی جب کنار
ہین خود ایکدم نہین رہتا سر حباب
ڈالے رہے ہے منھ پہ جھلم سنگ آبشار

اندام جو نہار بر اب عکس تاک سے
بکتر سجا ہی دیکھون ہون کیا لیل کیا نہار

جاتا ہے نیستان کے جو رُوئیدگی یہ وہم
ہوتا ہے اس یقین کا دلمین وہین گذار

نخلین ہین باندھ باندھ کمر ہو کے مستعد
لیکر پھریرے باؤن کے سر پر سے نمدار

رنجک ہی بھر مشق اوڑایا کرے ہے برق
گولے ہی ڈھالتا ہے سحاب تگرگ بار

آواز توپ در ہکلہ و رعد روز و شب
کرتے ہین یہ سپہر سے جا اسطرف گذار

گر بار چہ بھی ابر سیہ کا ہوا مین ہے
گجنال کی طرح سے چنگھاڑے ہے بار بار

تھا جسقدر کہ سبزۂ خوابیدہ یہ سدا
سنکر زمین سے چونک اُٹھا ہو کے بیقرار

آسودگان خواب عدم بھی ہے عنقریب
اُٹھکر کے خاکدان سے کرین حشر آشکار

کرتے ہین طائران چمن اب یہ زمزمہ
یارب یہ اجکی سال قیامت ہے یا بہار

طاؤس نام وہ جو ہین اُس فوج کے نقیب
کرتے ہین یہ صدا کہ جوانان لالہ زار

باہم سے دستہ دستہ جدے ہو کھڑے رہو
جلدی سے باندھکر کمر کینہ استوار

میدان صاف کرتی ہے جاروب باد تند
تا وقت کارزار دامن گل سے نہ اُلجھے خار

صدبرگ و جعفری و گل اشرفی نے اب
کیسے سے بانی کرکے یہ باہم کیا قرار

سنکھ صف قشون خزان آئے جسگھڑی
ہوکر اوتارے کیجیے میدان مین کارزار

استاد ہے جہان علف سبز خاک پر
پانی کی جسطرف کو زمین پر چلے ہے دھار

بھالا ہے اور برچھی ہے بلم ہے اور سیل
خنجر ہے اور تیغ ہے دشنہ ہے اور کٹار

ہر آن ہین ترانۂ بلبل کے واسطے
ہے اندنون یہ شعر تجلی کا روبکار

از سایہ ہاے بید مولہ ہر طرف
دار و رژہ مین کمان سیہ توز در کنار

ترک صبا سکے ہے مرا تیر بازگشت
ہو پشت پر حریف تو نکلے جگر سے پار

خالی سمجھ کے ہاتھ کو اپنے ہر ایک دم
مانگے ہے برگ بید سے خنجر کو ہر چنار

دامن کو باندھ باندھ ہوئے مستعد سرو
قمری ہر ایک کہتی ہے یون نعرہ مار مار

ایسا نہو کہ طعن کرین ہمکو بلبلان
لڑ لو قدم کو گاڑ کے یاران طرحدار

نرگس کہ باوجود ہے بیماری شدید
لشکر چمن مین آن کے وہ ناتوان نزار

لکھا رہی ہے یہ کہ وہ تہیان ہو جو کوئی
ٹالے تو بارے آن کے میرے عصا کا وار

گھر کھے ہر درخت سے یون سنگترہ کا نخل
کہتا ہے گرچہ ہاتھ مین شیشہ ہے تیری یار

لیکن تو دیکھیو کہ خدا وہ گھڑی کرے
گو اون کے ہر درخت کو غصہ سے اندنون
دلمین غرض ہر ایک کے مین کیا بیان کرون
نکلین بجاے دانہ شرر کچھ عجب نہین
القصہ آج پیک صبا سے مین صبحدم
قتل خزان پہ مستعد اتنا کہ جس سے
ایسا تو اس سے آج تلک کچھ نہین ہوا
یہ سنکے دیکھ دیکھ مرے منھ کو یون کہا
دین نبی مین ہے تو ابھی باندھکر کمر
اب جرم کو خزا نکی جو پوچھے تو پیش خلق
تک چشم منصفی سے تو اعمال اُسکے دیکھ
نانا کو جسکے پوچھو تو راکب براق کا
بدخواہ دولت ایسی کا ہووے جو کوئی شخص
آخر وہ اس گھرانے کا بندہ ہے زر خرید
ایسا یہ خاندان ہے کہ نہ پشت سے فلک
رکھے جہان کے داغ غلامی جبین ماہ
اثبات تجھپہ جرم نہین اُسکا اتبلاک
یکبار لعن گر کرے طوطی یزید پر
لیکن یہ دیکھیو کوئی دنکو بصنرب کفش
سنکر غرض یہ پیک صبا سے مین یون کہا
کہنے لگا کہ مجھسے تعجب ہے یہ سخن
یہ رمز اب تلک نہین سمجھا ہزار حیف
یعنی وہ سیف دولہ بہادر کہ جسکی تیغ
جب مین سنا زبان صبا سے یہ نام پاک
دلوے نہ تیرے نام سے گلشن مین گر بہار

گلشن کا سر مین توڑدونگا پتھر ہی مار مار
کچھ آگ سی لگادی ہے کیجو تم اعتبار
پایا ہے آتش غضب دکین سے یہ قرار
دیجے اگر انار کو پنجہ مین سے فشار
پوچھا کہ سن تو کس سے ہے خاور کا تاجدار
کی جس نے فوج قاہرہ اتنی کہ بے شمار
پان امر سلطنت کا نرالا ہے اختیار
سنتا ہے اے عزیز تو کافر کہ دیندار
گلدستہ کی طرح ہے تو ہو جا شریک کار
بعد از یزید کے ہے خزان ہی گناہگار
کسکے لیے وہ گلشن دولت ہوا ہے دوچار
دادا جو دیکھو مشرق و مغرب کا شہسوار
اسپر نہ صف کشی کرے خاور کا تاجدار
پس کیون نہ وہ کرے جسے اتنا ہو اقتدار
کرتا ہے جس جگہ کی غلامی کا افتخار
ماہی کے دلمین جسکی اطاعت کا خار خار
اپنی تو اعتقاد سے ہے اتنی گناہگار
بے اختیار ہو کے کرے اسپہ صد ہزار
گلشن سے اُسکو کھینچ نکالے مین کرکے خوار
ہے کون ٹک بتا تو مجھے وہ بزرگوار
اتنا تو ہو کے عاقل و دانا و ہوشیار
ہے یہ وہ جسکے خوان کرم کا تو ریزہ خوار
کرتی رہی سدا سر اعدا پہ کارزار
دو ہین پڑھا یہ مطلع رنگین و آبدار
کچھ لوٹو آب و رنگ کا اپنا ہو ناگوار

تیری سخا کے یاد سوا خاک پر نہال
تبلا دے باغبان تو ثمر دے نہ شاخسار

ناحق بغیر غنچون کے گانٹھین نہ کھل سکین
تیری سخا جو باد سحر کی نہووے یار

میخانۂ جہا نمین کرم سے ترے نہین
کوئی شکستہ حال بجز توبہ و خمار

برسا ترا سحاب کرم یان تئین کہ اب
ہوتا ہے رنگ آتش یاقوت آبدار

جو کچھ کہا مین اسکو خوشامد نہ بوجھیو
یان ارث ہے شجاع و سخی ہونیکا شعار

وادا ترے کا دست کرم کیا بیان کرون
سائل کو نان حلوے کی اوٹھونکی دی قطار

رکھیو اب آگے مطلع تازہ پہ گوش جان
خورشید کی تمنا کوئی کرتا ہے ذرہ وار

مطلع

موج گہر سپہر سے اودھر کرے گذار
گر اپنے ابر فیض سے اتنا کہے بہار

اور اسکے پوچھتے ہو شجاعت یہ سن رکھو
اژدر کی چیرے جبڑے کہ جیسا یہ شیر خوار

یکدم جو اسکی تیغ کی برش ز راہ سہو
دلمین اگر خیال کرے اپنے کوہسار

اجزا منجمد ہین جمادات کے یہ سب
پا جاوین جون حواس جہان ملین انتشار

جس تو دے پر کہ تیر قضا کا رگڑ ہو
تا حاکے کو اپنے نشیمن سے چھوڑے ہو دہ دوار

تیری ہی تیغ و تیر کی دہشت سے یان تلک
تا وحش و طیر نے کی سلح پوشی اختیار

دراج کونسا ہے کہ جسکے نہین ذرہ
ہر ایک کرگدن کے بدن پر سپر ہین چار

ارجن کے ہے کمان کو ترنی دیکھ بھیم سے
اپنے تئین تو کھینچتا ہے اسکا سخت کان

جس سمت رخ کرینگے تو میدان ہو وسیع
گر زندگی عزیز ہے بھیا تو کر فرار

رو مین تن اسکے آگے پس و پیش تن کھڑے
لے شرق تا الغرب اگر باندھ کر قطار

سوفار تیر بولی کہ سینہ پہ انگلی سے
پیکان کو رکھکے جاؤ نہین پچھلے کی پشت پار

دلمین مرے یقین ہے کہ میدان جس گھڑی
للکارے تو یلون کے تئین کھینچ کر کٹار

گو یہ کرے اس آئین رستم کا گاو سر
بیت الخلا کو یاد کرے سام بار بار

مر مٹنے کا جو بہمن و برزو دغا کے روز
ہو جائین تیرے سامنے آپس مین کر قرار

تیلا زیادہ پانی سے ہوکر ترے حضور
ڈالے ہر ایک اپنی سپر کو حباب وار

ہو جسم سے علحدہ پاوے سر
نیزے پہ تیرے گر کمین رزم مین قرار

قمری ہر ایک بول اٹھی یون کہ ابکی سال
لایا ہے کسکے مین قدم سے یہ سرو بار

یون ہر عدو کے سینے مین اسکو پرووے تو
جون سیخ مین کباب کے ٹکڑون کو بادہ خوار

وصف سپر تو کیا کرون اسکا ہر ایک پھول
ہو جاوے روز رزم عدو کے گلے کا ہار

گلگون ترے کی وصف مین کیا کیا بیان کرون
گرد اسکے کھینچے جب گل رنگ حنا حصار

اس حصر مین کرے ہی وہ اسطرح شوخیان
ترطپے ہے جون نسیم چمن مین ہو بیقرار

رانون مین یہ سبک جو پھرے سطح آب پر
ٹوٹے حباب سم تلے آکر نہ زینہار

مشرق کی سرزمین سے مغرب کی سمت کو
اس برق وش کو پھینک دے گر ہو کے تو سوار

اس عرصے مین پھر آوے کہ شاید نہ بجھنے پاوے
گر پھینکنے مین نعل سے اسکی جھڑے شرار

پر ہون نہین بیشتر انکا عدو کے ترے غلام
سیدا اسکے روز تجھسے جو ہو جاوے دوچار

ڈپٹے اسے تو اسپہ تو جاتا وہ یون رہے
اوڑ جائے باد تند کے آگے سے جون غبار

رتبہ کی تیرے جاہ کی مین کیا بیان کرون
جسکے تئین نہ وہم فلک کر سکے حصار

ہوتا نہ رنگ اطلس گردون جو مائتی
خیمہ کے استر انکو ترے تھا یہ جامہ وار

شہتیر کہکشان کے تئین بھی برائے چوب
دو کرتے چیر کر تو نہ بنتی وہ استوار

تھے مہر و مہ بھی خوب ہی کچھ بادریسہ کو
پر سندرس مین برسون کے اتنے کہ بیشمار

لیکن مگر خطوط شعاعی کو اسمین سے
بٹوائیے طنابین سو کتنا یہ پود و تار

سرکار عالم فلکی مین تو کچھ نہین
میخون کیواسطے ہین زمین پر یہ کوہسار

قالی کا اسکے فرش کا اتنا ہی عرض طول
صد فصل گل نہو سکین جسکے نمونہ دار

جتنا ہے سطح روے زمین اسپہ گر اسے
جس فصل مین بچھاؤ تو ہے موسم بہار

جس آن تو قدم رکھے اسپر برائے جشن
کھلجاے دیکھتے ہی تجھے چشم روزگار

اور ہوویگا بھی یون ہی تو خاطر کو جمع رکھ
صدقے سے پنجتن کے تبائید کردگار

سودا کرے ہی عرض کہ تیرے خزانہ سے
بھر بھر سپر ہی لینا ہے مجکو زر عیار

بالفعل اس قصیدے کا مانگے ہے یہ صلا
اسکے تئین خطاب ہو رزمیہ بہار

کیسے مین دوستون کے ترے شکل ماہ و مہر
ہو سیم و زر سے ہر آن مین کیا لیل کیا نہار

ہاتھی کے ساتھ ساتھ یہ کہتا چلے عدو
مفلس ہون کچھ دلا نے مجھے تو اب نامدار

ایضًا در مدح سیف الدولہ احمد علی خان بہادر

ہنگوش کا ہو دل تو رہے دہر سے تبنگ
با در نہین تو دیکھ کہ نالان سدا ہے زنگ

فرزند کی رکھے نہ یہ دلمین پدر کی مہر
ہے در پئے شکست سدا آئینہ کے سنگ

کر دے بسان شیشۂ ساعت عجب نہین
اک پل مین تل کے ماٹی کو اوپر جو بہر کو ڈھنگ

آمادہ مہر کین پہ سدا اُسکے دل کی لہر
ہے مستعد لطف و غضب اسکی ہر ترنگ

قطرے یسے کرتے دانہ گوہر اُسے ہے دیر
یا برق کو ہی پہونچے ہے خرمن پہ کچھ درنگ

ٹک دیکھ چشم دل سے تو اسکے یہ کرو بین
ہر اک مین شکل بوقلمون ہے ہزار رنگ

شاکی تو ہون زمانہ سے ہر چند پر مجھے
اہل جہانکے بخل و حسد نے کیا ہی تنگ

سمجھین اسے نگین سلیمان یہ تنگ چشم
دیکھے کسیکا ہاتھ گر آپس مین زیر سنگ

اتنا حسد ہے عاشق و معشوق مین کہ نور
منھ پر جو ہو چراغ کے تو جل مرے پتنگ

مہر و وفا سے دلکو ہے انکے ہمیشہ عار
نت چشم سے اُنہون کے مروت رکھے ہے ننگ

احسان کوئی کسیکا جہانمین تمام عمر
دیکھا کبھو نہ خواب مین جون مخمل فرنگ

معدوم دستگیری کا شیوہ ہے اسقدر
نزدیک ہے نہ ہاتھ کو پکڑے حنا کا رنگ

ہوتا نہ اتنے ناخلفون مین جو اک خلف
کھا جاتی زہر مادر ایام آکے تنگ

یعنے وہ سیف دولہ بہادر کہ جس سوا
یا دے کوئی نہ لطف و کرم کا کسیمین ڈھنگ

ہمت کی عظم و شان کو جسکے دُر یتیم
تعداد موج بحر تلک بخشتا ہے ننگ

تواب مدح حاضر و غائب اگر تری
بولے نہ جو زبان ہی وہ گویا دہن مین سنگ

بیضے سے اُسکے نسل کے نکلا کرے ہما
تجھ مزرع کرم سے چنے دانہ گر کلنگ

جس دشت کیطرف ہو تری یک نگاہ مہر
اے بوستان چشم مروت کے آب و رنگ

پائے غزالہ دام مین وان بند ہو اگر
ناخن سے اپنے کھولدے جا کر گرہ پلنگ

حکم صلاح سے ترے اے صالح زمان
عرصہ اب اسقدر منہیات پر ہے تنگ

ہے کشمکش شراب کو جب کیجیے نظر
جبوقت دیکھیے تو ہے خُمکونکے بیچ بنگ

سیدین کیا بیان کرون تیری کمانکا زور
سینہ عدو کا توڑ کے نکلے ہے جب خدنگ

بیٹھے زمین پر تو اُسے پھر نہ پائیے
گر سو کروڑ کوس تلک کھود دے سرنگ

خلقت کا بر و بحر کی ہیبت سے ہو یہ حال
شمشیر گر علم کرے اپنی تو روز جنگ

مانگے پناہ پشہ سے اُس آن فیل مست
بہ جائے آب ہو کے وہیں زہرۂ نہنگ

رہنے نہ دے صفائے برش اُسکی تیغ کی
باقی کسو ہی طرح سے ضارب کے دلمیں ننگ

گر پشت آسمان پہ وہ آئے تو بہر حکم
ہو خرق والتیام فلک دیکھکے دنگ

ہے دلکو یہ یقین کہ ہنگام کارزار
روئیں تنونکی صف پہ اگر ڈانٹ کر ترنگ

مارے تو جسکے خود پہ اوسکو تو کیا عجب
ٹھہرے نہ قاشِ زین میں اور کاٹ کرکے تنگ

لیتی ہوئی زمین کو تحت الثرا تلک
چھوڑے نہ کچھ جو منھ پہ چڑھے کوہ خواہ سنگ

تصویر کھینچنے کی تئیں رخش کے ترے
دلمیں ہو آوے گر کسی نقاش کی اُمنگ

گذری تمام عمر اسی سوچ میں اُسے
سبزہ سمند بور بناؤں میں یا سرنگ

آخر قلم کو ہاتھ سے رکھ دیکے یہ کہے
کس سے بجز خدا نبدھے صورت ہوا کا رنگ

افواج قاہرہ کا ترے کیا بیان کروں
لرزے صدائے پاشنہ سے جسکے روم و زنگ

شادیکی نقل سمجھے ہیں جسکی دلاوری
ہنگام کارزار سدا گولہ و تفنگ

اتنے وہ جان نثار ہیں تیرے کہ تجھ طرف
آسیب کیا مجال کرے منھ جو روز جنگ

ہو جائے کوٹ گرد ترے گر وہ بیٹھ جائے
صف باندھکر کھڑے ہوں تو ہو قلعے کے النگ

اتنا ہر ایک میں ہے ترے پرورش کا زور
لپکے کسی پر اونمیں اگر ببر یا پلنگ

ہو جاوے ایک مشت سے اسکے زمیں پہ فرش
جوں شیر قالی پھر نہ رہے طاقت شلنگ

پس جو کوئی کہ سمجھا ہو اسکی ثنا و مدح
چاہوں کہ میں تمام کروں مجھمیں ہے یہ ڈھنگ

اوراق آسمان پہ کبھو لکھیے تیرے وصف
ہے دلکو یہ یقین کہ ہو لفظوں کی جائے تنگ

لیکن قسم ہے خاک قدم کی ترے اگر
اس گفتگو سے دلمیں ہے سودا کی یہ آہنگ

دینار سرخ لیجیے یا درہم سفید
یا خلعت و جواہر و یا فیل و بارنگ

شائستہ ہے تو اتنا ہے اسکا کام [illegible]
کہیے نہ یوں تجھے تو ہو شہد زبان ترنگ

شہباز بخت کے ترے اپنے تئیں سدا
دیکھے ہمائے اوج سعادت میان جنگ

قصیدہ در مدح نواب احمد علیخان سیف الدولہ پسر سید صلابت خان بہادر

ہے سخن سنج اک جوان متین — فخر صائب جو وہ کرے تحسین

رات جا کر مین اوسکی خدمت مین — اُسے دیکھا تو تھا نپٹ غمگین

مین جو پوچھا سبب کہا مت پوچھ — خبث کرنا کسو کا خوب نہین

نہ کچھ اس سے حصول دنیا کا — نہ کچھ اس سے برآوے مطلب دین

لیکن اے یار تجھسے کہتا ہون — نکلے گو تجھپہ سب کرین نفرین

داغ ہون ان سے اب زمانے مین — بزم شعرا کے ہین جو صدر نشین

یعنے سودا و میر و قائم و درد — لے ہدایت سے تا کلیم و حزین

کیا غرور و دماغ کیا نخوت — کونسا کبر ہے جو اونمین نہین

مثل شیرازۂ کتاب اللہ — سمجھے ہر ایک اپنی چین جبین

ننگ جانین جو بزم کا اونکے — بوعلی ہو بصف نعال نشین

بعد صد منت و سماجت کے — جاوین گر یہ مشاعرے مین کہین

سیر مجلس کی تاب و طاقت کیا — کرے تکلیف شعرا ونکے تئین

شعر اپنا پڑھین جو اونکے حضور — کرکے سرگوشی یکدگر وہ وہین

ایک کہتا ہے یہ توارد ہے — دوسرا بولے اوف ری تمکین

خلق کو انتظار کش کر کے — یکدو مصرع پڑھین جو آپ کہین

ورد کس کس طرح ملاتے ہین — کرکے آواز منحنی و حزین

اور جو احمق اونکے سامع ہین — دمبدم اونکو یون کرین تحسین

جیسے سبحان من یرانی پر — لڑکے مکتب کے کہتے ہین آمین

کوئی جو پوچھتا ہے عالم مین — فخر کس چیز کا ہے اونکے تئین

شعر و قطعے اونکے دیوان کی — جمع ہووے تو جیسے نقش نگین

اسین بھی دیکھیے تو آخر کار
یا توارد ہوا ہے یا تضمین

اتنی کچھ شاعری پہ کرتے ہین
ہیچ در کون آسمان و زمین

غرض اس خبث کے تئین سنکر
ہوکے بے اختیار بولے وہین

کہا سودا کو ان بزرگون نے
مت گنو اُسکا ہے یہ کب آئین

اور جو ہووے بھی تو لائق ہے
فخر کرنا چاہیے ہے اُسکے تئین

ہے وہ مداح ایک ایسے کا
مسند جاہ جسکی عرش قرین

یعنے نواب سیف دولہ سدا
جسکی شمشیر و فرق دشمن دین

رفعت جود دست سے جسکے
دامن خلق کا ہے یہ آئین

پنجۂ آفتاب سے جس طرح
بہرہ در رہو ہمیشہ روے زمین

گلشن دہر مین چہار طرف
ایک مفلس جو ڈھونڈھیے تو نہین

غنچہ کی بھی گرہ مین بند کیا
اُسکی بخشش نے منت زر کے تئین

ہو ٹک اے خامہ باریاب حضور
مدح غائب سے کسکو ہو تسکین

اس چمن مین غرض ترا محتاج
ہے تونگر سے لیکے تا مسکین

لالہ سان گر ہے پیالہ میرے ہاتھ
کف نرگس پہ کاسۂ زرین

دست و پا اپنے گم کرے ہے عدو
یاد کر تیرے تیغ و خنجر و کین

پوچھتا ہے ہر ایک سے سچ کہہ
سر مرا تن پر یونہین ہے کہ نہین

فکر مین قہر کے ترے ہر شب
حالت نزع سے زبس ہو قرین

نیند اوسکو نہ آوے تا نہ پڑھین
جاے افسانہ سورۂ یسین

تیرے شبرنگ کا کرون کیا وصف
تو ہے جسکا چراغ خانۂ زین

جون پتنگ اُسپہ تجھکو دیکھ سوار
جلکے بھسمنت ہو عدوے لعین

غرض اس گفتگو سے اے نواب
نہین ہے اسپ و خلعت سنگین

کیا کرونگا مین تو سلامت رہ
تیرے دروازہ کا ہون خاک نشین

خوان نعمت سے تیرے مجھکو سدا
صبح شیرین ملے ہے شب نمکین

سنگ تجھ آستان کا بعد از بوس
خواب کرنے کو ہے مجھے بالین

جامہ پہنے ہون جسکے دامن کو
ذرہ آلودگی کہین سے نہین

توہی اب دل مین اپنے کر انصاف لمّی کس چیز کی ہے میرے تئین
یا کچھ اظہار شاعری تجھ پاس سو تو لازم کسی ہی طرح نہین
متصل تجھ زبان پہ ہے جاری خوبی لفظ و معنی رنگین
اس سوا کچھ نہین مجھے منظور ذکر تیرے سے ہو زبان شیرین
جز دعائیہ اس قصیدے سے نہین کچھ مطلب اور اپنے تئین
ہر زبردست زیر دست تیرا رہے جب تک ہے آسمان و زمین
تا قبول دعا ہو سودا کی تو بھی اپنی زبان سے کہہ آمین

قصیدہ در مدح نوّاب بسنت خان خواجہ سرا محمّد شاہی

کل حرص نام شخصے سودا پہ مہربان ہو بولا نصیب تیری سب دولت جہان ہو
گر اشرفی روپے کی خواہش ہو تیرے دل مین ظاہر ترے پہ ہر جا گنجینۂ نہان ہو
لعل و گہر کی ہووے تجکو اگر تمنا مصرف کے بیچ تیری اشیاے بحر و کان ہو
عمدہ تو اسقدر ہو سرکار بیچ تیری مور و ملخ سے زیادہ خیل ملازمان ہو
جاہ و جلال یان تک دیوے تجھے زمانہ جب ہو تری سواری صد فیل پر نشان ہو
گر ملک چاہتا ہو تو تخت بیچ تیری ہندوستان سے لیکر اور تا باصفہان ہو
آگے تو کیا کہون مین دل چاہتا ہی تیرے قبضے مین لے زمین سے اور تا باسمان ہو
سنکر یہ حرف بولا سودا کہ قدر و رتبہ کب اشرفی روپے کی نزدیک عاقلان ہو
یہ تو برے ہین اتنے آفاق مین کہ جنکو کیسہ سے دور کیجے کام اپنا تب روان ہو
لعل و گہر جو پوچھو پتھر ہین اور پانی رتبہ نہ انکو پیش ارباب ہمتان ہو
عمدہ تو وہ کوئی ہے نزدیک فہم جسکے اہل کمال آگے دنیا مین عز و شان ہو
نام نکو سے بہتر دنیا مین کیا نشان ہے وہ بھی کوئی نشان ہے جو فیل پر روان ہو
ملکون کے سر زمین سے حاصل یہی ہے آخر دو مشت خاک جسمین اک مشت استخوان ہو
ارض و سما کا ہونا قبضے کے بیچ اپنے بے دعوی خدائی کیونکر مجھے گمان ہو
جو کچھ کہا ہے تو نے یہ تجکو سب مبارک مین اور میرے سر پر میر بسنت خان ہو

دیکھے ہے جسکا جلوہ پاکیزہ طینتون کی   آنکھونکو امن ہووے جی کے تئین امان ہو
جو مرتبہ جہان مین ہے بے نیازیون کا   سمجھے ہے وہ کوئی جو اُسکا مزا جدان ہو
یہ وضع لاابالی رکھتا ہے وہ کہ جسکا   اشعار مین غزل کے ممکن نہین بیان ہو

مطلع

بلبل کو گاہ سنکر انعام بوستان ہو   پھولونکی بو سے گاہے گلشن مین سرگران ہو
لاکھون دے جس جگہ مین وہ گرگ کو خریدے   بکتا ہو یک نگہ کو یوسف تو وان گران ہو
جسقدر مرتبہ مین ہو بیدماغی اُسکی   پروا زاغنیا کی قدرت کہان کہ وان ہو
رخصت نہ دیوے خاطریان گوشہ نگہ کو   عالم کا گو کہ اسمین بربادخانمان ہو
گر معدلت پہ آوے وہ گلشن جہان مین   آنکھونمین باغبان کے بلبل کا آشیان ہو
مشت حباب جوسے مرغ ہوا نچھوٹے   شبنم کے دانونمین سے دانہ کا گر زیان ہو
جب ناتوان کی اُسکو منظور پرورش ہو   مور اوسکے سایہ نیچے آوے تو پہلوان ہو
خورشید لُسکے خوکا ذرہ جو ہو معاتب   ہیبت سے دن بدن وہ جون مہ ناتوان ہو
میدان مین جب کھڑا ہو استادسے وہ اپنے   حلقہ بگوش اُسکے ہرچند وان کمان ہو
بندہ ہون لیک اُسکے مین تیر کے وفا کا   بیٹھے ہے خاک خونمین اُس سے جدا جہان ہو
جوہر کا کیا تبادُن شمشیر کا مین اُسکے   جسکی برش سے اس سے دانا کو امتحان ہو
کرتا ہون ذکر جس سے اُسکا وہ یون کہے ہے   چپ رہ کسیلے جسکو یونہین کہین امان ہو
سنکر وہ شخص بولا ہم بھی ملین گے اُس سے   یا سود دل ہوا سمین یا جان کا زیان ہو
یہ حرف اُسکے منہ سے نکلا تو سنکے سودا   کہنے لگا غلط ہے اے یار یہ کہان ہو
گر دل مین گاہ جسمین گہ چشم مین بسی ہے   ملنا ہو تب معین اوسکا اگر مکان ہو
ہووے کبھی گر معین اُسکا مکان تو کسکے   وان پہونچنے کا نادان دل کے تئین گمان ہو
مجلس کے داب سے وان یہ دو ہنر کہ وارد   پروانہ بے اجازت نزدیک شمعدان ہو
طاقت ہو یہ کہ باہم حضار ہون مخاطب   جون غنچہ گو دہن مین ہر اک کے سو زبان ہو
ایسا ہون ایک مین ہی جا کر حضور اُسکے   مطلع اگر پڑھون یہ دل اُسکا شادمان ہو

مطلع

صحن چمن مین گلگون گر تیرے زیر ران ہو
ہر گل پیادہ ہو کروان طرقوا کنان ہو

ٹک چھیڑیے روش پر اُسکو تو آب جو تک
جس جسطرف وہ پہنکے اُس اُسطرف رَوان ہو

انداز چھیڑنے کا یہ کچھ ہے جو کہا مین
ٹک وہم ڈاٹنے کا دل کے جو درمیان ہو

اس سرعتون سے تڑپے تنگی سے اُسکے اوپر
عرصہ یہ شش جہت کا دام کبوتران ہو

کہتا ہی وہ جو دیکھے اُسپر سوار تجھ کو
یارب ہمیشہ حکمین یہ اسپ و یہ جوان ہو

شان و شکوہ تیرے ہاتھی کا کیا کہو نین
جرخی بجا ہے اُسکی گر چرخ آسمان ہو

ہے سربلند اتنا یہ بھی عجب نہین ہے
آنکس یہ ماہ نو کے گر دست پیلبان ہو

مستک پہ رنگ اُسکے جسطرح جلوہ گر ہے
گو سانجھ لالہ پھولے یہ لطف پر کہان ہو

دانتون کے بیچ اُسکے ہی جسقدر بھسونڈا
وصف زخامت اُسکا کیجے تو کیا بیان ہو

اس دانت سے تو وہم اس دانت تک جو گذرے
پہونچے نہ اکدن مین تا شب درمیان ہو

ابر سیہ ٹپکتا آوے ہے جس طرح سے
مستی مین حسن اُسکے چلنے کا یون عیان ہو

اس قد و قامت اوپر یہ حسن ہی کہ اُسکے
زنجیر پا بجا ہے گر زلف مہوشان ہو

پائل نجھول سایہ کیا کیا کہون مین خوبی
اصلا کہین جو اُسمین شوخی ہو یا تکان ہو

گر ٹک بکڑ جہاوت چھیڑے تو یون چلے ہی
عاشق کی وصل کی شب جسطرح سے روان ہو

ہاتھی مین یہ چلاوا کب ہو سوائے اُسکے
تشبیہ پاے جس سے رفتار خوش قدان ہو

رکھے خدا جہان مین اُسکو بہت وگرنہ
تشبیہ یہ مسلم کب نزد شاعران ہو

جسوقت تھان پر سے کھولے اُسے مہاوت
ہمت سے تیرے اُسکو خطرہ یہ ہر زمان ہو

دیوینگے بخش مجکو ناحق کہین صلے مین
یارب حضور جاؤن تو وان نہ مدح خوان ہو

اور دیکھیے تو سچ ہے خطرہ یہ اُسکے دل کا
کسطرح سے کہو تو اُسکو نہ یہ گمان ہو

ادنی جو مرتبہ ہے ہمت ترے کا اُسکو
پہونچے نہ وہم حاتم جب تک نہ نردبان ہو

آب ہم سے تیرے گر بخشش گہر برے
یک قطرہ جوش مارے تو بحر بیکران ہو

خورشید دست سائل ہو جاوے آسمانپر
تیری علو ہمت جسوقت زر فشان ہو

لیکن نہ سمجھیو یہ اس گفتگو سے ہرگز
منظور مجکو تیری ہمت کا امتحان ہو

اسواسطے کہ مجکو اتنا ہی چاہیے ہے — جامہ ہو ایک بر مین کھانیکو نیم نان ہو
سو تو زیادہ اس سے تیرا کرم ہے مجھپر — کفران نعمت اوپر قادر نہ یہ زبان ہو
اتنی ہی آرزو ہے کچھ عمر ہو جو باقی — مصرف جہانمین اُسکا تیرے قدم کو یان ہو
کب جا سکے ہے کوئی دروازے تیرے آگر — بیٹھے جو تیرے در پر وہ سنگ آستان ہو
تا مہر و مہ فلک پر یارب یہ ہے درخشان — یہ آستان دولت مسجود دو جہان ہو

قصیدہ در مدح بسنت خان محمد شاہی

تاثیر گردش آج کواکب کی صبح کو — اکھتے تھے دو جہان کی خوبی کی روبرو
دل چاہتا ہے یون کہ بنا کیجے ایک باغ — وہ گل زمین زیر فلک کر کے جستجو
فیض دم مسیح کا جسکے ہوا ہو تخم — آب اُس جگہ کا آب خضر کی ہو آبرو
لاوے نہ اُس زمین کی درختونکی ایک شاخ — غیر از برا میدہ حلائق ثمر کبھو
ہووے ازل سے تا با بد ہر چمن کے بیچ — سرسبز وانکی خاک سے صد تخم آرزو
مانا فراغ خاطر آسودہ سے ہو گل — جمعیت دلی سے بڑے غنچہ ہو بہو
بینائی و مشام کو عیسیٰ کی تقویت — دیوے ہمیشہ وانکی گلستا نکا رنگ و بو
مُرغ اس چمن کے بیچ ہون ایسے غزل سرا — مطلع یہ جنکے حق مین سخن کی ہے آبرو

مطلع

بلبل ہو وانکی بلبل آمل سے دو بدو — طوطی کرے ہمیشہ فصیحی سے گفتگو
یون منعکس صفائے عمارت مین ہو چمن — جو اگر دو مکان ہو سو معلوم ہو دو رنگ
آئینہ خانہ اُسمین ہوا ایسا کہ ایک بیت — موزون نہ اس صفا سے گلستا نمین ہو کبھو
ایسا ہو سطح کرسی پہ اُس گھر کے ایک حوض — کوثر ہو آب شرم سے وان جسکے روبرو
چادر تلے ہو آب کے یون سنگ آبشار — جیسے بر جبین نقاب کے تلے جون رخ نکو
پاکیزگی سے جاری ہو ایسی ہی ایک نہر — خوبی کا جسکے ذکر نکر سکیے بے وضو
جو بیچ ہر چمن کے روان یون ہو اُسکا آب — جون روح دوڑتی ہو رگ جانکی سمت کو

کنکر ہر ایک جو مین جھمکو لنسے آب کے
شفاف یان تلک ہین کھاکھلکے شست و شو

جلوہ انھو نمین ہو جو رگ گل کے عکس کا
آوے نظر وہ جون رگ یاقوت ہو بہو

یون جلوہ گر ہو سرو کا سایہ کہ جسطرح
کوئی سیاہ مست پڑا ہو کنار جو

موسم بہار فصل کا اتنا بہار رکھے
کیفیت بہار سے نرگس کے غنچہ کو

یون ہو کٹوری اوسمین کہ جون مغکے ہاتھ سے
مستی مین چھٹ کے جا رہے ساغر تہ سبو

پی پی شراب سرخ جوانان سبز فام
وان موسم بہار مین آدین جو سیر کو

باہم گلے مین ڈال کے باہین برنگ تاک
مستی سے وہ چلین کج و واکج ہر ایک سو

القصہ سنکے خوبی نے تاثیر سے کہا
جو مدعا ہو باغ سے کر اوسکی گفتگو

بولے کہ مدعا تو یہی ہے کہ تا ابد
اوسمین بسنت خان بہادر ہو اور تو

اس میکدہ مین فیض سے جسکے شکستہ حال
غیر از خمار و توبہ نہ دیکھا کوئی کبھو

مطلب کو اسطرح سے وہ پہونچے ہی خلق کے
تاثیر جون دوا کی پہونچتی ہو درد کو

کیسے سے گر نکالے تھا حاتم گہر تو کیا
عالم کے دل کی اوس سے نکلتی ہے آرزو

دل مدح غائبانہ سے کیونکر کھلے مرا
تا اس غزل کو پڑھیے نجا اوس کے روبرو

غزل

طرہ کی تیرے نکہت سنبل مین دیکھے بو
پہونچے تھی ہمکو باد شمالی کبھو کبھو

پانی بہت چمن مین ولے اپنی تشنگی
چاہے ہے کہ آب رفتہ ہی آوے لبسوے جو

اپنا جنون نہ باد بہاری سے ہو برار
ہم آتشی مزاج وہ بسیار تند خو

جس دشت مین ہے اندنون سودا کی بود و باش
دیکھا جو مین تو ہے وہ عجب اک مقام ہو

اور اوس جگہ وہ یون نظر آیا کہ کیا کہون
نے طاقت شنود ہے نے تاب گفتگو

گذرا ہے سر سے پانون کے اوسکے ہر ایک خار
اور پانون سے گذر گیا اوسکا ہر ایک مو

ہمصحبتان بزم سے اوسکے اگر کوئی
وان جا کے پوچھتا ہے کبھو اوسکے حال کو

مانند شیشۂ مے گلگون دہن کو کھول
چاہے ہے کہ کچھ کہے تو لہو بہے ہے وہ لہو

احوال تو یہ کچھ ہے جو مین نے کیا بیان
اسمین حواس اوسکو جو آجائین ہین کبھو

اڑتا ہے جو کبھیر تو کہتا ہے اُس سے یہ — جا دے بسنت خان بہادر کنے جو تو
بعد از سلام شوق یہ کہیو ہمارے دوست — اے بوستان دل کی تمنا کی رنگ و بو
پر تو نہیں کہ پہونچیے دو پانون ہین مگر — گوڑے رگڑ نیکی ہے سدا جنکو آرزو
چلیے ترے قدم سے جدا ہو کے رہ گئے — نے دین کی ہے تلاش نہ دنیا کی جستجو
مانند برگ خشک کہ ہو نخل سے جدا — کرتے پھرے ہین دشت مین نالے ہر ایکسو
اب آرزو یہی ہے کہ آوے جو باد تند — جون شعلہ آگ اپنے تئین دین ز پشت رو
تقصیر عفو کی ہے ترے یا مرا گناہ — انصاف یہ نہین مجھے مجرم جو سمجھے تو
تیرے کرم نے مجکو بد آموز کر دیا — تھی ورنہ معصیت کی کب اس روسیہ کو خو
تیری ہی ذات سے متعلق ہے جرم و عفو — آنکھون مین دل مین چشم مین ہر جا ہے تو ہی تو
لیکن غلط یہ حرف کیا بندگی مین عرض — کسطرح سے محیط سمندر رہے ہو سبو
مولا یہ سچ کہو نہین ہوئی مجھسے کیون خطا — مدت سے دل مین تھی مرے بخشش کی آرزو
اے دل تو بعد ختم غزل کر حضور مین — پاکیزگی سے اسکی طبیعت کی گفتگو

مطلع

ابر بہار باغ کو تا دے یہ شست و شو — مقبول تجھ مشام کو ہووے نہ گل کی بو
پاکیزہ طینت اسقدر انسان نہووے خلق — دھو دھو کرین خمیر جو آدم کی خاک کو
شبرنگ کی ترے کوئی کیا کیا ثنا کرے — جسکا چراغ خانہ زین تا ابد ہو تو
اس بادپا کے وصف مین مطلع پڑھین ہم ایک — گر سرسری نہ سمجھے ہماری تو گفتگو

مطلع

شرمندہ ہو جمال مین حور اوسکے روبرو — جلدی مین وہ طبیعت محبوب تند خو
جوہر مین تیری تیغ کے کیا کیا بیان کرون — کہتے ہین جسکو ہے وہ تہور کی آبرو
اکثر ہوا ہے یون سر اعدا کو کاٹ کر — میدان مین کارزار سے تینے لیا ہی گو
القصہ جب کسی کا سر عافیت کھجاے — آئے ہے روز رزم وہی تیرے روبرو
ورد یا دل اسقدر ہے کہ جگ مین تمام خلق — بہر سخا کی سمجھے ہے تجکو ہی آبرو

حرف سوال پہونچنے پاوے نہ لب تلک
موج گہر پہونچتی ہین سائل کے تا گلو

یان شعر و شاعری سے ادا ہو نہ حق مدح
تن پر اگر زبان ہو بجاے ہر ایک مو

اس نظم سے غرض نہین مدح و ثنا ہمین
ہے تیرے ذکر خیر کی اپنی زبان کو خو

سودا کرے ہے ختم دعائیہ پر سخن
لائق تری ثنا کے نہین ہے یہ گفتگو

تا زیر آسمان ہو زمانہ مین صبح و شام
اپنی ہے یہ جناب الٰہی سے آرزو

روشن ہو تیرے دوست کا ہر شب چراغ عیش
بدخواہ کے نصیب نہو روز خوش کبھو

قصیدہ در نصائح فن شعر و طعن بر شاعری و در مدح مہربان خان

جب کہے مورد تحسین مین اکثر اشعار
کہا اوستاد نے مجھسے مرے سنکر اشعار

اے پسر چار نصائح مین کرون ہون اونکو
کرکے تحویل دل اپنے تو کہا کر اشعار

ہین جو خاقانی و فردوسی و سعدی مشہور
کیا عجب ہے کہے انکے جو برابر اشعار

اولاً یہ کہ مجالس مین زبان والون کے
تیرے آگے جو پڑھے کوئی سخنور اشعار

سخن ایسا نہو سرزد کہ دل اسکا ہو دونیم
گو ہوا تیغ زبان کا ترا جوہر اشعار

دومی یہ جو تو چاہے کہ نہ مجھسا ہو کوئی
شعر سے میرے کسیکے نہون برتر اشعار

شعر تحسین پہ بھی نادان کے نہ پڑھیو یکبار
پڑھیو دانا کی تو نفرین پہ مکرر اشعار

سومی گر کہے تجھسے کوئی نادان کہ ہین
تیرے دیوان مین دوانین کے افسر اشعار

شعرا مین تو نہ پڑھیو جز امید صلاح
ہوئین بالفرض ترے اونسے بھی بہتر اشعار

چارمین بال زن انکو نہ سمجھیو یہ فلک
مرغ معنی سے ترے پاوین جو شہپر اشعار

بوجھ کر اپنی ترقی کو تنزل تیری
عرش پر ہون تو سمجھ فرش کے اوپر اشعار

اس نصائح کی سند پھر ز کلام عرفی
لاکے وہ میرے لیے یہ زجواہر اشعار

لگے فرمانے کہ اوستاد انھونکا سنکر
ویسے شعرون کو کہے تھا نہ کہا کر اشعار

مرتبہ شعر کا زنہار نہ سمجھے گا تو
فائدہ کیا جو کرے داخل دفتر اشعار

اسطرح کی جو سنی طعن و تعرض ان نے
اور کے نام سے اپنے پڑھے اکثر اشعار

آفرین آفرین ہر شعر پہ دیکر اوستاد
بولا یہ خوب پڑھے تونے سراسر اشعار

سنکے تحسین یہ عرفی نے کی اوستاد سی عرض — میرے ہی گذرے تھے یہ میری زبان پر اشعار

پڑھکے نام اپنے سے تھا مورد نفرین ورنہ — کسی دیوان مین نہین اسنے تو بہتر اشعار

یہ سخن سنکے تامل سے دیا اسکو جواب — یون جو سمجھے تو کہان شاعری کیدھر اشعار

ہم تو چاہا تھا کہ ہوویں ترے آفاق کی بیچ — نور معنے مین بہ از خسرو خاور اشعار

پہ ہوئی جلتی کہ ہوئی تھی ترقی نہ کرین — اب جو چاہو تو سر مو کے برابر اشعار

غرض اس نقل و نصایح سے مرا ہے یہ مآل — ٹیک تو سپا ہین ہون اور تجھسے نکوتر اشعار

بزم ارباب سخن مین جو کبھو حاضر ہو — پڑھیو وان بیٹھ کے تو سب سے فروتر اشعار

یہ نہ ہووے کہ مسلط کئی اشیج لے ساتھ — پھرے پڑھتا ہوا اس وضع سے گھر گھر اشعار

آتے ہی چشم تو لے موند دہن کو دے کھول — باد جون چلتی ہو پڑھتے چلے فر فر اشعار

اور لشکرے سے یہ پیدا جو کرے حرکت کی — توڑھین پارہ شمشیر و سخنجر اشعار

دل مین لاحول ہے سامع کی زبان پر تحسین — جی مین یون جلد اٹھے یا لنے یہ پڑھکر اشعار

اہل مجلس تو دعا کرتے ہون چپ رہنیکی — صاحب خانہ جو ہو سنکے مکدر اشعار

بولے کیا آپ مین صنعت ہے کہ سبحان اللہ — لب پہ چپکتے نہین اسپر کہ ہین شکر اشعار

یہ کنایا نہ سمجھکر جو پڑھا سب دیوان — آئے دو چار ہی فہمید مین مر مر اشعار

مطلب اس وضع سے پایا تہین شایع شہرت — بلکہ اس سے تو ہون رسوائی پہ منجر اشعار

نطق کے باغ کا پھل نام نکلتا ہے سو یہ — خاکسارون کو ہین دین ہین ثمرہ بر اشعار

عجز ہو تو بجہان پاوے سخن حسن قبول — یون نہون نقش دل کہتر و مہتر اشعار

خزف دل کو کہا گو کہ صدف کا موتی — کب مصنف کے کہے سے ہوئے گوہر اشعار

نہین آفاق مین دلکش سخن بے تاثیر — گر اثر ہو تو کرین دل کو مسخر اشعار

بے اثر جسکے سخن ہوئین وہ شہرت کے لئے — پڑھے گو ملک بملک اپنے مکرر اشعار

آوے جو منھ مین نکالے وہ کسیکے حق مین — پر نہ نکلین کبھو جز دان کے باہر اشعار

حق کی امداد ہے مقبول سخن کا ہونا — یون تو کہتے ہین سبھی بہتر و بدتر اشعار

آدمیت ہے بڑی شے نہ کہا شعر تو کیا — کس پہ واجب ہے زارشاد پیمبر اشعار

شاعری سے نہ طلب کیجئے یہ فوقیت — خلق کی نظروین کر دین ہین جو حقر اشعار

مہربان خان بہادر مین ہے کیا خوبی خلق — جسکے ہین بحر معانی کے شناور اشعار

اس کمال اپنے پہ آگے وہ سخن سنجون کے
لڑتے ڈرتے بزبان لائے ہے اکثر اشعار

یون کہے فہم کا غواص کہ دلمین اپنے
رکھے موتی کی جگہ اسکے صدف بھر اشعار

کس زبان دان سے کہون اسکی مین تاثیر کلام
عاشقون کے ہین رگ جان کو نشتر اشعار

شیوۂ جور کرے ترک دو ہین گر اسکے
سنے عشاق سے معشوق ستمگر اشعار

اسکے دیوان کے خوبی مین کہون کیا جسمین
دلکش اکظلق کی ہین صورت دلبر اشعار

کون خوش قد ہے نہین جسکی زبان پہ دل پر
اسکے تو پہونچے ہین تا سرو صنوبر اشعار

کیا تعجب ہے زبانسے جو سنے طوطی کی
پڑھتی ہے اسکے تو بلبل چمن اندر اشعار

ہو کے مصروف دل و جانسے کہے ہین ان نے
بسکہ در منقبت حیدر صفدر اشعار

نظم اسکا رکھے ہے حکم دعاے جوشن
بہر حرز اسکے پڑھین عازم لشکر اشعار

اسکی ہمت نے کیا ایک جہانکو شاعر
کہتے ہین اب سب ہی لینے کے لیے زر اشعار

سیم و زر ہی پہ فقط کچھ نہین موقوف صلا
لینے کو لعل و گہر کہتے ہین گھر گھر اشعار

وصف شمشیر کیا چاہیے تو صورت نہ بندھی
ہو کے دو ٹوک کہے تا نہ سخن ور اشعار

جمع ہووے نہ کبھو یاد مین اسکے دیوان
رہین تا حشر خیال اسکے مین ابتر اشعار

اسکے توسن کا چلاوا ہے یہ موزون جیسے
طبع شاعر کی چلی کہنے کو ہر پھر اشعار

شرق سے غرب تلک آئین پہونچین یہ جہان
وصف مین اسکے اگر پھینکدون کہکر اشعار

مثنوی در تعریف شکار کردن نواب آصف الدولہ بہادر

سر صفحہ پر آج یون صبحدم
لگا دست سودا مین کہنے قلم

جو اس عہد مین ہند کا ہے وزیر
بہمت جوان و بتدبیر پیر

بدہر آصف الدولہ جسکا ہے نام
سلیمان شکوہ و ذوی الاحتشام

جہان تولے وہ اپنی شمشیر کو
تو رو باہ سمجھے ہے وہ شیر کو

کیا اون نے ناگہ بعزم شکار
قدم رنجہ اپنا سوے کوہسار

گیا اسطرح سے سوے صیدگاہ
بچا کر نگر صید کی وہ نگاہ

بجز زیر تیغ اسکے پائے نہ ادرہ
ہرن پاڑھے چیتل چکارے نے ٹھہر

نہ تھا چارپائے کو ہرگز بچاؤ
کیا قصد جس دم سوے نیل گاؤ

نہ دیکھا جو گاؤ زمین نے پناہ
قدم سیتی لے اُس کے اپنی پناہ

اگر ارنہ تھا وان وگر کرگدن
چھلین اوسکا کیا سر کے کوٹیسے تن

پھر اُس دشت مین جتنے کچھ تھے درند
کمند اجل سے کیے پاے بند

جہان تک تھے روباہ و گرگ و شغال
شکاری سگ اُنکے جھنجوڑکے تھی کال

سنی جسطرف کو خبر شیر کی
پہونچنے مین ہرگز نہ وان دیر کی

جو کیسا ہی وہان شیر تھا منگرا
تو کھال اُسکی بھی کھینچکر بھس بھرا

ہوئے شیر بیشون مین اتنے شکار
کہ باہر پڑے تھے زحد بے شمار

کیا دشت و بیشہ جو شیرون سے پاک
پڑی شیر کے مارنے کی یہ دھاک

رکھا نام پھیر اون نے ازخوف جان
کہ جس شخص کا نام تھا شیر خان

درندون سے جب صاف جنگل کیا
تو خیمے مین تشریف فرما ہوا

رہے دیکھ حیران صغیر و کبیر
جب آگے سے اُٹھ بھاگے قالی کے شیر

زمین سے فلک تک جو پہونچا یہ ذکر
پڑی اپنی برج اسد کو بھی فکر

نہ تھا صید بری ہی پر عرصہ تنگ
نہ ماہی بچے بحر مین نہ نہنگ

گزندون کے حالات کیا مین کہون
کہے بن بھی پر کس طرح سے رہون

جدھر آب شمشیر اوسکا بہا
نہ اژدر بچا ہے نہ وان اژدہا

بچھوڑا ہوا جب چرندون سے سیر
پرندون مین لے تعذری تا بٹیر

پرندہ نظر مین جو ان پیر کے
نہ آیا ہوا مین بجز تیر کے

اگر دیو دروان جو آیا نظر
بچھوڑا اغرض صید اوسے بوجھکر

نگروان سے جتنے کئی فیل لائے
سو حلقہ بگوش اُسکے وہ ہو کے آئے

سبھی فیل ہر چند محبوب ہین
سواری کے خاطر بہت خوب ہین

پر اک فیل کا اُن مین ایسا جمال
زبان وصف مین جسکے میری ہو لال

کبھو فیل ایسا بچشم جہان
نہ آیا نظر زیر نہ آسمان

وہ ہے قد و قامت مین اتنا بلند
لگا کہنے دیکھ اُسکو ہر ہوشمند

بدانست اپنے یہ ہاتھی نہین
ہوا دیکھ اسکو مجھے بالیقین

رہے جب نہ واں صید سو سو کروہ ... تو زنجیر کر کھینچ لائے ہیں کوہ
نہیں اسکی خوبی میں ذرّہ قصور ... خدا چشم بد سے رکھے اسکو دور
ترے سایے میں یہ جیے تا ابد ... تجھے پرورش کی رہے اسکے کد

مثنوی در تعریف دیوان و اشعار مہربانخان

صاحبا سیر کے ہیں یہ ابیات ... فکر عالی کی آپ کی کیا بات
یہ سفینہ ہے رشک ابر بہار ... ہر ورق اس میں قطعۂ گلزار
اسکی ہر لی نہ گر چمن پہ نظر ... شعر اس میں ہیں گل سے رنگین تر
اسکے پٹھوں پہ جلد کی یہ بہار ... در باغ بہشت کے ہیں کوار
صرف شیرازہ جو ہوا تیار ... ہے رگ جان عاشقان زار
نہ کرے سیر اسکی دل کو اداس ... منتشر ہوں تو جمع کر دے حواس
نہیں ایسا جو دیکھو ہفت اقلیم ... دردمندوں کی خاطر اور ندیم
دیکھے اسکو جو کوئی فرد افرد ... تا دم مرگ کھینچے آہ سرد
ہے عبارت میں اسکی بسکہ صفا ... آئنہ ہے عروس معنی کا
اسکے کیا کیا کروں میں وصف بیاں ... خط ہے خوبی میں یہ زخط بتاں
نکتہ رس کی نظر میں ہے یہ محال ... اسکے لفظوں کو پہونچے اسکے خیال
اس سے ہے گوش کو بھی دلکو سود ... معنی میں اس سے یہ کہیں افزود
لعل سفتہ لب و دہن تیرا ... در شہوار ہے سخن تیرا
تجھ دہن میں زبان سحر طراز ... ناطقہ کی ہے تکیہ گاہ ناز
چاہیے یوں کہ طوطی رضواں ... ہو زبان پر ترے بلا گرداں
تیرے خامہ کی کیا کہوں میں صریر ... بلبل باغ عشق کی ہے صفیر
شعر ناخن بدل ترا ہے جہاں ... زیادہ از بیت ابروے خوباں
ورد ابیات کا ترے مضمون ... جو ہے مصرع سو نالۂ موزوں
ہر غزل ہے تری کمال سخن ... تک شوخی غزال سخن

پڑھے دنگل مین جب رباعی تو
پوکڑی بھول جاے شاعر کو

ہین جو مصرع ترے مخمس کے
پنجہ زن جیسے ناکس وکس کے

نہ بچا تجھ سے اے مرے شہباز
مرغ معنی آسمان پرواز

شعر کی بحر مین ترا استاد
کشتی ذہن کو ہے بادمراد

لیک خدمت مین تیری اتنی عرض
کرنی اس خیرخواہ کو ہے فرض

اسکو ہر طرح تو غنیمت جان
پھر ملے گا نہ سوز سا انسان

کیسی ہی رام ہون کسیکے ساتھ
پنچھی بھڑکے ہوے نہ آوین ہاتھ

یون تو صید آکے اے گرم گستر
دام الفت سے تیرے جاے کدھر

تجکو بخشی ہے خلق کی خوبی
حق نے ایسی کی بہر محبوبی

سن کے باہم تری وفاداری
بخشے ہے عمر خضر مین یاری

دستگیری کا تیری دیکھ نباہ
ہو نہ مژگان سے طفل اشک تباہ

گر مروت سے تیری کچھ مذکور
کیجئے تو نہین یہ عقل سے دور

کردے تحلیل سنتے ہی وہ ذکر
شعلہ کو خس کی دوستی کا فکر

جز جو یہ تجھ مین ہے سخاوت کا
انتہا اسکی لے سکون مین کیا

وہ کوئی تجھسے عرض ہمت لے
جو ترے آگے دو جہان رکھدے

تجھ شجاعت پہ متفق ہے گروہ
تو سراپا جگر ہے صورت کوہ

رزم اور بزم مین علم ہے تو
صاحب سیف اور قلم ہے تو

صف اعدا مین یون ترا سر جنگ
جاے ہے بیٹھ جیسے تیر و تفنگ

لیکن اس نظم سے نہ سمجھیو تو
کچھ صلہ سے غرض ہے سودا کو

اس سے رکھتا ہے یہ دل مہجور
مہربان دوستی تری منظور

کر چکا مین دعا پہ ختم کلام
پہونچے رخصت کا میرے تجکو سلام

حشر تک زیر سایہ نواب
رہیو جون آفتاب عالمتاب

مثنوی در تعریف چاہ مومن خان

رہ کے دنیا مین کیجئے وہ فکر
بعد کوئی کرے بخوبی ذکر

یہ لباس حیات فانی ہے — نقش بر آب زندگانی ہے
آگے کرتے تھے آدمی وہ کام — جسکے باعث رہے ہمیشہ نام
کرتے تعمیر اہل ہمت وچاہ — پل ومہمانسراے ومسجد وچاہ
اب نہ وہ دن ہین اور نہ وہ راتین — رہ گئین یادگار یہ باتین
وہ جو تھا کوئی شخص مومن خان — غور گر کیجئے تو اب ہے کہان
لیک وہ کر گیا ہے ایسا کام — کہ سدا باجتا ہے اسکا نام
نزد اہل خرد کبھی نہ ہوا — جسکا نکلا ہے اسطرح کا کنوا
کیا کنوا ہے کہ جسکی سنکے ثنا — جھیکے آوے ہے دیکھنے دریا
نالے آٹھ آٹھ آنسو روتے ہین — شرم سے ڈبرے آب ہوتے ہین
جتنے روے زمین پہ ہین تالاب — ہو گیا ہے سبھونکا زہرہ آب
ڈگ ڈگا کر اگر کوئی پیوے — تا نہ اوڑھے لحاف کب جیوے
شور شوربے کا اوٹھ گیا یکبار — ہو گیا سرد برف کا بازار
برف والے جہان تلک ہین اب — گرد پیش اس کنوئین کے آکر سب
کہتے ہین ہاے چاہ مومن خان — گھر ہمارے کو کر دیا ویران
کیا سقون کا خانمان آباد — تیرے ہاتھوں سے اے کنوئین فریاد
روز ہین کے تمام اب کودے — چھینی بھر پانی لیکے ڈوب مرے
جن نے یکبار بھی پیا وہ آب — حشر تک زیر خاک ہے سیراب

مثنوی در مدح

کھدا تیرے خاتم پہ جب تیرا نام — سند اس سے پانے لگے خاص عام
ہوا ایک عالم کو کاغذ سے فیض — لگی جب سے ہونے تری مہر بیض
جہان خلائق کا ہو مہربان — کیا کام مہر اپنی سے ہین رواں
سراپا تو فیاض ہے اے جناب — نہین اپنی قسمت سے ہین کامیاب
زبونی مرے بخت کی اس ہین ہے — وگرنہ تری مہر تو ہے وہ شے

نگین سلیمان کہ تابندہ بود	ہمین اسم اعظم درو کندہ بود
بہت ان دنوں ناتوان ہو ہلال	تفضل سے کر اپنے بدر کمال

قطعہ در مدح نواب عماد الملک آصف جاہ

مدار کار دو عالم حصول ہر مامول	مراد اہل دعا مدح سرور مسئول
اساس طارم عالم عماد ملک مدام	ملوک دہر ورا کردہ در کرم مجہول
امام عالم و کامل عدد دل حارس ملک	سر آمد رؤسا سرور ملک معدول
کہ الہی مداحصا، ما علی الا دوام	ہو الدلائل للدہر علمہ مدلول
ہمہ مراحم اعطاے او مراد سوال	کہ داد للہ اکرم در اہم محصول
دوام ور دمالک درا ہمہ معلوم	رسد عطا و کرم در مصحح و معلول
طعام او ہمہ کس را مراد دل دادہ	کلام او ہمہ دم روح را دوا ماکول
ہمہ عطارد و مہر و سماک دہم لامح	وگر سہا و سما در مراد او محلول
سرور روح ہمہ در دل او محصور	ودود را ہمہ سور و عدو را مسلول
حسام ہمہ ساطع او مہر ساد ہر دم	ہلال معرکہ ہا کرد رمح را مسلول
ہوا و حرص و ہوس ہر سہ را ہلاک کردہ	ورد و ورد دم الصوم عمر و را معمول
دعا را او کہ سہام دعا و روح ملک	سداد او کہ صلاح محمدؐ مرسول

مخمس تضمین غزل حافظ در تعریف بادشاہ زمان

خسروا تجھ سا کوئی دوران بہم پہنچائے تو	یا بہ تخت سلطنت ایسا ہمیں دکھلائے تو
تجھ در دولت پہ یوں بولے سلیمان آئے تو	اے قبائے بادشاہی راست بر بالائے تو

زینت تاج و نگین از گوہر والائے تو

دیکھ تجھ شاہ بلند اختر کو بولیں نیک و بد	آسمان جا ہا رہے تیری یہ شوکت تا ابد
ذات سے ہے تیری فزونی نسبت کی عدد	آفتاب فتح را ہر دم فروغی می دہد

از کلاہ خسروی رخسار مہ سیمائے تو

آسماں تک گر کوئی پہونچے زمیں سے کرکے جست　　گرد رہ تیرے کے آگے مرتبہ اسکا ہے پست
فیض کو تیرے قدم کو کسکا پہونچے فیض دست　　گرچہ خورشید فلک چشم و چراغ عالم ست

روشنائی بخش چشم اوست خاک پائے تو

مردمک ہے چشم تیرے کی مہوس خسروا　　خاک کو جسکی نگہ کردے طلائی کیمیا
اوج دولت کو نہ پہونچا کوئی بن تیری عطا　　جلوہ گاہ طائر اقبال باشد ہر کجا

سایہ انداز د ہمائے چتر گردوں سائے تو

علم کی مبحث میں ماہیات جو کی تونے صاف　　اُس سے رکھ سکتا ہے کب منقول و معقول انحراف
حاشیہ تصنیف کا تیرے نہ لکھیں بر خلاف　　در علوم شرع و حکمت با ہزاراں اختلاف

نکتہ ہرگز نشد فوت از دل دانائے تو

عالمِ علم لدنی نطق کا تیرے مدد　　بو علی مبحث میں لے تقریر سے تیری سند
زندگی خوانندہ تحریر کی ہوتا ابد　　آب حیوانش ز منقار بلاغت میچکد

طوطی خوش لہجہ یعنی کلک شکر خائے تو

تھی سکندر کے زمانہ سے زبس صحبت برآر　　سیم و زر جاہ و حشم مال و منال و اقتدار
جو غرض چاہا دل اُسکے نے دیا وہ بیشمار　　آنچہ اسکندر طلب کرد و ندادش روزگار

جرعۂ بود از زلال جام جان افزائے تو

کچھ ہو بندے پر خداوند اپنے کا جیسے کرم　　شکر ہر حالت میں لازم ہے بحال بیش و کم
تن ہو گر صرف زباں مانند شمع صبحدم　　عرض حاجت در حریم حضرت چون آورم

راز کس مخفی نماند بر فروغ رائے تو

قصیدہ فارسی در تعریف مسجد نو

با عندلیب گلشن ایمان برابر ست　　گلبانگ مرغ خامہ ام اللہ اکبر ست
دارم من از لباس حرم صوف در رداد　　ہر سو کہ او روان شود اسلام رہبر ست
بر صفحہ ہای خامہ من [illegible]　　گر رشتہ محبت حق تار مسطر ست

بین السطور او که بهر صفحه نقش زد — از چاک جیب صبح سعادت منورست

حرف زبان کلک من از کثرت جلای — نحو نیست هر ورق چو بر آئینه جوهرست

هرگه رسد چو شاهد معنی بخاطرم — بی بینمش که جامهٔ احرام در برست

چشمم اگر به سبزهٔ خط بتان فتد — بی آهوی حرم بنظر نوک نشترست

بادو می شاهباز خیالم که در هواست — بر مرغ رو بقبله نشین سایه گسترست

از استماع نظم کلامم درین مقام — هر رند جبه در بر و عمامه بر سرست

زاهد چنانست تشنهٔ حرفم بقول کس — چون گوش روزه دار بر اﷲ اکبرست

چون محتسب سوار شود در رکاب او — سنگی برای شیشه بدست قلندرست

شادی غرهٔ رمضان زیر آسمان — نزد مغان زغرهٔ شوال خوشترست

یعنی بزیر ابروی پیوستهٔ بتان — در چشم خلق جلوهٔ محراب و منبرست

تا بشنود بمدرسه بانگ صلوة را — شد در پی معالجه گر برهمن کراست

خواهان سبحه بسکه بود خلق دانه اش — از در شاهوار به قیمت گران ترست

در فکر بوریاست گدا از پی نماز — مصروف بر عمارت مسجد توانگرست

دیدیم تازه مسجد نورانی که زد — در اقتباس نور مه و مهر اخترست

آبی که ریخته شد به تعمیر آن مکان — پیداست از صفاش که او آب گوهرست

هر سنگ او ز عکس کواکب بوقت شب — در چشم روزگار ز ترصیع بهترست

یارب چه مسجدیست که گرد حریم او — ارواح اولیای مکمل کبوترست

فرمان روا مسیح بمعمار آن بناست — دل را فضای او که جنین روح پرورست

آید صدا ز گنبدش از جنبش نسیم — بنگر که شان رفعتم از عرش برترست

دل در تعجب است که گلدستهای او — هم در بهار و هم بخزان تازه و ترست

وصف کتابه اش چه نویسم که در نظر — چون سرنوشت صاحب ایمان منورست

حاجت بدان حرم بفروغ چراغ نیست — شب تا سحر تجلی حق شمع منبرست

فی الفور میرسد بدر خانهٔ قبول — آنجا برای مرغ دعا فیض شهپرست

بر سطح او مقابل محراب حوض نیست — چشم پر آب جانب ابروی دلبرست

دیدم چو عکس قبهٔ زرین او در آب — پیدا نشستم که مهر بجوشش شناورست

کرسی او ز مرتبهٔ انبیا بلند — صحنش بوسعت کرم حق برابرست
جاروب صحن شکل خطوط شعاعی ست — جاروب کش بصورت سلطان خاورست
هرچند جای رفته بسی دیده ام ولے — دل را ازان صفا که برو دید یاورست
آیند در شمار نظر ذرّه هاے خاک — عکسی اگر درون ز هوای مکدرست
چاهی باین لطافت و خوبی بکنج اوست — آبش چنان قریب که بالب برابرست
مردم بگرد او همه وقت از پے وضو — چون صورت صف مژهٔ دیدهٔ ترست
نقاشی عمارت آن سجده گاه خلق — در تازگی ز باغ جنان هم فزونترست
نقاش او که رنگ طراز ست چون بهار — گلشن بهر گلی که ز دیوار تا درست
نوعے کشید کردهٔ موج نسیم صبح — بر عارض نگار چو زلف معطرست
بیرون ز حد وصف بود دست کاریش — هر دم بکلک صنعت او صنع دیگرست
از بس دران احاطه صفا را بکار برد — مطلع بوصف او ز گهر هم صفاترست
یک سمت نقش لاله و یکسو صنوبرست — از عکس یکدگر بقرائن برابرست
اینجا کسے که پیش نماز ست صفا او — در گوش هوش از همه اوصاف برترست
در فرض صبح و شام ز هر سوره خواندنش — نحوے بدل صدای قرأت موثرست
هرکس که بود منکر قرآن شنید و گفت — لاشک کلام حق بزبان پیمبرست
گویند عرشیان که صدای موذنش — در گوش ما ز نغمهٔ داؤد خوشترست
خوش بلبل ست او که سحرگه ترانه اش — در باغ دین بمدح خدا و پیمبرست
خوش لهجه او طیب ست خطیبش که نطق او — بهر ضیافت صلحا شیر و شکرست
واعظ چه واعظ ست که تاثیر حرف او — سدّ ره صعوبت فرداے محشرست
لاریب هیچ خانه بود خانهٔ خدا — کانجا گدا و شاه بیک سجده همسرست
هرکس دران مقام دو رکعت نماز خواند — فردا باو ثواب دو صد حج اکبرست
هرگه رو بکعبه گشت کند رو کدام سو — زین وجه مرغ قبله نما سخت مضطرست
سودا اگر کسے بقسم گو باین سخن — در رتبه آن سگان ز حرم پایه کمترست
شخصے که واقف ست ز شان بزرگیش — او را کے از زبان کس این حرف باورست
بودم درین خیال در آنجا که ظاهرا — با کعبه این رواق مقدس برابرست

ناگہ بسجدہ از پے تاریخ حاجیے سر را نہاد و گفت کہ از کعبہ بہتر ست

ہجویات

مثنوی در ہجو میر ضاحک

ہے عجیب و غریب زیر سما
اک یہان صورت آشنا اپنا

کہیے اسکے تئین قسم کھا کر
امت دانیال پیغمبر

نہین دین نبی کا اسمین اصول
اور دنیا کے ہین چلن مین اکول

شاہ قانع اگر ولی ہو فقیر
اسکو مانے کبھو نہ یہ بے پیر

کیا حریص طعام ہے یہ پلید
حارث سنگدل کا ہے وہ مرید

دہر نے یہ بڑی حماقت کی
اپنے گھر اسکی لا ضیافت کی

لا کر ایسا ہی ایک دسترخوان
طول و عرض اسکا کیا کرون مین بیان

شرق سے تا بغرب بچھوایا
اسپہ تنہا اسکو بٹھلایا

اسپہ نعمات حق جہانتک تھے
بان سے آگئے وہ اسکے ان تک تھے

اسمین کچھ اس سے ہو گئی ان بن
اسکو اٹھوا دیا پکڑ گردن

ہاتھ بھی یہ نہ ڈالنے پایا
چاٹتا ہونٹھ اپنے گھر آیا

پھر گیا اوس سے تو زمانۂ شوم
کھانے کا بچنا اسکے گھر معلوم

کنکری چننے پہ ہے اب گذران
معدہ اسکا ہے مرغ کا سنگدان

سنگریزے تلک نہ اس سے بچے
معدے مین اسکے تو پہاڑ پچے

آدھ سیر آٹے کا خدا ہے کفیل
پیٹ اسکا ہے عمرو کی زنبیل

گھر مین اب جسکے دیگچہ کھڑکے
در پہ اسکے یہ بیٹھے یون اڑکے

گور سے پھر جو رستم اٹھکر آئے
میت اسکی اٹھائے یا نہ اٹھائے

خوردنی کی ہو جس زمین پہ باس
جمع وان کرکے اپنے ہوش و حواس

بیٹھے مکھی کی طرح ہے در پے
دونون ہاتھون سے سر کو پیٹے ہے

آگ لگ کر کسی کے گھر سے دود
ایک ذرہ بھی گر کرے ہے نمود

لوگ تو دوڑتے ہین بجھانے کو
دوڑے ہے یہ لے رکابی کھانے کو

ہر کسی بنیئے کی دکان پہ جا
اپنی باتون مین اسکو لیوے ہے لگا

کام ہر شے جب اپنا کر لیوے — گلے بندر کی طرح بھر لیوے
توڑ کھاتا ہے جا کے پاخانے — یہ بڑا سیر اپنی کے دانے
اسلئے ہجو خلق کرتا ہے — گالیان کھانے تک بھی مرتا ہے
شادی مین گر کسی کے گھر یہ جاے — صاحب خانہ رنڈیان بلوالے
کیا طمع اسکی اس گھڑی مین بتاؤن — کچھڑی یہ چاہے بھر مین ہین لیجاؤن
راگ گر ہو کلاوتون کا وہان — اس جگہ گا رہا ہو جیون خان
اور پکھاوج بجاے دیبی داس — سرون کی بندھ رہی ہو باہم آس
کیسی ہی دیبی داس پرنے لے — نہ سنے آپ یہ نہ سننے دے
یہی پوچھے ہر ایک سے بے شرم — پوڑی کا آٹا سخت ہے یا نرم
صاحب خانہ اسمین گر جھنجھلاے — اپنے نفرون سے جوتیان لگواے
اسکو ہرگز نہین حیا سے لگاؤ — جاے تو یہ کہے پلاؤ پلاؤ
نان بائی محلہ یون فریاد — کرے ہے یارو دیکھو یہ بیداد
جاٹے ہے چوری سے رشیدے کو — مار ڈالون گا اس ندیدے کو
جورو اپنی پہ جب کرے ہے نظر — اس سے کہتا ہے تب یہ گیدی خر
کچھ ترے پاس اے حمیدہ ہے — تیری انگیا مین گاڑ دیدہ ہے
یا چھپائے ہین تو نے قرص پنیر — سچ ہی کہہ ورنہ ہونگا مین دلگیر
اسکی باتون سے اسپہ یہ عذاب — کہ دل اس نیک بخت کا ہے کباب
غرض اسکو یہ کب جب آتا ہے — حاضری خلق کی بناتا ہے
جو اسے میہمان بلاوے ہے — آفت اپنے وہ گھر پہ لاوے ہے
یہی کہتا پھر اسکے گھر بیٹھے — اور کوئی نہ کھانے پر بیٹھے
بولتا آوے ہے قدم بقدم — کہو کھانے کو جلد دیوین دم
نہ سلام علیک نہ کچھ بات — صاحب خانہ سے کرے بد ذات
بیٹھتے ہی نکالے ہے یہ ذکر — پیٹ کی میرے کچھ نہین ہے فکر
بھوک کچھ کم ہے اندنون میری — روٹیان سو پچاس ادھ سیری
نان با کو کہو یہ بلوا کر — جلد ان کو تنور لگوا کر

جب تلک کھانے پک چکین سارے ان ہی کو لاکے میرے سر مارے
جتنے دنیا کے بیچ ہین اشکال اشتہا ان مین تھامنا ہے محال
جب تلک کھانا آوے ہی آوے اسی یک یک مین جان کھا جاوے
کھانا آوے تو اسطرح لوٹے جیسے کوئی کسی کا گھر لوٹے
مارے لقمے تو اسطرح بد ذات جیسے جھاڑے کوئی پٹے کے ہات
وہ جو نوکر کھڑے ہون جس تن کے منھ کو حیران ہو تک رہین اسکے
ڈیگچی جب یہ چاٹ کر چھوڑے منھ کو کھانے سے موڑے تو موڑے
کھانا کھانے مین ایک دن ناگاہ پڑ گئی اسکی آئینے پہ نگاہ
بولا دیکھ اپنے عکس کو وہ لئیم کب ہے اے بھڑوے تو مرا ہے ندیم
غرض اس طرح کا جو ہووے بخیل کب زمانہ کرے نہ اسکو ذلیل
ایک تھا اس کا آشنا دل سوز وارد اوسکے یہ گھر ہوا اک روز
ظاہری اسکے گھر تھی کچھ شادی سر مجلس بلا اسے جا دی
بیٹھے باہم سے آشنا بے تمیز صاحب خانہ کا ہر ایک عزیز
اور وہان ہو رہا تھا راگ و رنگ ناچ ہوتا تھا باجے تھی مردنگ
نہ تھی اسکو کسی سے بات اور چیت بھوک سے اسکی لگ رہی تھی پیت
گاہ چونکے تھا گاہ اونگھے تھا گاہ مطبخ کی باس سونگھے تھا
اسمین یہ سو گیا تو دیکھا خواب گویا بیٹھا ہوا ہے بر سر قاب
تاکہ اوس قاب پر اک اور آیا تب یہ بے اختیار بڑبڑایا
جگ مین کھاتا ہے اور سیر اُنھ گیدی یہ قاب اور تیرا منھ
کہکے یہ نیند مین جو مارا ہاتھ پاس لڑکے کی پگڑی ہاتھ کے ساتھ
اوڑ گئی سر سے آ گئے یان کون تھا یہ نزدیک ہووے کشت و خون
صاحب خانہ درمیان مین آ پوچھا اس سے تمھین ہوا ہے کیا
تمنے کیون اسکے سر پہ ماری دھول تمپہ شیطان چڑھا پڑھو لاحول
خواب کو اپنے کرکے تب تقریر کہا اسمین ہے کیا مری تقصیر
سنکے یہ خواب اس سے یہ کہا صاف سب نے ہنسکر کہا کہ تم ہو معاف

گھر کے صاحب نے دیکھکر یہ طور ہو کے محجوب یہ کہا فی الفور

حرکت تم سے یہ نپٹ تھی بعید کی ہے کھانے کی مین اپنی تاکید

تب یہ ہنسکر زبان پہ لایا بارے کیا کیا کہو تو پکوایا

کہا قلیہ پلاؤ بریانی ہے یہ سب صاحبون کی مہمانی

یہ سخن سن کے مثل تیر شہاب دوڑا مطبخ کی سمت ہو بیتاب

جا کے مطبخ پہ یہ پڑا اس طرح مین بیان اسکا اب کرون کسطرح

لاٹھیان لے لے ہاتھ پیر و جوان کرتے ہی رہ گئے سبھی ہان ہان

گوشت چاول مصالح ترکاری سب سمیٹ اسنے ایک ہی باری

مطلق اسنے نہ مانی ڈانٹ ڈپٹ رکھکے کلے مین کرگیا سب چٹ

خرچ کر یہ سلوک دوست کے ساتھ مانگے پھر یہ دعا اٹھا کر ہاتھ

یارب اتنی تو اب مری سن لے مجکو اک آسمان سا کلا دے

وہ بھی یون ہی چلا کرے دن رات جو ہم پہونچے وان جما دو نبات

چاٹ کر اسکو اپنا پیٹ بھرون تف نہ جا کر کسی کے در پہ کرون

قصہ مہمانی کا سنا تم سب پڑے اس بھوک پر خدا کا غضب

جائے بازار کو اگر وہ لئیم خلق سمجھے کہ پہونچی فوج غنیم

نان بائی کنجڑے حلوائی کہین آفت کدھر سے یہ آئی

جو ہے دکان مین سو اوسکو بچے جان یارب ہماری اس سے بچے

بھوک مین جب ادھر یہ آتا ہے لوگون کو کاٹ کاٹ کھاتا ہے

جن ہے یا آدمی ہے یا کیا ہے یا کوئی دیو بوکھلایا ہے

نہین ڈرتا یہ لاٹھی پاٹھی سے کیا کرے لاٹھی اسکی لاٹھی سے

آوے جو کھینچ سامنے تلوار جب تلک پہونچے اسکا اس تک وار

مورچے کی طرح یہ اسپر آئے کتنے سے پیلی تلک کھا جاوے

کھو کھدی کی جھانجھ گرے یک پہر آوے پھر منڈلون کے سر پہ ٹھہر

سیر یون بھی نہ ہو تو جنگل کو تول لیجاوے بھوک کے بل کو

کھا چکے کشت جب اوکھاڑا دکھاڑ پھر تو نگلے ہے پیڑ و اجھاڑ کے جھاڑ

غرض اس بھوک پر کہ ننگے ہو رو کھ
تیسرا اس فکر مین گیا ہے سو کھ

چار کے کاندھے جب یہ جاویگا
تو شنے کی روٹی کو کبھی کھاوے گا

ایسے بھوکے پہ لعن کیجے مدام
شام سے صبح صبح سے تا شام

ترجیع بند در ہجو ضاحک

جا صبا ضاحک سے کہہ بعد از سلام
کیون کیا کرتا ہے ہجو خاص و عام

آپ کو کہتا ہے تو سیّد ہون مین
جد مرا پوچھو تو ہے خیر الانام

بس دکھا تو اب کسیکی ہجو مین
ہو اگر ختم رسالت کا کلام

انکی تو امت پہ اوقات شریف
گذرے ہے خلق و کرم ہی مین مدام

کون ہے تیری سیادت کا مقر
جانتے ہین خاص سے لے تا عوام

تیرے والد کو ہوئی تب ایک سال
تب حکیمون نے بہ تشخیص تمام

نق سمجھکر یہ دوا تجویز کی
شیر خر با قرص کافور ایک دام

مول لے اک مادہ خر پینے لگا
ہر سحر اس شیر کا اک بھر کے جام

عمر باقی تھی غرض پائی شفا
پھر ہوا سوزاک ہو بند احتلام

آخر کار اس مرض کی بھی دوا
وہ جو مادہ خر تھی اسکے آئی کام

ریم سوزاک پدر سے تو شریر
رحم مادر مین الٹ نکلا ہو سیر

سن تو ٹک اے نصف انسان نصف خر
ہمنے کیا سید نہین دیکھے مگر

ہے تک حرمت اپر خدا کی خلق کے
تک کسی سید نے باندھی ہے کمر

ریزہ چین جس جس کے ہے تو خوان کا
ہجو کرا اس کی ہر شام و سحر

راتدن پڑھتا پھرے ہے اے لعین
انکی اسکے گھر مین انکی اسکے گھر

پیش لکم تجھ مین نہ دیکھا عقل و حمق
نطفے کی ترکیب کا ہے یہ اثر

گھر سے اپنے کھا کے جاوے جسکے ہان
جاتے ہی مانگے ہے اس سے ماحضر

عقل کہتی ہے کہ کھائے پر نہ کھا
حمق کہتا ہے کہ بیٹھے سے نہ ڈر

سیّد اے میر مثلث آپ کو — کہنا اتنا ہو کے بے خوف و خطر

ریم سوز اک پدر ہے تو شریر
رحم مادر میں الٹ نکلا ہو میر

تال سر سے ہے ترا گانا بری — تجھ سے مت گا بلحن مادری
دخل ٹک صوت پدر کو بھی تو دے — تا یہ سمجھے ہے للت یا گوجری
لعن تیرے سر پہ کرتے ہیں مدام — لے رباب و بین سے تا کینگری
تال پر تھپکار دے ہے ہر زمان — از پکھاوج تا بڈھولک خنجری
تف اسے جن نے سکھانے کو ترے — ڈنڈی کاندھے پر طنبورے کی دھری
برزخ انسان و حیوان میں سدا — ہے جو تیری زیر چرخ چنبری
اس سے نے دعوی مصاحب خانہ ہے — ہے نہ ہو خان کو ذرہ ہمسری
بس تیا باعث انھون کی ہجو کا — بدعبث کہتا تو ہے بدگوہری
دیکھکر خلقت میں تیری شکل کو — شکر خالق کرتے ہیں دیو و پری
سن چکا اپنی سیادت کا نشان — تہمت اپنے پر نہ کر اسے مفتری

ریم سوز اک پدر ہے تو شریر
رحم مادر میں الٹ نکلا ہو میر

پہونچے گر شعر اب ترے دفتر تلک — پہونچے ہے کہتر سے لے مہتر تلک
مجکو یہ ڈر ہے نہ پہونچیں آج کل — انکی نعلین بھی تیرے سر تلک
ہاجی تو جسکی زن و دختر کا ہے — ہے سخن انکا بھی تیرے گھر تلک
نبھیجے تو ناموس جن کا تا بہ آسیا — دے بھی تیرا بھیجیں فیل و خر تلک
خشک تنکا نہیں سماوے جس جگہ — وان گھسیڑے خلق چوب تر تلک
جس گھر میں ہو نہ رشتے کی جگہ — تار کش نہ کھینچے گا اس کو سر تلک
یہ بڑا موتی کا ہے قیمت شکن — پھر بہا کب اسکا سیم و زر تلک
مرغ ہووے حیدر آبادی تو خلق — دیکھ لے ہے اسکے بال و پر تلک
گر اصالت کے نشان ہوں بر خلاف — پہونچے ہے وہ گو دکش کے در تلک
اب نسب تیرا جو ہے اس وضع پر — پہونچے کب پیغمبرؐ و حیدرؑ تلک

ریم سوزاک پدر ہے تو شریر
رحم مادر مین الٹ نکلا ہو میر

تو نہین سید کیا ہین امتحان
آل پیغمبر کی کب ہے یہ زبان

جگ مین اب تیری سیادت کا نسب
سمجھے ہین نیو لے تلک پیر و جوان

دفع کو تیری نہین اب فائدہ
کھینچے گر قصد بے تیر و کمان

بل اگر پاتے بر آمد کا ترے
ایک گز کے پیچ بھر تو تھا کہان

اے سنی بنول ترا روز ازل
خاک آدم مین اگر ہوتا نشان

ہجو کرتا کیون تو ان اشخاص کی
وہ جو ہین ممتاز زیر آسمان

کونسا سید بنا ہے مسخرا
گھر بگھر بھرنیر و قرص نان

اک نشان تجھ مین نہین ان کا کہ جو
روز محشر ہین شفیع انس و جان

نسل مین انکے گنے ہے آپکو
کچھ بھی تجھ مین عقل ہے اے قلتبان

میر وہ تو جانے ہین جن کا نسب
ڈرخدا سے تو کہان اور وہ کہان

ریم سوزاک پدر ہے تو شریر
رحم مادر مین الٹ نکلا ہو میر

اس اجنہ کو بھی اکثر اے لئیم
کہتے ہین سید کہ گھر جسکا ہو شیم

موری کے مطبخ کا اک بجتنا ہے تو
گو تجھے سمجھین ہین سید نا فہیم

کہہ تو کس سید کو بر بوے طعام
گھر بگھر دوڑاتی پھرتی ہے نسیم

کون سا سید بنا عاشورے مین
تجھ سوا حارص بہ مشقاب حلیم

فی الحقیقت ہے تو مضحک ضاحکا
پر تو سمجھے تب جو ہو ذہن سلیم

وہ تو ہے ضاحک ہنسے جو غیر پر
تو ہنسا دے اسکو جس کا ہو ندیم

مسخرے سید گنے تو آپ کو
سرد سمجھا ہے مگر نار جحیم

ہے وہی سید کہ جو پشتین سے
تا بہ پیغمبر گنا جاوے کریم

برخلاف اسکے تو با تیغ زبان
دل خلائق کا کرے ہے تو دو نیم

اس عمل پر تو کہے سید ہون مین
لعنت اے بھڑوے جہنم کے مقیم

ریم سوزاک پدر ہے تو شریر
رحم مادر مین الٹ نکلا ہو میر

گر تو ہو آل نبی اے مسخرے
مومنوں کی ہجو تو ناحق کرے

جو تو سید ہووے تو دیوڈں تجھے
خمس کے پیسے تو ہیں گھر میں دھرے

یہ روپے تو وہ نہیں جیسے کہ تو
رنڈیاں لیجا کے لے کھوٹے کھرے

کہ معالج خان نے تیرا کیا ایسا
تو جو انکا منھ میں اپنے گہ بھرے

میر نواب اور انکے بھائی کی
ہجو تو کرتا ہے وہ ہیں منکرے

میں یہ سمجھوں ہوں کہ تو اس وضع سے
آج اگر جیتا بچے تو کل مرے

میرزا پہلو سے تا مرزا رفیع،
نظم میں آئے ترے سب بے پرے

اور نام انکا تو لے سکتا نہیں
جلسے ہیں یہ شخص رتبہ میں ورے

تجھ سوا کس میر کی ایسی ہے شکل
جسکی صورت دیکھکر شیطان ڈرے

تو جتا وے اپنی میری جس گھڑی
گو بدیت این حرف ہر دانشورے

ریم سوزاک پدر ہے تو شریر
رحم مادر میں الٹ نکلا ہو میر

یہ تو ہے ممکن جہاں سے تو اٹھے
دود اٹھے جس گھر نہ والنے تو اٹھے

جس زمیں پر بوہو کھانیکی تو کب
گردش ہفت آسمان سے تو اٹھے

مثل سگ ہے جوع سے تیرے محال
گوشت کھا کر استخوان سے تو اٹھے

ہاتھ سے کہنے میں ہے اٹھنے سی حرف
یہ تو کیا معنے زبان سے تو اٹھے

سامنے تیرے اگر لا رکھے توپ
ذکر کیا ہے خوف جان سے تو اٹھے

گولے سے اٹھے تو اٹھے یہ نہو
ہیبت عالم ستان سے تو اٹھے

بولیں یوں انفار اسکے جسکے گھر
کھانا کھانے کو جہان سے تو اٹھے

کھانا تو تھوڑا سا دستر خوان پہ ہے
دیکھیے کسطرح یان سے تو اٹھے

منڈیوں میں گر ہے تجھ پر یاد ہاڑ
یہ نہو خالی وہاں سے تو اٹھے

ہوتے تجھے غیرت تو دستر خوان ہی کیا
سکے یہ ہندوستان سے تو اٹھے

ریم سوزاک پدر ہے تو شریر
رحم مادر میں الٹ نکلا ہو میر

کیجو میری ہجو تو اے بھڑوے نٹ
تو بھی دو دن بانس سے تجکو الٹ

جو ترے دل مین ہو کہ تو شوق سے
دیکھ تو ٹک یار بھی ہین کیا اکٹ
ہجو کی ہے تو نے انکی آج تک
جون کبھی چھپے مر نہین سکتی ہے چپٹ
عیب دنیا کیا ہے جو تجھ مین نہین
جو تو چاہے کہ نہین اُسمین کپٹ
بات کیا ہے وہ کہ اب میرے تئین
جسکے ظاہر ہونے سے لاگے ہے چپٹ
مولوی صاحب کو جو پھر کچھ کہا
دیکھیو کیسا کر دن گا چپت ڈپٹ
آوے جو خاطر مین تیرے مجکو کہہ
اے دنی شان اسمین کیا جاویگی گھٹ
پھر نہ کہیو میر ہرگز آپ کو
یون زبان خلق کو لاگے گی رٹ

رکھم سوز اک پدر ہے تو شریر
رحم مادر مین الٹ نکلا ہو میر

مخمس در ہجو اہلیہ میر ضاحک

ضاحک کی اہلیہ نے جب ڈھول گھر دھرایا
بے وجہ رات ساری ہمسایوں کو جگایا
ٹھٹھک مین بیٹھ بوڑھے جونڈے کو جب بلایا
تب شیخ سدو اُس پر اساک کھا کے آیا
بولا کہ کیون بے ضاحک بکرا کوئی منگایا

ضاحک یہ سنکے بولا تمنے زبان نکالی
بے آج تو کہا ہے کل دو گے مجکو گالی
بکرے کی شکل یان تو نے گوری ہے نکالی
بی بی کو اور تم کو گھر کر دیا ہے خالی
بکرا وہ دیگی تمکو جن نے کہ سر چڑھایا

میران یہ سنکے بولے پھر کہیو کیا کہا جی
ہین آپ سو نہ تم نا کچھ اور حرف جانتا جی
بکرا اگر نہ آیا چھوڑ دن گا کر تجھا جی
گالی تو اک طرف ہے یہ سُن رکھو بچا جی
آگے ہے ڈھول ڈھنیا مین تمکو کہہ سنایا

ضاحک نے تب کہا یون مجھ پاس ہین گبوڑے
گر کے تو لگے ہین اور تیل کے بگوڑے
بیٹھا کر وجہ منھ کو دھیلے کے ہین گنڈوڑے
تب شیخ سدو بولا سنتا ہے دہی گے ...
بھینسا ہی لیکے چھوڑ دن خاطر مین کیا تو لایا

ڈھڑی مین منھ کو بیٹھا تجکو ہمارے کرنا
دو تیل کے بگوڑے آگے ہمارے دھرنا

گاے اپنے پر نہ دیکھا کھُس کا ہاے بھرنا ۔۔ بکرا نہ لون نہ بھینسا لون بچھے کر توارنا
تب جانیگا تو بھڑوے پیرون کو مین منایا

مثنوی در ہجو فدوی متوطن پنجاب کہ در اصل بقال بچہ بود

یار و خدا ایک ہے دوسرے برحق نبی ۔۔ صورت لوح و قلم جسکے لیے خلق کی
راست ہی ٹک بولیو انکی ہی سوگند ہے ۔۔ آج زبان ہے بھلی کل کے تئین بند ہے
سننے سمجھنے کو بات حق نے دیا گوش و ہوش ۔۔ حق بطرف جسکے ہو آج نرہنا خموش
مرد کو سچ بولنا جزو ہے ایمان کا ۔۔ جھوٹ کرے ہے عدم دین مسلمان کا
وارد احمد نگر ایک ہین مرد عزیز ۔۔ فہم ہین سرتا قدم اور سراپا تمیز
شعر پہ ہر ایک کے کرتے ہین وہ اعتراض ۔۔ جامی کے دیوان سے خوب جانین ہین انکی بیاض
سب کو کہے ہی وہ طعن جتنے کہ استاد ہین ۔۔ شعر پہ میرے بھی اب انکے یہ ایراد ہین
شعر وہ میرا سنا جاکے انھون نے کہین ۔۔ شیخ و برہمن کو ہے جسمین کہ نسبت بہین
اپنی سخن فہمی پر کہتے ہین یہ ہوکے گرم ۔۔ دین تو ہے شیخ کے اور برہمن کے دھرم
اسکا سخن پوچ ہے آپ وہ ہے پوچ تر ۔۔ شاعری و شعر پر کچھ نہین رکھتا خبر
سنکے غرض ہین یہ بات بولون جو ن جل بھنکے اب ۔۔ کھولکے ٹک گوش فہم سن لین یہ احباب سب
میری زبانی انھین یہ جو ہین قرآن خوان ۔۔ پوچھے تو اتنا کوئی تم مین سے اے مہربان
آیہ قرآن کو کیون دھو کے ڈالو ہو تم ۔۔ کافر نکو ہے خطاب جسمین لکم دینکم
دونون پہ اطلاق دین از رہِ قرآن ہے ۔۔ خواہ برہمن کوئی خواہ مسلمان ہے
شیخ ہی سے سمجھے ہو دین کی نسبت فقط ۔۔ اپنی زلیخائی پر کتنے ہو پر خود غلط
دین اگر ہووے ایک حج نہ ادیان ہو ۔۔ وہ ہی نہ سمجھے اسے اتنا جو نادان ہو
انکا غرض اعتراض دیکھو تو معقول ہے ۔۔ بات جو معروف ہے انپہ وہ مجہول ہے
شعر کی انکے سند دیکھ لین حق کا کلام ۔۔ اپنی غلط فہمی پر طعن کرے ہے مدام
سن چکے اے منصفو یہ تو سوال و جواب ۔۔ آگے انھین دیکھیو ہوتے ہین کیا کیا خراب
لیک یقین جانیو حق ہی ہے اسکا گواہ ۔۔ ہو اگر اس امر مین ذرہ بھر اپنا گناہ

انکو یہ لازم نہ تھا آنکلے اس شہر مین
ہمسے الجھکے یہ طاق بنے دہر مین

پھرتے کسو ساتھ یہ اپنے ہی یارونکے بیچ
انکو بھی گنتا کوئی پانچ سوارونکے بیچ

حد سے یہ اپنی پرے پانون رکھین اسقدر
فخر یہ شعر اپنے پر کرتے پھرین گھر بہ گھر

اتنے لیے صاحبو آکے یہ ہمسے اڑے
تا انھین جانے کوئی یہ بھی ہین شاعر بڑے

ہوتے ہین وہ ہی بڑے جنکو بڑا حق کرے
اپنے کیے سے بڑا آپ کو احمق کرے

اپنی زلیخا اگر اس لیے لائے ہین یان
شاعرون کے زور کو اسپہ کرین امتحان

حسن معانی سکے یہ دیکھکر اسکی بساط
اسکے بموجب کرین شاعرون سے اختلاط

اور زلیخا جو وہ خلق مین مشہور ہے
فہم و شعور انکے سے سو تو بہت دور ہے

ہووے جسے تم ہین سے مولوی جامی کا درد
پوچھے انھون سے کوئی زن ہے زلیخا کہ مرد

کہتے ہین فخریہ مین اپنے یہ ہر ایک سے
مجھسا زباندان ہے کون پوچھیو ہر نیک سے

شاعر نہین ہند کے ہین گیا ایران تک
سیکھی زبان وانکی بھی جا کے خراسان تک

پر جو انھونکا سخن پہونچے ہے گوش فہیم
خندہ زنان بولے ہے وہ کہ خدائے علیم

ایک خراسان کیا گو کہ یہ مکہ کو جائین
جیسے ہی ادھر سے جائین ویسے ہی ادھر آئین

پوچ زبان انکی ہے شعر تو سر زد ہوا
کاتب بیچارہ مفت لعن کا مورد ہوا

شعر تو بے ربط و پوچ کہنے سی اشتیاق ہو
نسبت انھین خلق ہین شہرہ سے یہ ذوق ہے

شعر مین شاعر جو ہین وہ تو تخلص کو لائین
پر یہ تخلص بغیر نام نہ اپنا جتائین

اسپہ مجھے ایک نقل برمحل آئی ہے یاد
ہم جو سخن فہم ہین مغز سخن کی دو داد

نقل

بنیے کا دیوال بند ایک قرضدار تھا
اسکے ادا کرنے مین سخت وہ ناچار تھا

بنیے کے پر کہین اسکو نہ تھا دسترس
سود مین اور مول مین اسکے رہا تھا وہ پھنس

الو نصیبون سے ایک ہاتھ اسے لگ گیا
سورج کے دلمین کہا بنیے کو دیجے دغا

باندھی اسے پاڑی سر کو پہنائی کلاہ
ہاتھ پہ رکھکر چلا کہتا ہوا واہ واہ

اور کیا ہاٹ سے بنیے کے عمداً گذار
دیکھ سکے الو لیا بنیے نے اسکو پکار

ہنسکے لگا پوچھنے کہ ہے جی یہ جانور
پر کھا لنے سے کہو لے چلے اسکو کدھر

خوش ہو تب اُن نے کہا اسسے کہتے ہین باز
شاہ امیر و وزیر کھیلین ہین اس سے شکار
سنکے کہا بنیے نے مرگ ہے یہ اپنے بھاؤن
اُن نے کہا ساہ جی تمسے مجھے جھوٹ بول
پھر وہ لگا پوچھنے کہہ تو وہ جتنوے ہے کیا
بنیے نے اس سے غرض باتین یہ تحقیق کر
سانچ بتاؤ مجھے باج کا کے بھاؤ ہے
مول جو کچھ باز کا ہووے ہے سب نے کہا
مول سن اسکا غرض برد کھا یہ بنی
کرنے لگا جورو سے رات کو یہ مصلحت
بیسے مرے کرج ہین ایک سپاہی کے پاس
باج بڑا ہی سا ایک دیکھا ہین اُسکے سنگ
بولی بنینی یہ سن اوت تجھے کھیر ہے
سنکے کہا بنیے نے کہی یہ تینے بات
بولی جو یہ سانچ ہے لاکے لے تو سویر
جورو سے جب یون کہا بنیے نے پھر صبحدم
آکے سپاہی کے گھر بولا کہ مرجاجی آؤ
سنکے سپاہی یہ بات کہنے لگا چل پرے
باز بکیگا تو مین تجھسے کرونگا حساب
بنیے نے سنکر کہا کرج مین کچھ بیر ہے
سیلے ہتے مرجاجی تمہسے کرج لینے مین
ہو جو جلکو ہمارا باج سکے بکنے ہی پر
سنکے سپاہی یہ بات دلمین بہت خوش ہوا
منہہ تو ٹک اپنے کو دیکھ لیویگا یہ باز مول
بول اٹھا بنیا یہ سن رکھا کی کھیر ہے

جسپہ کرم ہوائے بخشنے اسے بے نیاز
قیمت و قدر اسکی ہے سیکڑ دسنے تا ہزار
سانچ کہو بر کہا باج اسیکا ہے ناؤن
فائدہ کیا ہوویگا جھوٹ سے کچھ دسکے تل
ان سے کہا دودھ بھات کچھ نہ اور اسکے سوا
مول لگا پوچھنے باز کا یون گھر تجھسے
ایک کھریدار کو اسکا گھنا چاؤ ہے
بنیے نے دلمین رکھا وہ جو کسی سے سنا
باز کے لینے کی بات بنیے کے دلمین ٹھنی
سنتی ہے یہ بھاو دلی آمین ہے کیا تیری مت
اُس سے نکد ملنے کی مجکو نہین ہے اب آس
اسکو کھریدون مین اب کال کو جو وہ بنے
اسکی رسوئی ہے ماس اس سے ہمین بیر ہے
تاہ رہی یہ بھاوتی رام کی سمن دودھ بھات
ٹھوڑے سے گھنے کو تسبیح جون بکے تو بیچ گیر
داب بغل مین بہی کان پہ رکھکر قلم
کرکے حساب آج تم لینے کو میرے جکاؤ
پیسے کہین آج یان تیرے لیے ہین دھرے
مفلسون کو مت بکا خیر سے گھر جا شتاب
کھیر جو بتلا رہو آج تمھین کھیر ہے
ستے ہوئے جاتے ہو کاہیکو اب دینے مین
باج ہی کو دو مجھے سانچ سا کچھ بھاؤ کر
لیک بظاہر یہ حرف تند ہوا اس سے کہا
یہ بھی ہوا الون تیل لے ہے جیسے تول تول
کرج کسو کا نہ دے کوئی عجیب سیر ہے

بنیے کی یہ بات سن بولا سپاہی ہو نرم
بنیے نے دکھلائی تب کھوٹے لگے اسکو بھی
مول کیا پانچ سوا سیر ہوئی قیل و قال
آلو والے نے کیا باتونکی میزا نہین تول
دیکے سپاہی دغا بنیے کو چلتا رہا
دیکھ تو پرچھاوی پر لکھا کے باج ہے
دیکھ کے اُن نے کہا اوت تجھے ہے لوم
نا توں نہین لیوین ہین رکھی میں اسکا سوہیر
اوڑ گئے جون باز یہ سنتے ہی اسکے حواس
سر کو وہ اور توند کو پیٹتا ہو نچا جو وان
سر کے اوپر خاک تب گلو نچی کرتا ہوا
کہنے لگا ہائے وہ کیا یہ دگا دیکیا
سو چکے پھر یہ کیا بنیے نے دلمین خیال
پاس ترے ہو نیکے بات جو اسکی چلے
کھونٹی پہ الو کو باندھ بیٹھے تھا دکانپر
پوچھے تھا جس سو دیکھو جو کوئی ہے ترے یان
سانچ تہا میری بات لینے یہ کچھ تو بھی ہے
یان غرض اس نقل سے ہے یہی اپنا آل
چاہا تہا اس عقل پہ باز معانی کو لین
ملگیا ویسا ہی ایک اُنکو فروشندہ اور
سوزن کوری سے لے دیدۂ دل کو سیا
باز کی جا بوم باندھ چاہتے ہین شہرہ پائین
باز کا جون بنیے کو الو سے بتّا دیا
دلمین اپنے ہی فکر ہے لیل و نہار
دار واسی شہر مین اپنے ہیں اک مہربان

قرض جو کچھ ہو تر اکہ جو ترے آوے دہرم
دو سو روپے اُسکے نام لکھے تھے اومین سبھی
چک چکے جب تین سو جھگڑے کا کر انفصال
قرض سے کے دو سو بنیے سو کی جڑی اور دھول
بنیے نے لاکر اُسے جو روسے ہنس کہا
رام جی کے پھل سے آج ہمین راج ہے
یہ تو جناور ہے وہ ترک کہین جسکو بوم
کھو یا کرج ساٹھ تین نکد روپیہ کا ڈھیر
جا ہا کر اب پھیر دو ان جا کے سپاہی کے پاس
نام نہ اُسکا سنا اور نہ دیکھا نشان
آیا بنیے کے پاس رو رو کے مرتا ہوا
سو نکد اور دو کی جھلمیں گھر سے مُٹھ لیگیا
یون ہین ایسے بیچ بات کو ٹھہرین ڈال
اور بھی شاید کوئی مجھسا ہی احمق ملے
صبح سے لے تا بہ شام شام سے لے تا سحر
لائے تھا بنیا وہین تب سخن بر زبان
سب بہے دیا رام کی یہ بھی ہے الو بھی ہے
سو جب ایسی نقل کے سن تو انھونکا بھی حال
ملک بنگالک آگرہ اور سے شہرہ دین
فہم و فراست کا جب بوجھ لیا انکے طور
باز معانی بتا لا انھین الو دیا
نام جو پوچھو فقط تو یہ تخلص بتائین
حمق انھین حق نے یون شاعری کی جا دیا
اُسکے تئین سمجھکے اپنے سے لیے لون و قار
رکھتے ہین عطاری کی رستہ اوپر وہ دکان

بیٹھے یہ رہتے ہیں واں صبح سے لے شام تک ‏ لگتی ہے اشعار کی چار پہر انکو بک
ادویہ میں سے جو کوئی مالک دوکان سے شے ‏ پوچھے تو یہ دیں جواب وہ بھی سے فدوی بجے
ہونسکے شاعر اور شہرہ پہ یہ دل دیا ‏ اپنا تخلص تمدان بنیے کا آلہ کیا
تھی جو بنیئی میں عقل اتنی بھی انمیں نہیں ‏ بوم جو ہے اسکو باز سمجھے ہیں یہ اپنے تئیں
ایسا ہی اور ایک شعر تھا جو ہمارا کہا ‏ جو کہ کلم فہم سے خلق نے دل پر لکھا
سنکے انھوں نے پسند سکا جو مضموں کیا ‏ ہیں سے لے تب اس بحر میں یوں اسے موزوں کیا
تمنے جہاں وا کیے بند قبا اپنے جان ‏ جاکے صبا نے بباغ کھولدیے گل کے کان
سو یہ میاں فدوی نے کان کو لے گل کے توڑ ‏ جلدی سے واں گرم گرم آنکھ دی نرگس کی جوڑ
کہتے ہیں اب ہر طرف بزم میں منہ پھیر پھیر ‏ شعر تھا وہ سیر بھر یوں میں دیا ڈیڑھ سیر
کھولدیے ناز سے تمنے دو چشم اپنی جان ‏ کھولے صبا نے یہ سن غنچۂ نرگس کے کان
بات تو وہی ہے یہ سمجھو تو اے صاحبو ‏ گوش تا کسا انکے جا لو کہ اب اس وضع کو
سرقہ سوا اس میں ہے ایک قباحت یہ اور ‏ کونسے معشوق کا زیر فلک ہے یہ طور
باغ میں بیٹھا رہے آنکھیں مندیں آٹھ پہر ‏ کھولدے ہنگام ناز کر نیکو نرگس پہ قہر
کان کو نسبت سدا گل سے چلی آئی ہے ‏ صورت نرگس مدام آنکھ کی بتلائی ہے
شاعروں کی بات کا دیوے جواب انکے خاک ‏ شاعری کی اپنی جو لڑ کونسے کٹوالے ناک
ناک کا اور کان کا اسنے ہوا توڑ جوڑ ‏ جوڑنے ہر ناک کے جان بدن ہو نہیں ہاڑ
ناک کھوئی فہم کی اب جو یہ انساں ہوں ‏ چاہیے نرگس کیطرح آگے انھیں کان ہمن
کاٹیں نہ گل پھول یوں شاعر ہیں بے سند ‏ شاعروں کے حق کے بیچ پھر نہیں نیک و بد
بس چلا اب آگے نہ کہہ کچھ انھیں سودا خموش ‏ کیجئے اس سے سخن جسمیں ہے عقل و ہوش
کرنے پہ گر منفعل انکے ہو تیرا خیال ‏ سو تو غلط ہے کبھو انکو نہوا انفعال

ہجو فدوی پنجابی

شاعر ہوا ہے فدوی کیا شاعروں کا تلا ‏ ماد و دہ زن تخلص یاروں کا مسخرا
معقول شعر اس سے گا ہے سنا نہ ہمنے ‏ جرٹیں ٹیں ٹاں ٹاں ٹوں ٹوں اور ٹیح ٹیحولا

کوئی باسم لُسکے گھر کا پتا نہ پا وے، اُلّو جو کہے کے پوچھو بتاوے سب محلّا
حسرت سے ڈھول ڈھپّا لڑتا ہی شاعری پر، یاں تک کہ فخر اپنا کرتا ہے یہ بلبلا
گر شاعری یہی ہے ڈھولین تو کیا ہین اُلّکین بابو شین کھا کسو سے تڑوا دیگا یہ کلّا

ہجو فدوی

فدویا بولے ہے مین ہون اُستاد مین کیا فن شاعری ایجاد
آکے شیدا جو ہو مرا شاگرد گوش دل سے سُنے مرا ارشاد
مرتبہ اسکے شعر کا ہو یہ سخن اُسکا سخن کے ہو اُستاد
رفتہ رفتہ سُنا یہ شیدا نے کہا اُس نے کہ خانمان برباد
معنی کے گھر کو تو نے ویران کر پھینک دی اُسکی کھود کر بنیاد
کس طرح سے مین ہون ترا شاگرد بیت سعدی کی یہ مجھے ہے یاد

کس نیاید بزیر سایۂ بوم
ور ہما از جہان شود معدوم

ہان میر کہا خدا سے ڈر اپنا شاگرد تو کسیکو نہ کر
بولی تیری جو کوئی بولے گا تیری بولی کا ہوگا اُسمین اثر
آگے کو دیکھیے خدا جانے اُجڑے اُسکی صدا سے کسکا گھر
جس جگہ بیٹھکر وہ بولے گا تیر گولی چلے گی وان اُس پر
مار کر جب کوئی گرا دے اُسے ورنہ لوتھ اسکی کھاٹ پہ دھر
جلین کاندھے پہ رکھ تو بیٹین کے یہی کہ کہ کے اپنا سینہ و سر

کس نیاید بزیر سایۂ بوم
ور ہما از جہان شود معدوم

جسکے گھر آشیان ہو تیرا وہان نہ پھرے آکے صورت انسان
صاحب خانہ آشناؤن مین ہو کے تنہائی اپنی سے حیران
نبھیجے ہے ایک ایک کو یہ پیام آڑیان بھر ا پڑ د ستجان

کہتے ہین وہ جو بیٹھنے کو ہمین
جا نہین زیرِ گنبدِ گردان

تو بھی گھر آپ کے نہ آدین ہم
نہین لائقِ نشست کے وہ مکان

آشناؤن کو تم بلاتے ہو
نیبے کا آلو رکھ کے اپنے ہان

کس نیاید بزیرِ سایۂ بوم
ور ہما از جہان شود معدوم

جس جگہ بیٹھکر تو سنبر قدم
مارے سہے اپنی شاعری کا دم

جو سخنور ہین صاحبِ اقبال
دیکھین اُن سے چلتی ہین پیہم

موجب اسکا جو اُنسے پوچھون ہون
کہتے ہین مجھسے یون وہ کھاکر قسم

آلو ہے یہ بصورتِ انسان
ہے صدا اسکی خضرِ راہِ عدم

طفل کے حق مین پڑپٹ برسے ہے
فرض معصوم کو ہے اُس سے رم

ہے یہ ایسا کہ جسکی شومی دیکھ
ہند یہ لکھ گئے ہین اہلِ قلم

کس نیاید بزیرِ سایۂ بوم
ور ہما از جہان شود معدوم

سن بے آلو پہوچ کے بنگالے
مادہ سگ آپ کو تو نبوا لے

میرے تئین گو ہے لیکہ ذوقِ سگ
سگ بہت خوب مینے ہین پالے

اتنے شاگرد ڈھونڈتا ہے عبث
سگ سے اک آگے تو گرہ کھالے

ایسے شاگردون سے کہین بہتر
نکل آوینگے بھونکنے والے

صورتون مین پڑینگے رنگا رنگ
لال طوسی سفید اور کالے

چاہے آلو ہی تو رہے بن کر
خلق شاگرد اپنے کر ڈالے

کس نیاید بزیرِ سایۂ بوم
ور ہما از جہان سود معدوم

تیری جس باغ تک صدا جاوے
پھر کوئی خار و خس نہ وان پاوے

تجکو اس گل زمین سے جلد کوئی
کچھ تصدق دے راہ بتلاوے

اُس محلے کو تو اُجاڑے ہے
آپ کو جس محلے پہونچاوے

ٹوٹیان طوطے کے نیچے اس قابل
ہین جو بولی تو اپنی سکھلاوے

گر نہ شاعر جہان مین ہو کوئی　　تجکو سودا نہ شعر دکھلا دے
شومی قسمت اپنی سے تجھ تک　　کوئی ناکس ہی آوے تو آوے

کس نیاید بزیر سایۂ بوم
در ہما از جہان شود معدوم

اے بیابان نحسیت کے غول　　بستیون کو شہر تو ڈانوا ڈول
فرخ آباد کے محلون مین　　حد سے باہر تو کر چکا ہے کلول
جلد یان سے نکل وگرنہ ترا　　بھرم مین اسطرح سے کھونگا کھول
اب بلا کر ڈھنڈورا اسکو　　یون سکھاؤن گا کہ بجا کر ڈھول
خلق اللہ کی سنے یہ بات　　ہے اک اتو یہ آدمی کا خول
سنکے عالم ڈھنڈورے کی ندا　　بولے گا دیکھکر تجھے یہ بول

کس نیاید بزیر سایۂ بوم
در ہما از جہان شود معدوم

مخمس در ہجو فدوی شاعر

جہان مین کون بناتا ہے الو بننے کا،　　کسی سے بن کوئی آتا ہے الو بننے کا
بہت ہی جان کھپاتا ہے الو بننے کا،　　بنا مجھی کو یہ آتا ہے الو بننے کا

کہ فدوی جگ مین کہاتا ہے الو بننے کا

خدا کے واسطے دیکھو تو میری صنعت کو　　گھڑا وہ بوم نہین جس مین آدمی کی بو
رکھا نہ وعدۂ انعام پر تفاوت مو　　پڑا وہ چوسطے لین انعام آج تک یارو

نہین اجورہ دلاتا ہے الو بننے کا

کیا ہے چرخ بنانے مین اُسکے مین یہ ہنر　　نہین ہے اصلی و نقلی مین فرق ذرہ بھر
جو اور بوم ہو سو مادہ یہ سکے وہ نر　　جو راہ باٹ مین آتا ہے صبح و شام نظر

کہے ہے خلق وہ جاتا ہے الو بننے کا

نظر کرد تو کہ ذرہ بھی بھڑوے مین ہے شعور　　جو ملنے سے کس و ناکس کے ہووے ہی مغرور

کسیکو صحبت شعراُس سے کچھ نہین منظور
ہوئی ہے بسکہ یہ صنعت گری مری مشہور
ہر ایک دیکھنے آتا ہے الو بنیے کا

فہیم ہو مری صنعت پہ چاہیے قربان
کہ جو کہے ہے اسے کچھ نہین ہے اُسپر دھیان
رٹی ہے طوطی کی مین چونچ بیچ اسکی زبان
جسے سمجھ ہے وہ ہوتا ہے اُسکو سن حیران
سخن جب اپنے سناتا ہے الو بنیے کا

کیا ہے کام مین وہ ہے جو لائق انعام
سو مجکو دیکھ کے آئینہ دے ہے یہ دشنام
قبول خاطر دانا پسند خاص و عام
نہ پوچھ گر اُسے جو کچھ کیا ہے مین نے کام
مرے ہنر کو مٹاتا ہے الو بنیے کا

مین کاریگر ہون اُٹھا دے کا سب پہ ہے ظاہر
وہ بوم بنیے مین گر نقص سے ہو کچھ ماہر
جو کچھ کہے کوئی کرتا ہون پیٹ کی خاطر
تو اسکی شکل کرون اور جانور کی پھر
عبث یہ شور مچاتا ہے الو بنیے کا

جو بوم پر نہین راضی تو کیا ہے مجکو ڈھیل
کہے یہ جس سے کرون اُسکی شکل کو تبدیل
مین کا کا کوا اسے کرون یا بنا دون چیل
برا الو ہونے پہ اسکے ہے اسکا حمق دلیل
جو اسکو سب مین جتاتا ہے الو بنیے کا

غرض جو چاہون سو کر ڈالون دم مین اسکے تئین
کسیکا یان نہ چلے کچھ ہنر ہے مجکو یقین
جو مردے آدمی چاہون کہ ہووے یہ سو نہین
ہوا ہے بسکہ یہ مصرع جہان کے ہر نشین
کہ فدوی جگ مین کہاتا ہے الو بنیے کا

مخمس در ہجو مولوی ندرت کشمیری

شعر ناموزون سے تو بہتر ہے کہنا ریختہ
بیحیائی ہے یہ کہنا سنکے میرا ریختہ
کب کہا مین قتل کر مضمون کسی کا ریختہ
خون معنی تا رفیع با دبمیار ریختہ
آبروے ریختہ از جوش سودا ریختہ

قاضی اور کوتوال سے لے جاتے ہین تا بصدر
پھر تجھے کہتا ہے اے بھڑوے تو بیا ز راہ غدر
جنگ کا مبدا ہے تیرے گروہ رشک ماہ بدر
خود بخود در جنگ باشد آن رفیع پست قدر

سر بسر سودائے خود از جہل صفر انگیختہ

عرس میں جا میرزا بیدل کے تو باشد و مد — شعر ناموزون پہ اس رات کو پڑھتا تھا جد
کہتے تھے سن سن کے تیری حق میں سب یہ نیک و بد — چون کلاغ امشب کہ مغز سامعان را میخورد

این لعین در بزم طرح شور و غوغا ریختہ

سودکھانا مولوی ہو دین داری سے بعید — پیسون کی خاطر کرے جس پر تقاضا تو شدید
وہ کہے تجھکو کہ اتنا رو سیہ ہے یہ پلید — پیش رویش گے شب یلدا تواند شد سپید

طرح ظلمت از سیاہی تا بدنیا ریختہ

لوگ کہتے ہیں تجھے کشمیر سے لے تا حبش — جانور ہے ایک جسکو سونہ پہونچے کو دکش
نسبہ یہ ندرت کہ شکل آدمی و زاغ وش — در مزابل قحط افتاد ست از گہ خوردنش

خاک در پیراہن بیت الخلا ہا ریختہ

حمق میں اے مرغے تو واقع ہوا ہے بے نظیر — کیون اُڑا اتنا کہ میرے دام میں ہو اب اسیر
اب تجھے کہتے ہیں یون سب طائران کاشمیر — می پرد لیکن بیال پس روان مانند تیر

خویش را بر خاک از بالا دو پہار ریختہ

کوئی کہتا ہے تجھے اب لا دیے تو کیا بعید — کوئی بولے ہے لڑانے کو اسے کیجے خرید
کسکے حق میں یہ سخن سمجھا ہے کہ تو اے پلید — در جہان ہمرنگ تو نامد شتر مرغے پدید

رنگ ایجاد جہان تا حق تعالی ریختہ

عالم و فاضل میں رہتا ہے یہ جھگڑا اسقدر — کوئی کہتا ہے تجھے تجھکو کوئی کہتا ہے خر
میں مدلل یہ سخن کہتا ہوں اُنسے بحث کر — ہم شتر دندان و ہم اشتر لبست این جانور

طرح نشخوارش زجاویدن بہر جا ریختہ

ناک کشمیری کی ہے خرطوم سی اے ذو فنون — لب سے باہر تیرے دندان طمع کو دیکھوں ہوں
جو کوئی پوچھے نشان تجھ شکل کا میں کیا کہوں — بینیش خرطوم و دندانش چو پیل از لب برون

بر سر خود خاک زین رہ پیل بالا ریختہ

ناک تو خرطوم سے ہاتھی کی تیری کم نہیں — پکڑلے گر جورو کا دامن اس سے گر تو آستین
دیکھکر تیرا تلون یہ کہے وہ نازنین — ہست سودائے مجسم این سیہ روے لعین

پیکرش استاد قدرت پیل آسا ریختہ

راہ کو تج کر چلا جب گھر مین اپنے تو گراہ
میری زلفون کی طرح سے اب ہمیشہ یا اکہ
بد دعا یون تجکو تب دینے لگی وہ رشک ماہ
ہم زبان و ہم دلش ہم روے او باشد سیاہ
طرح ایجاد نوی این زشت سیمار یختہ

جب تو مسجد مین اذان دیوے باواز شدید
لے چھری بولے وہ ملا کو کرون آجا شہید
یار کا جور دکی تیرے خواب مین دیوے نا پدید
چون خروس بے محل باید گلو سے او برید
خون خود این خشک نے از شور بیجا ریختہ

عشق کی تپ سے تری جو رہ کا تن رہتا تھا تفت
آخرش کیسہ مین اُن نے ڈال بیسی ششش کہ ہفت
اور عارض بھی ہوئی تھی جو ششش سو دلیے رفت
پھر دفع مادہ سودا پے سبطیا زر رفت
نسخہ حقنہ پستش بہر مدا وا ریختہ

جن نے دیکھا ہے ترے دیوان کو سلے گندہ مین
ہے مصنف مرد اس ابیات کا یارو کہ زن
پوچھتا پھرتا ہے وہ کشمیر سے لے تا دکن
سیفہ باید کرد از جلدش زبان را بے سخن
زانکہ او شیرازۂ انشا و املا ریختہ

لوگ کہتے ہین تجھے دیوانہ ہے یہ نابکار
ہاتھ مین جسکے یہ بکھرا دیکھتا ہے زلف یار
کچھ قبیلہ مین نہین ہے اسکے کوئی گلعذار
روز و شب از غصہ می پیچید بخود مانند مار
زہر خود بر خویشتن از بس ز سودا ریختہ

آپ کو مت دیکھ رونا اور رونے لے بھڑوے پوچ
حق مین سودا کے ترے خامہ سے اے خطے کے قوچ
خیریت اسمین ہے کہ کشمیر کو جلدی سے کوچ
رنگ مہمل ستگا ہی ریخت یا از ہیت پوچ
بود ہر جا ریختہ گوئی دلش را ریختہ

مخمس در ہجو مولوی ندرت کشمیری

مولوی جی سے اب کوئی جا کے میر ایہام دو
لکھ لکھ اسے ہر ایک کو صبح سے تا بشام دو
کن نے کہا کہ یہ غزل پڑھنے کو اذن عام دو
مجھ سے جو پوچھے شعر ہی کہنے کو انصرام دو
گھوڑے کو دو نہ دو لگام منھ کو تنک لگام دو

ایسی غزل کا عرس مین تھے جو انصرام ہو
بحر مین جسکی ہر طرح شبہہ خاص و عام ہو

لقطع اسکی جس کنے صبح سے تا بشام ہو   اسکی طرف سے آخرش تمکو بھی پیام ہو

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منہ کو تنک لگام دو

جسنے سنی ہے یہ غزل بولا وہ کرکے یہ خیال   ایسا یہ نہ رہا ہو ار ظرفہ و کام نے یہ چال
شاعر اب ہے کہان لا کے اسے دو پور زال   مین اسی دن کو مولوی روز کہے تھا یہ سوال

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منہ کو تنک لگام دو

پڑھتے تھے تم جو یہ غزل آ کے جوان و پیر کے   دیکھے تھا وان تمھین ہر ایک انگلی سے آنکھ چیر کے
کیا کرون اسکو مین جو آپ ہون گدھے کاشمیر کے   کہہ رہا مین اشارے لئے واسطے اپنے پیر کے

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منہ کو تنک لگام دو

وضع کو شعر خوانی کی آپ کی گر بتا سیئے   لُچی مین ڈال کنکری اسکے تئین ہلا سیئے
بزم مین شاعرون کی آپ ہووین تو وان بجائیے   چاہیے بھی تو آپ کے منہ پہ بھبکے آئیے

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منہ کو تنک لگام دو

فاضلون کی تو بزم مین ہوتے ہو جا کے شعر خوان   شاعرون پاس آ کے پڑھتے ہو نحو و صرف وان
دو لون ہون جمع جس جگہ پھر تمھین ان جگہ کہان   بولو جو وان تم آ کے سب کہین تمکو مہربان

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منہ کو تنک لگام دو

اتنا بھی جھوٹ بول بول چھاتی کو میری مت پکاؤ   بولو ہو جسکو تم بلو کہتے ہین اسکو وہ چیلاؤ
کاہے کو یو سمجھ کے تم فارسی اپنی مت جتاؤ   مغلون کے آگے مسخرا اتنا نہ آپکو بناؤ

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منہ کو تنک لگام دو

پستو کو ردنہ بولینگے گاسے وہ نیل واسپ کو   انکی زبان مین شانہ کو کاہیکو کہتے ہین کنگھا
ٹھٹھکے ہنسے نہ کیون مغل ایسی لچر پہ گفتگو   مغلون کے آگے مولوی اب اسی مین آبرو

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منہ کو تنک لگام دو

مغلون کے گر سئیس کو اپنی زبان مین تم کہو   گھوڑا مرا ہے شوخ و شنگ اسکو لگام کے دو
اپنی زبان مین وہ سئیس سنکے تمھاری گفتگو   مین کہون تم سے مولوی مانو جو میری بات کو

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منہ کو تنک لگام دو

کس مین کروگے میری ہجو فارسی کا تو ہے یہ حال   آگے رہا جو ریختہ اس مین کسی کی کیا مجال
بدلی مین اپنی تم دعا دو جو کسو کو میسال   جوتی کو لیکے ہاتھ مین منتے کرے وہ سیال

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منھ کو تنک لگام دو

لڑکے جو تمسے پڑھتے تھے آئے ہین روٹھ جھگڑ کے
روز میان جیو چھین کھائین کب تلک اسطرح بنے
کرتے ہین یہ گلا جو ہم کھانیکو اپنے لے چنے
جا کے یہ اُنسے تم کہو ہم اسی شرط سے منے

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منھ کو تنک لگام دو

لڑکون نے اب محلہ کے ملکے کیا ہے یہ قرار
دم تلے ملکے لال مرچ ساعزمی بیچ رکھیے خار
آدین جو آج مولوی گھوڑے پہ اپنے ہو سوار
بولین وہ کچھ تو آپ بھی شوق سے کہیے یہ پکار

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منھ کو تنک لگام دو

شال نہین یہ مولوی سمجھے جسکو شست و شو
کیا کرون اسکو مین بھلا کیا کرین خان آرزو
یان تو پھٹا ہے آسمان ہووے سو کسطرح رفو
اب تو یہ بات ہو گئی خانہ بجانہ کو بہ کو

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منھ کو تنک لگام دو

مین کہون تمسے مولوی کیونکہ مٹے یہ باشتلم
سنکے عروض والے تمسے سمجھے اس غزل کو گم
بدلیئے اپنی شکل کو داڑھی کو رنگ لیجے کسم
یہ تو ٹٹے کی اسطرح چاہیے یہ کہ آکے تم

گھوڑے کو دو نہ دو لگام منھ کو تنک لگام دو

مسدس در ہجو دختر مولوی ندرت کشمیری

رکھے ہے مولوی دختر کہ دین و دل نیازاد
مطول کو کرے ہے مختصر زلف دراز اد
فضیلت نور ربائی کی کنیز کار ساز اد
اشارات نگاہ چشم ہے جادو طراز اد

بدقت میتوان فہمید معنیہاے ناز اد
کہ شرح حکمت العینست مژگان دراز اد

کتابی کلہ یہ ہین اسکے دھنک کا حل کی بسلی ہے
کب اسکی بیٹھی تیوری کی گرہ کڑوی کی ہلی ہے
کہ لونڈی جسکی اب ہر سطر انوار سہیلی ہے
غرض اُسکی ادا کا بوجھنا مشکل پہیلی ہے

بدقت میتوان فہمید معنیہاے ناز اد
کہ شرح حکمت العینست مژگان دراز اد

بجا ہے کہیئے گر علامۂ دقت اسکو اے یارو
رسالہ علم مین عمر سے کے جن نے ایسا لکھا ہو

اگر اک ورق اسکا ہاتھ مین جا مولوی کے دو
کہین رکھ ناک پر عینک مطالعہ کرکے وہ اسکو

بدقت میتوان فہمید معنیہاے نازاو
کہ شرح حکمت العینست مژگان درازاو

جو کوئی شعر مشکل مولوی جی کو سناتا ہے
تو معنی کہکے یون بولے ہین مجکو کیون بجاتا ہی
یہ کیا مشکل ہے اسکا بوجھنا تو سبکو آتا ہے
مرے یان مصرعہ قد ہے کہ رشک سہ کہاتا ہی

بدقت میتوان فہمید معنیہاے نازاو
کہ شرح حکمت العینست مژگان درازاو

صدا لے کے کہین سے کان مین اسکے جو آتی ہی
تو وہ بھی اس طرح سے اٹھکے زنگولے بجاتی ہے
کہ رقاص فلک بھی دیکھنے کو اسکے آتی ہی
اسے عالم نہ سمجھے وہ جو آنکھون مین تیلی ہے

بدقت میتوان فہمید معنیہاے نازاو
کہ شرح حکمت العینست مژگان درازاو

طبابت کے بھی فن مین اسکو یارو دستا ہے
کہ جو نسخہ مسیحی ہے کتب مین اون نے لکھا ہی
کوئی وہ خلقت انسان سے ہو کیا جانیے کیا ہے
جو کوئی اسکو سمجھا ہے بہت مشکل سے سمجھا ہی

بدقت میتوان فہمید معنیہاے نارا و
کہ شرح حکمت العینست مژگان درانا و

سنا جاتا ہے فن شعر مین بھی اتنی ہے قابل
سبق اس سے پڑھین اس وقت ہون گر میرزا بیدل
اگر وہ درس دیوے ہمسے نادان کو تو کیا حاصل
سمجھنا مطلع ابرو کا اسکے سخت ہی مشکل

بدقت میتوان فہمید معنیہاے نازاو
کہ شرح حکمت العینست مژگان درازاو

غرض مین کیا کہون سودا کہ اس فضل و کمال اوپر
نہین پڑھ سکتی شعر مولوی ہرگز وہ موزون کر
خدا جانے وہ ناموزون ہی یا انکی ہی یہ خبر
ادا کرتی ہی اسنے یا انھین وہ جانتی ہے خر

بدقت میتوان فہمید معنیہاے نازاو
کہ شرح حکمت العینست مژگان درازاو

مخمّس در ہجو حلت غراب

لشکر کے بیچ آج یہی قیل و قال ہے
کھانے کی چیز کھانیکا سبکو خیال ہے
یون دخل امر و نہی مین کرنا محال ہے
جو فقہ دان ہین سبکا یہ اُنسے سوال ہے
اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

حامی اُنھون کے قول کا ہووے ہے چاندخان
اور دوسرے مین کیا کہون اک سے نہ مہربان
کچھ شک ہا ہے کوّے کی حلت سمے کے درمیان
ہمسے جو کوئی پوچھے تو ہم بھی کہین کہ ہان
اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

یارو بسو ہو تم اسی دیر خراب مین
بیٹھا اُٹھا کرو ہو سدا شیخ و شاب مین
حلت رکھے ہے زاغ کسو بھی کتاب مین
جتنی کتب ہین فقہ کی اُنکے جواب مین
اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

بگڑا ہے آج مجتہدون بیچ کیا یہ نیل
ملا لطیف بولے کہ کھانا روا ہے جیل
کہتا ہے چاندخان کیا کن نے حرام فیل
حلت یہ مینڈکی کی میا نجی کی سو دلیل
اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

ہوگا اگر حلال تو کوّا پہاڑ کا
لیکن نہ یہ غضب کہ کٹا ہی کے جھاڑ کا
لازم ہے کیا پچھوڑنا ہر ایک باڑ کا
زور آوری سمجھ کے مزا اپنی ڈھاڑ کا
اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

اپنے نفر سے آج انھون نے جو یہ کہا
کوّا حلال چیز ہے میرے لیے پکا
بولا نفر کہ خیر مگر تمکو ہوا ہے کیا
مشہور یہ سخن ابھی ہوتا ہے جا بجا
اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

القصہ یہ سمجھے ابلہ وہ نفر ابھا ذو فنون
اک کوّا چیر پھاڑ کے ہانڈی مین لے الابھون
پوچھا جو لون چکھنے کو بولا وہ کھا جھون
کس مجتہد کے فتوے پہ اوسکا چکھوں مین خون
اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

طیار جسگھڑی کہ وہ کرتا تھا ماحضر
کوے کی حلت اُس سے جو پوچھے تھا آ کر

جھنجھلا کے یہ جواب اُسے دیوے تھا نفر　　جانے مری بلا مجھے اسکی ہے کیا خبر

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

چوٹے کو پھوک پھوک پرندہ ہوا ہلاک　　کوّا گلا نہ جل گیے جنگل کے سارے ڈھاک
اُلٹا کے تب وہ بولا کہ آئی ہے جان نباک　　پوچھا کسو نے کیوں تو کہا کیا کہوں خاک

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

جب پک چکا تو کرتے تھے وہ اُس سے یہ کلام　　گھی پی لیا ہے تو نے تو کوّا رہا ہے خام
کہنے لگا نفر کہ میاں پوچھو اُسکا نام　　اپنے تو بھاوین زیادہ ہے یہ خوک سے حرام

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

پھر تو یہ غصہ اُنکو چڑھ آیا کہ جیسے تب　　ایدھر سے یہ چلے نفر اودھر سے دوڑے سب
لوگ اُنکو تھامتے تھے یہ کہتے تھے ہے غضب　　آقا کو اپنے یوں کہے یہ بھڑوا بے ادب

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

ایدھر تو اُنکو روک رہے تھے کئی جوان　　انفار سب اُدھر سے یہ کہتے تھے یکزبان
یارو ہمارے اُنکے تم آؤ نہ درمیان　　دیکھیں تو کیا یہ جوئیں گے ہم تو کہیں کہاں

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

جسوقت بڑھ پڑی غرض آپسمیں دوت وات　　ایدھر سے دھول چلنے لگی اور ادھر سے لات
پگڑی اُنھونکی اُن کنے جیب اُنکی اُنکے ہات　　میدا جو اس فساد کا پوچھو تو اتنی بات

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

لوگوں نے مار مار کے اُنکو دیا ہٹا　　چیرا اُٹھا زمیں سے یہ سج کر کے لٹ پٹا
بولے میں پاجیوں سے دبوں تو نہیں گھٹا　　لیکن میں کیا کروں کہ دل اس بات سے کٹا

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

انفار پھر سب اُنکے اس بات پر اڑے　　ہم کوڑیاں طلب کی تو لینگے کھڑے کھڑے
یہ بولے میں لڑونگا وہ بولے کہ بس لڑے　　وے لڑ چلے جنھیں کہیں نفرے سڑے سڑے

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

تنخواہ دینے کو نہ درم اُن کنے نہ دام　　ناچار رہا اُنھوں نے کیا صلح کا پیام
سنکر لگے وہ کہنے کہ اپنا نہیں یہ کام　　رہنا انھوں نکے گھر نہیں بولیں ہیں خاص و عام

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

گذران ہمتو کرے تھے کھا کھا کے نان چنے
کوّا تو اُنکے دل مین غذا آ کر سکے ٹھنے
انکی زبان کے چسکون سے لیکن اب بنے
یون ہمسے وہ کہین یہ ہمین بھیجین جب کنے

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

پکولکے آج کوّا انھون نے کری یہ دھوم
یہ نوکری تو وہ کرے ایسا ہی ہو جو شوم
کل یون کہین سے کہ واسطے میرے پکا دو بوم
تنخواہ اپنی لے یہ کہین گے علی العموم

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

آدین بھی ہم اگر تو اسی شرط سے اب آئین
آیندہ چیل و کوّے یہ ہرگز نہ دل جلائین
عالم تمام کھاتا ہو جو گوشت سو یہ کھائین
کوّے کو جو حلال سکے اسکو یہ سنائین

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

القصہ کتنی دیر رہی جب یہ بات چیت
بدلے حرام خوری کے ان خر فشون سے ریت
ہارے میان لفر سے ہوئی باجیون کی جیت
شادی ہو تب تو گاتے ہین اسکا بنا کے گیت

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

حلت کو زاغ کو ہی کے نزدیک دو در مین
کوا نہین حلال جو ہو کوہ طور مین
تحقیق مین کیا تو نہ آیا ظہور مین
سودا کرے ہے عرض یہ آ کر حضور مین

اک مسخرا یہ کہتا ہے کوّا حلال ہے

قطعہ در ہجو میر محمد تقی

ایک مشفق کے گھر گیا تھا مین — سنو ٹک نقل یہ عجائب ہے
اُنکے گھر مین ہے ایک مرد بزرگ — خوشنویسی کے فن سے کاسب ہے
راقم سر نوشت کا اسکو — ہے بجا گر کہون کہ نائب ہے
کہنے لاگا وہ آ کے مجلس مین — آہ یہ نفس شوم غالب ہے
ورنہ لکھنے سے ہاتھ اٹھاؤن مین — کیا کرون فکر قوت واجب ہے
مین جو پوچھا سبب کہا مت پوچھ — بات کہنی یہ نا مناسب ہے

لیکن اس واسطے میں کہتا ہوں — درد سننے کا تو جو طالب ہے
ہے جو کچھ نظم و نثر عالم میں — زیر ارشاد میر صاحب ہے
ہر ورق پر ہے میر کی اصلاح — لوگ کہتے ہیں سہو کاتب ہے

مخمس در جواب طعن میر تقی کہ فی الحقیقہ میر شیخ بودہ است

گر شیخ زبان اپنی مری خبث سے کوتاہ — لے گل ہوں میں اس باغ میں نے خار سر راہ
خوبی سے نہ شہرہ نہ بدی سے ہوں بافواہ — مستے برہ میکدہ ہر شام و سحرگاہ
واقف نہ کسی سے میں نہ مجھ سے کوئی آگاہ

جو بابے مشیخت کے تئیں تجھ سے ارادت — خدمت میں مجھے پیر خرابات کے بیعت
ہے کیا سبب اس خبث کا جز یہ کہ حماقت — حوروں کا نہ عاشق ہوں کہ موجب ہو رقابت
دلکش بت ہندی مری حوریں تری دلخواہ

یہ فرض کیا بد ہوں میں سچا ہے ترا قول — پر بد نظمے کس طرح تو نظروں میں لیا تول
صحبت مری تیری کا تو اتنا ہی رہا ڈول — میں دیکھ مجھے حرز پڑھا میں پڑھا لاحول
سو بھی کسی کوچے میں گلی میں کہ و بیگاہ

اکثر تو مرے خبث میں کہتا ہے یہی بات — لیکن خلافی کی کتب ورد ہے اوقات
خود اسکی نجاست کا نہیں کہتے یہ اثبات — لازم ہے مسلمان نہ کہے اس سے ملاقات
یہ چاہیے صحبت سے رکھے ایسے کی اکراہ

یہ سچ ہے جو کہتا ہے تو مجھ پر بھی یقین ہے — کتے کو کہے پاک سو وہ دشمن دین ہے
لیکن وہ سگ نفس نجس اس سے کہیں ہے — مجھ پر جو ہر اک لحظہ و ہر آن لعین ہے
تو اسکا نہ کہنا کرے تب پاک ہے واللہ

دنیا کے بھی جیفے کا سگ نفس ہی طالب — شیروں پہ جو گیدڑ کو یہ کرواتی ہے غالب
وہ مرد ہے جو اس میں کرے فوت مطالب — نے خر ہے وہ گو اسپہ ہو امرد کا قالب
اس حرف میں نے شک عقلا کو ہے نہ شباہ

سمجھا ہو سگ نفس کو تو اپنے شکاری — اس واسطے اس ساتھ تجھے دل سے ہے یاری

تو پرورش اُسکی مین ہے باذلت و خواری | مردار سوا صید حلال اُس نے نہ ماری
گیدڑ کبھو کھلوائے ہے تجکو کبھو روباہ

جھگڑا کوئی حق اپنے پہ تجھ ساتھ جو ٹھانے | اور حق طرف اُسکے ہے تو سب طرح جانے
پرسگ ترا ہرگز سخن حق کو نہ مانے | سو طرح سے ظالم لگے حق اُسکا مٹانے
سمجھا ہے سیہ روئی تو اپنی کلف ماہ

کتّے سے شب و روز جو رکھتا ہو نہیں صحبت | دیتا ہے نہ تجھے یاد و فا اور قناعت
دنیا کے وہ جیفے کو سمجھتا ہے نجاست | اک پارچۂ نان پر ہے مرے ساتھ رفاقت
کسطرح تبا اُسکی مرے دل مین نہو چاہ

سودا بزبان جز سخن راست نہ لاوے | احمق ہو جو تجھسا کوئی تو اُسکو نہ بھاوے
کتّے کا ملوث تو نہا پاک ہو آوے | علت کی مشائخ کے جو دھوئے سے نجاوے
خالی کریں دھو دھلوائے زمزم کا اگر چاہ

قصیدہ در ہجو شخصے کہ متعصب بود

اگر دن چمن مین اگر جا کے مین غزلخوانی | تو بلبلیں ہون مرے چہچہے کی دیوانی
نہال میرے سخن کا اگر یہ کھینچے قد | برنگ سایہ پڑے پانؤن سرو بستانی
کرے طلوع اگر مہر فکر کا میری | نہ آفتاب مین ذرہ رہے درخشانی
سوا نہین وہ مرے صیت شعر کو سنکر | زمین مین شرم سے اب گڑ گیا ہے خاقانی
یقین تو جان کہ زانو ادب سکے اس فن مین | کرے ہے تو مرے آگے عبید زاکانی
جو رودکی سے مین کچھ پوچھون فن شعر کی بات | بجا کے تانت کہے دھن تلانک تا دانی
مری یہ فکر سخن صفحۂ زمانہ پر | کرے ہے مدح و مذمت مین جو ہزار زبانی
ضیائے مہر پہ کھینچی ہے نقش تاریکی | کرے ہے ظلمت حیوانکو پل مین نورانی
نہووے کیونکہ مرا رتبہ شعر مین یا نتک | مین ایسے سہر کی کرتا ہون اب ثناخوانی
کہ جسکی دم گئی مشرق سے لیکے مغرب تک | انھون کی اب کوئی دم واسکا نہین ثانی
فرشتے داڑھی کو اُسکے لگاتے مین صندل | کرے ہے طائفہ حور دنکا آ گل افشانی

جو کوئی وصف کرے اونکی دینداری کا — کرین ہین لعن اوسے ملکے انسی و جانی
انھونکی ذات مبارک مین یہ تعصب ہے — کرین نہ چشم مین سرمہ ہو گر صفاہانی
کوئی جو اوسکا سبب جاکے پوچھے ہے اونسے — تو کہتے ہین کہ ہے یہ بھی کوئی مسلمانی
لگانا سرمہ کو انکے جہان رہین شیعہ — بھلی ہین اس سے تو یہ آنکھین کور ہوجانی
علیؑ کا نام لے کوئی جو آکے مجلس مین — کہین ہین قتل کرو اوسکو ہے یہ ایرانی
معاویہ کو سمجھکر خلیفہ پنجم — کرین ہین ہو بہو اپنے کو اوسپہ قربانی
انھونکی اپنے مریدونکو یہ وصیت ہے — جو چھوڑ جاے مری روح عالم فانی
منڈاکے ریش کو اوس شخص کے نباچوری — کرے معاویہ کی گور پر مگس رانی
اگر جو پوچھے کوئی اصل و نسل کو اونکی — کہون مین یون نہ یہودی ہی یہ نہ نصرانی
جو باپ شمر کا تھا سو اونھونکا دادا تھا — جو مان یزید کی تھی سو اونھونکی تھی نانی
انھون کی بہن ہے ابن زیاد سے منسوب — ہنوز جس سے ہے دنیا مین آل مروانی
جگر کے ٹکڑے ہین خولی کے نور دیدہ شمر — نہین ہون شیس کے دیکھے سے انکے نورانی
غرض کہ اون مین اور انمین گرہ ہی ریشم کی — یہ گانٹھ ہمکو تو مشکل ہے سخت سلجھانی
نہ پوچھو تم یہ کہ ذات شریف سے اپنی — ہوئے ہین آل محمدؐ کے دشمن جانی
انھون کے دادا دیکھانے نام باندھے ہین تلوار — ہنوز قتل پہ سید کے آل مروانی
جو کہو موصلی سنتے ہو سو عصا لیکر — کرے تھا اونکے بزرگون کے گھر کی دربانی
کہے ہے اپنی یہ فخریہ شیخ و دین ہون — یہ رافضی نہ کرین گو مری قدر دانی
کہ جسکے دادے نے جاکر بلا مین روز وغا — کیا فرات کا بند اہل بیت پر پانی
وہ ایسے باپ کا بیٹا ہے جسکہ مشکون پر — چلا کے گھوڑون کو کرتا تھا تیر بارانی
نہین حسینؑ وگرنہ کرے ابھی یہ قتل — غرض جہان مین یہ ملعون یزید کا ثانی
نہ کر تو ایسے کی تعریف جسکے تئین سودا — کرین ہین لعن جو ایرانی و جو تورانی

محب دین پر اون کے الٰہی تا محشر
مدام نعمت خلد برین ہو رضوانی

قصیدہ در ہجو مولوی ساجد در بیان آنکہ یزید علیہ اللعنۃ اولی الامر گفتہ بود

سنا ہے مین یہ کسی نے بمدعاے فساد / کہا یہ مولوی ساجد سے جا کے شاہ آباد

مین تمسے پوچھنے آیا ہون مولوی صاحب / کسی کتاب مین ہووے تو کیجیے ارشاد

کہ دیکھ ماہ محرم نبی کی امت مین / درست ہے کہ یہ دین یکدگر مبارکباد

پہن لباس مکلف بروز عاشورہ / کرین معانقہ آپس مین ہو کے خرم و شاد

دیا جواب کہ ہم سنیونکے مذہب مین / عمل یہ اندنون کرتے نہین ہین کچھ الحاد

یہ بات ہوتی ہی آئی ہے عہد حضرت سے / ہزار جا ہے کتب بیچ اس کا استشہاد

حنا کو ہاتھون سے ملنا لگانا سرمے کا / لباس پہن کے پڑھنا وظیفۂ و اوراد

بڑا ثواب ہے اسکا کہ ہے یہ روز عید / کرین نہ گو یہ عمل شیعیان زراہ عناد

یہ سنکے کہنے لگا پھر وہ مولوی جیسے / غم حسین کا پاس اسمین ہے مگر الحاد

دیا جواب یہ پھر مولوی نے اُسکے تئین / غم حسین سے جاتی ہے نہ یہ خوشی برباد

حسین دے گیا ناحق غم اپنا شیعونکو / ملا کے پنجہ کو اپنے یہ پنجۂ فولاد

مگر نہ سمجھے تھا وہ آیۂ اطیعوا اللہ / نبی پر اُسکے کلام خدا سے ہے اسناد

خلاف امر اولی الامر کا ہے ایسا کچھ / کہ جون چراغ رکھے کوئی بردریچۂ باد

اگر یزید کی جاتا حسین بیعت کو / نبی کے آل کی برباد ہوتی کیون بنیاد

علی نے صلح بھلا کی تھی کیون معاویہ سے / حسن بھی کر گیا بیعت برائے دفع فساد

خلاف اپنے بزرگون کا جو کرے اُسکا / اگر کٹا تو کٹا سر زخنجر فولاد

غرضکہ مولوی سادہ نے اسکو سنّی جان / عقیدہ اپنے کی باتین سنا اُسے کین ارشاد

سنجایا اسکو ہے بدبخت رافضی عالم / جواب دیگا مری بات کا بصد اسناد

یہ سنکے کہنے لگا وہ کہ حرف حق نہین / جو مجتہد ہین ترے دین کے انکا ہے ایجاد

ترے موافق مذہب کے تجھسے پوچھون ہون / جواب دے تو مجھے راست نہ زراہ عناد

نبی کے بعد مقرر ہوئے خلیفہ چار / کہ جنسے اب تئین قائم ہے دین کی بنیاد

علی خلیفہ تھا عثمان کے بعد یا کوئی اور / جو کوئی اور تھا تو لا کتب سے تو اسناد

علی خلیفۂ چارم درست ہے کہ نہیں | محمد اور وہ آپس میں تھے برادر زاد
بتا کہ خطبے میں بعد از نماز جمعہ کے | کسے خلیفۂ چارم کیا خطیب نے یاد
معاویہ کو خلافت اگر بجائے علیؑ | پہونچتی تو تو اولی الامر اسکی تھی اولاد
حدیث فاطمہ کے حق میں البضعۃ منی | ہوئی زبان محمدؐ سے بار ہا ارشاد
مرا سخن نہیں باور جو تجکو جا کر دیکھ | صحاح ستہ میں اے مولوی کور سواد
جو اس حدیث کے معنی کہو تو نہیں سمجھا | سمجھ لے مجھسے سمجھنے کی ہو جو استعداد
حدیث یہ جو کہ نبی نے فرمائی | سو اس حدیث کے فرمانے سے یہی ہے مراد
جگر کا لخت مرے فاطمہ ہے دل اسکا | وہی دکھاویگا ہو دیگا جسکو مجھسے عناد
عدو مرا جو ہوا دشمن خدا ہے وہ | خدا کی دشمنی کرنا تو عین ہے الحاد
پس اب تو کہ دل خیر النسا ہو اس سے خوش | حسینؑ سے کے جو کرے قتل سے دل اپنا شاد
یزید کو تو مسلمان گنے ہے اے نسناس | پھر اسکو کہکے اولی الامر تین کرے ہے یاد
جسے کہ کہیے اولی الامر ہے حسینؑ شہید | امام برحق و معصوم پاک از اجداد
کہ جو نبی کا نواسا علی کا تھا فرزند | امام ہر دو جہان آپ اور امام نژاد
یزید کیونکہ اولی الامر ہے بتا ملعون | کیا یہ فرض ہوئی جاہ اسکو جون شداد
یزید کو تو اولی الامر سمجھے ہے مردود | تف اس عقیدے پہ لے خارجی ولدزاد
خدا رسول کی اسے سمجھا اطاعت سے | نہ فرد و فرقہ دین میں رہی ہے نہ افراد
یہ وہ اطاعتیں ظاہر میں تھیں محمدؐ تک | مگر مطیع بدل تھی سو آنکہ الامجاد
خبر حدیث سے قرطاس کی بھی رکھتا ہے | کہ ہے وہ بہر اطیعوا الرسول استشہاد
علی کی صلح جو تجھی نبی نے کیوں ڈالی | بتا بجنگ ہے یہ صلح کی بنیاد
حسنؑ کی صلح کا باعث یہ تھا معاویہ سے | کہ اسکے ساتھ ہوئے جمع تجھسے زشت نہاد
حسینؑ سے لکھنے یہ تجھ جیسے مسلمین کے | گیا مدینہ سے کربل کو لیکے آل اولاد
حدیث ہے کہ اگر مومنین ہوکر جمع | جہاں کہیں صاحب حق کی طرف کریں امداد
نہ باندھے صاحب حق گر کہے پہ انکی کمر | ثبوت حجت ایزد ہے اسپہ روز معاد
بھلا حسینؑ بچاتا تو اسپہ کیا کرتا | خدا کے نزد کی حجت ہے قتل سے تھی یاد
نہ دان اہل دغا سے تمام کر حجت | دھر کھا سر اپنے کو جا زیر خنجر بیداد

غرضکہ رافضی بے ادب نے ازرہ جہل / خموش مولوی صاحب کو کر کے حد سے زیاد
یہ کہہ کے اٹھ گیا ظاہر ہے اس حمایت سے / حشر یزید کا تو ہے وہ ہے ترا داماد
جب اس مکابرہ نے اشتہار پایا تب / ہوئی یہ مولوی صاحب پہ عشرئین روداد
ہر ایک تعزیہ خانے مین سنکتے تھے فضا / پڑھے یہ مطلع تازہ وہ جو ہے نیک نہاد

مطلع

مکن تو لعن یہ شمر و یزید و ابن زیاد / بگو بمولوی ساجد مدام لعنت باد

قصیدہ شہر آشوب

اب سامنے میرے جو کوئی پیر و جوان ہے / دعوی نہ کرے یہ کہ مرے منھ مین زبان ہے
مین حضرت سودا کو سنا بولتے یارو / اللہ رے اللہ ہے کیا نظم بیان ہے
اثنا مین کیا عرض کہ فرمائیے حضرت / آرام سے کٹنے کی طرح کوئی بھی یان ہے
سنکر یہ لگے کہنے کہ خاموش ہی رہ جا / اس امر مین قاصر تو فرشتے کی زبان ہے
کیا کیا مین بتاؤن کہ زمانہ کی کئی شکل / ہے وجہ معاش اپنی سو جسکا یہ بیان ہے
گھوڑا لے اگر نوکری کرتے ہین کسو کی / تنخواہ کا پھر عالم بالا پہ نشان ہے
گذرے ہے سدا یون علف و دانہ کی خاطر / شمشیر جو گھر مین تو سپر بنئے کے یان ہے
ثابت ہو جو دگلا تو نہین موزہ نہین کچھ حال / تیردان مین ہے پہ کمری تہ بے چلہ کمان ہے
کہتا ہے نفر غرہ کو صراف سے جا کر / بی بی نے تو کچھ کھایا ہے فاقہ سے میان ہے
یہ سنکے دیا کچھ تو ہوئی عید وگرنہ / شوال بھی پھر ماہ مبارک رمضان ہے
اس رنج سے جب چڑھ گئے رکھتین مہینے / تنخواہ کا پھر بیٹنا اس شکل سے یان ہے
لیتے ہین باین روسیہی وہ تو دو ماہہ / ناک وصولنس دہڑکے کی جگہین تاب و توان ہے
قاضی کی جو مسجد ہے گدھا باندھکے اوسمین / بیٹھا ہوا اوس شکل سے ہر پیر و جوان ہے
ملا جو اذان دیوے تو منھ موندکے اوسکا / کہتے ہین کہ خاموش مسلمانی کہان ہے
بولا جو خطیب اوسمین تو مارے اُسے اک دھول / ہاتھ آگیا واعظ تو چھیڑا وہ دہان ہے

رہنے لگے ہے گدھا آٹھ پہر گھر مین خدا کے
لے ذکر نہ صلوٰۃ نہ سجدہ نہ اذان ہے

اور وہ جو ہین قمر و دردہان اُن کے بیٹھین
رہتی کے جو آگے کی یہ ہر ایک دکان ہے

اُٹھ اُٹھ کے دکھاتے ہین اُنھین چال وہ اپنا
دربار رواس عہد مین جو خرد و کلان ہے

یون بھی نہ ملا کچھ تو ہر اک پالکی آگے
اس سج سے رسالہ کا رسالہ ہی روان ہے

کوئی سر پہ کیے خاک گریبان کسیکا چاک
کوئی رو دیے ہے منہ پیٹ کوئی نعرہ زنان ہے

ہندو و مسلمان کو پھر اُس پالکی اوپر
ارتھی کا تو ہم ہے جنازہ کا گمان ہے

یہ مسخرگی دیکھ کے جا صاحب ارتھی
کہتے ہین جو وان عرض تو نے پھر آئی نہ ہان ہے

گر ہو جیے جا کر کسی عمدہ کے مصاحب
اُسکی تو اذیت ہے بڑی آفت جان ہے

وہ جاگے جو رات کو تو بیٹھے ہین دو زانو
کیسا ہی اگر اپنے تئین خواب گران ہے

بیوقت خورش اُسکی جو ہو اپنے تئین بھوکھ
سو کیا کہون تجھسے کہ مصیبت کا بیان ہے

گھڑیال کی چپ بیٹھے ہوئے گنتے ہین گھڑیان
اور بیچ خلا رو دو نہین جون سپ دان ہے

خمیان آئے خمیان ہر ادر حیرت اور یہ حیرت
منہ صورت سو فار مگر شکل دہان ہے

صیغے یہ طبابت کے بھلا آدمی نوکر
سو دو سو روپے کا جو کسی عمدہ کے یان ہے

صحبت نہ یہ اس سے اگر آقا کے تئین چھینکا
آوے تو وہ اسکو بجھونت نگران ہے

دیتے ہین نسگا تیر و کمان ہاتھ مین اُسکے
ٹھنڈھی ہوا آینکا گراو سو قت گمان ہے

اور باحضر او پر جو وہ نواب کو دیکھے
کھانا تو یہ کھاتے ہین پر اسکو خفقان ہے

مطبخ مین ہے خربزہ اور خربزہ پر دودھ
ہے دودھ پہ مچھلی پس اوپر گاو زبان ہے

یہ بھی تو نہین ہے کہ اسی سے ہو تسلی
اس سب پہ تعفن کے لیے تسبینی نان ہے

اسمین جو کہین درد اوٹھا پیٹ مین اُنکے
پھر بو علی سینا ہے تو وہ ہیچمدان ہے

رکھتے ہین غرض مرگ سے لڑ نیکو سپاہی
گر نوکری سمجھو یہ طبابت کی کہان ہے

سوداگری کیجے تو ہے اسمین یہ مشقت
دکھن مین سبکے دہ جو خرید صفہان ہے

ہر صبح یہ خطرہ ہے کہ طے کیجیے منزل
ہر شام یہ دل وسوسہ سود و زیان ہے

لیجا جو کسی عمدہ کی سرکار مین دے جنس
یہ درد جو سنئے تو عجب طرفہ بیان ہے

قیمت جو چکاتے ہین سو اسطرح کہ ثالث
سمجھے ہے فروشندہ یہ وزدیکا گمان ہے

جب مول مشخص ہوا مرضی کے موافق
پھر بیسیون کی جاگیر کی عامل پہ نشان ہے

پروانہ لکھا کر گئے عامل کنے جس وقت
کہتا ہے وہ پیسا ابھی مجھ پاس کہان ہے

اودھر سے پھر آئے تو کہا جنس ہی لیجا
دیوان بیوتات یہ کہتے ہین گران ہے

آخر کو جو دیکھو تو نہ پیسے ہین نہ وہ جنس
ہر اک متصدی سے میان اور تیان ہے

ناچار ہو پھر جمع ہوئے قلعہ کے آگے
جو پالکی نکلے ہے تو فریاد و فغان ہے

وو بیل کی جا گر جو کہین سے کیجیے کھیتی
اور مینھ بھی موافق ہے پڑے تو توکان ہے

ہین خشکی و قرقی کے تفکر مین شب و روز
ضامن ہے دلکے تئین نے جسکو امان ہے

گر خان و خوانین کی سے لے کوئی وکالت
اسکا تو بیان کیا کرون تجھسے کہ عیان ہے

ہر عمدہ کے دروازے پہ زین پوش پہ بیٹھا
پوچھے ہے اجی مرد ہے نواب کہان ہے

ہر گھر مین وہ چاہے کہ مین فوارہ سا چھوٹون
ہر کوچہ مین جون آب جیکا بودہ دوان ہے

دیوان سے بخشی کے بیوتات کے حاضر
مانند کنھیا کے جہان دیکھو تہان ہے

ہر بات پلٹتا ہی رہے صبح سے تا شام
پیپل کے تپے کیطرح منھ مین زبان ہے

لاوے جو کچہری سے وہ دامونکا سیاہا
للچا وے موکل کو یہ کیا خوب مکان ہے

سو ماہی پہ بیٹھی ہے ٹلے پانسو ہے خرچ
اور زر کے اجارے کی بھی اردو مین دکان ہے

بتلادے غرض پیسے ادھار کر ہوار و پوش
گھر جا کے پکارے جو کوئی لالہ کہان ہے

جس وقت سنا یہ وہین آواز بدل کر
آپ ہی کہا گھر مین سے کش چند کریان ہے

پھر ہو جو موکل سے کہین راہ مین بھیٹا
اسناد کا جاگیر کے یہ اُس سے بیان ہے

عرضی پہ ہوا اسم سیاہے یہ ہوا تسمیہ
پروانہ مین تمہر ہون تصدق مریجان ہے

کاہے کی غرض عرضی وہ اور کسکا سیاہا
کہدھر کا وہ پروانہ وہ جاگیر کہان ہے

انصاف جو کیجیے تو نہین اسکی بھی تقصیر
سب ماحصل ان باتونکا اک بار جہان ہے

شاعر جو سنے جاتے ہین مستغنی الاحوال
دیتے جو کوئی فکر و تردد کو تو یان ہے

مشتاق ملاقات اُنھونکا کس و ناکس
ملنا اُنھین اُنسے جو فلان ابن فلان ہے

گر عید کا مسجد مین پڑھے جاگے دوگانہ
تہنیت قطعہ تہنیت خان زمان ہے

تاریخ تولد کی رہے آٹھ پہر فکر
گر رحم مین بیگم کے سنے نطفۂ خان ہے

اسقاط حمل ہو تو کہین مرثیہ ایسا
پھر کوئی نہ پوچھے میان مسکین کہان ہے

ملائی اگر کیجیے تو ملا کی ہے یہ قدر
ہون دور روپے اسکے جو کوئی مثنوی خوان ہے

اور ماحضر اخوند کا اب کیا مین بتاؤن
یک کاسۂ دال عدس و جو کی دو نان ہے

دیکھو تو بچارا وہ پڑھایا کرے لڑکے
شب خرچ کے گھر کا اگر ہندسہ دان ہے

تس پر یہ ستم ہے کہ نہالی تلے اُڑ کے
لڑکوں کی شرارت سے سدا خار نہان ہے

کھا جائے یہ عمل کر جو وہ شیطان کا لشکر
دیوالی کو لے ہاتھ تعاقب مین دوان ہے

اب کیجئے انصاف کہ جسکی ہو یہ اوقات
آرام جو چاہے وہ کرے وقت کہان ہے

جس روز سے کاتب کا لکھا حال مین تب سے
ہر صفحۂ کاغذ پہ قلم اشک فشان ہے

وہ بیت کے ٹکے سیکڑے لکھنے کو ہے محتاج
تولی مین خطاب جسکا سیہ از خط بتان ہے

یہ بھی مین تکلف ہی سے کہتا ہون وگرنہ
آفاق مین ان چیزونکی اب قدر کہان ہے

اچھا ہو جو مولی کا زمانے مین نئے سر
خطاط کی اونتی ہی رہی قدر کہان ہے

ہر سیہ ہو سوا پانچ ٹکے گذرے ہین آکر
یاقوت پکارے جو بکا قرآن ہے

دفتری کو کتابت لکھین دھیلے کو قبالہ
بیٹھے ہوئے وان میر علی چوک جہان ہے

چاہے جو کوئی شیخ بنے پھر فراغت
چھپتے ہی تو شعرا کی وہ مطعون زبان ہے

دیتا ہے دم خر سے کوئی شملے کو نسبت
گنبد سے کوئی پگڑی کو تشبیہ کنان ہے

اور اسکو جو دستے کوئی وہ پھر معیشت
اس فکر و تردد ہی مین ہر ایک زمان ہے

پیچھے ہے مریدونسے یہ ہر صبح کو اٹھکر
ہے آج کدھر عرس کی شب روز کہان ہے

تحقیق ہوا عرس تو کر داڑھی کو کنگھی
لے خیل مریدان سے گئے وہ بزم جہان ہے

ڈھولک جو لگی بجنے تو وان سبکو ہوا وجد
کوئی کودے کوئی رو دے کوئی نعرہ زنان ہے

بے تال ہوئے شیخ جو تک وجد مین آکر
سرگوشیون مین تو اصولی کا بیان ہے

گر تال سے پڑتا ہے قدم تو بھی نہین ہنس
کہتے ہین کوئی حال ہے یہ رقص کنان ہے

اور ماحصل اس رنج و مشقت کا جو پوچھا
ڈالا ہوا وان دال نخود قلیہ و نان ہے

سب پیشہ یہ سچ کر جو کوئی ہو متوکل
جورو تو سمجھتی ہے نکھٹو یہ میان ہے

اور بیٹی کے دکھ سے ہے خرافت کا تیقن
بیٹے کو جنون ہونیکا باپ کے گمان ہے

پھر شیخ سے جب لڑکے لگے بھوکے مرنے
ہر خان و خوانین کے ہمراہ دوان ہے

جب راہ خدا پیسے نکالے کوئی نواب
تب انکی سفارش مین اسے رقعہ خان ہے

مضمون بھی رقعہ کا کہ کچھ دیجیے اسکو
مداح اما ہونکا ہے اور مرثیہ خوان ہے

بالفرض اگر آپ ہوئے ہفت ہزاری
تک دیکھنا منصور علیخان جی کا احوال
آرام سے کٹنے کا سنا تو نے کچھ احوال
دنیا مین تو آسودگی رکھتی ہے فقط نام
سواد سپہ تیقن کسیکے دلکو نہین ہے
یان فکر معیشت ہے تو وان دغدغۂ حشر

یہ شکل بھی مت سمجھیو تو راحت جان ہے
چھالی یہ کڑک بجلی ہے اور شیر دہان ہے
جمعیت خاطر کوئی صورت ہو کہان ہے
عقبے مین یہ کہتا ہے کوئی اُسکا نشان ہے
یہ بات بھی گو بندہ ہی کا محض گمان ہے
آسودگی حرفیست نہ یان ہے نہ وہان ہے

مُخمّس شہر آشوب

کہا مین آج یہ سودا سے کیون تو ڈانوان ڈول
لگا وہ کہنے یہ اُسکے جواب مین دو بول
پھرے ہے جا کہین نوکر ہوئے لیکے گھوڑا مول
جو مین کہونگا تو سمجھے گا تو کہ آہ یہ ٹھٹھول
تبا کہ نوکری بکتی ہے ڈھیر یون یا تول

سپاہی رکھتے تھے نوکر امیر دولتمند
کیا ہے ملک کو مدت سے سرکشون نے پسند
سو آمد اُنکی تو جاگیر سے ہوئی ہے بند
جو ایک شخص ہے بائیس صوبے کا خاوند
رہی نہ اُسکے تصرف مین فوجداری کول

قوی ہین ملک مین مفسد امیر ہین سو ضعیف
نہ کچھ ربیع مین حاصل نہ درمیان خریف
ٹکے کہان جو انھین دیکے ہون انھون سے حریف
جو عامل اب ہین محالات پر سو یون ہین ضعیف
کہ جسطرح کسی حاکم کے گھر گنہگار کی قول

بس انکا ملک مین کار نسق جو یون ہو تباہ
جلبہ وہ کونسی نوکر رکھین یہ جسپہ سپاہ
کہ گو وہ زر ہو زراعت مین تو نہ دین پرکاہ
کہان سے آدین پیادے کرین جو پیش نگاہ
کدھر سوار رہے جو پیچھے چلین وہ باندھکے غول

رہی فقط علی باجے پر انکی شان
پر اُنکا فکر ہے تخفیف خرچ پر ہر آن
جو چاہین اسکو نہ بجوا دین یہ تو کیا امکان
رہیگا حال اگر ملک کا یہی تو ندان
گلے مین تاشا کہار دینگے پالکی مین ڈھول

انھین ہے اپنی امارت سے اب یہی منظور
کہ ہون نہ دور جھجل اور ایک کا تھی سمور

نہ رسم صلح کی سمجھیں نہ جنگ کا دستور
جو ائمین قاعدہ وان تھے ہوے وہ انسے دور
تماش انکی طبیعت کا سب طرح سے ٹھٹھول

امیر اب جو ہیں دانا انھونکا ہے یہ خیال
ہوے ہیں خانہ نشین دیکھکر زمانیکا حال
بچھی ہے سوزنی جو جا بجا اچھلے ہے رومال
حضور بیٹھے ہیں اک دو ندیم اہل کمال
دھری ہے سامنے اک پیکدان و اک تنبول

جو کوئی ملنے کو انکے انھونکے گھر آیا
ملے یہ اسُ سے گر اپنا دماغ خوش پایا
جو ذکر سلطنت اسمین وہ درمیان لایا
انھون نے پھیر کے ادھر سے منھ یہ فرمایا
خدا کیواسطے بھائی کچھ اور باتین بول

جو مصلحت کے لیے جمع ہون صغیر و کبیر
تو ملک و مال کا فکر اسطرح کرین ہین مشیر
وطن پہونچنے کی سوجھی ہے بخشی کو تدبیر
کھڑا یہ اٹھکے دیوان خاص بیچ وزیر
کہ شامیانہ کے بانسون پہ لقرئی ہین خول

خجل ہو یہ نہ سمائے زمین بہت بھائی
گئے وہ مشورے سے مین کھیلین چون سواماٹی
تمام عمر ہے تدبیر ملک مین کاٹی
ندان کراسکتے ملکر گھر اینٹ کا ماٹی
پھر اسپے زعم مین ہر اک برابر خود لول

پڑے جو کام انھین تب نکل کے کھائی سے
رکھین وہ فوج جو مرتے پھری لڑائی سے
بپا دے ہین سو ڈریں سر منڈاتے نائی سے
سوار گر پڑین سوتے ہین چارپائی سے
کرے جو خواب مین گھوڑا کسیکے نیچے اول

نہ صرف خاص مین آمد نہ خالصہ جاری
سپاہی تا متصدی سبھون کو بیکاری
اب آگے دفتر تن کی مین کیا کہون خواری
سوال دستخطی کو پھاڑ کرکے پساری
کسیکو آنولہ دے باندھکر کسیکو کچول

یہ جلنے نقدی و جاگیر کے تھے منصب دار
تلاش کرکے ڈھہلتے انھون نے ہو ناچار
ندان قرض مین بنیون کے دی سپر تلوار
گھرون سے اب جو نکلتے ہین لیکے وہ ہتھیار
بغل کے بیچ تو سوتا ہے ہاتھ مین کچکول

کرون معاش کا حضرت کی کیا بیان احوال
کہ توشہ خانہ ہے انکا پڑا ہے جی کی دکان
نکل تنور کے منھ سے گئے ہے گا وہ زبان
بکی ہو ان تب نہین کہ جیب کا بھی خالد مکان

بکے ہے تیسرے فاقہ مین کوڑیون کے مول

کہے جو سودی سے جاکر دواب کے حالات — جواب دے ہے کہ ہے ونٹ تو فرشتے کی ذات
ہوا پہ جیتی ہے بیلون کی اوڑھیں یہ برات — جو تنکے چرین ہین انھون نے پیا ہے آب حیات

تمھارے کھانیکو دانا کہو تو دیجیے تول

جو اصطبل مین کئی گھوڑے ہین سو کیا امکان — کہ ہووے گھاس کے تنکے کا انکے آگے نشان
کسو کی ٹوٹی ہے ٹنگری کسو کا جھڑ گیا کان — طویلہ اسکو کہون یا مین پنج پیر کا تھان

اسی خیال مین رہتی ہے عقل ڈانواں ڈول

اور اب جو زعم مین آقا کے فیلخانا ہے — جو ہتنی اندھی ہے اسمین تو ہاتھی کانا ہے
نہ ٹھور چارے کا رات کا نے ٹھکانا ہے — ہر ایک بھوک سے سوے عدم روانا ہے

اب اسکو خواہ وہ پاگل سمجھین خواہ جھول

کرے ہے بھوک سے تا کردیشہ ایسے معاش — کہین پلاؤ تو باورچی وان پکا دین آش
کرین قناتون مین دربان بیٹھے پردہ فاش — تلے سے کھینچ لے مسند کو آنکر فراش

اگر کہین کہ مٹا اٹھکے چاندنی کا جھول

یہ خادمان محل کی ہے اندنون صورت — نہ خوان ڈھونے کا کشمیرنی مین باقی سکت
نہ اٹھکے ہلنے کی ہرگز رذیلے مین طاقت — بنی ہے بھوک سے دربانون کے منھ کی گت

کہ بوڑھی ہتھنی کے جسطرح بیٹھ جاے کپول

مچا رکھی ہے سلاطینون نے یہ توبہ دھاڑ — کوئی تو گھر سے نکل آے ہین گریبان پھاڑ
کوئی دراپنے پہ آوے دے مارتا ہے کواڑ — کوئی کہے جو ہم ایسے ہین چھاے ہیگی پہاڑ

تو چاہیے کہ ہمین سبکو زہر دیجیے گھول

غرض مآل ہے اس گفتگو سے یہ میرا — کہے جو زری نے جب ایسا گھر آنکر گھیرا
تو کوئی قصد کرے نوکری کا بہتیرا — نہین یہ فائدہ کچھ تا وہ چھوڑ کر ڈیرا

کرے نہ عزم سوے صفہان و استنبول

جو نوکری ہے کہین زیر چرخ نیلی فام — سو جائداد کا اسکے ہے پرگنہ سرسام
دبا کا جب سے ہے دارالخلافہ مین ہنگام — گھرون کی ضبطی کا رسم اسقدر ہوا ہے عام

ادھر کسیکا دکھا سر ادھر سے دوڑی قرل

سوکیا وہ نوکری کٹتی ہے جسمین یہ اوقات
ملے ہے پیٹ کو روٹی سو رو رو آدھی رات
جو چاہین تن ڈھپے اُسمین سو آگے پیچھے مات
اور اسپہ یہ کہ وہ تب ٹھہرے روز موجودات
جو پانچون باندھے ہو ہتیار اور چھٹی پستول

وہ نوکر اب جسے آقا ہر آن پہچانے
جو پوچھو اُس سے کہ تم کچھ روپے لگے پانے
کہے ہے آہ وہ بھر کر سوائے آٹھ آنے
روپے کی شکل نہین دیکھی ہے خدا جانے
کہ اس زمانے مین چپٹا بنے ہے وہ یا گول

غرض کہ جب نہین ملتا ہو پاؤ بھر بھی چون
کرے وہ نوکری جسکو کہ ہووے خبط و جنون
نجانو یہ کہ انہین جب سپہ گری کا فنون
نہ آیا سیکھ تو یون باندھنے لگے مضمون
زمانہ دیکھ کے ہتیار ہمنے ڈالے کھول

سخن جو شہر کی ویرانی سے کرون آغاز
تو اسکو سنکے کرین ہوش چند کے پرواز
نہین وہ گھر نہو جسمین شغال کی آواز
کوئی جو شام کو مسجد مین جاے بہر نماز
تو وان چراغ نہین ہے بجز چراغ غول

کسیکے یان نہ رہا آسیا سے تا بہ اجاغ
ہزار گھر مین کہین ایک گھر جلے ہے چراغ
سو کیا چراغ وہ گھر ہے گھرونکے غمسے داغ
اور اُن مکانون مین ہر سمت رینگتے ہین الاغ
جہان بہار ہین سنتے تھے بیٹھکر ہنڈول

خراب ہین وہ عمارت کیا کہون تجھ پاس
کہ جسکے دیکھے سے جاتی رہی تھی بھوک اور پیاس
اور اب جو دیکھو تو دل ہووے زندگی سے اُداس
بجاے گل چمنون مین کمر کمر ہے گھاس
کہین ستون پڑا ہے کہین پڑے مرغول

یہ باغ کھا گئی کسکی نظر نہین معلوم
نجانے کن نے رکھا یان قدم وہ کون تھا شوم
جہان تھے سرو و صنوبر وہان اُگے ہین زقوم
مچے ہے زاغ و زغن سے اب اُس چمن مین دھوم
گلونکے ساتھ جہان بلبلین کرین تھین کلول

رکھین تھے سبز کو نگھٹ کے گرد کے دیہات
کہ اب جہان کہ تھے پنہاریون کے آبحیات
اور اُن درختونکی وے چھائین وے گھنے سرپات
نہ وے درخت ہین اب وان نہ آدمی کی ذات
کوئین مین مردے پڑے ہین نہ رسیان ہے نہ ڈول

جہان آباد تو کب اس ستم کے قابل تھا
مگر کبھو کسی عاشق کا یہ نگر دل تھا

کہ یون مٹا دیا گویا کہ نقش باطل تھا | عجب طرح کا یہ بحر جہان مین ساحل تھا

کہ جس کی خاک سے لیتی تھی خلق موتی رول

دیا بھی وان نہین روشن تھی جس جگہ فانوس | پڑے ہین کھنڈرون مین آئینہ خانہ کے ناموس
کرو دل پر از امید ہو گئے مایوس | گھرون سے یون بجا کے نکل گئی ناموس

ملی نہ ڈولی انھین جو تھے صاحب چنڈول

نجیب زادیون کا اندنون ہے یہ معمول | وہ برقع سر پہ ہے جسکا قدم تلک ہے طول
ہے انکی گود مین لڑکا گلاب کا سا پھول | اور انکے حسن طلب کا ہر ایک سے یہ اصول

کہ خاک پاک کی تسبیح ہے جو لیجیے مول

اگر محب ہو مستمع تو سن یہ نام | دیا پچھا انسنے بمقدر کرکے نذر امام
پڑا جو شامت طالع سے خارجی سے کام | دروغ وراست کا لایا وہ درمیان مین کلام

یہ آگئے ادر چلین کہکے زیر لب لاحول

غرض مین کیا کہون یارو کہ دیکھکر یہ قہر | کرور مرتبہ خاطر مین گذرے ہے یہ لہر
جو ٹک بھی امن دل اپنے کو دیوے گردش دہر | تو بیٹھکر کہین یہ روئیے کہ مردم شہر

گھرون سے پانی کو باہر کرین جھکول جھکول

بس اب خموش ہو سودا کہ آگے تاب نہین | وہ دل نہین کہ اب اس غم سے وہ کباب نہین
کسیکی چشم نہو گی کہ وہ پر آب نہین | سوا اسکے تری بات کا جواب نہین

کہ یہ زمانہ ہے اک طرح کا زیادہ نہ بول

قصیدہ در ہجو اسپ المسمّی بہ تضحیک روزگار

ہے چرخ جب سے ابلق ایام پر سوار | رکھتا نہین ہے دست عنان کا بیک قرار
جتنے طویلے بیچ کوئی دن کی بات ہے | ہرگز عراقی و عربی کا نتھا شمار
اب دیکھتا ہون نہین کہ زمانے کے ہاتھ سے | موچی سے کفش پا کو گٹھاتے ہین وہ ادھار
تنہا وے نہ دہر سے عالم حشر اسپ | خست سے اکثرون نے اٹھایا ہے ننگ و عار
ملینگے چنانچہ ایک ہمارے بھی مہربان | پادے سے ڈرا جو اونکا کوئی نام لے نہار

نوکر ہین سو روپے کے دیانت کی راہ سے
گھوڑا رکھین ہین ایک سو اتنا خراب و خوار

نہ دانہ و نہ کاہ نہ تیمار نہ سئیس
رکھتا ہو جیسے اسپ گلی طفل شیرخوار

ناطاقتی کا اسکے کہانتک کرون بیان
فاقون کا اسکے اب مین کہانتک کرون شمار

مانند نقش نعل زمین سے بجز فنا
ہرگز نہ اٹھ سکے وہ اگر بیٹھے ایکبار

اس مرتبہ کو بھوک سے پہونچا ہی اسکا حال
کرتا ہے راکب اسکا جو بازار مین گذار

قصاب پوچھتا ہے مجھے کب کروگے یاد
امیدوار ہم بھی ہین کہتے ہین یون چمار

جسدن سنے اس قصائی کے کھونٹے بندھا تھا وہ
گذرے ہے اس نمط اسے ہر لیل و ہر نہار

ہر رات اخترونکے تئین دانہ بوجھکر
دیکھے ہے آسمانکی طرف ہوکے بیقرار

تنکا اگر پڑا کہین دیکھے ہے گھانس کا
چوکے کو آنکھ موند کے دیتا ہے وہ پسار

خط شعاع کو وہ سمجھ دستۂ گیاہ
ہر دم زمین پہ آپ کو پٹکے ہے بار بار

پیدا ہوئی ہے تسپہ اگن باد اسقدر
ہرگز دروغ اسکو تو مت جان زینہار

گذرے وہ جسطرف سے کبھو اوسطرف نسیم
باد سموم ہووے وہین گر کرے گذار

دیکھے ہے جب وہ توبڑہ دہقان کیطرف
کھودے ہے اپنے سم سے کنوئین ٹاپہین بار

فاقون سے ہنہنانے کی طاقت نہین رہی
گھوڑی کو دیکھتا ہے تو پادے ہے بار بار

ہے اسقدر ضعیف کہ اڑ جاوے باد سے
میخین گر اوسکی تھان کی ہووین نہ استوار

نہ استخوان نہ گوشت نہ کچھ اسکے پیٹ مین
دھونکے ہے دم کو اپنے کہ جون کھال کو لوہار

سمجھا نہ جاوے یہ کہ وہ ابلق ہے یا سرنگ
خارشت سے زبسکہ ہے مجروح بیشمار

یہ حال اسکے دیکھ غرض یون کہے ہے خلق
جنگل سے موذیکے تو چھوڑا اوسکو کردگار

ہر زخم پر زبسکہ بھنکتی ہین مکھیان
کہتے ہین اسکے رنگ کو مگسی اس اعتبار

لیجا دین چور یا مرے یا ہو کہین یہ گم
اس مین بات سے کوئی جلدی ہو آشکار

تنہا نہ اوس کے غم سے ہے دل تنگ نین کا
خوگیر کا بھی سینہ جو دیکھا تو ہے فگار

القصہ ایک دن مجھے کچھ کام تھا ضرور
آیا یہ دل مین جائیے گھوڑے پہ ہو سوار

رہتے تھے گھر کے پاس قضارا وہ آشنا
مشہور تھا جنھون کنے وہ اسپ نابکار

خدمت مین انکی مینے کیا جا یہ التماس
گھوڑا مجھے سواری کو اپنا دو مستعار

فرمایا جب انھون نے کہ اے مہربان من
ایسے ہزار گھوڑے کرون تجھپہ مین نثار

لیکن کسیکے چڑھنےکے لائق نہین یہ اسپ
یہ دالتی ہے اسکو بجا نرگے انکسار

صورت کا جسکا دیکھنا ہیگا گدھے کو ننگ
سیرت سے جسکے نت ہے سگ خشمگین کمہار

بدرنگ جیسے لید و بدبو ہے جون پشاب
بدمین یہ کہ اصطبل ادجڑ کرے ہزار

مانند مینچو کے لکدزن ہے تھان پر
لاجنب وہ زمین سے ہو جون منخ استوار

حشری ہے اسقدر کہ بحشر اسکی پشت پر
دجال اپنے منھ کو سیہ کرکے ہو سوار

اتنا وہ سرنگون ہو کہ سب اوڑ گئے ہین دانت
جبڑے پہ بسکہ ٹھوکر دن کی نت پڑے ہی مار

ہے پیر اسقدر کہ جو بتلاے اسکا سن
پہلے وہ لیکے ریگ بیابان کرے شمار

لیکن مجھے زروے تواریخ یاد ہے
شیطان اسی پہ نکلا تھا جنت سے ہو سوار

کم رو ہے اسقدر کہ اگر اوسکے نعل کا
لوہا گلا کے تیغ نبادے کبھو لوہار

ہے دلکو یہ یقین کہ وہ تیغ روز جنگ
رستم کے ہاتھ سے نہ چلے وقت کارزار

مانند اسپ خانہ شطرنج اپنے پانون
جز دست غیر کے نہین چلتا ہو زینہار

اکدن گیا تھا مانگے یہ گھوڑا برات مین
دولھا جو بیاہنے کو چلا اوسپہ ہو سوار

سبزے سے خط سیاہ و سیہ سے ہوا سفید
تھا سرو سا جو قد سو ہوا شاخ باردار

پہونچا غرض عروس کے گھر تک وہ نوجوان
شیخوخیت کے درجے سے کر قطع رہگذار

مٹھا تو اسقدر ہے وہ جو کچھ کہ تم سنا
لیکن اب ایکدن کی حقیقت کہون یار

دہلی تک آن پہونچا تھا جسدن کہ مرہٹہ
مجھسے کہا نقیب نے آکر بہ وقت کار

مدت سے کوڑیون کو اڑایا ہے گھر مین بیٹھ
ہو کر سوار اب کرو میدانین کا رزار

ناچار ہو کے تب تو بندھایا مین اوسپہ زین
ہتیار باندھ کر مین ہوا جاکے پھر سوار

جس شکل سے سوار تھا اسدن مین کیا کہون
دشمن کو بھی خدا نہ کرے یون ذلیل و خوار

چابک تھے دونون ہاتھ مین پکڑے تھا منھ مین باگ
تک تک سے پاشنہ کے مرے پانون تھی فگار

آگے سے توبڑا اوسے دکھلاے تھا سئیس
پیچھے نقیب ہانکے تھا لاٹھی سے مار مار

ہرگز وہ اسطرح بھی نہ لاتا تھا رو براہ
ہلتا نہ تھا زمین سے مانند کوہسار

اس مضحکے کو دیکھ ہوے جمع خاص و عام
اکثر مہ برونین سے کہتے تھے یون پکار

پہیے اسے لگاؤ کہ تا ہووے یہ روان
یا بادبان باندھو لون کے دو اختیار

مین کیا کہون غرض کہ ہر اک اسکی شکل دیکھ
تیغ زبان سے کاٹکے کرتا تھا گل نثار

کہتا تھا کوئی ہے بڑ کو ہی نہین یہ اسپ
کہتا تھا کوئی ہیگا ولایت کا یہ حمار

کہتا تھا کوئی مجھسے ہوا تجھسے کیا گناہ
کتوال نے گدھے پہ تجھے کیون کیا سوار

کہنے لگا پھر آ کے اُس اجماع مین کوئی شخص
مرکب نہ یہ گدھا نہ یہ راکب گنا ہگار

سمجھون ہون مین تو یہ کہ سپاہی کہ جسمین
ڈائن چلی ہے سیر کو ہو چرخ پر سوار

اس مخمصہ مین تھا ہی کہ ناگاہ ایک روز
فتنے کو آسمان نے کیا مجھسے پھر دوچار

دھوبی کمھار کے گدھے اُسدن چرے تھے گم
اس ماجرے کو سُن کیا دونون نے ان گذار

ہر اک نے اسکو اپنے گدھے کا خیال کر
پکڑے تھا دھوبی کان تو کھینچے تھا دم کمھار

دریاے کشمکش ہوا اور آن موج زن
تھا عنقریب ڈوبیے خفت سے ایکبار

بدبختی اسکی دیکھ کے کر خرس کا خیال
لڑکے بھی وان تھے جمع تماشے کو بیشمار

رکھتا تھا کوئی لا کے سیار اسکو منھ کے بیچ
مو اسکے تن سے کوئی اکھاڑے تھا بار بار

کہتا تھا کوئی مجھسے کہ تو تجکو بھی چڑھا
دونگا ٹکا تجھے مین ہے نوچندا اتوار

کتے بھی بھونکتے تھے کھڑے اسکے گردپیش
ساتھ اُس سمند خرس نما کے ہو چشم چار

اسوقت مینے اپنی مصیبت پہ کر نظر
کہنے لگا خدا سے یہ رو رو کے زار زار

جھگڑون مین دھوبیون سے کہ لڑکو نکو دون جواب
کتون سے یا لڑون کہ مرون اپنا پیٹ مار

بارے دعا مری ہوئی اُسوقت مستجاب
وانسے بہر نمط کیا جنگاہ تک گذار

دست دعا اُٹھا کے مین پھر وقت جنگ کے
کہنے لگا جناب الٰہی مین یون پکار

پہلے ہی گولا چھوٹتے اس گھوڑے کے لگے
ایسا لگے یہ تیر کہ ہو وے جگر سے پار

یہ سنکے مین خدا سے ہوا مستعد جنگ
اتنے مین مرسٹھ بھی ہوا مجھسے آ دوچار

گھوڑا تھا بسکہ لاغر و سست ضعیف و خشک
کرتا تھا یون خفیف مجھے وقت کارزار

جاتا تھا جب ڈپٹ کے مین اُسکو حریف پر
دوڑون تھا اپنے پانون سے جون طفل نے سوار

جب دیکھا مین کہ جنگ کی یان اب بندھی ہے شکل
لے چوتھ کو ہاتھ مین گھوڑا البغل مین مار

دھر دھمکا وانسے لڑتا ہوا شہر کیطرف
القصہ گھر مین آن کے مینے کیا قرار

گھوڑے مرے کی شکل یہ ہے تمنے جو سنی
اس پر بھی دلمین آئے تو اب ہو جیے سوار

سنکر تب اُسنے مینے یہ قصہ دیا جواب
اتنا بھی جھوٹ بولنا کیا ہے ضرور یار

گفتن نہین لبس ست کہ اسپ من ابلق ست
سمجھونگا دلمین اپنے اگر ہو نہین ہوشیار

سودا نے تب قصیدہ کہا سن یہ ماجرا
ہے نام اس قصیدہ کا تضحیک روزگار

مثنوی در ہجو پیل راجہ پت سنگھ

کیا ساقی نے گو مجکو سیہ مست
تو کر فکر بلند اے ہمت پست

قلم سے کہہ کہ ہو سرگرم تحریر
بنے تا صفحۂ کاغذ یہ زنجیر

قوی ہاتھی سے بھی اپنا سخن ہے
زبان خامہ پر یاں کجلی بن ہے

اگر ہم فیل معنی کا بنا دیں
تو بہتر ہاتھیوں سے کر دکھا دیں

پھر اوسکو جو کوئی سمجھیں سو بوجھیں
قدم آ حضرت سودا کے چومیں

یہ دعوے گو کوئی شاعر نہ مانے
پر اُسکو جو سخن رس ہو سو جانے

کہ طرز شاعری النسب یہی ہے
سخن کا ہے جو کچھ فن سب یہی ہے

کہوں میں پیل معنی کے جو اوقات
تو شیخی ہے کہ چھوٹا منہ بڑی بات

بندھے ہے وہ سدا آکر جہاں یاں
جگہ ہے گشت کی فہم سخندان

تو اردے اگر وہ چھوٹ جاوے
کوئی شاعر جو اسکو باندھ لاوے

دبے ہے اُس سے جو کوئی ہے فہم
کہاں اسکی طبع کو آنکس کرے وہم

بنا ہے پاک طینت اسقدر وہ
قدم ہرگز نہ رکھے خاک پر وہ

سبک چلنا کوئی کیا اسکو بتلائے
یہاں تک بھیجو کاغذ پر چلا جائے

کریں ہیں آفریں اُسپر سو کیا ہے
گویا وہ اسکی آواز درا ہے

نہ لگواوے کبھو مستک پہ سیندور
بہت اسکی بزرگی سے ہے یہ دور

ہوا کیا گر نہیں کرتا ہے تزئین
اُسے کہتے ہیں اہل طبع رنگین

نہ ہووے قد و قامت میں وہ موجود
بلندی عرش سے پر اسکی افزود

بھلا اس شان کا ہاتھی کہیں ہے
کہ جسپر ہر کوئی ایسا تعین ہے

مہاوت دل ہے نالہ بھالہ بردار
ہے چرخی سی تپش آہ شرربار

نہ کچھ ہووے کبھو نہ کچھ وہ کھاوے
نظر بھی اس بزرگی پر نہ آوے

کوئی ہاتھی کی ہوتی ہے یہ اوقات
نہیں دم مارنے کی جگہ بات

غرض ہاتھی خدا دیوے تو ایسا
نہ فیل راجہ نرپت سنگھ جی سا

مچائی جسکی گھڑیالی نے یہ دھوم
کہ لرزے ہے پڑا لے شام تا روم

کوئی ہاتھی ہے یا آفت وہ چنڈال
مہاوت پر کرے آقا کے سر کال

کلاوہ کو نہ سمجھو اُسکے گلگون
یہ گردن پر ہے اُسکے خلق کا خون

کہے کون اُسکو بچہ فیل کا ہے
وغا کے روز ٹیکا نیل کا ہے

پکڑ خرطوم میں اُسوقت زنجیر
پلے ہے فوج پر اپنی ہی بے پیر

جو ہتیائی پہ آجاوے وہ خونخوار
ہزاروں نیزے ماریں بھالہ بردار

چھٹیں گر لاکھ اوسپر چرخی و بان
نہ چھوٹے وہ جو اوس کافر کی ہے بان

سروں کو یوں قدم نیچے لے ہے
چنوں کو جس طرح چکی دلے ہے

مہاوت کیا جو پھر اوسکو سنبھالے
جو آوے شیخ بھینا روندھ ڈالے

جو کوئی دیکھے اوس سوہان جان کو
تو یہ کہتا ہے منھ کر آسمان کو

خداوندا یہ آرا ہے کہ خرطوم
یہ ظالم چیرتا ہے جس سے مظلوم

غرض ہولی تھی باقی ماندوں کی خیر
لیا نا تھا خدا کو کعبہ و دیر

ہوئی آقا پر اوسکے تنگدستی
کیا کرتا ہے اب وہ فاقہ مستی

لگے ہے رات اُسکے اسطرح ہاتھ
جو بھاڑے دیں کسی تابوت کے ساتھ

بدن پر اب نظر آتی ہے یوں کھال
طناب سست سے خیمہ کا جوں حال

نمودار اسطرح ہر استخوان ہے
گویا ہر پسلی اوسکی نردبان ہے

نہ بیڑی ہے نہ کٹ بندھن نہ لنگڑا
رکھے ہے ناتوانی اُسکو جکڑا

گرفتار اپنے نعلوں کا ہے ناپاک
کیا کرتا ہے سر پر روز و شب خاک

ضعیفی سے لگی اُسکی فربہی کم
گیا ہاتھی نکل اور رہ گئی دُم

ہوئی ہے ناتوانی اسکے در پے
کہ وہ ڈیل اب دھوئیں کیسی گرہ ہے

پر اُس کے دل میں اب بھی یہ غضب ہے
کہ آتشبازی کا ہاتھی وہ اب ہے

تماشا ہو اگر وہ چھوٹ جاوے
کہ گھر کو آگ کس کس کے لگاوے

کہا اُسکے مہاوت سے ہیں آکر روز
اگر آقا کے اپنے ہے تو دلسوز

تو کر لے یہ کہ اُسکو بیچ ڈالیں
عوض کا ترا اُسکے چڑھنے کو گدھا لیں

پکھا ایسے بیل کے رکھنے مین ہر شان
سواری جسکی ہووے آفت جان

دیا اون نے جواب اے میرے مخدوم
خریداری تو اس کا فرکی معلوم

بڑا ہے بد قوارہ زشت و ناپاک
کہ بیٹھا اسکی بلند اور ہیبت کا واک

جو ہاتھی ہو تو لے کوئی خان و نواب
ہے بیٹی... کی مسجد کی محراب

بکانے کی نہین اسکے کوئی بات
نصیبون سے مگر آجاے شرات

سمجھنا فیل اسے دیوانہ پن ہے
کسی مدت کا یہ بام کہن ہے

ستون اسکے تلے یہ پانون ہین چار
رہے دو دانت آگے سو ہین اڑوار

جو نیٹھے یہ تو اٹھنا ہے اسے دور
لگین جبتک نہ اسکو راج و مزدور

اٹھے ہے خاک کا یا راکھ کا ڈھیر
کہین ہین اسکو ہاتھی ہے یہ اندھیر

ہلاتا یون ہے یہ کانون کو ہر بار
کہ دھونکین پنکھونسے کو ہلیون کا انبار

ہے اتنا چلنے مین بجز یہ بد ذات
نہین ہاتھی صعوبت کی ہے یہ رات

یہ عالم چلنے مین خرطوم کا ہے
کہ دست کور مین گویا عصا ہے

جو کہیے فیل اسے بہتان ہے یہ
عجائب تو وہ طوفان ہے یہ

خورش کے وقت لیوے فیل ہے نہین
مجھے من بھر ملیدا روز دے تین

عماری کسکے گر چلیے کہین کو
جتاوے فیل مرغ اپنے تئین کو

یہ ہے اس مرتبہ بد بین منحوس
سنیچر جسکے ہوتا ہے قدمبوس

جسے لا پیٹھ پر اسکے بٹھایا
گویا بارہ دت پر دھر کر اڑایا

گرا جس روز سے یان اسکا بھوناس
کیا حلقے کا سارے ستیاناس

مرے یہ آپ یا کوئی مار جاوے
جہان کے سر سے بوجھ اور بھار جاوے

غرض تھا جسجگہ یہ ذکر و اذکار
سنے تھا اسکو وان اک مرد ہشیار

ہوئی اس ذکر سے یون اسمین تاثیر
کہ اسکا ہو چلا احوال تغییر

ہوا اسکے سمجھنے کے وہ درپے
کہا اسنے کہ حضرت خیر تو ہے

لگے کہنے وہ کہ میری طرف رو
مگر اب تک نہین سمجھا اسے تو

کہ یہ جس بیل کا کرتا ہے مذکور
اسے ہین نفع کیا کیا اس سے منظور

اگر اب حسب ظاہر کیجئے غور
اسی پر اسکی روزی ہے بہر طور

وے از بسکہ اُس کے فعل ہین بد — اُسے مرنے کی اُسکے کتنی ہے کد
جو کچھ اس بیل مین اُن سنے بنایا — سو اپنے نفس ظالم مین ہے پایا
یہ اُسکی مرگ کے جتنا ہے درپے — مجھے اُتنی ہی اُسکی پرورش ہے
مین خوب اپنے تئین دیکھا مین اُس دم — مہادت سے بھی ہمت اپنی ہے کم
تغیر حال کا باعث مرے یار — یہ تھا جو کچھ کیا مین تجھ سے اظہار
اگر در یافتے بر دانشت بوس، — وگر غافل شدی افسوس افسوس

مثنوی در ہجو شیدی فولاد خان کوتوال شاہجہان آباد

کیا ہوا یار وہ نسق ہیہات — لیمون کے چور کاٹے تھا ہات
باندھا جاوے تھا چور پگڑی کا — مارا جاوے تھا دزد ککڑی کا
شہر مین کیا رہے تھا امن و امان — کیسی کرتی تھی خلق خوش گذران
تھانہ رشوت سے کوتوال کو کام — شہر مین تھانہ چوٹے کا نام
اب جہان دیکھو وان جمگّا ہے — چور ہے ٹھگ ہے اور اُچکّا ہے
دیکھی ہمنے جو راہ چاوڑی کی، — پیشتر ہے رہزنی تلاوڑی کی
خاص بازار کا جو سنیے بیان — اون نے نزدک کے کاٹ ڈالے کان
دمڑی کے سودے کو جو وان جاوے — پگڑی کھو سر کو پیٹتا آوے
کس طرح شہر کا نہو یہ حال — شیدی فولاد اب جو ہے کتوال
چور کب اُسکا زور مانے ہے — کالا پال اپنا اُسکو جانے ہے
ہو یہ کتوال تو وہ مانے زور — یہ تو مچھر کی جھول کا ہے چور
اُنسے رشوت لیے یہ بیٹھا ہے — اُسکے دل مین یہ چور بیٹھا ہے
بعضون کا مفسدون کے زور ہے یہ — چور کا بھائی گٹھی چور ہے یہ
اپنے دروازے آگے رکھ نٹ کھٹ — سنیے ہین اُن نے ٹھگ کے گھر جوسٹ
ٹھگ نہ تنہا چڑھے ہین اُسکی آنٹ — مل رہی ہے اُچکون سے بھی سانٹ
سر پہ یہ دیکھیں جسکے اچھی شال — گویا وہ اُسکے باپ کا ہے مال

گشت جب اسکا پھرتا آتا ہے   یہی نرسنگیا بجاتا ہے
سن لو چور دیہ مختصر قصا   صبح کو بھیجد یجیو حصا
جو نظر باز اوسکا چترا ہے   خوب دیکھو تو جیب کترا ہے
جتنے نوکر ہین اوس کے خدمتگار   فن دزدی کے سب ہین بانی کار
کسو کا گٹھ کٹی ونیرا ہے   کوئی بھبڑوا اٹھائی گیرا ہے
جسکے گھر بیچ اوسکا آقا جائے   صاحب خانہ پر یہ آفت آئے
تا خبردار گھر کا ہو صاحب   جو گھڑے باندان تک غائب
سینگے از بس یہ ہاتھ کے چالاک   ڈالین ہین اوسکی آنکھوںمین بھی خاک
ٹک یہ غافل جو اونسے ہوتا ہے   تن کے کپڑون کو اپنے روتا ہے
ایک دن اوسنے سب سے طنز کی راہ   کہا تم ہو مرے نپٹ دلخواہ
چیز میری جو اب چرا دو تم   چوک مین بیچنے بنجا دو تم
قیمت اوسکی جو کچھ مشخص ہو   اوسنے کو تم اونسے مجھی کو دو
ایک اونمین سے یہ سخن سنکر   لگا کہنے کہ اس سے کیا بہتر
کیا جب آپ تمنے یہ انصاف   مین بھی کرتا ہون عرض کیجئے معاف
آپ کے سر پہ یہ جو پگڑی ہے   دو خریدار اسکے ہین درپے
دس روپے وہ مجھے دلاتے ہین   کہیے اب آپ کیا لگاتے ہین
دوسرے نے کہا کہ مین ہون غلام   نہین ہون جس سے ہووے ایسا کام
پگڑی آقا رکھے نہ سر سے اوتار   اور قیمت کی اوسکی ہو تکرار
پر دو شالے کے تئین لگا گرگھات   آج جاگا کیا ہون ساری رات
میری محنت پہ ٹک نظر کیجے   آگے جو دلمین آوے سو دیجے
غرض اس گفتگو سے ہی یہ مآل   واہ واہ واہ لیے نے کتوال
شہر کے بیچ کیا کہون مین اب   روز محشر کی دھوم ہے ہر شب
شب ہو نرسنگیون کی قال و قیل   گویا پھنکتی ہے صور اسرافیل
کتے آہٹ سے انکی بھونکین ہین   مردے خواب عدم سے چونکین ہین
آنکھ تو کس بشر کی لاگے ہے   چورونکے ڈر سے فتنہ جاگے ہے

آسمان پر بھی منعدم ہے خواب
لاکھ بند وق رات کو چھوٹے
ہین یہ سرگرم دزد بد انجام
بزم مین شب ہر ایک پیر و جوان
تسپہ ہے یہ کہ بھر طرۂ زر
طرۂ شمع اک طرف اے یار
شام سے صبح تک یہی ہے شور
صبح شبنم جو گل پہ ہوتی ہے
مال صندوق مین رہے کس بھانت
اب تو دزدی کا کچھ نہین ہے ڈھنگ
رکھ سکے کون ہم سے ہوکے کرخت
رات جو اپنے گھر مین کھنکارے
ہو گی کب تک بجا خبرداری
صاحب خانہ جو کوئی ہے اب
آئینہ تک اگر جو دیکھے یار
بے خطر ڈر سے اب کوئی نہ رہا
نہ عبادت کو جاگتا ہے شیخ
خلق جب دیکھکر کے یہ بیداد
بولے ہے وہ کہ مین بھی ہون ناچار
کرتے ہین مجھسے اب بجا کر ڈھول
یارو کچھ چل سکے ہے میرا زور
مٹ سکے مجھ غریب سے یہ خلل
دیکھیے گر تبان کو بھی بخدا
کسکو مارون مین کسکو دون گالی
چڑھکے جب مفسدون پہ جاتا ہون

کھلا رہتا ہے دیدۂ مہتاب
کوٹھی پر ساہوکار کی چھوٹے
لوٹے ہے تا خزانۂ حمام
بیٹھے ہین کرکے رزم کا سامان
لگے ہے چور شمع سے آگر
گم ہے خورشید کی بھی شب دستار
دوڑ پڑ گھڑی لیجیلا ہے چور
بقچہ کو غنچہ کرکے وہ روتی ہے
تن سے کپڑے نہ چور دنکا ہے انت
کھینچ پھرتے ہین چور ہو سرہنگ
جو نہ دے ہمکو کپڑے کیا ہے رخت
چور دروازے پر یہ نبکارے
چور جاتے رہے کہ اندھیاری
ہے خبرداری مین وہ روز و شب
اپنے گھر مین ہے وہ بھی چوکیدار
اہل میخانہ مین بھی ہے ہوہا
ڈر یہی چور آنہ مارے میخ
کرتے ہین کوتوال سے فریاد
گرم ہے چوٹٹون کا اب بازار
میری پگڑی کا میرے سر پہ مول
دیکھو ٹک کہان کہان ہے چور
ہے امیرونکے گھر مین چور مجل
ہاتھ مین ہے ادنھونکے دزد حنا
چوری کرنے سے کون ہے خالی
وقت پر مین بھی جی چراتا ہون

مچ رہا ہے اب اسطرح کا سانگ　　ہے خدا کے بھی گھر مین چور کی تھانگ

بچ سکے کیونکہ اب کسیکی شے　　ملا مسجد کا صبح خیز یا ہے

کرین انصاف اب جوان و پیر　　کیا ہے اسمین بھلا مری تقصیر

رتبہ دزدی کا اسقدر ہے بلند　　چرخ کے گھر پہ کہکشان کی کمند

یہ جو سودا بکے ہے لایعنی　　آپ کرتا ہے دزدی معنی

مثنوی در ہجو امیر دولتمند بخیل

ہے خدا کا یہ ایک شمۂ نور　　جس سے روشن ہے آسمان کا تنور

کرتے اسکو لگے نہ ذرہ دیر　　مہر و مہ کو بشکل نان و پنیر

کیا اون نے بعرصۂ یک آن　　نقل اختر سے پر سپہر کا خوان

وہ کرورون نعم کو لذت دے　　ذائقہ مین زبان انسان کے

کس زبان سے ہو اوسکا شکر ادا　　نعمتین کیا کیا اون نے کین پیدا

میوے ہین باغ مین زمانے کے　　واسطے کھانے اور کھلانے کے

فضل سے اُسکے کچھ نہین ہے کمی　　لیک وہ کیا کرے جو ہم ہون دلی

سُنیو یار و کر دن ہون مین اک نقل　　جسکو باور کرے نہ ہرگز عقل

اتفاقاً اک آشنا میرے　　گئے تھے ایک عمدہ کے ڈیرے

جو ہین وارد ہوئے یہ وان ناگاہ　　اُٹھا چارون طرف سے ابر سیاہ

اُسکے ہوتے جو ابر گھر آیا　　صاحب خانہ سخت گھبرایا

نہ خبر انکی پوچھی نہ احوال　　بیٹھتے ہی کیا یہ اُنسے سوال

کچھ ہوا پر بھی تم رکھو ہو نگاہ　　گھونگھری بٹھو کچھ بھی ہے ہمراہ

بولے یہ منہ نہ تھا مجھے معلوم　　ورنہ لاتا مین ساتھ اسے مخدوم

جب نہ سمجھے یہ اُسکے رمز کے تئین　　سوجھی یہ بات اُسکے تئین دو ہین

جون لگی ہونے قطرہ افشانی　　لا رکھی اُسکے آگے بارانی

پھر لگا کہنے یہ بھی اپنے نصیب　　آئے مدت کے بعد اپنا حبیب

اور مینھ آسمان یہ برساوے
یہ تو ساوے غریب کیا جانے
بولے یہ سادگی سے کیا ہے ضرور
رکھے خالق سلامت آپکی ذات
یہ سخن جو ہین پہونچا اُسکے کان
سنتے ہی اُسکے یون ہوا مضطر
جسکے مُنھ کی طرف کرے تھا نگاہ
کیون میان ابر اسقدر چھایا
مضطرب برق سے نہو یون حال
کبھی کہتا تھا یارو نیل جلاؤ
کبھو بولے تھا دیکھیو اوپر
گاہ بولے تھا ہو جو مہر پدید
بولا نوکر ہے ایک یون فی الفور
کہا اُن نے یہ سچ ہے میر بجان
ایک پرنالے جب لگے بہنے
کیا یہ برسے ہے یون برس کمبخت
نہ رہے غرب نے رہے اب شرق
لیکے ماہی سے اور تا مہتاب
غرض اپنی سی وہ تو کر گذرا
آخر الامر کرکے دلکو کرخت
کرچکا اپنے جب اصول و فروع
پر نہ تھا یہ کچھ اور ذکر سخن
وقت آیا جب اُسکے کھانے کا
لگا کہنے کہ کوئی ہے حاضر
کہا اُسنے کہ بھر کے افتابا

بھیگتا اپنے گھر کو وہ جاوے
اُس مزور کو کیونکہ پہچانے
بھیگتا جاؤنگا مین اتنی دور
نہ کھلیگا تو مین رہونگا رات
لگی اوسکی دو دہین نکلنے جان
اپنے بیگانے کی رہی نہ خبر
کبھی کہتا تھا اوس سے بھر کر آہ
حرف رہنے کا درمیان آیا
بادلون سے جو اسکا تھا احوال
کبھو کہتا تھا شیخ ڈھونڈو بناؤ
آوے ہے آسمان کہین سے نظر
کیسی ہو جاوے اپنے گھر مین عید
کچھ نظر آوے ہے جو کیجیے غور
اے مین تیری زبان کے قربان
تب تو جھنجھلا کے یون لگا کہنے
کوہ تک جائین ڈوب لیکے درخت
چاہیے ہو تمام عالم غرق
کاش ہو جاوے ایک قطرۂ آب
ہو گئی رات لیک مینھ نہ کھلا
لے کہنے لاگا کہ سنگ آمد و سخت
کیا مہان سے اختلاط شروع
ہووے غیر از حدیث زر غبا
مرتکب ہو کے اس بہانے کا
بولا اُسوقت ڈیوڑھی کا ناظر
محل کی جا ضرور مین رکھوا

غرض اُٹھکر چلا وہ جب وانسے
چاہو جو کچھ کہ اب تناول کو،
اونھون نے اُسکے موجب ارشاد
آیا بعد از سماجت بسیار
بولا تیار تو نہین ہے کچھ
تو تو لاؤن ہون آپ کی خاطر
بولے یہ کچھ اگر نہین تیار
اوس سے تم جاکے جنس منگواؤ
لگا کہنے وہ کوئی مانے ہے
جب کہ اُسکا حساب ہوتا ہے
اور قصاب بھی جو آوے ہے
جب مین کچھ کو نخرے سے کہتا ہون
بخشے ہے مجھسے یون وہ دو بردو
سفرہ چین دے ہمیشہ یون گالی
مجھکو باورچی یون دھراتے ہین
کیا کہون مین رکاب دار کی بات
نوکری مین نہین کچھ اسکو حصول
لیکن اُسکی بھی حق بجانب ہے
اسے ملتا ہے کرنے کو تو کار
نان باکو جو دیکھون بھر کے نظر
تکے مشرف کے گھر لگاؤن گا
کل کیا بی چلا جو گھر کو دوست
پوچھا اُس سے یہ بیٹھے کرکے نگاہ
کیا کہون تجھسے مین غرض اے یار
کبھو حاصل نہین ہوا اک دام

کہہ گیا کان مین یہ مہمان کے
کہد دیلوا کے اب بکاول کو
کی بکاول کے تئین وہین فریاد
اونھون نے پوچھا ہے کچھ اب تیار
جاؤن ڈھونڈون اگر کہین ہی کچھ
ورنہ کھاؤ مجھے مین ہون حاضر
دیکھو ہووے گا مودی سرکار
واسطے میرے کچھ تو بھجواؤ
آپ ہی بھڑوا خاک چھانے ہے
جان کو وہ برون کی روتا ہے
چھُری بُغدا مجھے بتاوے ہے
لہو پی کے اپنا رہتا ہون
لیجو ترکاری کی جگہ کدو
منھ رکھین چکنا اور شکم خالی
رہ ترے آش کیا پکاتے ہین
اُسکی گذرے ہے جسطرح اوقات
کاٹے ہے میرے حق مین نت گل پھول
گر پکانے کو مانگے وہ کچھ شے
ورنہ کا وہ مرتبہ و اچار
مجھسے کہتا ہے یون وہ گیدی خر
اور پلیتھن ترا نکالون گا،
پیاز کا اُسکے ہاتھ مین تھا پوست
کیا ہے یہ بولا یون وہ بھر کے آہ
دے کے خدمت کیا ہے مجکو خوار
مفت رسوا ہون نزد خاص و عام

کوئی شاعر جو یان گذرتا ہے
میری ہی ہجو وہ بھی کرتا ہے

کون جانے کہ آپ کیسے ہین
جی مرا جانتا ہے جیسے ہین

پیر اونکا گر آئے وقت طعام
جائے لقمہ کے کھائے وہ دشنام

یون ہین اوٹھ جائین اوسکو دے بتّا
مارین نہین جھوٹے ہاتھ سے کتّا

نہین ممکن کہ اس سے وہ بھی دین
جز فریب اسکو ایک ٹکڑا دین

کام بھوکے کا اونکے مطبخ سے
نہین ممکن کہ اس سوا نکلے

کھانا یان کھا دے ہاتھ وان دھووے
گر میون بیچ پیٹ بھر سووے

بسکہ مطبخ مین سردی رہتی ہے
ناک باورچیون بہتی ہے

اوسکے مطبخ سے دود اوٹھے اگر
سقے لے دوڑتے ہین مشکین بھر

لگے ہے دینے کوئی اوٹھکے اذان
کوئی وکھائے ہے کھولکر قرآن

ڈالے ہے کوئی چھپرا تپے کاٹ
کوئی پھرے سر دھرے ہے کھٹولا کھاٹ

یان پکانا ہے خانۂ خالا
خلق ہہ جاوے ہے تہ و بالا

اسکے باورچی خانہ کا احوال
چولھے ہر گھر کے جب کرین ہین خیال

ڈالے ہین سر پہ خاک ماتم سے
لکڑی جلتی ہے آتش غم سے

سینے دیگون کے مارتے ہین جوش
روتے ہین ڈھانپ ڈھانپ منھ سرپوش

روز باورچی یون کرین فریاد
کبھی تو کچھ کرو ہمین ارشاد

کیا ترے بعد کرکے کھاوینگے
جب کسب اپنا بھول جاوینگے

دیگ شو کو نہ دیگ سے سروکار
چھتری دھونے ہمیشہ جائین کہار

بسکہ مہمان وعدہ سے آیا
کھانا ان مین سے اب نہین کھایا

اس خجالت سے وتچے یکسر
سرنگون ہی پڑے ہین چولھو نیز

دورسے سے دیگچون کا ہے یہ حال
سینہ کفگیر کا ہوا غربال

کی زمانے نے لاکھ ہی تدبیر
نہ ملا دیگچی سے چھپر کفگیر

شادی پر شادی یان ہوئے ہے سدا
دستہ ہاون سے پر کبھو نہ بجا

کرے سو عید گنبد گردان
نہ ٹلے اسکے گھر سے ماہ رمضان

الغرض مطبخ اس گھرانے کا
رشک ہے آبدار خانے کا

جس سے طوفان نے کیا تھا ظہور / آنکی نانی کے گھر کا تھا وہ تنور
اور کیا مین کہون اسکے بھرم / کہتے بھی آتی ہے مجھے تو شرم
ایک فرزند یہ رکھے تھا اولاغ / سارے گھر کا تھا اسکے چشم و چراغ
اوسنے اک روز یہ حماقت کی / آشنا اپنے کی ضیافت کی
نہ ضیافت کہ جسمین ہو رنگ رس / اک رکابی طعام و دیگر بس
تسپہ یون پیش آیا یہ مردود / یاد آیا اوسے چھٹی کا دود
چاہتا تھا کرے یہ اوسکو عاق / اور مان کو بھی اوسکی دیدے طلاق
بارے لوگون نے آکے سمجھایا / تب یہ جورو کے حق مین فرمایا
تیھر اسکے عوض تو کیون نہ جنتی / کاش پھنس مرتا وان یہ ناشدنی
یارو مجھسے تو لاولد بہتر / میرا بیٹا اور اس قدر ابتر
اسکا دادا بھی گرچہ تھا عیاش / اس سلیقے سے پر کرے تھا معاش
جو کوئی اوسکے گھر مین نوکر تھا / رات کو اوسپہ یہ مقرر تھا
پھرتا وہ ٹکڑے مانگتا گھر گھر / لاتا آقا کے آگے جھولی بھر
اچھے چن چن کے آپ کھاتے تھے / برے تنخواہ مین لگاتے تھے
پیدا جو کر گئے تھے یون اجداد / سو یہ بدبخت دے ہے یون برباد
مین تو آپ ہی کو جانتا تھا فضول / پر یہ مجھسے بھی نکلا نا معقول
گر ملے پیسے یہ سب اوڑا دیگا / اینٹون تک بیچ بیچ کھاوے گا
اسکے دادے کے باپ کا اکروز / آشنا تھا سو وہ نپٹ دلسوز
لایا پھڑی پکا شراکت سے / دونون کھانے لگے رفاقت سے
اون نے اک دو لیے نوالے بڑے / جد مرحوم دو ہین ہو کے کھڑے
لگے کہنے نہین شراکت نیک / میرے سو لقمے اور تیرا ایک
تھی بزرگون کی اپنے تو یہ چال / کہتے ہین یان ضیافتین پامال
خوب جو پچھا اوٹھا خبر سنیے سے / لوا تالیق کے کہنے سے
سنا اس گھر کا یار تو نے حال / مجھسے کھانے کا پھر نہ کیجو سوال
ایسی ہی بھوکھ ہے تو میر جان / بندہ خانہ بھی دور نہین چندان

ٹک قدم رنجہ اُن تلک کیجے — کھانے کو چاہیے جو کچھ لیجے
بولے یہ خانۂ شما آباد — ہے کرم آپ کا تو اس سے زیاد
ہے غنیمت یہاں تو آپکی ذات — کٹ گئی اب تو باتوں ہی میں رات
غرض اس آشنا نے صبح کو آ — مجھ سے یہ ماجرا تمام کہا
بھیجو یارو اب ایسے عمدہ پر — لعنت کردگار شام و سحر

مثنوی در ہجو طفل ضائع روزگار لکڑی باز

نالے پر ایک لڑکا رہتا تھا — باپ سے اپنے روز کہتا تھا
موٹے جامے سے مجکو ذوق نہین — چھوٹے چیرے کا دل کو شوق نہین
پٹکا گاڑھے کا کب تلک باندھون — موٹی شلوار تا کجا پہر دن
جوتی چمڑے کی مجکو نہین بھاتی — سوکھکر پاؤن مین نہین آتی
نیمہ تن زیب کا بنا دو تم — کئی محمودیان دلا دو تم
تو مین جامہ بھی اُسکا بنواؤن — اونچی چولی کا تنگ سلواؤن
پٹکا بلدار مین تھان کا ہو — تب کمر پتلی میری ہو جون مو
چیرا مین تیس گز کا باندھونگا — سرخ ہی باندھنون کا پراون گا
ایک توڑا بھی دے تو منگوا کر — پر کنارے مین اوسکو سلوا کر
اور کمخواب ایک ہو پر زر — پھولے گلزار جس سے ٹانگو پیر
جفت پاپوش ایک ستارہ دار — سرخ بانات کا منقش کار
ایک سنہری کٹاری لے دو ہول — پیچھے سے موٹی آگے سے ہو گول
پیچ اسکے ساتھ کا حلکار — لون حریفون کو جس سے مین للکار
اک طپنچہ کمر مین ہو دمساز — رہکلہ کی سی جسکی ہو آواز
گھوڑا بھی ایک ہو نپٹ چالاک — پہونچے گردو نہ جسکے سم کی خاک
زین بھی اُسپہ ہوا بائی دار — جسکی فتراک سے بندھے دل زار
خوبصورت مین اور لباس بُرا — تا بکے مجھ گلے دھرے گا چھرا

جو کہ جاگیر سے اب آتا ہے
تو پیے ہے شراب و بنگ دا فیم
لے ہے نقدی کے پیسے آپ تمام
مجھسے بیٹے کے روز چھ پیسے
کبتلک اے باپ تیرے ساتھ بھرون
کب تلک آنسوؤن سے منہ دھوؤن
دال روٹی اگر جو گھر مین پکے
فاقہ بہتر ازین چپاتی چار
تب کہا باپ نے کہ اے مری جان
ہم غریبون کی دال روٹی ہے
موٹا کپڑا اسے تاش سے بہتر
گر مزے چاہتی ہے تیری زبان
جا کھدا اوسکو اور کھا تو پلاؤ
اپنے اوپر کسو کو کر عاشق
نخرے سے اسکی گود مین جا لیٹ
جب تو جانے وہ ہو چکا محکوم
مانگ تب اُس سے چڑھنے کو گھوڑا
تب تو بیٹا یہ بولا ہو کر ڈدا
مین تو کہتا ہون تجھ سے اے کٹن
تیرے گھر سے کرون مین منھ کالا
ہاے یارو مین کس غضب مین ہون
کپڑے گر دینے کو بھی کہتا نہین
غرض اُن نے یہ گالیان کھا کر
دیکھو یارو عجب زمانہ ہے
باپ سے بیٹا نا امید ہوا

سب ترے خرچ بچ جاتا ہے
اب خدا کا بھی تجکو ہے کچھ بیم
آمین سے بھی نہ تجھے ندے اکرام
سو بھی دے ہے فقیر کو جیسے
فقر و فاقہ مین دن کو رات کرون
روٹی کو رو رُن چھلے مین سوؤن
چمچیہ بھر گھی کبھی نہ اس مین رلے
وقنا ربنا عذاب النار
حق نے قسمت کیا ہے سو ہندان
گاہ پتلی ہے گاہ موٹی ہے
در بدر کی تلاش سے بہتر
حق نے دی ہے تجھے یہ زر کی کان
سوکھی روٹی کو میری پھر نہ چباؤ
یا وہ ہو پاکباز یا فاسق
کھول چھاتی کو اور دکھا کر پیٹ
چاہ اُسکی ہو تجھ اوپر معلوم
پھر ہے کس چیز کا تجھے توڑا
ہاے یارو یہ باپ ہے بھڑوا
تو ہی سنتا نہین ہے میرا سخن
گر رہون یان تو ہون ترا سالا
کیا بڑے رنج اور تعب مین ہون
بھڑوا سکھلاے بن بھی رہتا نہین
وہی چھ پیسے پھر دیے لاکر
بیٹے سے باپ کیا بیگانہ ہے
خون دنیا کا کیا سفید ہوا

الغرض باپ سے وہ ہو کے جدا
ملنے لاگا ہر ایک سے جا جا

تھے محلے کے بیچ کئی عشاق
جنمین تھے مرزا مفت برجی طاق

سب سے افزود تھا انھونکا معاش
لونڈے کے ملنے کا انھین تھا تلاش

ذوق تھا انکو ڈنڈ پیلنے سے
شوق تھا انکو کشتی کھیلنے سے

گھر مین اپنے اکھاڑا کھدوا کر
کشتی وہ کھیلتے تھے شام و سحر

کئی پٹھون کو زور دلواتے
خوبرویون کو کشتی کھلواتے

نکلا جب اپنے سر ٹھکانے سے
جا ملا انکے اس بہانے سے

مرزا جی مین بھی کشتی کھیلونگا
اس اکھاڑے مین ڈنڈ پیلونگا

تب کہا یہ انھون نے اے محبوب
کشتی کا کھیلنا بہت ہے خوب

چل اکھاڑے مین ہم تو ڈنڈ پیلین
اک پکڑ تیرے ساتھ ہم کھیلین

جا اکھاڑے مین اور کپڑے اتار
لونڈا جب کشتی کو ہوا تیار

اوترے مرزا اکھاڑے مین اوسدم
ہو گیا سامنے وہ ٹھونک کے خم

دیکھ کر دست دبوس ہی مین سبھاؤ
کر گئے مرزا پور پور پہ داؤ

رکھکے گردن پہ ہاتھ ماری اڑی
کیا کہون کسطرح کی کشتی لڑی

کر کے یکدستی اور پیچھے جا لے
گرہ دیکھنے سے اوسکو پیچھے ہلائے

کسے ہنفتے چڑھا دیے گھسے
اور کیا کیا کیا کہون کس سے

طور اس کشتی کا اسے بھایا
اگلے دن لونڈا صبح ہی آیا

مرزا بھی ڈنڈ کر کے ملکر تیل
دیا تعلیم بیچ اوسکو ڈھکیل

کس چکا کاچھ کے تئین جس دم
پھر ہوا سامنے بجا کر خم

مرزا نے دھج بنا قدم گاڑا
لونڈے کو ڈھاک پر چڑھا مارا

نیچے لینے کا مرزا نے کر ٹھاٹ
کیا لونڈے پہ دو مین دھوبی پاٹ

جا سے تھا رانون مین اسے جکڑا
لونڈے نے دوٹانگا کھ پکڑا

کر کلا رنگ دے بغل کے بیچ
کیا کیا اوسکو دکھائے اونچ و نیچ

دے لنگوٹے مین ہاتھ چرتا پھاڑ
کیا کہون کیسی کی اوکھاڑ پچھاڑ

دہس کے ٹھون مین پھر اٹھالی چٹ
کہا کہہ ابکی چت کرون یا پٹ

کشتی کا لونڈے کو پڑا جو مزا
کہا ہو جس طرحسے تیری رضا

غرض اس دم مین اُسکو بیچ کیا
تنگڑیان کھینچ زدر پیچ لیا

الغرض اس طرحسے کشتی لڑے
ڈال ٹپکا گلے مین پانون پڑے

بولے مرزا بُرا نہ مانو گے
اپنا اوستاد مجکو جانوگے

اور بھی کشتی کھیلتے ہین سب
یان کی کشتی کا ہے یہی کچھ ڈھب

ہم مین تم مین جو یون ہی زور ہوا
ہو گے کوئی دن مین بن سولے سے جلا

کھانے پینے کی کچھ نہین ہے کمین
پاس سے میرے تم نہ جاؤ کہین

سنکے لونڈا زبان پہ یہ لایا
تمنے یہ علم کس سے ہے پایا

کہا مرزا نے ایک تھے اوستاد
علم یہ جن سے مین کیا ہے یاد

کشتی کا کھیلنا تھا اونکا ورد
مجھسے کتنے ہی اُنکے تھے شاگرد

کہا لونڈے نے وہ جو تھے اوستاد
کیا یہ کشتی اونھو نکا ہے ایجاد

بولے مرزا کہ یہ تو کا ہے کو
سیکھے ہونگے کسو سے وہ بھی کبھو

سنکے یہ بات ہو رہا حیران
کہا مرزا نے خیر ہے ایجان

کہنے لاگا یہ عرض کرتا ہون
مین اسی سوچ پیچ مرتا ہون

کہکے لونڈے نے مرزا سے یہ بات
کہا میری نہ گذرے یون اوقات

ایسی کشتی کبھو نہ کھیلون مین
اسطرحکے نہ ڈنڈ پیلون مین

کہین گے مجکو کیا بد و کیا نیک
پہلوان ہین یہ پر ہے سیلی ٹیک

کہکے اس آن ہو کے اسنے جدا
شعر پڑھتا یہ اپنے گھر کو چلا

سنو اے لڑکو ہو نہ راہ سے گم
اس نصیحت کو گوش جانسے تم

باپ کے گھر کی چاٹ کر چٹنی
کرو گذران یارو تم اپنی

مثنوی در ہجو حکیم غوث

صدر کے بازار مین ہے اک ننگ
عار اطبا و طبابت کا ننگ

شکل ہے شیطان کی و غوث نام
جگ مین ہلاکو کا ہے قائم مقام

ہے متوطن وہ لعین روم کا — بستی مین رکھتا ہے اثر بوم کا

جیسے طبابت مین دھنسا وہ الاغ — روم سے تا شام کیا بے چراغ

مملکت ہند مین اب گھر بہ گھر — ہے ملک الموت سے مشہور تر

اسکے قلم کا مین کرون کیا بیان — تیغ اجل جسکی ہے رطب اللسان

خامہ نہین خنجر بران ہے وہ — قاتل ہندو و مسلمان ہے وہ،

نسخہ نہ لکھتا کبھو وہ بد سرشت — پھرتی ہو انسان سے دوزخ بہشت

جیسے مریضون کو وہ دے ہے دوا — کام مین مرگ معطل شفا

پو نہین ظالم مین کہین درد کی — جان کا دشمن ہے زن و مرد کی

کشتن خلق اوسکا غرض کام ہے — مرگ و قضا مفت مین بدنام ہے

مرتے ہین اُس سے زبس آدم و دون — کھاتے ہین قرض اسکے در گورکن

طرفہ تر اس سے بھی کہون ایک بات — ہلتی ہے سن سنکے جسے کائنات

ہو سکے کس طرح جو وہ بے حیا — اپنے تئین آپ کرے ہے دوا

مردہ شو و مولوی تابوت گر — گھیرتے ہین آن کے سب اُسکا گھر

دین ہین دہائی وہ بصد قیل و قال — انہین سے ہر ایک کرے ہے سوال

اپنی دوا آپ تو ظالم نہ کر — میرے کس و کو کی طرف کر نظر

خوب جو کرتا ہے تو اپنی دوا — اور کوئی آپ سا ہم کو بتا

رو رہی ہے خاطر ہو مری تا کہ جمع، — بھیجون تری گور پہ گل اور شمع

کیا کرون تشخیص کا اوسکی بیان — منہ مین ہوئی جاتی ہی ساکت زبان

نزلے سے اک شخص کو تھا دردِ سر — لائی قضا اُسکے تئین اسکے گھر

دیکھ کے نبض ان نے بصد فکر و غور — دق کے سوا کچھ نہ کی تشخیص اور

نسخہ دیا لکھ کے بچندین ہنر — صبح سے لے شام تلک غور کر

جا کے جو نسخہ دیا عطار کو — پڑھ کے وہ کہنے لگا بیمار کو

کیا تجھے آزار ہے اے نوجوان — اُن نے کہا اُس سے بآہ و فغان

مین تو نہین جانتا کچھ اے حبیب — پر مجھے مدقوق کہے ہے طبیب

سنتے ہی یہ دلکو لگی اسکے چوٹ — کہنے لگا اپنی وہ داڑھی کھسوٹ

ہاے یہ کس بھڑوے کا ایجاد ہے
کہکے یہ عطار سے ہو بے قرار
شکل کو اوسکی تو مجھے دے بتا
سنکے وہ عطار سے بولا جوان
شکل سے کسکی اُسے تشبیہ دون
رنگ وہ ہن اسکا ہے بد بو و قیر
سنتے ہی عطار نے یہ رنگ و بو
یہ وہی سفاک ہے تخم حرام
غوث نہین ظالم بد خو ہے وہ
اک دن اے یار مین دکان پہ
کہنے لگا دیکھ کے اک آشنا
تجکو وہ اور اوسکو تو مطلوب ہے
دیکھا کہ یہ بات رکھے ہے حصول
جب چلے آپس مین وہ دونون بہم
جاکے وہ دیکھی جو مین وحشت سرا
کتنے ہی بیمار تھے اور ایک گھر
آن کے بیٹھا وہ ستمگار جب
چھٹتے ہی اک شخص کی دیکھی جو نبض
کچھ نہین کہنے کا بحز اسکے سود
اور غذا اوسکو یہ بتلائی دوست
صاحب ہیچش کو بتایا کنٹول
کہدیا مجنون کو سر شیر شتر
پوچھا جو اون نے کہ غذا کیا کہی
یہ کہا اُسکو جسے تھی آتشک
کہنے لگا دیکھ کے اک اور کو

نسخے مین معجون زرا نبا د ہے
کہنے لگا اُس سے کہ سنتا ہے یار
کون ہے وہ جن نے کی ایسی دوا
کیا مین بتاؤن تجھے اے مہربان
ہے وہ سگ و خوک سے زشت و زبون
جیسے کہ جُلّاب کا دست اخیر
کہنے لگا ہاے میان ہو بہو
صبح جو بت اُٹھکے کرے قتل عام
کہہ نہ طبیب اسکو بلا کہہ ہے وہ
آیا جو ہر ایک کو مفلس نظر
چل تجھے ہم غوث کو دیوین ملا
دونون جو آپس مین ملین خوب ہے
مین نے کہا چلیے بجان ہے قبول
مرگ چلی پیچھے سے گنتی قدم
دل پہ کھلے معنی دار الفنا
سوجھی تو وہ گور سے تھا تنگ تر
گرد ہوئے اُسکے یہ بیمار سب
کہنے لگا تجکو بشدت ہے قبض
لکھدیا یہ کہکے سفوف یہود
ماش کی روٹی سے تو کھا ساگ پت
واسطے ہیضے کے لکھا اسبغول
کہدیا مستسقی کو جا فصد کر
ساتھ گلتھی کے کہا کھا دہی
موضع مخصوص پہ چھڑکو نمک
زخم کو دنبل کے کرانا رفو

بیٹھکے پھر پاس وہ اک ڈولی کے
نبض کہا دیکھو نہین لا ہاتھ دے

دیکھ چکا نبض کو جب بے تمیز
خادمہ سے اوسکے کہا اے کنیز

درد کمر اسکو ہے یا درد سر
ہے مجھے نقرس کا ہے ڈر بیشتر

کرکے پھر آخر کو مقرر صرع
کہنے لگا دو اسے مار القرع

اور جو کھانے کی لگے اسکو لو
کچھ نہ اسے دیجیے بجز آش جو

کہنے لگے سنکے یہ کیا قہر ہے
واسطے اسکے یہ دوا زہر ہے

لقوہ و فالج ہے اسے پیر زال
کرتے ہو کیون قتل کا اُسکے خیال

ان نے کہا تونے نہ اے زشت رو
دیکھا سدیدی کو نہ قانون کو

ساتھ حکیمون کے تو اے بے تمیز
بحثتی ہے پانچ روپے کی کنیز

اسمین سے اک شخص نے شوخی کی راہ
سنتی ہے ماما نہین انکا گناہ

بی بی تری پڑے ہین اور یہ ادھر
لقوہ و فالج سے ہو کیونکر خبر

سمجھیو ٹک لوٹنے کی ہے یہ جا
کہتا ہے پھر آپ بھی ہان اور کیا

سنتے ہی اس حرف کو کھا پیچ و تاب
تھوک کے داڑھی پہ کیا یہ خطاب

لا تو سدیدی کو تو اب میرے پوت
کھول تو قانون کو اسے بھڑوے دت

بات کا اپنی تو مجھے دے نشان
مین بھی تو دیکھون کہ ہے اسمین کہان

لقوہ و فالج ہو جسے یا صرع
دیجیے اُسکے تئین مار القرع

پھیر تو جسوقت بڑھی آگے بات
اُن نے جڑی دھول اُسے اُن نے لات

اُن نے قلمدان کی اسپہ چوٹ
ان نے لیا داڑھی کو اُسکی کھسوٹ

چھوٹی غرض اُسکی ہتھلی اسکے ہاتھ
... بکڑ لوٹ گئی وہ بھی ساتھ

زور جب آپسمین دھما دھم ہوئے
مارکوٹائی سے یہ بیدم ہوئے

دوڑ کے لوگون نے اُٹھایا انہین
منت و زاری سے چھوڑایا انہین

کہنے لگے وہ جو تھے معقول ہین
اسکے تئین لعن اسے آفرین

تھا غرض اس نقل سے یہ مدعا
تا کہ تو ایسے کی نہ کھاوے دوا

مثنوی در ہجو چینچ میرزا فیضو

آہ واویلا زدست روزگار
قوش خانون مین یہ غم ہے روبکار

سر سے ہر اک باز نے پٹکی کلاہ
رخت ہر شاہین نے پہنا سیاہ

ہو گئے جرّون کے دل غم سے دو نیم
باشہ و شاہین و شکرے بھی یتیم

کیا ترمتی کیا کہی کیا بسیرا
یک بیک اسنے زمانہ یون پھرا

صید اگر چاہین کرین بٹیری کے تئین
پنجون مین اتنی بھی گیرائی نہین

دیکھکر دیتے ہین اب بٹیرے نکے خیل
تیترے کے ساتھ اب کاٹتے ہین ویل

پشم کے آگے ترمتی ہے ضعیف
بھنگلے کی نظرون مین دھوبی ہے خفیف

آہ تجھ مت پوچھ اب اسکا سبب
کیا کہون یارو مین مٹنے ہے غضب

میرزا فیضو کے چینچ مر گئے
قوشخانے جگ کے ویران کر گئے

کسقدر ہے آسمان بے امتیاز
آہ کیا مارا ہے اون نے شاہباز

وضع دوران سخت نا انصاف ہے
دیکھیو یارو یہ کیا انصاف ہے

میرزا غمگین ہون چڑیان شاد ہون
گھونسلے چھیون کے یون آباد ہون

دیکھ تو سارو کو کیا خرسند ہے
ڈھڈھو کو اس سے خوشی دہ چند ہے

ہاے کیا تیتر کے گھر شادی ہے آج
مینا و غوغائی کے گھر آیا ہے راج

کبک کیا کیا مارتی ہے قہقہے
کیسے ڈھبر کر رہے ہین بتھے

حیف طعمہ ڈال کر وہ یون مرے
اور ہر اک جانور خوشیان کرے

کانپتی تھی خوف سے اسکے بٹیر
جیسے سنگ پہ کیا تھا اسکو سیر

ڈر سے سکھے نیند بھر سوتے نہ تھے
کوئی غافل موت سے ہوتے نہ تھے

کیا کبوتر کیا ٹٹہری کیا بزے
قمری اور تیتر لوے اور ابلقے

سنگلے اوسکے خوف سے کپتے تھے
سر کو پنکھون کے تلے دھرتے تھے

قاز تک چھپتے تھے جنگل کے کھیت
قرقرے چھپتے کبھو لیکن سو جیت

وغدغے کا کیا کلنگ کا ہے ذکر
زندگی کا اپنی تھا سارس کو فکر

جانور آپی کا جب پڑتے خیال
ایک دن مرزا گئے کرنیکو سیر
بھوک سے جھنجھلا کے وہ غصہ مین آ
اب پڑی ہے کوڑی اوپر لنڈ منڈ
ہاے وہ مرزا کہ جسکا سُنکے نام
سو گیا اُسکو فلک نے یون ذلیل
کونکی ٹھونگین ہین اور مرزا کا سر
اسکو مرزا گھر سے لیجاتے جدھر
گھر کی بی بی سے یہ کر جاتے قرار
اب وہ پیازی قوتیجی کھاتے ہین سب
تھے چڑیمارون پہ مرزا جی کے کر
ہاے جسدن سے وہ یارو مر گئے
بلکہ وہ کہتے ہین خاص و عام مین
لینگے پیسے سابق اور اب حال کے
جب نکلتے گھر سے وہ بازار کو
دیکھکر اُنکے تئین بنیے تمام
اُنسے یہ کہتے اگر منظور دھرم
تو چھڑاؤ پھٹکیون کے جانور
بھیجدو جلدی نہو ایسا کہین
اس سخن کو جسگھڑی سنتے تھے وہ
یہ تو بنیے کیا ہین گئی اک روز مین
جیسے مرزا ہو گیا اُسکا یقین
ہاے ایسا غم نہین ابتک ہوا
گھر ہوا مرزا کا سب ماتم سرا
کر گریبان چاک یارو نکے حضور

کھینچ ڈالی تھی حواصل کی بھی کھال
ہو گئی اس مین ٹک اک طعمہ کو دیر
لے چلے مرزا ہی کو سینفے لگا
گرد چگتے پھرتے ہین چڑیون کے جھنڈ
آب ہو سیمرغ کا زہرہ تمام
مرتے ہی چنچ کے بگڑا ہے یہ نیل
سارہ اُڑ جاتی ہے مُنھ پر یاد کر
لونڈی سے کہجاتے چولھے ہانڈی دھر
کون بھرڑ وا کھادے کچھ غیر از شکار
میرزا بوٹی کو ترسے ہے غضب
نصف اُنکے جتنے پکڑین جانور
سب چڑیمارون کے سر سے کر گئے
میرزا آئے ہمارے دام مین
ورنہ پھنسوا دینگے جا کتوال کے
تیز کرتے وان چھری کی دھار کو
بند کر آنکھون کو کہتے رام رام
ہے تمھین اور دھرم کی اپنے جو شرم
جتنے ہون پیسے انھو نکے جمع کر
کھولون مین پتوار سے چنچ کے تئین
وہ ہین کہتے تھے کہ جو چاہو سو لو
راجپوتانہ سے آئین رشتو تین
ایک خرمہرہ کوئی دیتا نہین
میرزا جی کا ولی نعمت موا
پُرسے کو آئے ہین یار و آشنا
یون بیان کرتے تھے اپنا منھ بسور

ہاے تھے چینچ جو وہ تو آپ سے — اپنے تو پیارے وہ مائی باپ سے
کھولے تھا مین اسکو جب بتوار سے — ہاتھ پر آتے تھے وہ اس ناز سے
برگ گل جسطرح جھڑ کر باؤ سے — پنکھ پر بلبل کے آوے چاؤ سے
پھینکتا جب صید پر مین اسکو جا — اس طرح جا لاگتے کافر ادا
جسطرح معشوق بعضے کی نگاہ — خون عاشق کا کرے ہے بیگناہ
پودنے نے پاسکے بنگالہ مین جا — ایک مینا سے کہا یہ ماجرا
پودنے سے سنتے ہی اس بات کے — اڑ گئے مینا کے طوطے ہاتھ کے
مجکو بچپن سے رہا شوق شکار — پالا پر مین گدسے لے تا چڑے مار
خوب سا مینے کیا ہے انکا دید — ریش پنچا لون مین ان کے کی سفید
پر نہین دیکھا مین ایسا جانور — ہووے چینچ اور اڑے وہ تاز پر
تھے غرض ہر جانور پر کیا وہ شیر — گر پرند اس سے بچا سو ہے وہ تیر
کیا کہون چینچ تھے یا آشین سے — باز کے بچے تھے یا شاہین تھے
سنتے ہین یہ درد جسدم آشنا — اُنُنے کہتے ہین کہ سچ اے میرزا
واقعی یہ غم تو ہے گا ناگوار — پر خداوندی سے ہے کیا اختیار
غم مین اسکے میرزا ہرگز نہ رو — مت کہین رو رو کے آنکھونکو نہ کھو
گو پھنسا تھا دام مین آکر ہما — اوج پر تیرے نصیبون مین نہ تھا
غم کو اپنے دل سے اب موقوف کر — کردیا سودا نے قصہ مختصر

مثنوی بطور ساقی نامہ در ہجو میان فوقی

ساقیا بھر اس مے جادو سے جام — جسکا سحر سامری بھی ہو غلام
کر دے لب میرے کو اس ساغر سے بند — آگے پھر قدرت خدا کی سیر کر
باگ بکری سے کرے ایسی ہی چھند — باگ کو بکری کرے سیدائین بند
دانت کھٹے باگ کے بکری کرے — باگ کے آگے مین جا بکری چرے
باگ بکری پانی پیوین ایک جا — سامنے تیرے ہے تب مجرا مرا

چل قلم اب قصد کر تو جنگ کا
اوڑھ چکا پرن حیا و ننگ کا

ٹک میاں فوقی کے گھر تک اے صبا
کہہ سلام شوق تو جا کر مرا

بعد ازاں کہیو کہ اتنا بھی غرور
شاعری کے فن مین کرنا کیا ضرور

اور دیکھو بکری کہو شیر آپکو
بکری بھی گر کچھ کہے بھیر آپکو

بات بکری کی لگے تمکو بری
دوڑ دو تم اوپر قلم کی لے چھری

اور جو اسکا گلا کاٹا نجائے
وہ نصیب دشمنان ٹکر چلائے

سینگ اب اوسکے نہایت تیز ہین
آپکے ناخن سے بھی خونریز ہین

پر خدا جانے کہ کیسا رن پڑے
سمجھو ٹک کیا جانیے کیا بن پڑے

کہہ گیا ہے یہ سخن سعدی پیر
بوجھیے ہرگز نہ دشمن کو حقیر

گرچہ مین بکری ہون تم شیر جری
پر قلم کی تیغ کاغذ کی چھری

پاس اس عاجز کے بھی کہر آن ہے
دیکھ لو یہ گو ہے یہ میدان ہے

کیا قصیدہ کیا غزل کیا قطعہ بند
جو ردیف و قافیہ کیجیے پسند

آپ کہکر مجھکو بھی فرمائیے
جسکو جی چاہے اسے دکھلائیے

گھر مین نشینی کرنی کچھ رکھتی ہے مول
گھیا مین گڑ پھوڑنے سے کیا حصول

خوش نہین آتا تمھارا اعتذار
ورنہ کیا للکارون تم کو بار بار

اک غزل تم سے لڑا کر دیکھ لے
فہم کی میزان چڑھا کر دیکھ لے

فائدہ کیا کشتی ہر بار سے
بس ہے یک مشت ملون خروار سے

ہوگیا ظاہر جو کچھ تھا تم مین زور
مبتذل بند ادر ایک عالم کے چور

جو مجھے دیوان آتا ہے نظر
جا بجا اوس مین کی سرخی دیکھکر

پوچھون ہون اسکے مصنف سے مین
اتنی سرخی کیون لکھی ہے اسمین تین

مجھ سے کہتا ہے وہ رو کر زار زار
کیا کرون اسکا بیان اے غمگسار

اک جوان کہنے لگا ہے اب سخن
ہے نئی ناگن وہ اور تینگی پھن

جب سے اوسکے ہاتھ ہے تیغ قلم
قتل معنی کا ہے میرے دمبدم

سرخی مت جان اسکو ہے تجھسے جدا
جا بجا ہے خون مضمون شہید

شاعری کے بیچ یہ نام آوری
میر و میرزا سے ہے بستر ہمسری

ہے جو وہ دیوان در جُز آپ کا
مانگنی کا عندا و پر دور دور
سوجھی تو اسمین غزل ایسی نہین
سات بیتین جب اکیلے ہو کہو
گر دروغ اسمین کہا ہو مہربان
اب تلک حاضر ہے وہ جنگی غزل
گفتگو میری یہ بے دسواس ہے
معترض ہین یا مجھے بلوایئے
اعتراض اسپر جو کچھ ہین مہربان
تو کدھر ہے ساقی پر بے خبر
کب تلک سوویگا اے خانہ خراب
بشنو از نے چون حکایت میکند
کز نیستان تا مرا ببریدہ اند
سنتے ہین جسوقت میری آہ سرد
نکلے ہے میرے گلے سے جب صدا
رات کو جس بزم مین ہوے نواز
جنکا ٹک میری صدا پر گوش ہے
میکدے مین ہے صدا مینا سے مے
کب کیلا اشک ریزان ہے کباب
میرے تن مین دم کی جا گہ آہ سرد
رکھتی ہے میری صدا ایسا تو زہر
اس اثر پر مجھکو فوقی بے اثر
بے اثر ہے میری آواز حزین
کیا کسی عاقل کا یہ مصرع ہے جیت
اقربا میرے سے ہے جو یہ صدا

شکل آمد نامہ کے جس کو ن لکھا
تا کہ اسمین ہجم ہون اے شعور
چار بیتین جسمین طالب کی نہین
پانچ ہو وین مبتذل بمعنی دو
کاٹیے تیغ قلم سے یہ زبان
مبتذل بے معنی بے ڈھنگی غزل
دستخط سے آپ کے مجھ پاس ہے
یا مجھے گھر آن کے سمجھایئے
ہو گئے آخر کی حکایت مین بیان
دیکھ آنکھین کھول کر ٹک تو ادھر
سن تو ٹک کیا کہتے ہین چنگ و رباب
وز جدائیہا شکایت میکند
از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند
پھاڑ ڈالین ہین گریبان اہل درد
سنکے رو دیتے ہین کیا شاہ و گدا
شمع سان ہر استخوان تن گداز
ہے وہ پھر مدہوش یا بیہوش ہے
متصل روتا ہے سن آواز نے
دیدۂ پر آب ہے جام شراب
استخوان مین مغز کے بدلے ہے درد
سنکے جسکو چڑھتی ہے کالے کو لہر
جانتا ہے واے اسکی فہم پر
کیا کہون مین آفرین صد آفرین
مردم اندر حسرت فہم درست
منھ لگاتے ہین اُسے شاہ و گدا

کچھ تکلف سے نہین یہ گفتگو
کچھ نہ پایا بات کا مین اسکے بھید،
سنتے ہوا اے حاضران بزم یار
یہ کہے اس شاعر بیدرد کو
سن تو ٹک اے عار ڈھنگ شاعری
شعر کہنے کا یہی ہوتا ہے ڈھنگ
اب اوسے لازم ہے جو شاعر کہاے
شعر لوچ اپنے بآواز حزین
سمجھے نالے کو نے کے بے اثر
یا تو اپنی بات اب اثبات کر
شعر استادون کے سینے سے نکال
اسکے اوپر مشک بھر پانی پلا
کر رہی تھی سنے غرض جوش و خروش
ساقیا نے سے سنی تین گفتگو
کیا کہون تجھسے غرض اے نکتہ رس
پرجو مجکو دے کر ساغر پے بہ پے
تیز جب میری ہو مقراض زبان
ایک ہی پیالہ دیا ہے مجکو مین
چل قلم جلدی سے خط مشک بو
آنکھ جبتک ہے تو خوش آتی ہے بھون
گرچہ الفت تھی ہمین سنے سے تمام
سودا اب ایسی ہوئی ہے ناپسند
بے اثر تم نے کہین اسکو لکھا
جسپہ وہ بے مغز کل میخانے مین
اس پہ نازل ہوے قہر ذوالجلال

بزم مین حاضر ہے تجپہ دیکھ لو
پڑ گئے غم سے مری چھاتی مین چھید
ہو دے جو تم مین سے میرا غمگسار
پھینک جو سمجھے ہے آہ سرد کو
منھ سے تیرے دور رنگ شاعری
شعر کو بدنام مت کراے ڈھنگ
ایک باسن مین نہ تیرے ساتھ کھاے
بیٹھکر مجلس مین پڑھتے ہر کہین
تو فہے ایسی قراءت کے اوپر
یا وہ دونون جز تو میرے آگے دھر
پھر جو کچھ باقی رہے لے میرے لال
سنے نوازون کو بتاؤن خوب سا
پر کہا آصبر نے اسکو خموش
یہ کسی دشمن کے دشمن پر نہو
بول کی ایسا ہے کچھ ظالم کہ بس
بھول جاوے تیرے ڈر سے حرف سنے
تیغ سے گذرے زبان پہ الامان
دیکھ اب گل پھول کیا کاٹون ہون مین
یار کو میرے لکھ اس مضمون سے تو
آنکھ ہی پھوٹی تو کب بھاتی ہے بھون
ہم سنا کرتے تھے اسکو صبح و شام
بس چلے تو کاٹین اسکے بند بند
سنکے غمازون سنے جا اس سے کہا
بولے ایسا کچھ کہ کیا تم سے کہین
یا تمھارے صبر کا پڑھ لیوے بال

وہ جو کچھ کہتی ہے اے غیرت پناہ — سو تو کہہ سکتا نہین یہ روسیاہ
کس لیے مین آپ کا دشمن نہین — ہون بھی گر دشمن تو زور مین تن نہین
شاید اُسکو سنکے تم کھا جاؤ زہر — یا مجھے مارو کٹارا زروے قہر
تس سے کیا لازم جو کیجے سب بیان — پر غرض اسکی یہی ہے مہربان
میری تو اتنی موثر ہے صدا — سنکے رو دیوین جسے شاہ و گدا
کس لیے نامے کو میرے جد نہ تد — بے اثر باندھو ہو کچھ اسکی سند
یا تو اب اسکی سند مجھ تک لے آؤ — یا تم آگے شاعرون کے نے بجاؤ
پس قلم اتنا ہی لکھ چل ہو شتاب — دیکھیے اودھر سے کیا آوے جواب
ساقیا وہ مے جو تند و تیز ہو — دیکے مجکو سن اودھر کی گفتگو
نامہ بر نے مجکو اودھر سے شتاب — لا دیا ہے یہ جواب با صواب
پڑھکے خط کہنے لگے ہو کر غضب — بے اثر ہونے کا اسکے ہے سبب
یہ کہو اوس لولی میخانہ سے — پوچھ جا کر عاقل و دیوانہ سے
بلبل آمل ہے فوقی کی مدد — ہر سخن کی پاس اسکے ہے سند
دیکھ لے آ کر قوی ہے یہ دلیل — نے کو باندھا ہو ویگا خرطوم فیل
پیش پا افتادہ یہ تشبیہ ہے — سر سے لیکر تا قدم یکشکل نے
کہہ چکا اور پھر کہون بار دگر — ہاتھی کی آواز مین کیا ہے اثر
اسکی بین ٹین پر جو روتے ہین سدا — بھڑوے احمق ہووینگے شاہ و گدا
مین ہمارے شعر پر تاثیر ریز — جوش ہر دل سے جھنجھون کا بیش خیز
چشم سے انکے ہو ادھر جنکا گوش — آوے قطرہ اشک کا طوفان بجوش
ہے اگر میرا تو سچ مچ آشنا — کہہ زبانی میری اس قحبہ سے جا
شعر گرم اپنا مین صحرا مین پڑھون — ہے کہ اب سارا نیستان پھونک دون
خوب سا غصہ غرض کردہ ہر بر — یہ کہا آخر کہ بس ہے میرا صبر
ساقیا اس مے سے اب ساغر تو بھر — کچھ نہو جس مین مروت کا اثر
دے تو اس مے سے مجھے دو چار جام — تا میان فوقی کو بھیجون یہ پیام
مطلع اول جو وہ جنگی غزل — رکھتی ہے سو سین تو ایسا خلل

نے نے جسپر یہ کیا شور و فساد	جبسے آیا تھا چھٹی کا دودھ یاد
مطلع ثانی سو مالک اوسکا میر	جانتے ہین اسکو سب برنا و پیر
لیکن اسکا تان کرنا خوب تھا	میر کی بھی طبع کے مرغوب تھا
ہے دل پروانہ اوس سے باغ باغ	شمع کو روشن کیا لیکر چراغ
سات ہین سے سمجھے تم دو کا حساب	پانچ جو باقی ہین دون اونکا جواب
تیسرا جو شعر ہے اوسکا یہ حال	جسکے معنی خلق سے دور از خیال
شعر یہ چوتھا سنو اے مہربان	جسکے معنی نظم کر لکھیے بیان

مضمون بیت فوقی

ہوئے پہلے ہی قدم مسکن صنم	گر چلون تجھ کو سی جون نقش قدم
نقش پا کو چلنے سے تشبیہ کیا	وہ تو بے حس محض رہتا ہے سدا
گو اسے پڑھیے باواز حزین	لیکن اسکا سقم سب کے دلنشین
اس سوا معنی گر اس بندش مین ہین	عقل کل بھی وہ نہ سمجھے گا نہین
شعر دو اچھے ہین دیکھے کر کے غور	اس کا دعوی تم کرو یا کوئی اور
وہ جو مقطع ہے سو ایسا ہے لچر	نکتہ رس کہتے ہین جسکو دیکھکر
وہ جو نکتہ سر پہ رکھتی ہے خری	نیچے دیکھے ہوگئے شیر جری
سن چکے احوال ساتون شعر کا	اب کہو تم آپ یا بلغ العلے
کون اس میدان مین بکری کون شیر	بول اٹھیے جلدی سے کیجیے نہ دیر
لیکن اس جاگہ عبث ہے یہ سوال	ہے کرورون کو مین یانسے انفعال

قطعہ تاریخ ہجو شیخ صنعت اللہ کہ کتخدا شدہ بود

عروس شیخ سے پوچھا یہ ایک نے اہرے	سبب یہ کیا ہو کہ دل تجھسی کا انھون پہ چوا
ہزار حیف کہ اے شمع محفل صلحا	کیا نکاح تو انسے جو ماٹی کے ہین تھوا

نہ ہنستی بولتی تو ہے نہ ہلتے ڈولتے ہین وہ ‏— پلنگ پہ یون رہو جیسے غلام کا ہودا

دیا جواب کہ اے بھڑوے خبر ہے تجھکو ‏— فرشتے نے مرے دامن کو آجتک نہ چھوا

سوا ایسے خربس سے مین بیاہ کرنے بیٹھونگی ‏— کہ جسکی داڑھی کا ہر بال جیسے ہودے سوا

جہان دھوے مری دائی نے ہاتھ بیٹھ کر وان ‏— مین کاٹون اسکے تئین صدقہ وہ کیا تھا موا

جو یون کبھی گردش دوران سے ہو خدا نکرے ‏— تو وہین ڈوب مرون جاکے وان جہان ہو کوا

مین پیرزادی کر اسکی جہان مین ہون مشہور ‏— جو کہتی ہون اسے بھائی تو وہ کہے ہے لوا

سنی نہین تو مری اسکے وصل کی تاریخ ‏— کہی ہے آج کسی نے مرید شیخ ہوا

قطعہ خوش طبعانہ

دیکھ پلنگ اتیت قلندر رہین آپسمین تینون ایک ‏— بھر ارتھ جہان مین بندر رہین آپسمین تینون ایک

منتر جنتر انکے کافر جادو مین سب بیٹھے ہین ‏— لورکم گوپی چھند مچھندر رہین آپسمین تینون ایک

ہوتے ہین گو نام جدا پر فرق نہین ہے ان مین کچھ ‏— گدوڈ ھینڈ ڈھس اور چھندر رہین آپسمین تینون ایک

کس سے کہیے خباثت انکی ظاہر ہے سب عالم پر ‏— لوطی اور لونڈ قلندر رہین آپسمین تینون ایک

قطعہ بطریق طنز شاعری گفتہ

بہ وقت صبح مری بلبل طبیعت سے ‏— ہر ایک مرغ چمن آن کر لگا کہنے

تری ہی جنس کا گلشن مین ایک طائر اور ‏— ترے ترانہ کو نوع دگر لگا کہنے

کہا یہ سنتے تری دوستی سے اسکے تئین ‏— یہ کسکے حق مین تو اے بیخبر لگا کہنے

جو گلستان جہان مین ہو آسمان پرواز ‏— تو اسکے حق مین یہ بے بال و پر لگا کہنے

دیا جواب جو مینے بھی بد کہا تو کہا ‏— اب اسکا نالہ جہان بے اثر لگا کہنے

مین اسکے نالہ کو بد گاہ گاہ کہتا ہون ‏— ہر ایک بد اسے شام و سحر لگا کہنے

کہا یہ سنکے مری بلبل طبیعت نے ‏— برا مجھے وہ اگر سر بسر لگا کہنے

برا نہ مانون مین اس سے کہ اپنی موجب عقل ‏— بھلا برا وہ مرے حق مین گر لگا کہنے

یہ مجکو خوب ہے وہ میرے ہی ترانہ کو / بچشم فہم اگر کر نظر لگا کہنے
وگرنہین اُسسے بہرہ ترانہ سنجی سے / ترانہ سنج اُسے بد بیشتر لگا کہنے
اگر گہر کو کسی کے خزف کسو نے کہا / تو عالم اُسکے تئین بد گہر لگا کہنے
خزف خزف ہی گہر ہے گہر مجھے کیا کام / خزف کو اپنے جو کوئی گہر لگا کہنے
ہنر سے بے ہنری کو جو کوئی دے نسبت / اُسیکو اہل ہنر بے ہنر لگا کہنے
غرض کہ مین تو وہ طائر ہون یا حسد جسنے / مرے ترانہ کو دل شعر تر لگا کہنے
ہزار طرح کا پیدا مرے تئین سن سن / جہان کے باغ مین بلبل کا گھر لگا کہنے

قطعہ در بیان پہرہ

کہا یہ پہرہ ہے کہ ہے سارا جہان پہرے مین / بے خطا پیر سے لے تا بجوان پہرے مین
دخل کیا عقل یہان آسکے کہان ہوش کو بار / کبھو آوین تو پڑین وہم و گمان پہرے مین
اس زمانے کا جو دیکھا تو ہے اُلٹا انصاف / گرگ آزاد رہین اور رہون شبان پہرے مین
سب جگہ قید گنہگار پہ ہوتی ہے ولے / بے گناہون کے تئین دیکھا یہان پہرے مین
ہاتھ خالی پڑے پھرتے ہین سپاہی بیکار / ڈھال تلوار گرد تیر و کمان پہرے مین
کیا کرین بیٹھین نہ بے مارے وے ہاتھ پہ ہاتھ / جابجا بند ہے بازار دکان پہرے مین
بیم و امید سے ہو اہل تجارت فارغ / پڑ گئے ایک جگہ سود و زیان پہرے مین
نہین مقدور کوئی کھائی سے باہر نکلے / بسکہ ہے شہر کا ہر خرد و کلان پہرے مین
الغرض جو کوئی اسوقت مین ٹک دوڑ چلا / اسکے حق مین ہے یہی حکم کہ ہان پہرے مین

آگے اب بولنا کچھ خوب نہین ہے سودا
کہ یہان بولتے پڑتی ہے زبان پہرے مین

قطعہ ہجو عامل خیر آباد

حضور مین جو کوئی ہے مقرب الخاقان / کرے ہے لطف و کرم مجھپہ وہ بہر عنوان

کوئی قلم سے کوئی ہاتھ سے کوئی بزبان
میں چاہتا ہوں تری ذات سے یہی احسان

خدا کے واسطے ہا ہا جکی جکی اے خان
مرا بخیر تو امید نیست شر مرسان

قطعہ ہجو معہ تاریخ

جس بزرگی سے وہ گئے پا سنے
ماجرا اُس کا مجھ سے مت پوچھو

کیا کہوں میں غرض خدا نہ کرے
ایسی غیرت کسی بشر کو ہو

جو ہیں اپنے قدم کو اُس گھر سے
رکھا باہر برابر سر مو

یوں ہوئی اہل آسمان سے ندا
جتنے ساکن زمیں کے تھے اُنکو

جا بے لاحول اب ہے یہ تاریخ
دفع کرنے کو اُسکے پڑھنے کو

ہو کے بے آبرو لعین ابلیس
آج نکلا بہشت سے یارو

قطعہ ہجو مرزا فاخر مکین

میں ایک فارسی دان سے کہا کہ اب مجکو
ہوئی ہے ہند میں اشعار فرس ہی نشین

جو آپ کیجئے صلاح شعر کی میرے
نہ پایئے غلطی تو محاورہ میں کہیں

ہے اور زیر فلک ذات میرزا فاخر
سلامت اُنکو رکھے حق سدا بروئے زمین

سو کب اُنھو نکو ہے صلاح کا کسو کو دماغ
قبول کب کرے اُنکی متانت و تمکین

کہا یہ بعد تامل کے وون جواب سمجھے
جو میری بات کا اے یار تجھکو ہووے یقین

جو چاہے یہ کہ کہے ہند کا زبان دان شعر
تو بہتر اُسکے لیے ریختہ کا ہے آئین

وگرنہ کہکے وہ کیوں شعر فارسی ناحق
ہمیشہ فارسی دان کا ہو مورد نفرین

کوئی زبان ہو لازم ہے خوبی مضمون
زبان فرس پہ کچھ منحصر سخن تو نہیں

اگر فہیم ہے تو چشم دل سے کر تو نظر
زبان کا مرتبہ سعدی سے لیکے تا تحسین

کہاں تلک انکی زبان تو درست بولیگا
زبان اپنی میں تو باندھ معنی رنگین

دیار ہند میں دو چار ایسے ہو گذرے
جنھوں نے باز رکھا مضحکے سے اپنے تئیں

چنانچہ خسرو و فیضی و آرزو و قتیل — سخن انھون کا مثل کے ہے قابل تحسین
سوائے انکے کوئی اور بھی ہو پر شاعر — سواد ہند مین وہی تھے بامزہ نمکین

قطعہ در شکست نواب ضابطہ خان

کھیت رہنے سے یارو حافظ کے — قوم افغان کا رہگیا تھا بھرم
ضابطہ خان نے لڑا نجف خان سے — نرکھا کچھ سپہ گری کا دھرم
تھا تو تتا ولے نہ دیکھا تھا — کچھ زمانے کا اسنے سرد او گرم
طاقت رزم گر نہ تھی اسکو — توق کرتا حریف سے آزرم
آتش تیغ سے جگر اس کا — ہو گیا مثل موم لقمہ نرم
شیر میدان سے آخرش بھاگا — منڈھ کے رہ بہ کا لے اپنے منھ پر حرم
تب بڑے پیر نے کہی تاریخ — غوث گڈھ سے گیا وہ کھو کر شرم

قطعہ ہجو

لے کے جب تجھ سے وزارت جب — عالی گوہر کو شاہ شاہان دے
پھر تاریخ عزل و نصب انکے — یہ سمجھ کیون نہ فیض یزدان دے
خان خانان کے بیل سے لیکر — شتر کے نیچے کو قلمدان دے

قطعہ در ہجو مرغ سبزواری

نہین کلنگ مین جس آگے سبزواری کے — جو میرے پاس ہو تو مین بکاؤن بھر ہنڈا
لڑائی مین بھی اسی کو ہوا ہے پہ فوقیت — کہ اسکا بچہ ہے جنگی اور اسکا ہے انڈا

مخمس در ہجو شیخ جی

سنتی ہے اے دولھن یہ ترا کیا سبھاؤ ہے　　یون کہدے اپنے باپ سے اسوقت داؤ ہے
بابل بساطیون کے نگر کا تو راو ہے　　نوشہ مرے کو آرسی مصحف کا چاؤ ہے
عینک بھی جوڑے ساتھ منگاتے ہین شیخ جی

دولھن شتاب آکے پہونچ اب نکر تو ڈھیل　　سرمہ نہین ہو آنکھو نمین نوشہ کے ڈھلا ہو میل
باقی نہین کچھ انمین فقط ہاڑ ہے اصیل　　چو کی وے اُنکی پیٹھ کے کہتا ہے بان کیل
طعمہ ابھی اُسیکا ہو جاتے ہین شیخ جی

پھولون کے بدلے پاتون سی نوشہ کے سنڈھو کو چھاؤ　　شربت نہ دو پیالون مین پھولون سے اب جھاؤ
دیکر جریدہ تمن بغل مین اٹھا بٹھاؤ　　المقین بہ جاے عقد پڑھو متصل پلاؤ
جاتے ہین اونگھنے نیند کے ماتے ہین شیخ جی

نائن کہے کہ شرم سے دولہا ہے سرنگون　　اب کیونکہ تیل روے مقدس کو مین ملون
شانہ کرون مین ریش کو یا وسمہ سے رنگون　　جی کی امان پاؤن تو اک بات مین کہون
منہ کو کلنک اپنے لگاتے ہین شیخ جی

القصہ شیخ جی کی جو حرمت خدا اگنواے　　بارہ برس کی چھوکری باجن بجاتے لاے
آئے دولھن کے گھر سے جو مقنع مین منہ چھپاے　　جیسا ہمارے کہنے کو خاطر مین وہ نہ لاے
اپنے کیے کو ویسا ہی پاتے ہین شیخ جی

تھے بسکہ شیخ جی بات سے دنیا کے پاک صاف　　مسواک لیکے جورو سے کرنے لگے زفاف
چوٹی سے اپنی کھول کے ان نے وہین موباف　　مشکین جکڑ انہون کی کہا کیجیے معاف
مجھکو تو کچھ ولی نظر آتے ہین شیخ جی

لایا غضب ہین شیخ کو جورو کا بند دست　　مشکین تو تڑا چلے گئے جورو سے کر کے جست
بال اسکے انکے ہاتھ تھے ریش انکی اسکے دست　　عہد سپید بر شہ آئے تھے از بس ضعیف و پست
پاپوش تب سے جورو کی کھاتے ہین شیخ جی

جورو سے شیخ جی کو یہ صحبت ہے اب مدام　　جھگڑا و مسخرا و جھنڈر رہے ان کا نام

خلوت میں جب بلاتے ہیں اسکو بوقت شام — دیتی ہے تب وہ بھیج کے لوگوں سے یہ پیام
بیٹی کو اپنی کیوں یہ بلاتے ہیں شیخ جی

دہشت سے گھر میں جورو کے انکا ہے یہ ڈول — مکتب میں جیسے طفل کو اخوند سے ہو ہول
بے رخصت اسکے تک یہ نہیں کرسکے بول — ایسی ہی ایک آن کے سر پر چڑھے ہے ڈھول
تحت الثریٰ کو پھر چلے جاتے ہیں شیخ جی

یہ تو ہیں بوڑھے خرس وہ ہے شوخ اچپلی — ماری کبھو تو دھول کبھی داڑھی نوچ لی
انکو تو جانتی ہے کہ ہیں شیخوں میں دلی — کھلتی ہے انکے جورو کی تب اسطرح کلی
پھولے نہیں بدن میں سماتے ہیں شیخ جی

جب دیکھتی ہے وہ کہ ہے برسات کی ہوا — دس بیس دن جھڑی کو ہوئے مینھ نہیں کھلا
آتی ہے انکے پاس لیے تیل اور توا — کہتی ہے یہ نہ مانیگا آپ اب برا
ہم تم کو شیخ ڈونڈ بناتے ہیں شیخ جی

جب گھنگرو وہ پہنکے چلے ہے مٹک کے چال — آتا ہے شیخ جی کے تئیں اس صدا پہ حال
عمامہ سر سے پھینک کے ہو جاتے ہیں نڈھال — تب مہربانگی سے یہ کہتی ہے وہ چھنال
اب ہمکو اپنی چاہ جتاتے ہیں شیخ جی

ایک روز شیخ جی کو جورو سے جا اڑے — کہنے لگی کہ تم ہو بڑوں کے مرے بڑے
اب بس ڈپھی رکھو کہیں جو کا نہ گر پڑے — ڈرتا نہیں ہے مجھسے تو اے پھر لے منہ سڑے
کہہ دوں ابھی وہ اسکو ستاتے ہیں شیخ جی

ایسی ہے بے ادب نہ خدا سے بھی وہ ڈرے — آکر کے شیخ جی کے مصلے پہ ہگ بھرے
شانہ کو اُنکے داڑھی کے بے بالوں میں کرے — یارب کہیں چھنال شتابی سے یہ مرے
ورنہ ہمارے ہاتھ سے جاتے ہیں شیخ جی

جورو کہے ہے شیخ سے اے شیخ تم سنو — چھوڑے کوئی نے دی ہے دغا چپکے ہو رہو
میں جانتی ہوں تمکو کہ تم فیلسوف ہو — سودا زیادہ کیا کہوں ہے بات گو مگو
جیسے ہیں ویسی جوتیاں کھاتے ہیں شیخ جی

مخمس در ہجو

جون گھٹا شادی اُٹھی ہے تری گھنگھور بنے — منھدی دولھن کی تو ساچق ہے تری اودے بنے
رات دن رنگ مین رہتا ہے تو شرابور بنے — عرش تک بیاہ کا پہونچا ہے ترے شور بنے
کہتے ہین حور و ملک شیخ جی تم زور بنے

پیرزادی سے تم اپنی بد غا پیش آئے — ملا اک کرکے جو ان دام مین لپٹے لائے
نام سے اور کی نسبت کے رقعے بھجوائے — صورت نحس جب اپنی تم اسے دکھلائے
بولی سر پیٹ کے وہ ہائے تری گور بنے

سُہلے یہ ڈومنیان گاتی ہین لیکر جب ڈھول — شیخ جی تم بھی نہ سمجھتے ہو کچھ اُن سُہاونکے بول
مسخرا بوجھ مچھین کہتے ہین از راہ ٹھٹھول — دیکھی بنری نے جو لٹو سی بڑی پگڑی گول
جون چلکی بھری ہے اب تجھیہ ہوئی ڈور بنے

بنری کہتی ہے تجھکو مین چاہون سو کیا — داڑھی ایسی ہے تری جیسے ردلی کا گالا
اسکو ٹٹوا کے کتا چرخے مین ڈوری بٹوا — ہاتھ سے سات سہاگن کے ابھی بٹوا لا
واسطے میرے میانے کے تو اک تور بنے

ہم تو کہتے تھے اگر تیرے گھر آویگی دُلھن — لٹی دن چاہ نہ تجھے اپنی جتاویگی دُلھن
لیک جب تیرے تئین ساتھ سلاویگی دُلھن — انگلیون پر تجھے اسطرح نچاوے گی دُلھن
جسطرح ناچے ہے سر منڈلی اوپر مور بنے

زن مریدی کا دکھ اس عمر مین ہے یون بھرنا — پیر سے آپ کو جون پیر کا گھوڑا کرنا
بیاہ کے روز یہ عمامہ سر اوپر دھرنا — زین پر چڑھ کے گردن تری جھک کر ہرنا
شکل خوگیر ہے داڑھی تری جھکور بنے

کہتی ہین پاس ترے بیٹھی ہوئی سمدھنیان — داڑھی ہتی ہے تری شانہ لگھ پڑا ہے میان
عیب شرعی ترے پانچون نہین عالم پہ نہان — وہی ہے اندھیاری تری آنکھ نہ مقنع ہی کہان
نہین یہ ہار گلے بیچ ہے گل خور بنے

کا لے ہی زہر کوا ایسا ہی تو ہے دندان گیر — کہنہ لنگی نے کیا گوشۂ عزلت مین سپیر

کمری ہے یہ کہ کبھو اُٹھ نہ سکے چھوڑ حصیر   مارے کم خوری کے کھاتا نہین کچھ غیر از شیر
ریش پہ ہے تجھکو رتو ندا مرے شبکور بنے

سہرا جب منھ پہ ترے دیکھنے بازار لگا   لوگون کی چشم گمان مین تو طرحدار لگا
پان کیون بی بی کے کھانیکو تو ہر بار لگا   کوچی کرنے سے ترے آگے ہے انبار لگا
بوڑھے گھوڑے لگی نہین تھان پہ آخور بنے

کام کا دیو تری پیٹھ پہ جس دم لاگا   مارے مستی کے نہ سوجھا تجھے پیچھا آگا
جا پڑا انبری پہ تو بہن کے سوہاگا   چھانٹی جب اُن نے دولتی تو پھر ایسا بھاگا
جتنا تھا بنھا نہ تھنبا اے مرے منھ زور بنے

تجکو حجلہ مین جو دولھن سے ہی منت داری   خانقہ بیچ نہ تھی وقت دعا یہ زاری
عیش کی رات تری کٹتی ہی جب یون ساری   کہنے لگتی ہے دلھن دیکھے تجھے جھکاری
چل لے اٹھ پڑھ لے نماز اب کہ ہوئی بھور بنے

شیخ تم گھر سے چلے خلعت شادی جو پہن   باندھکر سہرے کو تقلیش کے عمامے پر
یون مریدون نے کہا پیٹ کے تب اپنا سر   ہمنے کیا پیر بنایا تھا بڑا خرچ کے زر
آگئے تم بھو سلکے تجھسے جوان چور بنے

معتقد منھ پہ ترے کہتے ہین یون حرف قبیح   لائقی تجھکو عبادت سے نہین ہی یہ صریح
فکر تسخیر مین جورو کے ہوا ہے تشریح   ہاتھ پہ تین یہ پڑھتے اسم سوائے تسبیح
انگلیون کی بھی تری گھس گئی ہر پور بنے

کوئی کہتا ہے کہ گھس آگے سنبے کے ڈالو   کوئی کہتا ہے کہ بوڑھا ہے کھلی کو ٹکڑو
بغلون مین ہاتھ مریدون نے دیے ہین کہ اٹھو   اب جوان بیٹھے ہو کچھ اور بنا چاہتے ہو
پیر سے گھوڑے بنے گھوڑے سے اب ڈھور بنے

مین جو کہتا ہے کہ میر یہ بنی بیاہی ہے   تحفت کی رات سلیمان کی تجھے شاہی ہی
سنکے اس حرف کو سودا نے کہا واہی ہی   زور اور ظلم نہین عقل کی کوتاہی ہی
دیکھ دیکھ ہنستے ہین تجکو ملخ و مور بنے

مخمّس در ہجو

کامل فن سخن کہتے ہین اسکو اکمل
پرورش لفظ کی منظور ہو جسکو اوّل
پر نہ یان تک کہ عبارت ہی کو کر دے مہمل
اعتقاد انکا ہی یون وہ جو کئی ہین اجہل
سو نہو پرورش شانہ مین تو ہو مرسل

شعر مربوط پہ ایراد یہ کرتے نہ ڈرین
اپنے دیوان مین اس شعر کو پڑھ پڑھ کر مرین
لفظ بے ربط تلازم کے لیے جسمین بھرین
چشم کو آہو سے بن شاخ یہ نسبت نہ کرین
ابرو کو تیغ سے تشبیہ نہ دین بے صیقل

ریش بابا جو سنی ہے کوئی قسم انگور
شانہ و وسمہ بن اسکا وہ نہ لاوین مذکور
ربط الفاظ کو معنی سے نہ دین تا مقدور
لف و نشر انکو مرتب جو ہو کرنا منظور
رام پور کی یہ کٹاری لکھین اور سیتا پھل

لفظون سے انکے یعنی نہون مفہوم کہین
آفرین کرتے ہین وقفہ ہو تو ہون جلن بین
گو ر عرفی سے طلب کرتے ہین جا کر تحسین
زلف و عارض کے جو سامانین کرین یہ تضمین
شب شود نیم رخ و روز شود مستقبل

ہو عبارت مین کہین انکے جو لفظ در و گوش
آستین لاکے نکالین ہین یہ تجنیس سے گوش
معنی پوچھو تو یہ جھنجھلائین کہ محفل ہے خموش
پاوے مطلب نہ کبھی مدرکہ صاحب ہوش
لفظ لفظ انکا اگر ڈھونڈھیے وہ لیکر مشعل

یان تلک باک نہین ماہ کے گر ساتھ ہو شہر
زلف کے واسطے بندھ جاے کہین سانپ کی لہر
چشم کے وصف مین گر ہووے تو ہو گردش دہر
نہ تلاش انکے سخن کا سا کہ جسمین یہ قہر
باندھین لب کو جو یہ اخگر تو دہن کو منقل

عالم ربط مین تھا انکے تو میرا یہ معاش
جاے دشنام کہا شعر سن انکا شاباش
لیکن اب کیونکہ اٹھو نکا نہ کردن پروا فاش
مبتذل کرنے کو جب ریختہ میرا یہ تلاش
باندھین اس فارسی مین وہ جو نہو مستعمل

مخمس در ہجو میر علی ہاتف شاعر بوجب استدعای حکیم آفتاب کہ ہجو حکیم مذکور گفتہ بود

آئی کہ طرز فتنہ تو ایجاد کردہ ‏ گویا زبان ہرزہ غن دحناد کردہ
چندین خلل بمعنے دلشاد کردہ ‏ اے چرخ غافلی کہ چہ بیداد کردہ
وز کین جہاد برین ستم آباد کردہ

جسکی زبان نے ہجو کی سادات کی قبول ‏ اسکو تو فن شعر کے بتلا دیے اصول
اس سے زیادہ کیا کہوں میں تجکو اے جہول ‏ در طعنت این بس ست کہ باعترت رسول
بیداد کرد خصم تو امداد کردہ

ہاتف کی لغویات کو اے دل نہ دیکھ رہ ‏ جلدی جلا دے اسکی وہ ابیات کے کہ تہ
پوچھے اگر وہ کیا مری تقصیر تو یہ کہہ ‏ اے زادہ زیاد نہ کر دست ہیچ گہ
مزد وا این عمل کہ تو شداد کردہ

ہرگاہ کش کا جب بہ بدی ذکر منع ہو ‏ کیجیے انھوں کی ہجو کہ آل نبی ہیں جو
تقصیر کیا کہوں میں تری اے سیاہ رو ‏ با دشمنان دین نہ توان کرد انچہ تو
با مصطفیٰ و حیدر و اولاد کردہ

کیونکر نہو تو آل نبی کا عدوے جان ‏ اسکا خلف ہے تو جسے کہتے ہیں مروان
لعنت خدا کی پھٹ پڑے لقاس مسخرہ قلتبان ‏ حلقے کہ سودہ لعل لب خود نبی بر آن
آزردہ اش ز خنجر بیداد کردہ

الدم ترے چچا کو نہ دیتی تھی خلق چین ‏ دار الامارۃ آکے یہ کہتی تھی دن و رین
پھٹکار تجھپہ واجب و لعنت ہی فرض عین ‏ کام یزید دادہ از کشتن حسین
بنگر کرا بہ قتل کہ دل شاد کردہ

نانا ترے نے پا کے جب اہل حرم بدست ‏ یوں کربلا کے بن سے پھرا جوں شتر ہو مست
ہر اک نے اُس لعین سے کہا اے ستم پرست ‏ پھر خیمے کہ خار درخت شقاوت است

در باغ دیں چہ باگل و شمشاد کردۂ

ہوگا فرشتگان معذب کا جب ورود ۔۔۔ جتنا کہیگا تو کہ میں شیعہ ہوں اے یہود
دینگے وہ یہ جواب جلا کر ترے عمود ۔۔۔ چندیں ز شیعہ بود نت اے قلتبان سجود

آخر عمل بہ سنت اجداد کردۂ

لعنت بڑوں کو اپنے جو کرتا ہے اے لعین ۔۔۔ ہے مومنوں کی سب یہ خوشامد نہ پاس دین
ایمان ہو ترے تو نہ سادات سے ہو کین ۔۔۔ از زادہاے طبع تو معلوم شد چنین

دنیا و دین تو ہر دو برافتاد کردۂ

جیسی یہ ہجو تو نے کی باللہ کار شست ۔۔۔ شاعر چھپٹ اسکا شعر نہ دیکھا میں نادرست
پر یہ کہونگا خواہ تو کہ سخت خواہ سست ۔۔۔ آن بیت چار پارہ ات البتہ نیست چست

کان را زبس حوالۂ استاد کردۂ

موزون خرد سالی میں تین شعر جو کہا ۔۔۔ جا کر قشون شاہ میں اصلاح کو دیا
واں جس مغل نے بیت کا مضمون لیا ۔۔۔ چشمک زد آن قشونی و گفتا بیا بیا

من ہم بہ بینش کہ چہ ارشاد کردۂ

یاں تک ہوئی ہے صرف مغل تری بان ۔۔۔ بولے تو شوم شام کو اور جوں محل جان
چمچہ ہے والدہ تری والد پہاڑ خان ۔۔۔ آقا بمرگ من تو ازیں ہر دو صاحبان

این لہجہ را بگو ز کہ استاد کردۂ

شیرازی تھا نہ باپ ترا اور نہ آملی ۔۔۔ وہ خرس گر مغل کوئی ہوگا تو کابلی
کو نان کو کونون کہنے یہ تیری بان کھلی ۔۔۔ ہرگز کسے نگوید ت آقا علی قلی

زین گفتگو عبث دل خود شاد کردۂ

جس پر ہے تجکو ناز نہ وہ مال ہے نہ زور ۔۔۔ جز یہ کہ چند شعر تو شاعر سے ہے اسکا چور
کہیے جو اسکا حال تو کرنے لگے تو شور ۔۔۔ مطلع مشابہ ست با بروے چشم کور

بر حسن مطلعش تو اگر صاد کردۂ

وہ دن گئے جو ہر کوئی کہتا تھا آپ کو ۔۔۔ دیتے نہیں ہو بوسہ تو گالی ہی ایک دو
غصہ سے اب کہو جسے کچھ یوں کہیگا وو ۔۔۔ آئینہ را ببین و بریشش خودت بگو

حرفی کہ از غضب بمن ارشاد کردۂ

پوچھے اگر تو ہو کے منجم سے ہمنشین — طالع میں ہے مرے کہ بساؤں نگر کہیں
دیکھ ہاتھ وہ ترا تو کہے کچھ عجب نہیں — بادر دمند دل شدہ چندان تو بیش ازین

گنج خرابۂ کہن آباد کردہ

جب معلموں کو باپ ترا منع کر تھکا — سمجھا کہ اس شکر سے نہو یگس جدا
جھنجھلا کے اُس عزیز نے تب تجھسے یوں کہا — آخر بگو نہ اے پسر این وضع تا کجا

کون را اگر دکانچۂ قناد کردہ

میدان میں ہک بھڑ تھا تو بھڑوے ندیدہ تیغ — قالب تہی کرے تھا بہ تن نارسیدہ تیغ
کرتا تھا غش تو دیکھے تھا جب خون چکیدہ تیغ — تا لُنصف کیر شیشہ زد ستت بریدہ تیغ

فی الفور قصد رستم و بہلاد کردہ

کم ظرف کس قدر ہے تو اے بھڑوے حیلہ جو — مارے اگر سپش تو لگے کہنے آپ کو
ہیں وہ سپاہی ہوں لڑا دن رستم سے دوبدو — در پیشہ ات گزید درا شناے گفتگو

شاعر شدی و مرثیہ ایجاد کردہ

مرکب نہیں ہے اسپ ترا بلکہ ہے وہ مشک — بے آب یوں رہی ہے وہ جوں سوکھتی ہو مشک
کھینچو تو ڈول ہے وہ جو چاہو چڑھو تو مشک — در گرم گردنش چہ نفس سوختی چو مشک

خر کرہ را تو کرۂ حداد کردہ

اے زنجلب جو پوچھے ہے سودا سے حرف راست — کتوں سے اب چٹائے تجھ منھ کو ملکے مات
پھر گُہ جو کھایا تو نے نہوا اسکی باز خواست — مانند شمع سوختن و کشتنت رواست

ممدوح خلق را تو بذم یاد کردہ

مسدس در ہجو مرزا علی

اک قصہ میں سنا تھا مردم سے یہ قضا را — بیت الخلا گیا تھا مرزا علی بچارا
ناگاہ کھڈی اوپر گیدڑ نے جا پچھاڑا — تب رو کے اُس جگہ پر لونڈی کے تئیں پکارا

دل می رود ز دستم صاحبدلان خدا را
دردا کہ راز پنہان خواہد شد آشکارا

وہ دوڑ کر بچاری بیت الخلا تک آگر پھر کہتی ہوئی بھاگی اس بات کو بنا کر
اک مار گوز تو بھی شاید یہ بھاگے گیدڑ جب آسجگہ یہ اُسنے یا دی کہ آہ بھر کر

کشتی شکستگانیم اے باد شرطہ برخیز
باشد کہ باز بینیم آن یار آشنا را

یہ بات سنکے اسکی جورو وہان سے بولی رہنے کی ہون نہین مین ہولی نہ تھی سو ہولی
نامرد چیز ہے تو رکھ اپنے گھر مین لولی تب لونچ داڑھی اُن سنے یہ بات لب سے کھولی

در کوے نیکنامی ما را گذر ندادند
گر تو نمی پسندی تغییر کن قضا را

مخمس در ہجو کشمیری

عجب ہے بیحیا آفاق مین یہ قوم کشمیری کہ لائق ہجو یہ ہین اہل خطہ قابل اسیری
کرین ہین ہر غضب منسوخ سادات کی میری محمد مصطفےٰ کو اس لیے ہے انسے دلگیری
اگر قحط الرجال افتد ازینہا انس کم گیری

کرین ظاہر مین حمد مصطفےٰ کی یہ ثنا خوانی خدا کی ہر گھڑی طاعت مین رکھین اپنی پیشانی
قیامت ہے کہ ہووین سیدونکے دشمن جانی زہے ایمان انکا اور زہے انکی مسلمانی
اگر قحط الرجال افتد ازینہا انس کم گیری

اب ان کشمیریون مین جو کہ اب علماے دین ہینگے سمجھتے ہین وہ اپنے تئین جو کچھ ہینگے ہین ہینگے
اشد سیر حم ظالم نزد رب العالمین ہینگے خدا عالم ہے سب موذی ہین مار آستین ہینگے
اگر قحط الرجال افتد ازینہا انس کم گیری

کمائی واسطے کیا مسخرون نے جال ہے ڈالا بھلا نوان سے انکے پیشانی کو سارا کر دیا کالا
سبھی مکار ہین انکے لگا ادنیٰ سے تا اعلا ندان اپنا خلائق مین انھون نے تام یہ ڈالا
اگر قحط الرجال افتد ازینہا انس کم گیری

سمائی ہے یہ انکے دل مین یارو اب ریاکاری خدع سے مکر سے کرتے ہینگے گریہ و زاری
نجاوے گی وہان محشر مین انکی پیش مکاری نہین دیکھے نڈر ایسے کرین جو حق سے عیاری

اگر قحط الرجال افتد از ینها انس کم گیری

جو انمین اب بڑا عالم بہت اچھا اصل ہیگا　　　　وہ اسکا علم گر دیکھو تو سارا بے عمل ہیگا
یہ ڈالا سید ونکے حق مین سب اسکا خلل ہیگا　　　　زیادہ سب سے غاصب اور ظالم بے بدل ہیگا

اگر قحط الرجال افتد از ینها انس کم گیری

خدا کیواسطے دیکھو تو کیا انکی تفاوت ہے　　　　نبی کی آل سے بغض و حسد ہے یہ عداوت ہے
نہین سمجھے ہین مطلق حشر مین اسکی قیامت ہے　　　　بھلا کیونکر نہین ایمان مین انکے تفاوت ہے

اگر قحط الرجال افتد از ینها انس کم گیری

تعصب ہے یہ کہ حق سادات کا یون برملا کھاوین　　　　جو دیوین نذر سید کو کوئی تو اسکو پھروا دین
اگر اسواسطے تا یہ ہمارے ہاتھ مین آوین　　　　جنھون نے انکو پہچانا زبان پر اپنی یہ لاوین

اگر قحط الرجال افتد از ینها انس کم گیری

نہین ہرگز سمجھتے حق کو یہ مرغوب ناحق ہین　　　　ہر اک پیشے کسب مین خوب ماہر اور فائق ہین
انہین مطلب نہین ایمان سے یہ زر کے شائق ہین　　　　جو لائق ہین یہ موذی تو اسی کے اب یہ لائق ہین

اگر قحط الرجال افتد از ینها انس کم گیری

جو انکو کام بھی کچھ ہے تو اپنے پیٹ بھرنے سے　　　　نہین مطلق غرض ہے سیدونکے بھوکے مرنے سے
پڑے سینگے کامل ہو پھرے بھاٹے گھر مین انکی زر سے　　　　وہ غیرت رکھتے ہووین تو مرین اس نام دھرنے سے

اگر قحط الرجال افتد از ینها انس کم گیری

نہ اپنے بد عمل کی یہ ذرا تقصیر کو جانے　　　　نہ یہ روز جزا کی مسخرے تعزیر کو جانے
نہ پیغمبر کو جانے اور نہ سید میر کو جانے　　　　یہ وہ بے پیر ہین گے کچھ نہ اپنے پیر کو جانے

اگر قحط الرجال افتد از ینها انس کم گیری

نہ یہ قائل قیامت سے نہ میزان عدالت سے　　　　نہ اس اللہ واحد سے نہ احمد کی رسالت سے
نہ تو شیر خدا حیدر شہ دین کی امامت سے　　　　ہوئے مشہور یون عالم مین اپنی حماقت سے

اگر قحط الرجال افتد از ینها انس کم گیری

نہ یہ ہرگز اصول دین فروع دین سے واقف　　　　نہ تو اثنا عشر کے مطلقا آئین سے واقف
نہ ہرگز یہ آل طہ اور یٰسین سے واقف　　　　جو واقف ہین تو یہ اس خلق کی نفرین سے واقف

اگر قحط الرجال افتد از ینها انس کم گیری

خصوصاً اس زمانے مین جو وہ مرزا علی ہیگا
جہان کے اہل خطہ کو جو پوچھو تو وہ بھی ہیگا
زبس کی غاصبِ حق آلِ احمد کیا شقی ہیگا
کہون کیا مین غرض اُسکو بڑا وہ آدمی ہیگا
اگر قحط الرجال افتد ازینہا انس کم گیری

دوم مرزا سعادت پادشہ سب کا کہاتا ہے
وہ غاصب حق جدِ سادات کا سب کھاتا ہے
جو جاوے خمس کو سید تو پھر اُسکو دھر آتا ہے
وہ یہ کہتا ہوا دلگیر اپنے گھر پھر آتا ہے
اگر قحط الرجال افتد ازینہا انس کم گیری

جہان ایسے ہی یارو دشمنِ آلِ عبا ہووین
محبت مین وہ اس دنیا کے دین کی عاقبت کھووین
اور اپنا پیٹ بھر نعمت سے گھر مین چین سے سووین
تو یہ کرین سید کیون نہ آنکی جان کو رو دین
اگر قحط الرجال افتد ازینہا انس کم گیری

انھین ابلیس نے اے مومنو گھوڑا بنایا ہے
اور ان پر اپنا آسن جیت اور قائم جمایا ہے
کہ اپنی راہ مین سب اہلِ خطہ کو لگایا ہے
یہان ہر ایک کو لا کر کے یہ مصرع سنایا ہے
اگر قحط الرجال افتد ازینہا انس کم گیری

یہ اسنے کیا کہون بدنام ہین کرڈے زمین اوپر
بدی ثابت ہے انکی اب جہان کے اہلِ دین اوپر
یہودی اور نصاریٰ سے لگا سب مشرکین اوپر
کہین ہین طائرانِ قدسیانِ عرشِ برین اوپر
اگر قحط الرجال افتد ازینہا انس کم گیری

بہت سید بچارے یہ انھین تلقین کرتے ہین
جو تم یہ کام کرتے ہو نہین بے دین کرتے ہین
غرض وہ حیدرِ کرار کو غمگین کرتے ہین
تو یون چھوٹے بڑے اُنکے تئین نفرین کرتے ہین
اگر قحط الرجال افتد ازینہا انس کم گیری

در ہجو بخیل

وہ ہے سب بخیلون کا جو افتخار
کہاین یہ اُس سے سُن لے تو حمار
یہ لازم ہے تجکو مری بیٹ مار
نہووے یہ مشہور یون ہر دیار

پرستار زادہ نیاید بکار
اگرچہ بود زادۂ شہریار

نہ کھلوا مرا بے حیا تو دہن
تجھے چھوڑنا پھر پڑے گا وطن

ترے حق مین بہتر یہی ہی سخن
جو بولین گے اسوقت یہ مرد و زن

پرستار زادہ نیاید بکار
اگرچہ بود زادہ شہریار

تضمین و گرہ بند

مخمس اوّل

چکارہ گران امورون کا تھا مین بیچارا | کہ بھٹکون دشت مین یا کوہ پر پھرون مارا
نہ عشق لیلی و شیرین سے ہون مین آوارا | صبا بلطف بگو آن غزال رعنا را
که سر بکوه و بیابان تو دادهٔ ما را

اثر یہ نالے کے اپنے ہے اعتقاد اے گل | جو تو سنے تو برآوے مری مراد اے گل
ولے نصیب جو تو نے کیا نہ یاد اے گل | غرور حسن اجازت مگر نہ داد اے گل
که پرسشی نه کنی عندلیب شیدا را

مجھے تو زور ہی ساقی کی یہ ادا بھائی | کہ پہلے جام کی مے خاک پر چھڑکوائی
مین پوچھا کیون تو کہا سن لے مجھ سے سودائی | چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی
بیاد آر محبان بادہ پیما را

فریب مجکو نہ دے اپنے خط و خال اوپر | کہ دیکھکر مین زمانے کو منھ کیا ہے ادھر
جو چاہے تو کہ گرفتار ہون مین تیرے پر | بلطف و خلق توان کرد صید اہل نظر
بدام و دانہ نگیرند مرغ دانا را

ترا سا حسن نہین جگ مین یہ تو ہے لاریب | ولے نہین ہمین معلوم سر عالم غیب
جو فکر ہیچ مین اب سر کو لائے سوئے حبیب | جز این قدر نتوان گفت در جمال تو عیب
که خال مهر و وفا نیست روی زیبا را

لبون کے گرد جب اُس نوجوان نے خط رکھا | چمن چمن مین پڑا شور ہر طرف غوغا
ہر ایک مرغ نے دی باغ باغ ہو یہ دعا | شکر فروش که عمرش دراز باد چرا
تفقدی نکند طوطی شکرخا را

نصیب کر کے سعادت کا تیرے بر مین رخت | جو دیوے جام جم اور کیقباد کا بھی تخت
گذشتگان کی طرف سے نہ رکھ تو دل کو سخت | بہ شکر صحبت احباب و روشنائی بخت
بیاد آر غریبان دشت پیما را

الٰہی ربط محبت کرے خدائی نیست | بتان کی تا نہ کرے خلق کو جدائی نیست

کرگئی ہستی کو انکی تو بیوفائی نیست ، ندانم از چہ سبب رنگ آشنائی نیست

سہی قدان سیہ چشم ماہ سیمارا

کھلے ہی سودا یہ راز نہفتہ حافظ کہ سنکے لوٹے ہے شعر شگفتہ حافظ

غرض عجب ہین یہ دُر ہاے سفتہ حافظ بر آسمان چہ عجب گر زگفتہ حافظ

سماع زہرہ برقص آورد مسیحارا

مخمس دوم تضمین غزل کلیمؒ

جاے دنیا سے یہ دل اور گرفتاری دل ایک دل ہووے تو ہو سکتی ہی غمخواری دل

غمزہ چشم ہی تھا باعث بیماری دل خم زلفے ست دگر دام گرفتاری دل

کہ در و موے نگنجید ز بسیاری دل

واہ واہ ایسی ہی ہوتی ہے وفاداری دوست جور دشمن ہے یہ تجھپر بمددگاری دوست

کیا کرون کہہ تو جو یون ہو روش یاری دوست خندہ بر بخت زنم یا بہ جفا کاری دوست

گریہ بر خویش کنم یا بگرفتاری دل

نہ تجھے بیم وفا کا نہ محبت کا دھرم نے دم سرد مرے حال پہ نے اشک گرم

اپنی اس سنگدلی سے تجھے کچھ بھی ہے شرم دید چون بیکسی ما دل آہن شدہ نرم

مانند پیکان تو در سینہ بغمخواری دل

کون اب وقت ہے ملنے کا ترے اے کافر اب کوئی دم ہی مین ہوتا ہے مرا کام آخر

کیونکر احوال دل اب ہووے زبان سے ظاہر یک نفس فرصت و صد حرف گرہ در خاطر

واے گر گریہ نیاید بمددگاری دل

چوٹ کی دل کے تملق سے ترے کب ہے دوا ہے معالج مرے آزار کا اب حکم قضا

عیسی وقت اگر تو ہے ولے فائدہ کیا آنکہ بگذاشت چنین نرگس بیمار ترا

گفت من ہم نہ کنم چارہ بیماری دل

شیخ ہے دل یہ ترے لباکہ تعین کی شکست اس سبب سے ہی تری ریش دراز عقل ہے پست

دل کو دھو ڈال مرے بغض سے لے جام بدست مذہب بندہ آزاد ہمین یک حرف ست

چیست آسایش کونین سبکباری دل

چشم خمار تجرآرام ہے ایسی ہی کہ بس
صبر کی حبس سے چھوڑین نہ یہ مژگاں کا خس
دل کو بیجا ترے کوچے مین ہے نالے کی ہوس
راہزن را بشود بانگ زفریاد و جرس
ترک یغما نکند غمزہ ات از زاری دل

سمجھے سودا وہی یہ بات جو اسکا ہے علیم
دل کو اس بن نہین چارہ کہ یہ ہو جاوے دونیم
کون اس حال مین امداد کرے یار و ندیم
عشق چون تیغ کشد بر دل بیچارہ کلیم
کیست جز داغ کہ آید بسپر داری دل

مخمّس سوم

نہ بلبل ہون کہ اس گلشن مین سیر گل مجھے بھائے
نہ طوطی ہون کہ دل میرا فضا سے باغ لیجائے
مین ہون طاوس آتشبازی کیسی ہی بہار آئے
نہ با صحرا سرے دارم نہ با گلزار سودائے
بہر جا میروم از خویش می جوشد تماشائے

تسلی اب صبوحی سے مجھے ہوتی نہین کیون ہین
گرانی اسقدر پاؤن پہ سر ہے اسقدر سنگین
چل اٹھ اب یا نسے اے ساقی ہوس ہے چمن رنگین
چہ گل چینید و باغ آرزو از تشنہ تسکین
من و صد بزم مخموری و یک غنچہ مینائے

ہے لاکھون طرح کی لہرون کا دل پر سلسلہ جاری
کٹی ہے دل و لے ہی روتے عمر اس جگہ ساری
ہمین نے ہم مین جو دیکھا یہ ہے ضبط کی خواری
عنان گیر غبار کس مباد فسون خودداری
وگرنہ ساحل ما نیز دارد جوش دریائے

جہان کوئی ترے کوچے کے جانیکا ہوا مائل
اقامت جون غبار راہ پھر ہمکو ہوئی مشکل
غرض آسون کب چھوڑے کسیکو نسبت کامل
رم ہر ذرہ ہمدوش نیست بہر وحشت اے غافل
مرا بیدار سازد ہر کہ بر راہت زند پائے

جگر ہر شمع کا ہے داغ پروانے کا جان و تن
گریبان چاک نت گل ہے سدا بلبل کرے شیون
جو تیرا ابھی کوئی دن عزم ہے یان کیجیے مسکن
بہ بیدردی درین محفل چہ لازم متہم بودن
گداز گریہ جوش جنونے نالہ واے

قضا کے سنگ نے اس میکدہ میں نقش یہ مارا
بجز خون کیونکہ ہو شیشہ میں یان بھرنے کا یارا
کہ پیمانے سے لے ہے تا سبو کی خاک آوارا
نبود امید از جام سلامت غنچۂ ما را
ہم از جوش شکست رنگ پر کردیم مینائے

نہ تھا سودا جزا دلریشی اپنی جانتے تھے ہم
گناہ بندہ دیکھے ہے خداوندی بخشش کم
سوا اس امید باطل کے بھی معنی کھل گئی اسدم
ندامت مایہ ام ای یاس آتش زن بعقبا ہم
کہ امروز زیان کاران نمی ارزد بفردائے

فلک نے یہ سخن مجھ سے کہا جس دم بشد و مد
کہاں میں یاں ہے بہشت پائے ان دونوں پہ سید
میں فقر و سلطنت بخشوں گے تو بھی جز ذرہ کد
رسا ان دو عالم آرزو مستغنیم وارد
شبستان خط جام و حضور شمع مینائے

ہجوم آرائے ہستی جب تلک ہے جوش مائمن
جو آنکھیں ہوں تو ہر قطرے شبنم کے ہے یہ روشن
مخالف وضع یکرنگی سے دیکھیگا تو یہ گلشن
درین گلشن میسر نیست ترک احملی کردن
کہ در ہر برگ گل آئینہ دارد حسن عنائے

کیا میں فرض میں سنت میں ہم تو بیش و کم زاہد
نہووے پیروی سودا سے تیری اکدم زاہد
نگاہ دیدۂ تحقیق توا در اشک ہم زاہد
من بیدل حریف سعی بیجا نیستم زاہد
تو و قطع منازلہا من و یک لغزش پائے

مخمس چہارم

وہ کون سی گھڑی تھی جب میں لگن لگائی
اور وصل مانگتا ہے جی مجھ سے منہ دکھائی
تن چھوڑتی نہیں ہے اکدم تب جدائی
من شمع جان گدازم تو صبح دل کشائی
سوزم گرت نہ بینم میرم چو رخ نمائی

دوری سے تیری مجکو اے آفتاب عالم
جسدم تو منہ دکھاوے تو ہوں فنا میں اسدم
روتے ہی رہتے گذرین ایام مثال شبنم
نزدیک ایچنین نم دور آنچنان کہ گفتم
نہ تاب وصل دارم نہ طاقت جدائی

مخمس پنجم تضمین غزل امیر خسرو رح

شیخ تو نابود ہووے یا ترا پندار نیست
کام کیا ہے مجکو گر ہون راہب دیندار نیست
بتکدہ ویران ہو یا برہمن یکبار نیست
کافر عشقم مسلمانی مرا درکار نیست
ہر رگ من تار گشتہ حاجت زنار نیست

یہ ہی مرض الموت تھا قسمت مین میری یا نصیب
ایکدم کو جی نکل جاوے گا گھبرا کر قریب
حاصل اس تدبیر سے کیا کر کے بتلائے طبیب
از سر بالین من برخیز اے نادان طبیب
دردمند عشق را دارو بجز دیدار نیست

عاشقون کے رو بیٹھی کچھ اور سی ہو لی ہے دھن
مین تجھے کہتا نہ تھا ظالم کہ میری بات سن
دیکھ ہم روتے ہین لخت دل اگر چنتا ہے چن
ابر را با دیدۂ خونبار من نسبت مکن
نسبت بارندگی دارد ولے خونبار نیست

اسقدر گھبرا کے جینے سے نکر انکار عشق
آج چھوڑے یہ اگر تیرے تئین آزار عشق
کوئی بھی جیتا سنا ہے تین کہین بیمار عشق
شاد باش اے دل کہ فردا بر سر بازار عشق
مژدۂ قتل ست گرچہ وعدۂ دیدار نیست

ہون جو کچھ سودا سو اپنے واسطے ہون نیک و بد
اسمین کچھ کہتا نہین مین گرچہ از رہ حسد
کیا غرض ہے مجکو ہر اک سے رکھون سر وقت کد
خلق میگوید کہ خسرو بت پرستی میکند
آرے آرے میکند با خلق و عالم کار نیست

مخمس ششم تضمین غزل عصمت بخاری

جب تلک بندگی شیخ مین تھا حلقہ بگوش
آخر کار کئی جرعۂ مے کرکے نوش
آپ سے شاہد مقصد کو مین پایا در پوش
سرخوش از کوی خرابات گذر کردم دوش
بطلبگاری ترسا بچۂ بادہ فروش

پھر تو یہ ولولے تھے دل مین جنون کے مارے
پھاڑ کر پھینک دون مین کپڑے بدن کے سارے

خیر گذری کہ لے آئی کشش دل بارے   پیشم آمد بسر کوچہ پری رخسارے

کافرے عشوہ گرے زلف چو زنار بدوش

بسکہ اس دل کو تھی اُس آفت دین کی درخواست   اپنے احوال ہیں رہ نہ سکا بے کم وکاست
ہوکے بے صبر میں جا سامنے اسکے اک رات   گفتم این کوے چہ کوئیست ترا خانہ کجاست

اے مہ نو خم ابروے ترا حلقہ بگوش

کھینچ لایا ہے ادھر عشق نے مجھے بارے کمند   شیخ و زاہد کی ہیں کافر ہون اگر مانون پند
سنکے یہ عرض مری ہو متامل یک چند   گفت تسبیح بخاک افگن و زنار ببند

سنگ بر شیشۂ تقوی زن و پیمانہ بنوش

الفت دین کو دل اپنے سے تو اگر کے پرے   دے مرے امر کو جا کہ تو یہ درجہ ہے و لے
شوق جب دم ترا تجھ میں سے تجھے دور کرے   بعد ازین پیش من آتا بتو گویم خبرے

راہ بنمایم اگر بر سخنم داری گوش

دے ٹپک سر سے یہ عمامہ پڑے اسپہ غضب   پہونچا اس بوجھ سے تو منزل مقصود کو کب
ساغر حور سے رکھ دور ہوس اپنے کی لب   بگذر از صومعہ در راہ بیخانہ طلب

خرقہ بیرون فگن و کسوت رندانہ بپوش

جب سُنے اس سے یہ میں نے سخنان دلکش   مجکو تاثیر معانی سے لگا آنے غش
پھر سنبھال آپ کو جس وقت چلا وہ مہوش   دل ز کف دادم و مدہوش و دیدم پیشش

تا رسیدم بمقامے کہ نہ دل ماند و نہ ہوش

کفر و اسلام کا دیکھا وہ مکان میں مسجود   پایا مغز اسکا جو ہی عالم ہستی میں نمود
اپنی نظرون میں جب اُس جا نہ رہا میں موجود   محو گشت از ورق کون و مکان نقش وجود

نہ ملک ماند و نہ آدم نہ طیور و نہ وحوش

پر وے وان چشم کی حائل نہ بلند اور نہ پست   ایک میدان ہی فقط وان نظر آیا لق و دق
کی جو میری نگہ چشم نے آہو کی جست   دیدم از دور گروہے ہمہ دیوانہ و مست

بے دف و بادہ و نے آمدہ در جوش و خروش

ایک سے ایک فزون نشۂ وحدت سے چور   ایک سے ایک میں افزون خرد و ہوش و شعور
اور اسباب طرب سے جو کہون کیا مذکور   بے نے و مطرب و ساقی ہمہ در عیش و سرور

بے مے و جام و صراحی ہمہ رندشا نوش،

جب مجھے وان نظر اس طرح کا آیا عالم — صورت آئینہ حیرت سے ہوا مین اُسدم
کچھ نہ سمجھا یہ ملک ہین کہ ز نوع آدم — چونکہ سر رشتہ دریافت برفت از دستم

خواستم تا خبرے پرسم از و گفت خموش

پھر لگا کہنے کہ بہتر ہے تو رکھ مجکو معاف — پر جو ہے درپے تحقیق تو سُن صاف صاف
یہ نہین صومعہ تو مارے جہان لاف گزاف — نیست این کعبہ کہ بے پا و سر آئی بطواف

نیست مسجد کہ درو بے ادب آئی بخروش

گر یہ مسکن تجھے آیا ہے مرے یار پسند — دین و دنیا سے چھوڑا خواہش دل کا پیوند
دل کو شیخی و مشیخت کا نرکھ یان پابند — این خرابات مغانست درو مستانند

از دم صبح ازل تا بقیامت مدہوش

نہ تو یان دیر و حرم کی سی مکان مین تنگی — خانقاہ مدرسہ کی طرح نہ صحبت جنگی
دل مین سودا تو خیالات نکر جون بنگی — گر ترا ہست درین خانہ سر یکرنگی،

دین و دنیا بیکے جرعہ چو عصمت بفروش

مخمس ہفتم تضمین غزل شاہ ناصر علی

پسر بعد از پدر گر نیک نام آور شود پیدا — بدان مانند ز تخم نخل شیرین بر شود پیدا
بوصفش ز زبانہا این سخن اکثر شود پیدا — نکوئے گر رود زین بحر نیکوتر شود پیدا

چو گیرد قطرہ راہ عدم گوہر شود پیدا

ہوا ہے کس بضاعت پر تو مالک عشق کا راہی — نہ خونی اشک نے لخت جگر نہ رنگ ہے کاہی
خرد اور کبر نے رکھا ہے تجھکو دور از آگاہی — بطاعت کوش گر عشق بلا انگیز میخواہی

متاع جمع کن شاید کہ غارتگر شود پیدا

شباب اپنے کی ہستی سے جو کھویا اختیار از دست — تو وقت شیب کو نادان نہ کھو تو زینہار از دست
ند سے اتنا بھی اب تو دامن ہمت کو یار از دست — بہ پیری سعی کن گر در جوانی رفت کار از دست

ز زر گم گشتہ در آتش ز خاکستر شود پیدا

نہ بھولونگا کبھو اے بےخبر در راہ طلب ہرگز — نہ چوکے گی ادا ان کی نظر راہ طلب ہرگز
فنا مین بن ہوئے رہتا ہون بر راہ طلب ہرگز — ز رفتن وا نخواہم ماند در راہ طلب ہرگز
بجو شمع ار خارہا ے پاے من از سر شود پیدا

پرو یار رشتۂ جان سے جو تونے دیدۂ سوزن — گریبان موج دریا کا سیا آیا تجھے یہ فن
جو وہم ماریگا اس مین نزد عاقل ہے تو پھر کودن — غبار خاطر دانا ست اظہار ہنر کردن
صفا برخیز دانا آئینہ چون جوہر شود پیدا

بھگوتا کیون ہے ناصح آستین اپنی تو اور دامن — ٹپکتے آنسوان آنکھون سے غلط ہے یہ تو وہم و ظن
سراپا اپنی ہستی سے مکدر گرچہ ہے یہ تن — برنگ ابر پنہان است دریا در غبار من
اگر خاک مرا بیزند چشم تر شود پیدا

سخن کے فن مین سودا فخر یہ کا بھی ہے اک عالم — کیا ہے اختیار اسکے لئے بھی استادون نے بیش و کم
تعرض کرتے ہین نادان ہی سن اس مقطع کو ہر دم — علی شعرم بیاران می برد شہرت ازان ترسم
کہ صائب خون بگرید آب در دفتر شود پیدا

مخمس ہشتم تضمین غزل طالب کلیم

یاد ایامی کہ توقیر جنون من داشتم — گے بشہر از سنگ طفلان زخم بر تن داشتم
مدتے در دشت ہمچون کوہ مسکن داشتم — از ثبات عشق دائم پا بدامن داشتم
گرچہ داغ لالہ در آتش نشیمن داشتم

دور سے ڈنڈوت کرتے تھے مجھے آتش پرست — بھاگے تھا مجھ سے سپند آسا سمندر کرکے جست
نے کسو نے پانون ہی دیکھا مرا ہوتے نہ دست — شعلہ بر میخاست از بیطاقتی و می نشست
من نہ جنبیدم ز جا تا جا بہ گلخن داشتم

پاس ناموس محبت ہی مین ہے عاشق کو سود — گو جراحت ہوے تیغ عشق کی ہر دم فزود
اپنے بالین پر نہ مین جراح کا چاہون ورود — کے بہ ناخن سینہ چاک جگر خواہم نمود
من کہ زخمش را نہان از چشم سوزن داشتم

کل خمارالود مین گھر سے جو نکلا صبحدم — قتل پر بھی آج تھا در پے جو [illegible] بیش و کم

یک بیک پہونچا نہ مجھے جام لب میگون بہم — برزلال خضر اکنون صد تغافل میزنم
سنگہ چشم از تشنگی بر آب آہن داشتم

کون میری طرح عشرت سے ہوا ہے کامیاب — کسنے اس خوبی سے بیٹھ احباب مین پی ہے شراب
ساقی گلفام کے چہرے سے اوٹھتی ہے نقاب — روشنی از بزم من دریوزہ میکرد آفتاب
در چراغ عیش تا از بادہ روغن داشتم

عشق رنگ رو پہ میرے جب لگا کرنے نمود — جو ہوئے مانع مجھے سمجھا انھین نے ہے یہ سود
دوستی سے لالہ رویان کی ہوا آخر یہ سود — ہمچو ماہی غیر داغم پوشش دیگر نہ بود
تا کفن آمد ہمین یکجامہ بر تن داشتم

صاحب دیوان تھا جب شام سے تا وقت چاشت — گل زمین شعر مین کی تخم معنی کی جو کاشت
پرورش کی ہر سخندان سے سکے تھا چشمداشت — ہیچگہ ذوق طلب از جستجو بازم نداشت
خوشہ چین بودم من اکنون زیکہ خرمن داشتم

مین نہون باغ کا فصل گل مین جون دائم مقیم — سینہ ہی میرا چمن ہے آہ سرد اوس مین نسیم
سیر سے اسکی تو ہے محروم اے میرے ندیم — داغ را جز بر کنار زخم ننہادم کلیم
بہر گلگشت تو من در خانہ گلشن داشتم

مخمس بہ تضمین غزل مرزا فاخر مکین

تا خانۂ کس بہر مدارات نہ رفتیم — جائے پئے گذراندن اوقات نہ رفتیم
این ننگ بخود کردن اثبات نہ رفتیم — در دیر و حرم بہر مناجات نہ رفتیم
جز کوی تو اے قبلۂ حاجات نہ رفتیم

بستیم اگر رفتہ بطوف حرم احرام — ماتوبہ نکردیم وسے از مے گلفام
رندان بجبہ روساختہ در میکدہ بدنام — صد بار گرفتیم رہ کعبہ و یک گام
بے مصلحت پیر خرابات نہ رفتیم

آن شوخ ازان روز کہ با ما شدہ باغی — داریم دل غمزدہ چون بلبل باغی
کو خرمی عیش درین سینۂ داغی — صد حیف شد و رفت دل آشفتہ دماغی

ہرگز بکسے بہر ملاقات نہ رفتیم

جستیم بآفاق ہمہ روئے زمین را — دیدیم بزیر خاک استاد حزین را
برخاک درش رفتہ بسائیم جبین را — اشعار شنیدیم و ندیدیم مکین را

مشغول صفائیم و پے ذات نہ رفتیم

مخمس دہم تضمین غزل مرزا فاخر مکین

ازخویش و زبیگانہ تو در پوش نشستی — دامن بسر انداختہ تا دوش نشستی
آن نازو ادا کردہ فراموش نشستی — خون شد دلم از فکر کہ چون دوش نشستی

از بہر چہ سر بردہ در آغوش نشستی

پیمان ترا اے یار نہ دیکھا کبھی محکم — ہو عہد ترا ہم سے وفا غیر سے اسدم
اس وعدہ خلافی سے جگر خون کیے ہے غم — برخاست ز دل نالہ و بیہوش فتادم

با غیر چرا اے وعدہ فراموش نشستی

دیدار کا شوق اپنے مرے چشم سے کھویا — دیدانے کا گوہر مرے کانون مین پرویا
پیغامبرون کا ہون ترے اندنون جویا — شادیم ز دیدار بہ پیغام تو گویا

برخاستی از دیدہ و در گوش نشستی

صائب کے ہے اشعار کا ہر ایک ثنا خوان — کہتے ہین فصیحی کہ نہین ہرزہ زبانان
فیضی و ابو الفضل کو طوطی کہین نادان — از ہوش ربودند مکین ہرزہ درایان

خیر ست چرا این ہمہ بیہوش نشستی

شوکت جو کبوتر ہے بخارا کا سو وہ باغ — بیدل زغن ہندی و ناصر علی کہ زاغ
تمکین نے کیا تیرے تو جون لالہ مجھے داغ — شور زغن و زاغ بہ بندست درین باغ

اے بلبل خوش لہجہ چہ خاموش نشستی

مخمّس یازدہم

کہا اُس شوخ سے جو طور کے شعلہ کا ہے بھائی — تجلی حسن کی تیرے مہ و خور نے نہ دکھلائی
کہے یہ چشم عاشق پشگان سے پار بینائی — ترے ہوتے جو مجلس میں قضا پردا نیکو لائی
دیا جی شمع پر اُن نے یہ چربی آنکھوں پر چھائی

ترنگ نشہ سے باغ میں جس دم تجھے لائی — چمن میں یوں گذر تیرا ہوا جیسے بہار آئی
یہ عالم آگیا حیرت میں تیری دیکھ رعنائی — کہ نرگس کی پلک تیرے تماشے نے نہ جھپکائی
تو وہ گل ہے کہ جس گل کا ہر اک گل ہے تماشائی

پر اتنی بات میری فہم نے مجکو ہے سمجھائی — کہ بلبل عہد میں تجسے کے ہو وے گل کی شیدائی
کہا سنکر یہ ہوئی معلوم مجکو تیری دانائی — تمیز خوب و زشت اے مہربان کب عشق نے پائی
محبت میں سبھی یکساں ہیں جسکی جس سے بن آئی

جو پایا شمع کا پروانہ مائل گل کا بلبل کو — تو سوچ اس بات کو دیکھ جگہ دل میں تامل کو
کہا کب حق نے سب یوں ہیں تجھے پر عشق کے مل کو — کرے وہ جز و پر عاشق کہو کسو اسطے کل کو
کسیکو گل ہے خوش آیا کسیکو شمع ہے بھائی

تجھے سمجھے تھا میں اب تک کہ ہے ہشیار دانا تو — گل معنی کی پہونچی ہے مشام جان کو تیرے بو
مرے آگے نہیں کیا یار حسن شمع و گل کو رو — عطا کی ہے حسینوں میں خدا نے دلبری سبکو
ترا جلوہ مراد لکش انکھوں کا انکی زیبائی

نہ تنہا بلبل و پروانے کے حصہ میں عشق آیا — سحاب اُسلے یار کیا کیا وجد میں طاؤس کو لایا
بجھو نروان گرد بھی ہو نسترن کا جسکی سا پایا — محبت کے سوا کانٹا نہ وہ اس باغ میں پایا
جسے کہیے کہ اسکی آنکھ اس سے اسنے لگائی

بچشم عشق بہتر لعل سے خوںناب کا قطرہ — بہ از یاقوت ہے خون دل بیتاب کا قطرہ
ہر اک دل واسطے ہر ایک کے سیماب کا قطرہ — گہر سے چشم ماہی میں فزوں ہے آب کا قطرہ
سمندر کو فزوں آتش گل و گلزار سے بھائی

محبت جنس کا ان عشق میں آئی ہے ہمت پر — گہر کے مول لیتی ہے خزف کو نقد دل دیکر

اگر تو عاشق صادق ہے کیجو یہ سخن باور | محبت ہے وہ مشاطہ کہ جن نے شکل زشت اکثر
بہ از یوسف بنا کر چشم میں خوبان کے دکھلائی

محبت میں نہیں خوب و نکوئی زشت ناکارے | محبت ہو تو ہوں زنگی پسر کے لب شکر پارے
نگہ میں عشق کے لگتے ہیں دونوں ایک سے پیارے | جواہر سرمۂ چشم مرغ کو ہیں صبح کے تارے
ہے ظلمت شام کی شپرک کی آنکھوں میں بینائی

تمیز اُنمیں کہاں باقی شراب عشق جن نے پی | وہ ہے خوب اُسکی آنکھوں میں جسے چاہے کسیکا جی
سمجھنا غیر حرف راستی اپنا نہیں راہی | کشش دل کی ہوا ایسی ہے کہ ہے جس رہے قمری کی
نظر میں حسن طوبی سے بھی حسن سرو بالائی

دل فرہاد و مجنوں لیلی و شیریں پہ شیدا تھا | حسین ان دونوں میں تھی کون یہ کس پہ ہویدا تھا
ولے یکساں تھا حال اُنکا انکھوں پہ یہ تو پیدا تھا | جمال ان دونوں کے دلوں میں جوں سویدا تھا
محبت میں نہ خوب و زشت ہیں کی بخت پیرائی

تمیز نیک و بد واں کب تھی الفت کی جہاں مے تھی | خرد بیہوش تھی جسدم مقام عشق میں نے تھی
نہ تھی وہ چیز جو تفریق کی دونوں میں درپے تھی | سنا ہے ربط محمود و ایاز آخر وہ کیا شے تھی
کہ جن نے گردن آگے عبد کے مولا کی جھکوائی

غرض سودا تجھے سمجھاؤں میں کبتک بایں داآن | نہ کہیو پھر تو ایسی بات میرے حق میں اے نادان
بسان مہر نور اللہ کا ہے سب جگہ تاباں | کہا تو نے جو کچھ مجکو ہوں گا اُسپہ میں نازاں
خوش آمد کی ہے اُس سے بات جیسے بادپیمائی

مخمس دوازدہم

فصل ہے گل کی ہیں جلوے میں بہ بستاں گل و صبح | وقت نظارہ ہر گبر و مسلمان گل و صبح
آہ مجکو نظر آویں نہ بجیہ عنوان گل و صبح | خون زخود رفتہ نکالاتے ہیں بہ ہیجان گل و صبح
دیکھنے کے مجھے مانع ہیں طبیبان گل و صبح

باغبان عیش و طرب کا ہے گلستاں میں رواج | آوے یاں جو کوئی وہ کرتے ہیں تفریح مزاج
مگر اک مرغ ہیں نالاں سو اثر کے محتاج | کسکی تاثیر دم سرد چمن میں ہے کہ آج

غیر خاکستر و اخگر کے نہین وان گل و صبح

در پے سیر چمن تھے جو کوئی اے ظالم ۔ پیتے ہین خون جگر وہ عوض مے ظالم
ہیئت اپنی یہ رہی تجھسے کوئی شے ظالم ۔ جلوہ باغ ترے عہد مین یون ہے ظالم
یک کفن مین ہے گویا گنج شہیدان گل و صبح

باغبان ابر کے مانند رو دین دھاڑین مار ۔ آہ و نالے مین ہین مرغان چمن بلبل و ہزار
پوچھتے پھرتے ہین باغون مین یہ ہر روز سیار ۔ فوج خط کس نے کہ مارا ہے شب خون بہ بہار
زخمی مرہم کافور ہین باران گل و صبح

چاک صد بار مرے جیب قبا تک پہونچا ۔ تن مرا گلیون مین ہر سنگ جفا تک پہونچا
قید زنجیر سے آخر مین رہا تک پہونچا ۔ کام اپنا نہ جنون سے جو قبا تک پہونچا
یار رہتے ہین مرا دیکھ گریبان گل و صبح

حسن دیکھا ہے اک ایسا کہ نہ دید و نہ شنید ۔ ہے گل و صبح کا جلوہ شب تار پدید
گرچہ یہ بات ہے فہمید خلائق سے بعید ۔ دیکھے مابین دو زلف اسکے رخ سرخ و سفید
جن نے دیکھے ہون یار و شبستان گل و صبح

کچھ بہار آگے خزان سے بھی ہوئی رسوا تر ۔ دیکھتا کوئی نہین سوے چمن بھر کے نظر
موجب اسکا بھی کچھ ہووے گا اسے باور کر ۔ جب سے دستار سفید اسکے سجی چہرے پر
جلوہ نظرون مین نہین دیتے ہین چندان گل و صبح

آج شادی ہے اگر دہر مین کل ماتم ہے ۔ خوشی راحت سے عبث رنج سے بیجا غم ہے
پر وہ سمجھے ہے جو تحقیق سے کچھ محرم ہے ۔ باغ دنیا مین سدا شادی و غم توام ہے
روے شبنم بچمن ہووین جو خندان گل و صبح

ہرزہ گردی ہے فقط ہو نہ اگر شیشہ و جام ۔ کرنی گلگشت چمن بے مے و ساقی کس کام
ہو میسر جو یہ سامان تو ہے پھر عیش تمام ۔ لینے سودا سے کہا ہونیکو ناحق بدنام
دیکھنے باغ مین کیون جاے ہے نادان گل و صبح

مین کہون تجھسے سنے گوش سے دل کے تو اگر ۔ عیش دنیا نہین موقوف دیوانے اس پر
کہ چمن ہو دین پڑا گل تہ دامان سحر ۔ ہو جہان بادۂ گلنار و بلورین ساغر
اپنے نزدیک تو ہے جلوہ کنان گل و صبح

یہ سخن راہ نصیحت سے مین لایا بر رو
آہ بھر کر یہ کہا سچ ہے جو کہتا ہے تو
پر نہ عشرت سے مین عادی ہون نہ کچھ عیش سے تو
ہے یہ مرکوز مجھے پیر و جوان سب مجکو
عرصۂ سیر تماشے ہین بہ بستان گل و صبح

مخمس سیزدہم

نشو و نما سے باغ جہان سے رمیدہ ہون
شادی و غم زمانہ سے مین دور آفریدہ ہون
فکر غم خزان سے بہت آرمیدہ ہون
نے بلبل چمن نہ گل نو دمیدہ ہون
مین موسم بہار مین شاخ بریدہ ہون

یارب مری کٹے ہے عجب طرح صبح و شام
حسرت سی مین گذرتی ہے میرے تئین مدام
مطلب ہے مجکو غم سے نہ کچھ خرمی سے کام
گریان بشکل شیشہ و خندان بطرز جام
اس میکدے کے بیچ عبث آفریدہ ہون

کیون مجھسے بیدماغ عبث اے میان ہو تمین
گو سو طرح کی حسرتین اس دل کے بیچ ہین
اظہار ان کا مجھسے ہو کیا معنے اسکے ہین
تو آپ سے زبان زد عالم ہے ورنہ مین
اک حرف آرزو سو بلب نارسیدہ ہون

سنتا نہین ہے درد رعیت کا بادشاہ
قاضی تو حسن دوست بتا خواہی سے تباہ
اور کوتوال شہر کی رشوت پہ ہے نگاہ
کوئی جو پوچھتا ہو یہ کس پر ہے دادخواہ
جون گل ہزار جا سے گریبان دریدہ ہون

ہو سکتے ہین جفا کے تئین کب رد کہین حریف
مت پوچھ اپنے جور کا میرے تئین حریف
کب ہو سکے ہے اسکا بجز آستین حریف
تیغ نگاہ چشم کا تیرے نہین حریف
ظالم مین قطرہ مژہ خون چکیدہ ہون

جتنے ہین اس زمانے کے محبوب دلربا
ان سے تو مین کسی سے نہین ہون رو آشنا
اب ہون غرض مین طرفہ مصیبت مین مبتلا
کس سے کرون مین دعوی دل ہائے اے خدا
دل دادۂ زلف رخ دلبر ندیدہ ہون

آیا نہ رحم تجکو مرے حال پر کبھو
پونچھا نہ تو نے آ کے مری چشم سے لہو

دیویگا کیا جواب خدا کے تو رو برو — کرتا ہے جا کے گل کی تسلی چمن مین تو
خون جگر سے مین بھی تو دامن کشیدہ ہون

بسمل صفت نہین مجھے آرام ایک پل — ہے مرگ میرے دم سے نہایت ہی متصل
ملنا اگر ہے مجھسے تو ظالم شتاب مل — غافل ہے کیون ترا مری فرقت سے گوش دل
اے بےخبر مین نالۂ حلق بریدہ ہون

پوچھا نہ یون کبھو کہ ترا رنگ کیون ہے زرد — کہتا نہ تو کبھو یہ مجھے بھر کے آہ سرد
تو کون ہے کہ ملتا ہے چہرے سے اپنے گرد — مین کیا کہون کہ کون ہون سودا بقول درد
جو کچھ کہ ہون سو ہون غرض آفت رسیدہ ہون

مخمس چہاردہم

کوئی اگر کسیکو اذیت دیا کرے — فکر اسکی ہر طرح وہ مکافات کیا کرے
تیرا ستم رسیدہ یہ رو رو کہا کرے — بدلا ترے ستم کا کوئی تجھسے کیا کرے
اپنا ہی تو فریفتہ ہووے خدا کرے

عالم مین دوستی کے ہوا ہو جو کچھ قصور — شمشیر تجھ کمر مین ہی اور رحم ترے حضور
جرم وفا پہ کرتے ہو گر سر کو تن سے دور — قاتل ہماری نعش کو تشہیر ہے ضرور
آئندہ تا کوئی نہ کسی سے وفا کرے

عاشق سے دور ہی جو رہے یہ خدا سے ڈر — کرنے سے خون بیگنہان کے تو در گزر
تجھپر یہ قتل ہے جو مرا نقش کالحجر — اتنا لکھائیو مرے لوح مزار پر
یان تک نہ ہوئی حیات تو کوئی جفا کرے

کج بحث سے تو ہو نہین سکتا مین دوبدو — انصاف کی علحدہ ہوئی ہے گفتگو
پوچھو مین ایک بات جو حق سے نہ گذرے تو — گر ہو شراب و خلوت و معشوق خوبرو
زاہد تجھے قسم ہے جو تو ہو تو کیا کرے

لگتا نہین ہے صحن چمن لالہ گون مجھے — آیا نظر پٹے نہ گلشن مین خون مجھے
اے باغبان سنے ہے ترے سر کی سون مجھے — بلبل کو خون گل مین لٹایا کرون مجھے

نالے کی گر چمن مین تو رخصت دیا کرے

ہر چند کرتے آئے ہین معشوق خودسری
کرتے چلے گئے ہین وہ عشاق سے بری
پر تو نے اپنے عہد مین رسم ساتھ ایسی کی
عالم کے بیچ پھر نہ رہے رسم عاشقی
اگر نسیم لب کوئی ترے شکوے سے وا کرے

آ دیکھ میرے گریۂ بے اختیار کو
لخت جگر نے داغ کیا لالہ زار کو
اتنا اثر ہے اب بھی مری چشم زار کو
تعلیم گریہ دون اگر ابر بہار کو
جز لخت دل صدف مین نہ گوہر بندھا کرے

گلشن مین کیا بہار ہے کہتا ہے باغبان
صد برگ جیسے پھولے ہے ویسے ہی ارغوان
فرصت چمن کی سیر کی لیکن ہمین کہان
فکر معاش و عشق بتان یاد رفتگان
اس زندگی مین اب کوئی کیا کیا کیا کرے

ہو جسکو اس جہان مین راحت کبھی بیش و کم
سمجھا کرے وہ یار کو ہر آن مغتنم
اُسکی جدائی کا ہے ہر اک شخص پر الم
تنہا نہ رو نہ ہجر سے سودا پہ ہے ستم
پروانہ سان وصال مین ہر شب جلا کرے

مخمّس پانزدہم

نہ کہہ عاشقون مین محبت کہان ہے
سدا ایک سی اُنکی الفت کہان ہے
تجھے ویسے لوگون سے صحبت کہان ہے
ترے پاس عاشق کی عزت کہان ہے
تجھے بے مروت مروت کہان ہے

مجھے آرزو ہے زمانے مین اپنی
کہون تیرے آگے کہانی مین اپنی
سناؤن تجھے جانفشانی مین اپنی
ولے کیا کہون ناتوانی مین اپنی
مجھے بات کہنے کی طاقت کہان ہے

کہے ہے تجھے کھینچکر تیغ ہر دن
نہین رہتے میرا گلا تم کیے بن
سمجھنا نہین اسقدر نیک باطن
مین شکوہ کرون جور ظالم سے لیکن
مجھے آہ و نالہ سے فرصت کہان ہے

گرے شمع کے میری تربت پہ آنسو
کیا طوف آ کر پتنگوں نے ہر سو
مجھے حشر میں منھ دکھائے گا پھر تو
مری گور پر لوگ رکھتے ہیں گل کو
تری دلربائی کی غیرت کہاں ہے

کی اس شوخ نے جب سیر گلستان
تکلیفی بلبلوں سے نہ فریاد و افغان
بجا ہے یہ سودا نہو کیوں وہ نادان
جو اسکی کمر سینے دیکھی ہے تا بان
رگ گل میں ویسی نزاکت کہاں ہے

مخمس شانزدہم

اس شوخ سے اس دل کے لگجانے کو کیا کہیے
تا حق کی اذیت سے دکھ پانے کو کیا کہیے
احوال مرا یاں تک پہونچانے کو کیا کہیے
یوں مفت میں اس جی کے پھنسوانے کو کیا کہیے
کیا کام کیا دل نے دیوانے کو کیا کہیے

اس دل سے میں کہتا تھا وہ تجکو لبھاتا ہے
کیوں اس لب شیریں کی باتوں پہ تو جاتا ہے
گو زہر ہوا میٹھا لیکن کوئی کھاتا ہے
یوں دیدہ و دانستہ کوئی جیو گنواتا ہے
کیا کام کیا دل نے دیوانے کو کیا کہیے

نے زر جو اسے دیجے نہ زور کسی کی ہو طاقت
نہ عجز سے کچھ حاصل کام آوے نہ کچھ منت
کس طرح سے کاٹوں میں کٹتی نہیں یہ زحمت
کیا فکر کروں اسکا لا حول و لا قوت
کیا کام کیا دل نے دیوانے کو کیا کہیے

آنکھ اسکی طرف اپنی جب تلک نہ کرتی تھی
ٹکڑوں سے مرے دل کے دامن کو نہ بھرتی تھی
قینچی کی طرح ہر گز پر زے نہ کترتی تھی
جب لگ نہ تھیں یہ باتیں کیا خوب گذرتی تھی
کیا کام کیا دل نے دیوانے کو کیا کہیے

مت پوچھ مرے دل کا سر پر سے مرے ٹلنا
منھ کر کے سیہ گھر سے ہر صبح نکل چلنا
جب رات کہ ہوتی ہے پھر شمع نمط گلنا
ہر روز کا وہ مرنا ہر رات کا یہ جلنا
کیا کام کیا دل نے دیوانے کو کیا کہیے

تقدیر کے لکھے کو امکان نہیں دھونا
تقصیر نہیں دل کی قسمت کا برا ہونا

ہر چند مسلّم ہے اب جی کے تئین کھونا ۔ لیکن مجھے آتا ہے پھر پھر کے یہی رونا
کیا کام کیا دل نے دیوانیکو کیا کہیے

اس جینے سے بہتر ہے اب مت پہ دل دھریے ۔ جل بجھیے کہین جا کر یا ڈوب کہین مریے
کس طور کٹین راتین کس طرح سے دن بھریے ۔ کچھ بن نہین آتی ہے حیران ہون کیا کریے
کیا کام کیا دل نے دیوانیکو کیا کہیے

گلشن مین زمانے کے یون عمر کٹی ساری ۔ ہر ایک طرف پھرنا کرتے ہوئے میخواری
آزادگی میری تو تھی سرو اوپر بھاری ۔ انصاف کرو یارو مین اور گرفتاری
کیا کام کیا دل نے دیوانیکو کیا کہیے

جو مجھپہ گذرتی ہے مقدور نہین سہنا ۔ خون جگر آنکھون سے داماں تلک بہنا
جو بات کوئی پوچھے منہ دیکھ کے تک رہنا ۔ دینا نہ جواب اُسکو کہنا تو یہی کہنا
کیا کام دل نے دیوانیکو کیا کہیے

مصرع کو یقین تیرے سودا نے سنا تھا کل ۔ روتا ہے وہ یون جیسے برسے ہے گویا بادل
ہے رعد نمط نالان بجلی کی طرح بے کل ۔ پڑھتا ہے یہی پھر پھر ہاتھون کے تئین مل مل
کیا کام کیا دل نے دیوانیکو کیا کہیے

مخمس ہفتدہم

ساقی پہونچ کہ وقت تغافل رہا نہین ۔ اُڑتے ہے یہ بہار جسے انتہا نہین
اک قطرہ ابر تر سے زمین پہ گرا نہین ۔ کیفیت ہوا سے کہ وہ مے ہوا نہین
گویا چمن مین جز دم عیسی صبا نہین

کہتا ہے نیک و بد سے بصد شور یون سحاب ۔ عاصی ہے وہ کہ اب نہ پیے جو کوئی شراب
اسوقت مین کہان ہے تو اے خانمان خراب ۔ ٹک مُند گئی ہے چشم فلک ہو کے نیمخواب
کیا جانیے کہ پل مین یہ موسم ہے یا نہین

فرصت کو دم کی بوجھ غنیمت اے بیخبر ۔ کیا جانیے کہ فصل کہان اور ہم کدھر
ساقی شتاب آتش تر سے کے جام بھر ۔ ٹک دیکھ سیر چمن کی ہوا اسقدر

پوشاک بوے گل کی کم از صد قبا نہین

مخمس ہیزدہم

ہوا ہے اب کی سودا زور کیفیت سے دیوانا — ہزار رکھتا ہے اس عالم مین اک دم اُس سے ملجانا
لبون پہ مہر خاموشی زبان او پہ صد افسانا — جو کوئی بات پوچھے ہو تو اشک آنکھون مین بھر لانا
کبھو گھبرا کے رو دینا کبھو ہنس دیکے رہجانا

مخمس نوزدہم

تجھ بن ہوا ستم ہے چمن مین بہار کی — لگتی ہے آنکھ مین رگ گل نوک خار کی
آواز سالتی ہے جگر مین ہزار کی — ساقی خبر شتاب لے میرے خمار کی
طاقت نہین رہی ہے مجھے انتظار کی

مژگان برنگ دیدۂ تصویر روز و شب — آپس مین آشنا نہین کیسا ہے یہ تعب
حیران ہون زندگانی کا میری ہے کیا سبب — ظالم پہونچ شتاب کہ اس سے زیادہ اب
طاقت نہین رہی ہے مجھے انتظار کی

گر عاشقون کے گھر تجھے آتا ہے ننگ و عار — اپنی ہی پشت بام پہ آکر کے ایکبار
ابرو ہلال عید کے مانند مجھکو یار — ٹک دور سے دکھا دے کہ جون طفل روزہ دار
طاقت نہین رہی ہی مجھے انتظار کی

ظالم شتاب چل کہ تغافل ہی مجھپہ جبر — اُمڈا ہے کس بہار سے مژگان مرے کا ابر
کافر ہون مین جو تجکو بتانون بیہودہ گبر — اب بے تو نہین ہون کہان تک کرون مین صبر
طاقت نہین رہی ہے مجھے انتظار کی

گذری ہی بات وعدے سے اب وقت ہی نہ دان — کوئی گھڑی ہی اور ہون دنیا مین میہمان
اکتا کے تن سے پہونچی ہے میری لبون پہ جان — جاتے تشہد اُسکو ہے یہ ذکر آن آن
طاقت نہین رہی ہے مجھے انتظار کی

حیران ہون کیا کریگا ترا وعدہ و پیام
گر زندگی عزیز ہے میری تو صبح و شام
اس مخمصے کے بیچ مرا کام ہے تمام
موقوف گر یہی ہے مرا حاصل کلام
طاقت نہین رہی ہے مجھے انتظار کی

ممکن نہین کہ دور ہو مجھسے ترا حجاب
یہ بھی مجھے قبول ہو لیکن کہان ہے خواب
جلوے سے تیرے خواب مین گر ہو ئین کامیاب
کھویا ہے تیری شرم نے مجھ دل سے صبر و تاب
طاقت نہین رہی ہے مجھے انتظار کی

ہر دن مرے پیام کا دیتے ہو یہ جواب
واللہ مین نہ مانون یہ باتین ہین بیحساب
ہرگز نہین ہے تاب تجھے غیر اضطراب
کچھ بھی تجھے شعور ہے عاشق کو اور تاب
طاقت نہین رہی ہے مجھے انتظار کی

حاصل نہین کچھ اور مجھے تجھسے اس بغیر
بس کر چکا بہت مین اب اس مرحلہ کی سیر
دن کے تئین سلام ہے یا رات شب بخیر
ملنا اگر ہے مجھسے تو مل لو وگرنہ خیر
طاقت نہین رہی ہے مجھے انتظار کی

تمکو تو دست ناز سے اپنے کہان فراغ
مین عندلیب بیدل و رسوائے باغ باغ
کب ہو سکے ہے مجھسے ملاقات کا سراغ
یہ زمزمہ ہو کب تلک اب مجھسے کو دماغ
طاقت نہین رہی ہے مجھے انتظار کی

سنتے ہو کچھ نہ کیجو تم ان باتون پر خیال
گر حس نہووے مجھ مین تو مین با زبان حال
ہنستا ہون مین وگرنہ کہان یان تلک مجال
یہ ہی سدا کہون کہ میسر ہو کب وصال
طاقت نہین رہی ہے مجھے انتظار کی

ہو خاک جس زمین پہ سودا کی سال و ماہ
تو آکے اس طرف نہ کرے تا کہ یک نگاہ
پیدا ہو اس زمین سے زبان جلے برگ گاہ
تا حشر اس زبان سے نکلے یہی کہ آہ
طاقت نہین رہی ہے مجھے انتظار کی

مخمّس بستم

وہ مہر وہ وفا وہ عنایات ہو گئی
وہ مہربانی اور وہ مدارات ہو گئی

صحبت وہ رفتہ رفتہ یہ ہیہات ہو گئی — بھڑکی تو بد تون سے مساوات ہو گئی

گالی تجھے نہ دی تھی سو اب بات ہو گئی

کہنا یہ آن آن مرے گھر سے تو نکل — دشنام دینی شرط محل خواہ بے محل

حرمت مین سب طرح سے غرض آچکا خلل — باقی ہے مار کھانی اب آگے سو آجکل

سن لوگے تم اسے بھی کہ اوقات ہو گئی

رسوائے خلق خوار جہان اب مین ہو چکا — بے شرم و بے حیا مجھے آفاق نے کہا

ہرگز نہین ہے پند و نصیحت سے فائدا — اب تو مین چھوڑ نیکا نہین اُسکو ناصحا

بر لی جو کچھ تھی قبلۂ حاجات ہو گئی

رکھنا بچشم خلق مجھے خوار تا بکجا — رہنا ہمیشہ درپئے آزار تا بکجا

نت اُٹھ کے جور و ظلم جفا کار تا بکجا — بس اب ستم سے درگذر اے یار تا بکجا

اعمال دل مرے کی مکافات ہو گئی

وعدہ بھی تھا یہی کہ مین آؤنگا دن ڈھلے — لیکن نہ بعد شام کے پیش از دیے جلے

اے آفتاب رہ کے ٹک آنا زمین تلے — پیغامبر نے دیر لگائی تو ہے ولے

دھڑکے ہے دل کہ یہ نہ کہے رات ہو گئی

مسجد مین واعظوں کے تئین لگ گئے ہین پر — زاہد نے ٹھوکا شیخ کو پگڑی اُتار کر

قاضی نے محکمہ مین مچایا ہے شور و شر — مستی سے اُس نگاہ کے لے محتسب خبر

دنیا تمام بزم خرابات ہو گئی

شکوہ جو ہرزگی کا ترے اے میان کرون — پیدا بجا سے ہر بن مو صد زبان کرون

فریاد وضع سے ترے جا کر کہان کرون — ملنا ترا ہر ایک سے مین کیا بیان کرون

عالم سے مجکو ترک ملاقات ہو گئی

ملنے کی تو ہر ایک سے مجھکو قسم نہ کہا — نکلی ہی جو میرے ساتھ وہ بازار تک گیا

ہر ایک نے سنا کے مجھے شعر یہ پڑھا — ایار وہ شرم سے جو نہ بولا تو کیا ہوا

نظرون مین سو طرح کی حکایات ہو گئی

فریاد کرکے جس سے کرون داد مین طلب — اس پردے مین طلب وہ کرے تجکو ہی غضب

حاضر ہو دو سر ابھی تو معلوم ہوے شب — سودا کسو کو وہ تو ستاوے نہ بے سبب

کیا جانیے کہ تجھسے ہی کیا بات ہو گئی

مخمس بست و یکم

ہم کو دکھا جب اپنے تم اطوار رہ گئے
عشاق کر کے عشق سے انکار رہ گئے
ملنے سے خوبرو کے سب اک بار رہ گئے
ہونے سے دوستوں میں ہم پیار رہ گئے
یاروں کی پوچھنے سے خبر یار رہ گئے

یاں تک نجات ہے میاں محبوب شوخ و شنگ
خوبوں کے خاندان کو ڈبو دیویں بیک ڈھنگ
تنہا نہ منہ جہان میں کتا لکا ہوا ہے تنگ
شب دیکھ کر سما ملہ تجھسے مرا پتنگ
پھرنے سے گرد شمع شب تار رہ گئے

فرہاد و قیس کے ہے تجھے عہد سے خبر
کیا کیا کٹے جور و جفا و محبت سے یکدگر
مجھ خوش نصیب کا ہے قدم سنبر اسقدر
تیری گلی میں کر کے مرے حال پر نظر
جانے سے مرغ بھی سوئے گلزار رہ گئے

عاشق کے سر پہ جور تو ہوتا ہے بیش و کم
لیکن ادھر تو دیکھ جفا کار یہ ستم
تو نے تو عشق ہی کو اٹھا کر دیا عدم
معشوق کو بھی جب سے سنا کہتے ہیں صنم
بت پوجنے سے بت کے پرستار رہ گئے

شہرت سے تیری مرغ چمن چھوڑ کر چلے
پروانہ پوچھے شمع سے کیوں اب کوئی جلے
رہنے کا اسکے سایۂ دیوار کے تلے
آنے کا قصد انکے مصمم ہی تھا ٹلے
ان خوبیوں سے ہو کے خبردار رہ گئے

اک خلق کو غرور نے تیرے کیا ہلاک
کتنے ہی تجھسے کر کے گریبان کو اپنے چاک
کہتے ہیں تجھ گلی میں باآواز دردناک
آئینہ سان نہ کیونکہ ملیں اپنے منہ پہ خاک
رو دینے سے ہمیں یہ طرحدار رہ گئے

کرنے لگا ہے سبزۂ خط پری سے ساز
ہے سرو قد بھی نسبت سابق سے کچھ دراز
بڑھ بڑھ ہر ایک روز کے ہے یہ بیت جانگداز
اس گل میں اب تلک تو وہی ہے غرور و ناز
ہر چند دن بہار کے دو چار رہ گئے

غیرون کے تم نتے سے محبت کے چھک گئے
ہم سے اُنھون کی لاف زنی پر بہک گئے
نزدیک ہے کہ چھوڑ تمھین وہ سرک گئے
سب دیکھ فوج خط کے سپاہی سٹک گئے
الفت کے جو کوئی سٹّے گرفتار رہ گئے

مجھ سا بھلا کوئی ہے ترا اور غمگسار
عارض کے گرد دیکھ کے یہ خط مشکبار
پوچھون ہون تجھسے مین یہی رو رو کے باربار
کہ باغبان قسم ہے تجھے کیا چلی بہار
دامان گل پکڑ کے جو یہ خار رہ گئے

دورے کو آسمان کے جو ہم کرتے ہین نگاہ
گردش وہی ستارونکی وہی ہین مہر و ماہ
وہی چلن زمانہ کے وہی سبھونکی راہ
کیا کل بگڑ گئی نہین معلوم ہم کو آہ
ملنے سے تم ہمارے جو کیار رہ گئے

دل دے کے تجکو یار مین حاضر ہون جان تلک
خواہش ہو سیم و زر کی جواب سو کہان تلک
پہونچی ہے کارد آ کے مرے استخوان تلک
غارت کیا جنون نے مرے مجکو یان تلک
لی جیب کی خبر تو گئی تار رہ گئے

جانب مین اپنی کرتے ہین جتنا کہ ہم خیال
پاتے کسو ہی طرح نہین موجب ملال
ہان اسکی تو نہ کہیے کہ ہم بعد ماہ و سال
تیرے جو منھ لگے تو کیا عرض دل کا حال
دیکھا نہ پیش رفت تو من مار رہ گئے

چاہا جو ایک وقت تمھین دیکھنے کو جی
آئے تمھاری بزم مین اپنے لبونکو سی
چپکے سنی جو غیر سے تم بات چیت کی
رہنے کو گھر مین شب کو جگہ تمنے دی تو دی
رخصت ہو ورنہ جا پس دیوار رہ گئے

ملنے کی اپنی شکل تو ہے یہ جو کچھ کہی
اس پر بھی خوش نہین ہو اگر خوب یون سہی
سو آرزو تھی دل مین تو یہ بھی رہی رہی
پر غم ہے یہ تمھین نہوئی ہم سے آگہی
ہر چند کر کے تم سے ہم اظہار رہ گئے

خوبی ہے کیا رقیب مین جو تجکو بھا گیا
دلال کون سا تجھے اُس سے ملا گیا
تو کوڑیون کے مول اُسے ہاتھ آ گیا
قیمت پہ ایک دل کے تو ظالم بکا گیا
یوسف کے ہاتھ ملتے خریدار رہ گئے

شب چمن کی تھی بادہ خوری تم نے بیٹھکر
کہتے پھرین ہین تمکو وہ کیا کیا جدھر تدھر

پیارے غضب خدا کا پڑے اُنکے جھوٹھ پر　　اتنا تو سچ ہے کر کے لطفین مست و بیخبر

عیاری سے اپنے وہ ہوشیار رہ گئے

کہتے تھے ہم زمانے کو کیا جانتے ہو تم　　دنیا کا نیک و بد کہاں پہچانتے ہو تم
صندل کو اپنے ماتھے سے کیوں سانتے ہو تم　　لیکن ہماری بات کوئی مانتے ہو تم

اپنا سا ہم تو کلتا ہی سر مار رہ گئے

ملنے کو تیرے غیر سے ہم سن کے رہ گئے　　دیکھا جو اپنے آنکھوں تو سر دھنکے رہ گئے
آتش کے بیچ رشک سے کیوں بھنکے رہ گئے　　دیوانے ہو گئے تنکوں تلک چنکے رہ گئے

کیا کیا ستم نہ سہکے ہم اے یار رہ گئے

ہے راستی تو یہ کہ وہ ہیں لائق جفا　　لے غیر تک کو اپنی سمجھتے ہیں جو وفا
تیری گلی سے جب سے چلے ہم تجھسے ہو خفا　　تھا کون سا قدم کہ نہ تھا رو سوے قفا

اس میں چھپا کہیں جو تنک خار رہ گئے

ہر چند دورۂ فلکی بھی سہے جو لفشان　　پر چشم سا جو سہکے تری اُسکو سو کہاں
گردش سے تجھ نگہ کے ہیں خوخو لفشانیان　　دیکھ انکو رکھ رخ کے تلے دست کہکشان

حیران ہو آسمان جفا کار رہ گئے

خاطر سے جنکے تجھ پہ شب و روز ہے ستم　　تھر اُن کی مہ رخان کو ہے افزود مبدم
تم خوش رہو اب اور کوئی دیکھ لیں گے ہم　　آفت نہ تم سے پہونچیگی کیا ہمکو پھر بہم

گردش سے کب یہ چرخ ستمگار رہ گئے

یاں موجب عمل نہ مکافات چاہیئے　　یاں فعل ذی حیات کو اک بات چاہیئے
یاں اک غریب بیچ کو دن رات چاہیئے　　یاں ان حرامیوں کی مدارات چاہیئے

یاروں سے دور جنکی سبب یار رہ گئے

نت اُٹھکے دکھ یہ کس سے لئے کسطرح سے یار　　سمجھا کے دل کو جاوینگے جس طرح سے یار
وون جاوینگے سنجاتے تھے ہم جسطرح سے یار　　جاوینگے اب کی یاں سے سو ہم اسطرح سے یار

سن لو گے تم کہ ہو کہیں مردار رہ گئے

لے خوش رہ اپنے یاروں سے اب ہم تو ہم چلے　　دے سینہ پر فراق سے داغ الم چلے
رکھ دل پہ دست صبر باندھ و غم سے چلے　　پیارے ہزار حیف ترے گھر سے ہم چلے

جا نسکے جو کوئی تھے سزاوار رہ گئے

سودا کی تم نہ سنیو یہ لن ترانیاں
جو کچھ کوئی کہے وہ سنا کیجے مہربان
اس گفتگو کے کرنے سے گھستی نہیں زبان
تجھ کو کہے کا عاقلون کی چھٹ سکی جگہ کہان
ورسے اٹھا دیا پس دیوار رہ گئے

مخمس بست دوم

ایک تاریخ جو دیکھی تو پڑھا کیا کیا کچھ
وہ تو وہ زیر فلک ہو نہ چکا کیا کیا کچھ
کیا کہوں میں کہ مورخ نے لکھا کیا کیا کچھ
ہمسے اب آگے زمانے میں ہوا کیا کیا کچھ
تو بھی ہم غافلوں نے آگے کیا کیا کیا کچھ

کیا کہوں تجھسے میں نقصان کی اپنے باتیں
راہ بیچاروں نے پائی نہ کہ واں سے نکلیں
پائی پہونچا نہ سکے جا کے انھوں تک آنکھیں
دل جگر جان یہ سمٹ ہوئے سینہ میں
گھر کو آتش دی محبت نے جلا کیا کیا کچھ

کیا کہوں میں کہ ترے عشق میں کیا مجھپہ ہوا
زندگی کے غرض اسباب سے اب کچھ نہ رہا
جیسے کہتا ہے کوئی ہو ترا صفاً صفا
دل گیا صبر گیا ہوش گیا جی بھی گیا
شغل میں غم کے ترے ہمسے گیا کیا کیا کچھ

ناصحا تو نے تو چاہا بہت اے بدگفتار
شکر صد شکر بدرگاہ خدا بلکہ ہزار
نہ رہی عشق کی کچھ پاس متاع بازار
حسرت وصل و غم ہجر و خیال رخ یار
مر گیا میں پہ مرے جی میں رہا کیا کیا کچھ

عشق بازو نہیں مرا کیو نکہ ہو جانا شاق
چھوڑتا میں قافلہ سالار ہو یہ کہنہ رواق
کوئی جگ میں نہ رہا تیجے رفیق عشاق
درد دل زخم جگر کلفت غم داغ فراق
آہ عالم سے مرے ساتھ گیا کیا کیا کچھ

اس ارادے سے دلا سیر نہ کر گلشن جہاں
حال میں مست رہ اپنے تو سدا اے ناداں
کس سبب پانسے بگڑتا ہے بنے ہے کیوں دان
تجکو کیا بننے بگڑنے سے زمانے کے کیان
خاک کن کن کی ہوئی صرف بنا کیا کیا کچھ

عشق آیا نہ ترا جگ میں بھی کچھ کام مرے
خاص کچھ مجکو کہیں نام لیں کچھ عام مرے
پھرتے ہیں کہتے لقب صبح سے تا شام مرے
نام ہیں خستہ و آوارہ و بدنام مرے
ایک عالم نے غرض مجکو کہا کیا کیا کچھ

واہ وا تجھسے میاں مجکو توقع تھی یہی
کہ تو اس مرتبہ مجھ ساتھ کرے سنگدلی
کونسی بات ہے جو تیرے لیے میں نے سنی
طرفہ صحبت ہے کہ سنتا نہیں تو ایک مری
واسطے تیرے سنا میں نے سنا کیا کیا کچھ

کل میں بیٹھا تھا پٹ کلبۂ احزاں میں تق
جی میں آیا کہ لکھوں خط کہ ہے رسم سابق
آخر الامر میں کاغذ لے بطور عاشق
قبلہ و کعبہ خداوند و ملاذ و مشفق
مضطرب ہو کے اسے میں نے لکھا کیا کیا کچھ

میرے نامے کی سنی تمنے عزیزو تحریر
کرو انصاف تم اب جتنے ہو برنا و پیر
ایک لفظ اسمیں سے بھیجا تو ہے میری تقصیر
پر کہوں کیا قسم شوق کی اپنے تاثیر
ہر سر حرف پہ وہ کہنے لگا کیا کیا کچھ

جو بت ہوش ربا دیکھا ہے تجھ میں میں نے
مظہر نور خدا دیکھا ہے تجھ میں میں نے
دیکھا جو کچھ سو بلا دیکھا ہے تجھ میں میں نے
کیا کہوں تجھسے کہ کیا دیکھا ہے تجھ میں میں نے
غمزہ و عشوہ و انداز و ادا کیا کیا کچھ

جیسے ہم آئے تھے ویسے ہی چلے دنیا سے
لائق اس جا میں کسی چیز کے گویا نہ تھے
دور افلاک نے یاں نشو و نما دی نہ کسے
ایک محروم چلے میر ہمیں دنیا سے
ورنہ عالم کو زمانہ نے دیا کیا کیا کچھ

مخمس بست و سوم

مے کشو سجتو ہو کیوں مجھ دل افگار کے ساتھ
کچھ مجھے کام نہیں بادۂ گلنار کے ساتھ
جو رکھوں ذوق ملاقات میں خمار کے ساتھ
جی میں چاہیں تھیں مرے سو تو گئیں یار کے ساتھ
سر پٹکنا ہی پڑا اب در و دیوار کے ساتھ

کیا کیا وعدے کیے تھے تمنے کہو ہمسے واں
کہ شگفتہ ہے چمن جلوہ گر ابر آب رواں

سو تو ان چیزوں میں اک چیز نہ دیکھی میں یہاں | یاروں کہتے تھے جو تم لالہ و گل ہیں سو کہاں
سر پٹکنے تو نہ آیا تھا میں کہسار کے ساتھ

ہمکو تو قید قفس کی نہ تھی کچھ تم سے امید | کہ ہمیں دام میں لا کر دو یوں ظلم شدید
فصل گل حیف ہے جاتی ہے ہمیں بن دید | ہاے صبا دیہ انصاف سے تیرے تھا بعید
اسقدر ظلم و ستم اپنے گرفتار کے ساتھ

عندلیبوں کے لگیں زمزمہ عالم کو بھلے | قمری کو سرو چمن لیتے ہیں سایہ کے تلے
اور شبنم کے تئیں گل بھی لگاتے ہیں گلے | اک ہمیں خار تھے آنکھوں میں سبھوں کے سو چلے
بلبلو خوش رہو تم اب گل و گلزار کے ساتھ

یار چاہو تو مجھے قیدئی جاوید کرو | روبرو میرے مرا اسکے وہ خورشید کرو
دام تزویر میں مت میرے تئیں صید کرو | میں دیوانا ہوں سدا کا مجھے مت قید کرو
جی نکلجا دیگا زنجیر کی جھنکار کے ساتھ

شوخ نے پردے سے جس وقت کہ مکھڑا کھولا | پہلے میزان محبت میں سبھوں کو تولا
آخرش عاشق کو لے اس رنگ میں اپنے گھولا | جب ملا یار سے تب آپ انا الحق بولا
ورنہ منصور کو کیا کام تھا اس دار کے ساتھ

سن لے آخر کہ یہ ہے عشق نپٹ دام بلا | اسکے پھندے میں جو کوئی دل کی محبت سے پھنسا
یا تو سودائی ہوا یا تو ہوا وہ رسوا | عشق کے درد کا اب بوجھ اٹھاے سودا
کیا ہے نسبت خر عیسیٰ کو ترے بار کے ساتھ

مخمس بست و چہارم

عیب گو کی جو ہوئی ان دنوں مجھسے در خورد | دل من ہیچ از ان حال غم و غصہ نخورد
سن لے اک بات مری گو کہ میں تیرا ہوں خرد | ہر کہ عیب دگران پیش تو آورد و شمرد
بیگمان عیب تو پیش دگران خواہد برد

کیا ہوا مجھ سا اگر ایک ہے جگ میں معیوب | نہ میں طالب ہوں کسی کا نہ کسی کا مطلوب
یا مجھے بد کوئی سمجھا کرے یا جانے خوب | کرونگا وہی جو کچھ طبع کو ہوگا مرغوب

پشم از خانۂ رندان کم اگر کس بدبرد

معصیت ہی مین گذرتی ہے جو میری اوقات
لیکن اس سے نہین تقوے پہ کسیکی اوقات
یارو انصاف کرو کچھ بھی ہے معقول یہ بات
ورد اپنے کے عوض شیخ نے کل ساری رات

سبحہ در دست گرفت و گنہ من بشمرد

اس عداوت کا مین یارو نہین پاتا ہون بھید
کرکے دیوار مین اپنی وہ سر شام سے چھید
صبح تک جھانکے تھا بیٹھا خرف ریش سفید
کرکے گننے سے فراغت مجھے وے آکے نوید

چشم یارا بتماشاے تو شب خواب نبرد

جی مین آتا ہے کہون جاکے مین اس احمق سے
تیرے دیوار کی محراب ہی کیا کم شق ہے
کون جانے پراب ایسے خر مطلق سے
لیکن اتنا تو کہونگا کہ گذرمت حق سے

جرم ما روز قیامت بتو خواہند سپرد

واقعہ مین ہوا زاہد کو جو مکشوف یہ حال
گیا عابد کنے وہ پیٹ کو پکڑے فی الحال
کہا اک شخص نے شب ایسے کیے ہین اعمال
جو ہین اپنے گئی میری نگہ چشم خیال

دل پرخون مرا پنجۂ مژگان افشرد

کیا کہون انکی غرض کشف و کرامات کی بات
نہ کبھی انسے نہ خصوصاً مری اوقات کی بات
پہونچنا عرش تلک انکو ہے اک بات کی بات
ملکی وہم مین ہے انکی یہ بس رات کی بات

کہ از ین سر و بیلے را بسوے عرش نبرد

جلوہ گر رات جو ان دونون نے دیکھا مہتاب
کرکے یہ قصد کہ پی ہو گی فلانے نے شراب
مانگا قاضی سے جو اعلام دیا اسنے جواب
زاہد خشک ہوا غم کے انگارون پہ کباب

عابد پاک بجز خون جگر ہیچ نخورد

شیخ جاگا ہی کرے جرم مری گننے کو
زاہد خشک کے ٹپکا کرے آنکھون سے لہو
عابد پاک بجز غم کے نہ کچھ کھاے کبھو
بہتر آنست از ین کار بگردانم رو

ورنہ زین غصہ بیہودہ بسے خواہم مرد

سودا اس قوم سے کہ بھاگین اب اس پیشہ سے
اگرچہ مین فرہاد صفت سر پہ مرے تیشہ ہے
دل کو اپنے نہ رکھین دور اس اندیشہ سے
مین بھی ہر ایک کے واقف ہون رگ و ریشہ سے

خاطر ہیچ کس یارب به آزار مباد

مخمس بست و پنجم

کرے جو ظلم و ستم کرنے دو ہوا سو ہوا — جفا و ظلم ستی مت ڈرو ہوا سو ہوا
یہ میرے غم کی کہ شہرت کرو ہوا سو ہوا — جو گذری مجھپہ مت اُس سے کہو ہوا سو ہوا
بلا کشان محبت یہ جو ہوا سو ہوا

اگرچہ روز ازل سے تھی میری یہ تقدیر — کہ دام عشق میں اپنے کرے مجھے تو اسیر
کرے جو ذبح تو مجھکو بچھاڑ جون نخچیر — مبادا ہو کوئی ظالم ترا گریبان گیر
مرے لہو کو تو دامن سے دھو ہوا سو ہوا

وہ کون دن تھا کہ ہم بھی ہوئے تھے یار ترے — کسیطرح سے ترا دل بھی اس جفا سے پھرے
اگر کہے تو یہ آکر ترے قدم پہ گرے — خدا کے واسطے آ در گذر گنہ سے مرے
نہو گا پھر کبھو اے تُندخو ہوا سو ہوا

کیے ہیں جن نے دیوانے کئی ٹک یارو — دکھا کے چہرے کی اپنے ٹک اک جھلک یارو
ہوا ہے میرا بھی قاتل وہ یک بیک یارو — سو پہونچ چکا ہے سر زخم دل تلک یارو
کوئی سیو کوئی مرہم کرو ہوا سو ہوا

دیا ہے آپسے تمنے جو دل کو اپنے کبھو — تو چاہیے کہ رہو ہاتھ اُس سیتی تم دھو
عبث ہے یہ کہ جو باتیں کرو ہو تم رو رو — یہ کون حال ہے احوال دل پہ اے آنکھو
نہ پھوٹ پھوٹ کے اتنا بہو ہوا سو ہوا

دلون کے قتل کے تئین الامان ہے سودا — جنون کی فوج کا یارو نشان ہے سودا
کیا جب اُن نے قلندر رندان ہے سودا — دیا اُسے دل و دین اب یہ جان ہے سودا
پھر آگے دیکھیے جو کچھ کہو ہوا سو ہوا

تضمین

باغ دلی مین جو اک روز ہوا میر اگذار — نہ وہ گل ہی نظر آیا نہ وہ گلشن نہ بہار

نخل بے بار پڑے سوکھی پڑی ہین روشین ۔۔۔ خاک اڑتی ہے ہر اک طرف پڑے ہین خس و خار
مسکراتا تھا جہان غنچہ و گل ہنستا تھا ۔۔۔ اشک شبنم کے بھی قطرہ کا نہین وان آثار
جس جگہ جلوہ نما رہتے تھے سرو و شمشاد ۔۔۔ مشت پر قمری کے اس جا نظر آئے اک بار
دیکھتا کیا ہون مگر سوکھی سی اک شاخ اوپر ۔۔۔ عندلیب ایک ہے بے بال و پر و دل افگار
بدم سرد و بصد حسرت و صد سوز جگر ۔۔۔ دیکھکر سوے چمن کہتی ہے با نالۂ زار

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

رباعیات
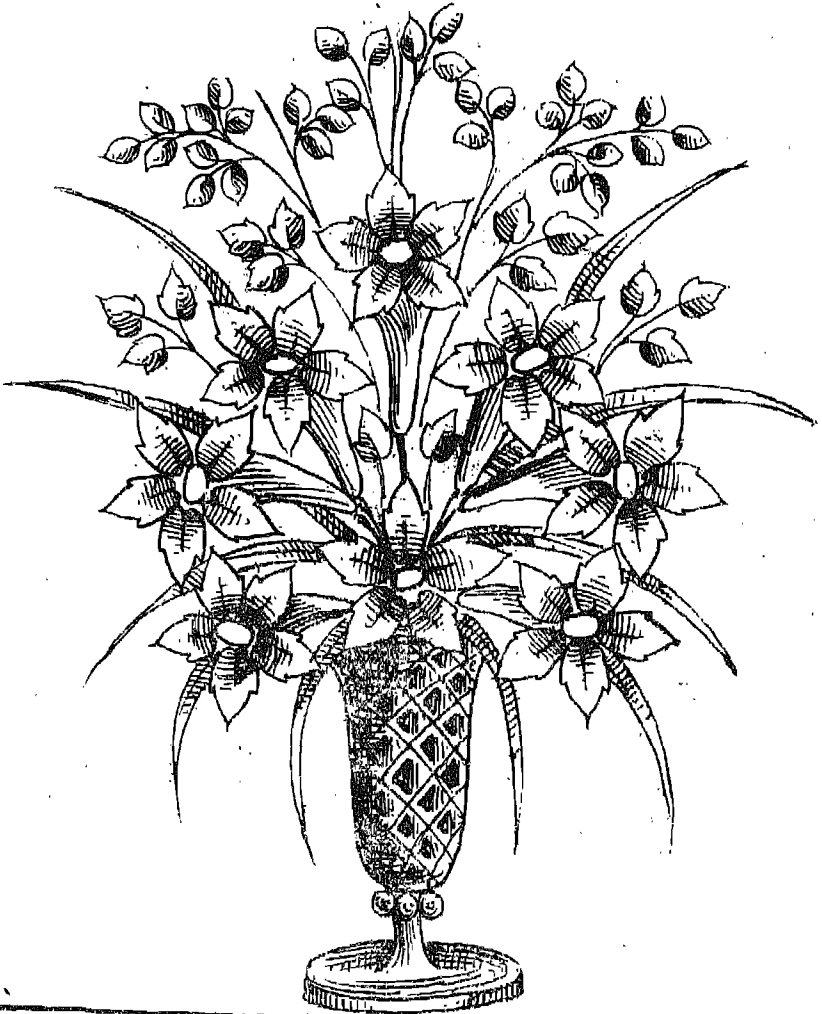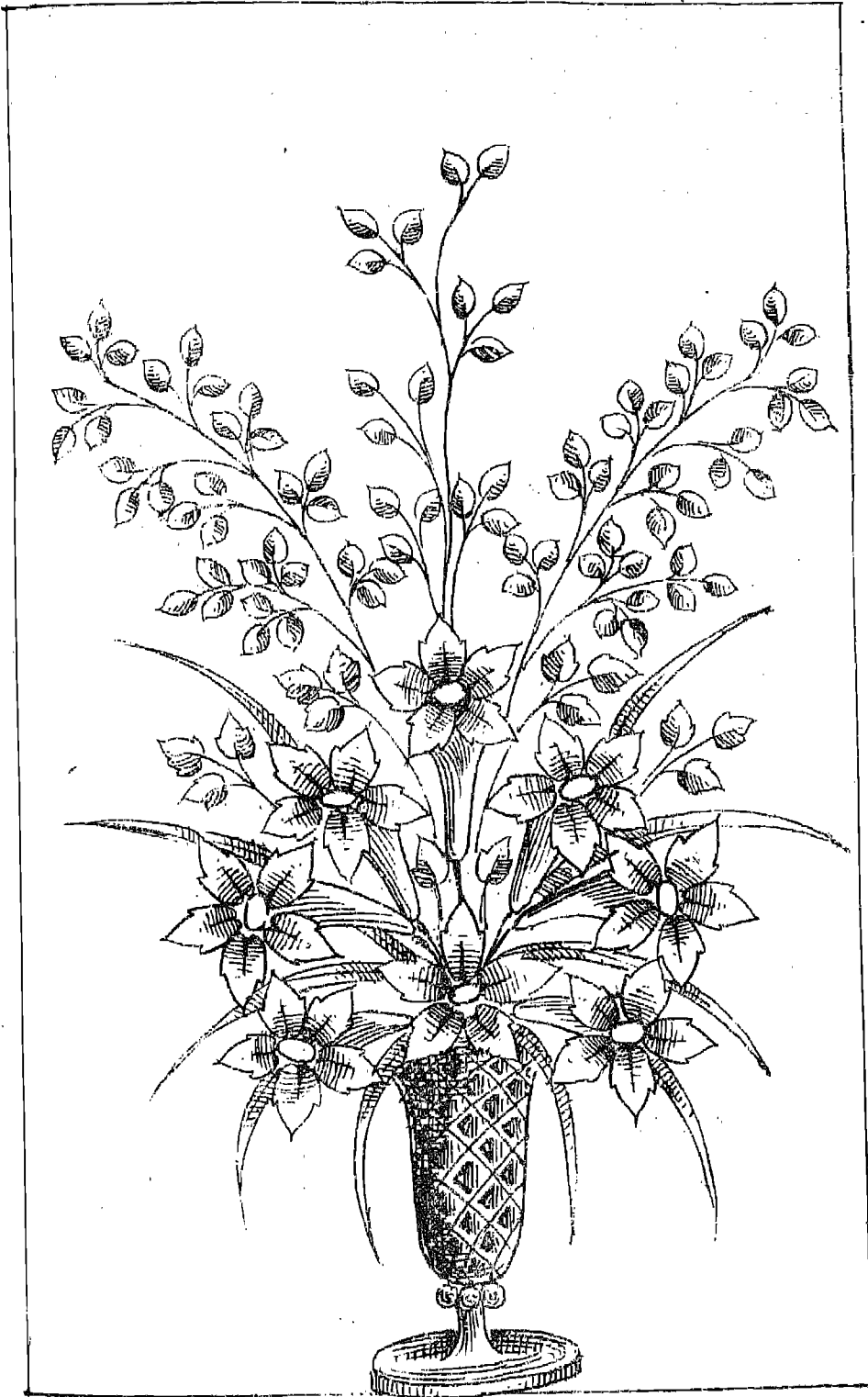
ایوان عدالت مین تمھارے اے شاہ
شیشے کا جو وان طاق سے پڑتا ہے پانون
کیا ظلم کو ہے دخل عیاذاً باللہ
پتھر سے نکلتی ہے صدا بسم اللہ

مومن نہین زنار سے میرے آگاہ
اس بت کا برہمن ہون کہ ہم صوفی و شیخ
اس رشتے کو ہے سبحہ اسلام مین راہ
کہتے ہین جسے دیکھ کے اللہ اللہ

مجکو ہر چند نہین شیعہ و سنی سے کام
ان سوا ہو جو کوئی ہے وہ امام تسبیح
پر یہ سمجھا ہون کہ اس دور مین تھے بارہ امام
اس تلک جاے سے موقوف ہوا اللہ کا نام

تا دیدنی از بسکہ ہے روے عالم
کرتا ہون کہین جانیکا جسوقت کہ عزم
ہے کفر ملاقات جو کیجے باہم
دردآن کے سودا مرے پکڑے ہے قدم

ہر سو تری تحقیق مین تھے ہم سرگرم
پایا غرض آپ ہی مین تجھے پر اونکو
تھا گاہ یقین کعبے پہ گہ دیر پہ بھرم
سجدہ جو کیجے تو نہیں رہتی شرم

تجھ پاس گدا کب آکے ایسا بولا
یان تک تو ترے ہاتھ نے بخشے یاقوت
جسکو نہ جواہر مین تو لیسکر تولا
جب طشت نے وقت فصد دامن کھولا

گر یار کے سامنے مین رو دیا تو کیا
یہ دانۂ اشک سبز ہونا معلوم
مژگان مین جو لخت دل پرو دیا تو کیا
اس شور زمین مین تخم بو یا تو کیا

اے شیخ حرم تک تجھے جانا آنا
پہچانیگا وان کیا اسے حیران ہون مین
یہ طوف جلا ہے کا ہے تانا بانا
جسکو حرم دل مین نہ تین پہچانا

جب سے چمن حسن مین تو در آیا
عصمت نے تری خلق مین شہرہ پایا

مخفی مین رکھا داغ کو اور لالہ نے
چھاتی کو کہو مہ کے تئین دکھلایا

اُس چشم و مژہ سے دل دیا تھا اٹکا
اب لا سر زلف سے رکھا ہے لٹکا
یہ خانہ خراب عشق جس نے یارو
پہونچا کے فلک پہ پھر زمین سے پٹکا

تیشہ سے جو کوہکن نے سر کو پٹکا
شیرین کا یہ سنکے جان تن سے بھٹکا
دے درد کی داد کیا ہمارے کوئی
ناخن کا جگر یہ کب مٹنے ہے کھٹکا

اُس آتشی خو سے دل یہ کیونکر اٹکا
جس مین کہ رہا نہ زندگی کا کھٹکا
طاقت نہین نالہ کی اب اُسکو تیرا
کچھ ذکر ہوا تو کوئلا سا چٹکا

مین دیر و حرم ڈھونڈھ کے یارو ہارا
دونون مین نہ پایا اُسے جز اندھیارا
دل داغ سے روشن ہوا جسدم جون شمع
اپنا تن و جان اپنے قدم پر وارا

ہے زیر فلک جتنی کہ یہ موجودات
ہر ایک کی اک طرح کٹے ہے اوقات
اے شیخ کیا خوب یہ ہمنے تحقیق
شیخی و کرامت ہے بن آنے کی بات

باریک و طویل اتنا ہوا کسکے پوت
جز باپ کے تیرے کہ وہ ہے ٹر کا بھوت
یون قابلہ نے تجکو نکالا ذان سے
جون بھان متی ناک سے نکلے ہے سوت

ہر چند بچانے کی کرو چوٹ سے اوٹ
لگ جاتی ہے چوٹ پر مقرر یہی چوٹ
عاشق تو کبھی آپ ہوا ہے مائل
جاوے کیونکر بھلا الصبیون کی کھوٹ

سودا کو مین پایا ہے وحدت مین مست
اُس سے تم کسی شیشۂ دل کو ہے شکست
ناقوس و اذان سنکے یہ بولے آزاد
اے برہمن و شیخ صدا ارا عشق ہست

رباعیات

کیا زلف مین اُس شوخ کے تھی آج کی صبح
جب زلف کو مین ہاتھ لگایا اودھر
جون شام سے ہوتی ہو کسی شب کی صبح
ہمسایہ پکارا کہ ہوئی کب کی صبح

گر مہ سے بلندی مین ہوا تو وہ چند
جتنے کہ بلندون کی ہین نظرون مین پست
پستون کی طرف دیکھ کے مت ہو خرسند
پستون کی بھی نظرون مین ہین اتنے ہی بلند

یارب ہو مدام تجکو حق کی تائید
ہر روز رہے تجکو سرور نوروز
اور ہوئے سدا دولت و اقبال مزید
آیا کرے تا گھر مین شرفا کے خورشید

جس ذات کو آفاق مین کہتے ہین احد
گر ہندسہ دان ہے تو سمجھ لے تعداد
وہ اور امام ایک ہین نزد خرد
گنتے ہین احد کے بحساب ابجد

ہے فوج سے غمزہ کے نہایت بیداد
یہ حال رہے ہے دل کا جیسے دہقان
نت اُٹھ ہے مرا خرمن طاقت برباد
لٹتے ہوئے کھیت کی کرے ہے فریاد

اے دوست تجھے دل مین تو پاتا ہون سرور
تجھ کنہ کو لیکن نہ کبھو پہونچا فہم
آنکھون مین تری ذات کو دیکھون ہون نور
اے این ہمہ نزدیک تو کتنا ہے دور

افسوس کریمون مین نہین یہ دستور
جھکتا ہے اگر شاخ ثمردار کا ہاتھ
مفلس پہ کرم کرکے نہو وین مغرور
پھل دے کے وہین آپ کو کھینچے ہی دور

کتنون کا جہان مین زر و مال ہے شکر
یعنی شکر تو سب کرتے ہین لیکن سودا
کتنون کا ہی با دولت و اقبال ہے شکر
شاکر ہے وہی جسکو بہر حال ہے شکر

کیا جانئے بسا ہے آج کسکے جا کر
آئی نہین نیند مجکو تنہا پاکر

جی مین ہے نہ اٹھیے تا بہ صبح محشر
اس رات کو سویے کچھ ایسا کھا کر

کل آ کے جنہوں نے بے وفا سے پاکر
مین ترک کیا تھا عشق قسمین کھا کر
سن آج کی بات کیا کہین گے مجھکو
کس منہ سے دکھاؤنگا منہ انکو جا کر

اے صورت انسان وحقیقت مین خر
دے سفلہ تو تب طلب پوچ و لچر
زر سے ہے کہ وہ مسکے خریطے کی قدر
ہے پوچ خریطہ جو نکل جاوے زر

اے داب قوانین جہان کے دستور
ہم چشم کی حرمت تجھے سب کی منظور
الطاف وکرم کا ہے جہان مین جو کام
ایزد نے کیا اُسپہ تجھی کو مامور

دنیا ہمین کہتی ہے کہ دل مجھسے موڑ
تجھ فاحشہ پر تو نہ یہ جی جامہ توڑ
داڑھی کی سیاہی پہ سفیدی دوڑی
اب رات نہین صبح ہوئی ہے بس چھوڑ

اے نفس دنی حرف کو میرے کر گوش
دنیا کی طلب مین جو ترا ہو ہمدوش
اُن جیفہ پہ عزا اسے دیکھ کے سگ
تیرا ہی تو ہم جنس ہے وہ بھی خاموش

سودا دہن یار کے ہوتے رکھ ہوش
تعریف نہ کر غنچۂ گل کی خاموش
وہ بد دہن اتنا ہے دلوا لے جسکا
ہلنے مین دہن بلبل کے ہو جاے گوش

ہر چند کیا ہمنے جہان مین تحقیق
ہوتی نہین ہم سے ایک ورق کی تفریق
اے دل نہ شناوری مین ہو اسکے غرق
بحر توحید ہے نہایت ہی عمیق

سودا پئے دنیا تو بہر سو کب تک
آوارہ ازین کوچہ بآن کو کب تک
حاصل یہی اس سے نا کہ تا دنیا ہو
بالفرض ہوا یون بھی تو پھر تو کب تک

اے خلق کے قبلۂ امید و آمال
تا پہنین خلعت بہاری اشجار
شادآج ترے دوست ہین دشمن پامال
ہو خلعت نو تجکو مبارک ہر سال

ہے حرص و ہوا تن کی ترے سر مین
داتا تو زبردست ہے منگتا کم زور
عالم نے قناعت کی مچائین دہومین
قائم جو نہوئین تو بھلا کیا چہر مین

دیکھین نہ تو روتی ہین یہ آنکھین دن رین
نا حق کا انھون نے یہ بسایا کیا پاپ
اور جلتی ہین ساتھ اور دونکے دیکھ اسکے سین
دیکھے نہ انکھین چین نہ بن دیکھے چین

سودا کی ہے یہ عرض یقین اسکو جان
جان بخشی کو افغان کی زراہ منت
کیا تاب جو مقدم پہ ترے آوے یان
آتش یہ ہوئی تیرے غضب کے قربان

اے بے تو مدام آب در دیدۂ من
ہر لحظہ مرا لطف تر می گوید بخت
وے خون دل خراب در دیدۂ من
بیدار توئی و خواب در دیدۂ من

اے منبع فیض و ملجا ے خاص و عوام
تو ام رہے دل سے تیرے شادی و سرور
جاری رہے ہند مین ترا ہی احکام
تجھ کو بجہان ہو جشن نوروز مدام

شاہا تری طرف ہے نگاہ عالم
قائم رہے تا حشر ترا جاہ و جلال
از بس تری ذات ہے پناہ عالم
روشن جون آفتاب شاہِ عالم

مولا کہا اگر عبد ہو کیسا ہی ندیم
تنبیہ گنہ گرچہ ہے لازم لیکن
یون چاہیے افزون رکھے امید سے بیم
ہے عفو بہ از قصاص از بہر کریم

تنبیہ سے ہے گو دیکھ کے ہکو عالم
قدر اس سے کچھ اپنی نہین ہوتی ہے کم

اتنا ہے بڑا ہمکو کیا خالق نے
خلقت کی نظر مین نہین آسکتے ہم

مظہر کا ہوا جو قاتل اک مرتد شوم
اور اسکی ہوئی خبر شہادت کی عموم
تاریخ وفات اسکی کہی از رو درد
سودا نے کہ ہاے جان جانان مظلوم

کیونکر کہون تجھسے یہ کہ مجھسے مل تو
مین شیشہ ہوا جہان مین ظالم سل تو
جانے گا تب ہی تو اس محبت کی قدر
تیرا دل مین ہون اور میرا دل تو

دکھ تفرقہ کا یارون سے کچھ مت پوچھو
جب شکل ملاقات کی باہم یون ہو
دیکھین ہین لب زخم کہین سلتے وقت
آپس مین جو ملتے ہین تو لوہو رو رو

آ تو کہے آخون بلاؤ مجھکو
ہر عشوہ پہ اپنے نہ رجھاؤ مجھکو
موقوف کرو ناز کو سب کے بدلے
بھرپیٹ ملیدا ہی کھلاؤ مجھکو

سودا شعرا مین ہے بڑائی تجھکو
تشریف سخن عرش سے آئی تجھکو
عالم نے تجھے اس فن مین پیمبر سمجھا
پوجا جہلا نے بخدائی تجھکو

خلعت یہ ہوئے تجکو جہان کے دلخواہ
کیا قد پہ سجا ہے تیرے اللہ اللہ
قائم یہ نیابت رہے تجکو اسطرح
جون نائب خورشید فلک پر ہے ماہ

ساباں ترا اے نخل امید کہ دمبدم
اس ملک کے دائم رہے ہر قریہ و دہ
بڑھتا ہے نے نیزہ گرہ سے جسطرح
دے طول تری عمر کو یون سالگرہ

ہر چند کہ مخلوق ہین حق مین کہ دمبدم
پر تجکو کیا ہے حق نے ان سب سے بہ
از بسکہ عزیز نقد جان ہے تیرا
دیتا ہے خدا اس لیے ہر سال گرہ

ناطق تو نہ تھا جب تو سنے تھا سب کچھ
با نطق کی دولت سے تجھے ہے سب کچھ
خاموشی میں نے تھا ہی کچھ اور نے ہوگا
گفتار کے عالم میں ہے سودا سب کچھ

جہاں کے بحر میں اے دل لباس اتنا چاہ
کہ جوں حباب وہی پیرہن وہی ہو کلاہ
تو کس تلاش میں سر مارتا پھرے ہے کہ عمر
بسر نگ رشتہ سوزن ہے ہر قدم کوتاہ

دکھ دل کا کوئی جو تجھ سے کہہ رو دیوے
اوقات وہ صبر کے بھی ناحق کھووے
بیدرد ہے وہ درد میں جو تجھ سے جو فرق
باہم جو معاوضہ نہ کون کا ہووے

چاہی تھی بتوں کی آشنائی ہم نے
پر عقل کی مانی رہنمائی ہم نے
اس دل کے کنارے سے ہمارے یارو
کچھ آگ لگی تھی سو بجھائی ہم نے

سودا جہان اپنی زبانی تو ہے
آفاق میں خاقانی ثانی تو ہے
گو نطق کا ہر چند نہیں تو خالق
پر نطق کا خلاق معانی تو ہے

خاوند وہ ایسا ہے کہ عالم کو دے
دارا کو نہ تنہا نہ فقط جم کو دے
پہونچا کے بہم دیکھ تو کیا کیا نعمت
کھلاوے نہ اسے آپ وہ اور ہم کو دے

جینا ہے ترا وہم کا اک ریشہ ہے
اور فکر معیشت کی ترا پیشہ ہے
مرتا نہ تو کیا جانیے تو کیا کرتا
اے خانہ خراب اسپہ یہ اندیشہ ہے

آنکھوں سے پڑا اشک مرے ڈھلتا ہے
سر کب سے ترے پانوں تلے رلتا ہے
اے غنچہ دہن پیار سے ٹک ہنس کر بول
کیا دل ہے مرا تو کہ نہیں کھلتا ہے

کوتاہ نہ عمر ہے پرستی کیجے
زلفوں سے ترے دراز دستی کیجے
ساقی جو نہو شراب ہے آج وہ ابر
پانی پی پی کے فاقہ مستی کیجے

آنکھیں کہیں بھون سے کہ حصہ کیجے آتی ہے مجھے شرم میان یہ دل ہے	ہر ایک پلک چاہے کہ آپ ہی لیجے جو اُنکی ہو قسمت سوائے کر دیجے
آیا ہون تنگ دور رہتے رہتے روتا ہون کہ سیل اشک جاری ہووے	لوگون سے تھکا پیام کہتے کہتے پہونچون مین گلی مین اُنکی بہتے بہتے
افسوس کہون مین کس سے اپنے گھٹکی اس آنکھ نے چین ہی سے کھویا سودا	قالب سے پھرے ہے روح بھٹکی بھٹکی یہ خانہ خراب جس سے اٹکی اٹکی
سرمایۂ عیش کامرانی تو ہے گر تو ہی نہ آوے تو یہ جینا کس کام	آرام دل و مونس جان تو ہے میری تو مراد زندگانی تو ہے
ہر نون کو اے آہوان شکاری میرے دیکھے تو جیسے موت سے جنگل کے بیچ	ہر دشت مین پھرتے ہین قرار دل گھیرے گرد اُسکے کرین آن کے سو سو پھیرے
مرے خون ناحق کی دے کر گواہی کہا مین کہ لازم ہے کیا قتل میرا	شہادت کو میری ہے بس بیگناہی لگا کہنے ہنسکر کہ خواہی نخواہی
افسوس ہماری عمر روتے گذری دیکھا نہ کبھی خواب مین اپنا یوسف	نت دل سے غبار غم ہی دھوتے گذری ہر چند تمام عمر سوتے گذری
اس ریختے کو فارسی مین گو کیجے مضمون کثافت سے برودت کے ساتھ	یا فارسی سے ریختہ اُسکو کیجے خرقہ تو نہین ہے جسے سنگ شو کیجے
گر ہجو یہ سودا کے اُسے رغبت ہے	ہوئے دو کہ گیدی کے تئین رجعت ہے

موزون نہ کرے شعر کو اپنے احمق
کرتا پھرے ہجو لوگون کی ندرت ہی

گر ہجو مری کہنے سے اس پر ہو نگاہ
سو دہم تمھارا ہے مین اور آپ کی ہجو
تا یہ بھی کہے جانے نجھے خلق اللہ
لاحول ولا قوۃ الا باللہ

پیٹ اپنا ہر اک طرح سے ساجد پالے
مینڈک چھوڑے نہ چھپکلی نے سا ہا
کوا دہ چیل وہ گلہری کھالے
اُسکے پھرے ہین ڈھونڈتے لڑکے بالے

رباعیات مستزاد

دنیا کی طلب مین دین کھو کر بیٹھے
ہو کر گم راہ
کرنا ہی نہ تھا جو کام سو کر بیٹھے
اے عقل تباہ
ہے عارضی خانہ جسم خاکی سودا
بے شبہہ و شک
سو مالک ہی اسکے آپ ہو کر بیٹھے
سبحان اللہ

طاقت نہین رونے کی بہت ہجر سے تیرے
گو دل مین یہ غم ہی
کوئی دم کی رمق ہے اب تن مین جو میرے
سو چشم مین نم ہی
بھولے ہی نہین یان کبھو پھرتا ہے اے یار
اور جائے ہی سب کیا
کیا تجھسے ترا جرم ہوا سانجھ سویرے
جو اتنا ستم ہے

ہر چند جہان مین کم ہین وافر ہم ہین
کر دیکھو نگاہ
منزل بھی ہمین ہین اور مسافر ہم ہین
ہر شام و پگاہ
کعبے مین شیخ بتکدہ مین ہندو
بیرنگ و بنگ
کس بوقلمون صنم کے کافر ہم ہین
اللہ اللہ

لو کی سے مین دنیا کی کہا یون جا کر
اب ایک کی ہو رہ نہ پھرا کر گھر گھر
بولی کہ جو کوئی مرد ہے سو تو مجھکو
باندھی ہے جھون نے مرے رکھنے پہ کمر

سن اے بے پرد
تین صورت مرد
رکھتا ہی نہین
سو ہین نامرد

خاتمة الطبع - الحمد للہ و المنة کہ اس زمانہ میمنت اقتران مین کلیات سودا جلد اول باہتمام کیسریداس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ بماہ اکتوبر ۱۹۳۲ء بار پنجم مطبع منشی نولکشور لکھنؤ مین چھپا